

أَسْرَارُ الْقَدَمِ

مِنْ

فُضُولِ الْحَكِيمِ

عَلَّامُ مُحَمَّدٍ

فهرست مضامین اسرارالقدم من فصوص الحکم

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحه
۱	دیباچه از شارح	۲
۲	خطبة الكتاب	۳
۳	فصل حکمة الهیة فی کلمة ادمیة	۴
۴	فصل حکمة نفثیة فی کلمة شیثیة	۳۱
۵	فصل حکمة سبوحیة فی کلمة نوحیة	۵۸
۶	فصل حکمة قدوسیة فی کلمة ادرسیة	۸۲
۷	فصل حکمة مهیمیة فی کلمة ابراهیمیة	۱۰۰
۸	فصل حکمة حقیقیة فی کلمة اسعاقیة	۱۱۷
۹	فصل حکمة علییة فی کلمة استاعیلیة	۳۹
۱۰	فصل حکمة روحیة فی کلمة یعقوبیة	۱۵۷
۱۱	فصل حکمة نورانیة فی کلمة یوسفیة	۱۷۲
۱۲	فصل حکمة احدیة فی کلمة هودیة	۱۹۳
۱۳	فصل حکمة متوحیة فی کلمة صالحیة	۲۲۳
۱۴	فصل حکمة قلبیة فی کلمة شعبییة	۲۳۵
۱۵	فصل حکمة ملکیة فی کلمة نوحیة	۲۶۲
۱۶	فصل حکمة قدرانیة فی کلمة عزیزیة	۲۷۵
۱۷	فصل حکمة نبوییة فی کلمة عیسویة	۲۹۳
۱۸	فصل حکمة رحنانیة فی کلمة سلیمانیه	۳۳۶
۱۹	فصل حکمة وجودیة فی کلمة داودیة	۳۶۹
۲۰	فصل حکمة نفسیة فی کلمة یونسیه	۳۸۸
۲۱	فصل حکمة غیبیة فی کلمة ایوبیة	۴۰۱

وَمَنْ يَكُنِ الْحِكْمَةُ فَقَدْ أَوْقَى خَيْرًا كَثِيرًا
الحمد للہ کہ دریں ایام سعادت فرجام کتاب مستطاب الموسوم بہ

آسَرَارُ الْقَدَمِ

مِنْ

فُصُوصِ الْحِكْمَةِ

تصنیف لطیف

مسکین عطا محمد خادم خادمان قبلہ عالمیان خاتم الاولیاء غوث الاعظم ثانی امام ہمام
اعلیٰ حضرت جناب مولانا پیر غلام محمد صاحب قبلہ امام جلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زیر سرپرستی

قبلہ حضرت پیر محمد انوار حسین صاحب و قبلہ حضرت پیر محمد نیاہ حسین صاحب
قبلہ حضرت پیر محمد افتخار حسین صاحب و قبلہ حضرت پیر محمد اعجاز حسین صاحب

سجادہ نشینان آستانہ عالیہ قادریہ حبلوآنہ شریف

أَدَامُ اللَّهُ تَعَالَى فُيُوضَهُمْ وَأَفَاضَ عَلَيْنَا بَرَكَاتِهِمْ

مطبوع شد

ملنے کا پتہ: میاں محمد یار وٹو قادری ڈھڑی والا کلاں لاہور روڈ لائل پور شہر

بار اول تعداد پانچ سو ہدیہ ۲۰ روپے

سال اشاعت ۱۳۸۷ھ

دیباچہ از شاح

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ أَشْرَفِ أَنْوَاعِ الْحَيَوَانِ وَقَضَلَهُ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ بِالْفَضْلِ وَالْإِحْسَانِ وَاصْطَفَى مِنْهُمْ أَهْلَ الْكِمَالِ وَالْعِرْفَانِ وَنَوَّرَ قُلُوبَهُمْ بِنُورِ الْمَعْرِفَةِ وَالْإِيمَانِ وَأَخْرَجَ عَنْ قُلُوبِهِمْ مُحَبَّةَ الدُّنْيَا وَأَفْنَاهُمْ فِي مُحَبَّةِ وَهُوَ الرَّحْمَنُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ سَيِّدِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ الَّذِي هَدَانَا إِلَى سَبِيلِ الْجَنَّةِ الَّذِي تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ بِكَثْرَةِ عِبَادَةِ الرَّحْمَنِ وَهُوَ الشَّافِعُ لِأَصْحَابِ الْجُرْمِ وَالْعُصِيَّانِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ حَرَّقَتْ قُلُوبُهُمْ بِنَارِ الْعُشْقِ وَنُورِ الْعِرْفَانِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ بِالْكَرَمِ وَالْإِحْسَانِ وَأَدْخَلَنِي اللَّهُ وَسَائِرَ الْمُسْلِمِينَ مَعَهُمْ فِي عُرَقَاتِ الْجَنَّةِ ط

اما بعد یہ بندہ مسکین غلام درویشان و خاکپائے ایشان عطا محمد عفی اللہ عنہ الصمد ملتس ہے کہ کتاب فصوص الحکم وہ مقدس صحیفہ ہے جو سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہ الاطہر کو خواب میں عطا فرمایا ہے کہ خطبۃ الکتاب میں مصنف نے اس امر کی صراحت فرمائی ہے۔ علماء باللہ و اولیاء اللہ کے نزدیک یہ کتاب حقیقتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ محض ناقل ہیں۔ برادرانِ طریقت و یارانِ حقیقت کی خدمت میں یہ فقیر ضعیف تاکیداً عرض رساں ہے کہ یہ کتاب مستطاب بمنزلہ کتاب حدیث پاک ہے اسلئے اس صحیفہ مقدس کے کسی حرف پر اعتراض کر کے اپنا دین و ایمان ضائع نہ کریں۔

کتاب فصوص الحکم پہلی بار پڑھی کوئی حرف سمجھ میں نہ آیا۔ دوسری بار پڑھی تو کوئی کوئی مضمون سمجھ میں آیا۔ ارادہ کیا کہ اردو میں ایک چھوٹا سا رسالہ استنباط کروں جو نافع خلّاق ہو۔ جب یہ مسکین اپنے پیر و مرشد امام ہمام قبلہ عالمیان خاتم الاولیاء غوثِ اعظم ثانی جناب اعلیٰ حضرت مولانا پیر غلام محمد صاحب قبلہ امام جلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مبارک پر حاضر ہوا تو کتاب فصوص الحکم سے رسالہ استنباط کرنے کی اجازت مانگی۔ مکاشفہ میں معلوم ہوا کہ جناب مکمل کتاب کی شرح کا حکم فرما رہے ہیں۔ پہلے تو بندہ حیران رہ گیا لیکن بعد میں حضور نے سمجھا دیا کہ اس کام کو جناب خود اپنی ہمت و تصرف سے سرانجام دیں گے۔ دل کو نہایت خوشی ہوئی اور واپس گھر آکر کتاب کی شرح شروع کر دی۔ ایچیزنہ! اس راز کو قطاب عارفین ہی سمجھ سکتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مبارکہ کے مکمل افراد رضی اللہ عنہم مکمل افراد کو کیسے کتابیں لکھاتے ہیں۔

قرآن مجید کے وہ اسرار جو کتابت کے لائق ہیں سارے کے سارے فصوص الحکم میں مندرج ہیں متعدد شارحین نے اس صحیفہ مقدس کی شرح عربی زبان میں سپرد قلم کی ہیں۔ اردو زبان میں صرف ایک ہی شرح ہے جو حضرت شاہ محمد مبارک الاعلیٰ راتپوری قدس سرہ کی تصنیف ہے جو اپنی مثال آپ ہے لیکن اس میں پُرانی طرز کی اردو استعمال کی گئی ہے۔ اس مسکین نے عام مسلمانوں کے فائدہ کیلئے ارادہ کیا ہے کہ اس کتاب مستطاب کا ترجمہ اور شرح سلیس اردو زبان میں با محاورہ پیش کیا جائے۔ اگرچہ یہ صحیفہ اسرار بحر بیگراں کی مثل ہے لیکن چند وہ حقائق اور وقایق کے لالی و جواہر پیش کئے جاتیں گے جو اس احقر نے سیدی مرشدی و مولائی امام مہام قبلہ عالمیان خاتم الاولیاء غوث اعظم ثانی اعلیٰ حضرت جناب مولانا پیر غلام محمد صاحب قبلہ امام عبوی رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے ہیں۔ یہ مزید کے سہرے انشاء اللہ تعالیٰ صوفیائے کرام و علمائے ذوی الاحترام کے اتواج علم کو مزین مژدہ اور درخشندہ کر دیں گے۔ اس شرح غیبی کا نام ”اسرار القدم من فصوص الحکم“ تجویز کیا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ مجھے اس کتاب کی تکمیل کی توفیق بخشے۔ بحاء نبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمین ثم آمین و بِالله التَّوْفِیْقُ وَهُوَ نِعْمَ الرَّفِیْقُ۔

مسکین عطا محمد عفی اللہ عنہ

گجرات پاکستان

فُصُوصُ الْحِکْمِ خُطْبَةُ الْکِتَابِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ مُنْزِلِ الْحِكْمِ عَلَى قُلُوبِ الْكَلَمِ بِأَحَدِيَّةِ الطَّرِيقِ الْأَمَمِ مِنَ الْمَقَامِ الْأَقْدَمِ وَإِنْ اخْتَلَفَ الْبَلَلُ وَالنَّحْلُ لِاخْتِلَافِ الْأُمَمِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ الْهَمَمِ مِنْ خَزَائِنِ الْجُودِ وَالْكَرَمِ بِالْقِيلِ الْأَقْوَمِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَبَشِّرَةِ أَرِيئَهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ مُحَرَّمِ سَنَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَسِتِّ مِائَةٍ بِمَحْرُوسَةِ مَشَقٍّ وَبَيْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابٌ فَقَالَ لِي هَذَا كِتَابُ فُصُوصِ الْحِكْمِ خُذْهُ وَاخْرُجْ بِهِ إِلَى النَّاسِ يَنْتَفِعُونَ بِهِ فَقُلْتُ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَمْرٍ مِمَّا كَسَا أَمْرُنَا بِهِ فَحَقَّقْتُ الْأُمْنِيَّةَ وَأَخْلَصْتُ اللَّيْمَةَ وَجَرَدْتُ الْقَصْدَ وَالْهَيْمَةَ لِأَبْرَارِ هَذَا الْكِتَابِ كَمَا حَدَّثَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَلَا نَقْصَانٍ وَسَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ نِيَّ وَفِي جَمِيعِ أَحْوَالِي مِنْ عِبَادَةِ الَّذِينَ لَيْسَ
لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَأَنْ يَخْصِنِي فِي جَمِيعِ مَا يُرْقِبُهُ بَنَانِي وَيَنْطِقُ بِهِ لِسَانِي وَيَنْطَوِي عَلَيْهِ
جَنَانِي بِالْإِلْقَاءِ السُّبُوحِيِّ وَالنَّفْثِ الرُّوحِيِّ فِي الرُّوحِ النَّفْسِيِّ بِالتَّايِيدِ الْإِعْتِصَامِيِّ حَتَّى أَكُونَ مُتَرَجِّمًا
لَا مُتَعَدِّمًا لِيَتَحَقَّقَ مَنْ يَقِفُ عَلَيْهِ مِنْ أَهْلِ اللَّهِ أَصْحَابِ الْقُلُوبِ أَنَّهُ مِنْ مَقَامِ التَّقْدِيسِ الْمُنَزَّلَةِ
عَنِ الْأَعْرَاضِ النَّفْسِيَّةِ الَّتِي يَدْخُلُهَا الشَّيْطَانُ وَأَرْجُوا أَنْ يَكُونَ الْحَقُّ تَعَالَى لِنَّاسِيعِ دُعَائِي قَدْ
أَجَابَ نِدَائِي فَمَا أَلْقَى إِلَّا مَا يُلْقَى إِلَيَّ وَلَا أُنْزِلُ فِي هَذَا السُّطُورِ إِلَّا مَا يُنْزَلُ بِهِ عَلَيَّ وَلَسْتُ بِنَبِيِّ
وَلَا بِرَسُولٍ وَلَكِنِّي وَارِثٌ وَخَيْرُ حَارِثٍ (شعر)

وَإِلَى اللَّهِ فَارْجِعُوا
مَا آتَيْتُ بِهِ فَعُوا
مُجْمَلِ الْقَوْلِ دَا جَمْعُوا
طَالِبِيهِ لَا تَمْنَعُوا
وَسِعَتْكُمْ فَوَسِّعُوا

فَإِنَّ اللَّهَ فَاسْمَعُوا
ثَاذَا مَا سَمِعْتُمْ
ثُمَّ يَا لَفْهَمِ فَصَلُّوا
ثُمَّ مُتَوَابِهِ عَلَى
هَذِهِ الرَّحْمَةِ الَّتِي

وَمِنْ اللَّهِ أَرْجُوا أَنْ أَكُونَ مِثْلَ مَنْ أُيِّدَ فَتَأَيَّدَ وَأُيِّدَ بِالشَّرْعِ الْمُحْمَدِيِّ السُّطُورِ مُتَقَيَّدًا
وَقَيَّدَ وَأَنْ يَحْشُرَنَا فِي دُمُورِهِ كَمَا جَعَلْنَا مِنْ أُمِّيهِ فَأَوَّلُ مَا أَلْقَاهُ الْمَالِكُ عَلَى الْعَبْدِ مِنْ
قَصْرٍ حُكْمًا إِلَهِيًّا فِي كَلِمَةٍ اذْمِيَّةٍ

خطبۃ الكتاب

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمت عامہ اور رحمت خاصہ کا صاحب ہے۔ سب تعریفیں واسطے
اللہ تعالیٰ کے ثابت ہیں جو حکمتوں کو انبیاء کرام کے قلوب پر نازل کرنے والا ہے۔ اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے قلوب
پر یہ حکمتیں مقام احدیت ذاتیہ سے ایک ہی صراط مستقیم پر نازل کی گئی ہیں۔ یعنی جملہ انبیاء کا اصل دین ایک ہے اصل دین
سے مراد توحید باری تعالیٰ ہے۔ پس علم حقیقت جملہ انبیاء علیہم السلام کیلئے ایک ہے اگرچہ امتوں کے اختلاف کے باعث
مختلف ملتیں اور مذاہب ہو گئے۔ یعنی اگرچہ ائمہ کے امر و نہی و مراتب کے مطابق شرائع بدلتی چلی آئیں ہیں لیکن اصل
اصول دین یعنی علم توحید جملہ انبیاء کرام کیلئے ایک ہی ہے۔ جملہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت الی اللہ لا الہ الا اللہ پر مبنی ہے
پس کا مفہوم حقیقت میں یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز موجود نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس مقدس ذات پر رحمت

کا ملہ بھیجے جو انبیاء اولیاء اور مومنین کی ہمتوں کے اپنے جود و کرم کے خزانے سے اپنے کمالات ذاتی کیساتھ مدد کر نیوالے ہیں
یعنی جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر اور سلام بھی بھیجے۔

اما بعد حمد و صلوة کے پس تحقیق میں نے اسلئے محرم شریف کے آخر عشرہ میں شہر دمشق میں جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں اس حالت میں زیارت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک کتاب ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ یہ کتاب فصوص الحکم ہے اس کو لے اور اس کو لوگوں تک پہنچاتا کہ لوگ اس سے فائدہ
حاصل کریں۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے جناب کا حکم مبارک سن لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ و جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
اور اولی الامر کی اطاعت ہم پر فرض ہے جیسا کہ قرآن مجید میں یہ امر صراحتاً موجود ہے۔ پس میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی مراد کو اچھی طرح تحقیق کر لیا اور اپنی نیت کو اس امر کیلئے خالص کر لیا۔ اور اس کتاب کے اظہار کیلئے جیسے کہ جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے مقرر کر دی ہے بغیر کمی اور بیشی کے میں نے اپنے قصد اور ہمت کو اغراض
نفسانی سے مجرّد کر لیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہوں کہ اس کتاب کے اظہار میں خاصکر اور میرے جمیع احوال
میں مجھے اُن بندوں میں سے بنائے جن پر شیطان کا غلبہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ میری انگلیاں تحریر کریں اور جو کچھ
میری زبان بولے اور جو کچھ میرے دل میں ہو ان سب میں مجھے رب تعالیٰ الہام ربانی سے مخصوص کرے۔ نیز فرشتے
کا الہام میرے قلب میں ساتھ تائید حفاظت الہی کے ہو تاکہ اس کتاب کے اظہار میں میں محض مترجم ہوں اور میرے
نفس کا اس میں کوئی حکم اور دخل نہ ہو۔ یہ اسلئے دُعا مانگتا ہوں تاکہ اہل اللہ جو اصحاب القلوب ہیں اس امر کو جان لیں
کہ یہ کتاب مقام قدس یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نازل شدہ ہے جو اغراض نفسانی سے منزّہ ہے اور جن
میں تلبیس کو دخل نہیں تلبیس کا تعلق اغراض نفسانی سے ہوتا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میری
دُعا سن کر میری فریاد قبول کرے گا لہذا جو اسرار الہیہ میرے دل میں القا ہوں گے وہی میں تم پر افاضہ کروں گا اور
جو کچھ اس کتاب میں میں درج کروں گا وہ وہی ہوگا جو میرے دل پر مخائب الہی نازل ہوگا۔ اس سے کوئی یہ خیال
نہ کرے کہ میں نبی ہوں یا رسول ہوں بلکہ میں سرکارِ دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں اور اپنی آخرت
کیلئے کاسب ہوں۔ اقطاب عارفین کا نکتہ نگاہ مقام محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلم جہ شہر (۱) سو اللہ ہی کی طرف سے ان
مضامین کو سنو کیونکہ میں تو محض ایک واسطہ ہوں اور ان حقائق اور دقائق کے سمجھنے کیلئے اللہ ہی کی طرف رجوع کرو۔
(۲) اور جب تم ان اسرار کو سنو جو میں لایا ہوں تو ان کو یاد کر لو۔ (۳) پھر اپنے فہم سے قول مجمل کی تفصیل کر لو اور
اجمال و تفصیل کے جامع بن جاؤ۔ (۴ و ۵) پھر اس کتاب کے واسطہ سے طالبوں پر احسان کرو اور اس رحمت کو جو تم

پر وسیع ہے نہ رو کو بلکہ اس کو وسیع کر دے

اور میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ میں اُن بندوں میں سے ہوں گا جن کی تائید کی گئی۔ پھر وہ خود بھی تائید ہو گئے اور دوسروں کے بھی مؤید ہو گئے اور جن کو شرع مطہرہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مقید کیا گیا پس وہ خود بھی مقید ہو گئے اور دوسروں کو بھی مقید کیا۔ اس میں اس اسر کی طرف اشارہ ہے کہ ولایت کبریٰ کے صاحب شریعت مطہرہ کے سخت پابند ہوتے ہیں۔ اور میں یہ بھی اُمید کرتا ہوں کہ ہم کو آپ کے خاص زمرہ میں محشور فرمادے جیسا ہم کو آپ کی اُمت سے گردانا ہے۔ پس اُس مالک حق نے اُس کتاب فصوص الحکم میں سے اول جو اس عبد مملوک پر القا فرمایا وہ فص حکمت الہیہ فی کلمۃ ادمیہ ہے۔

فَصْنُ حِكْمَةِ الْهِيَّةِ فِي كَلِمَةِ اَدَمِيَّةِ

لَمَّا شَاءَ الْحَقُّ سُبْحَانَهُ مِنْ حَيْثُ اسْمَائِهِ الْحُسْنَى الَّتِي لَا يَبْلُغُهَا الْإِحْصَاءُ أَنْ يَرَى أَعْيَانَهَا وَإِنْ شِئْتُ قُلْتُ أَنْ يَرَى عَيْنَهُ فِي كَوْنٍ جَامِعٍ يَحْصُرُ الْأَمْرَ بِكَوْنِهِ مُتَّصِفًا بِالْوُجُودِ وَيُظْهِرُ بِهِ سِرَّهُ إِلَيْهِ فَإِنَّ رُؤْيَا الشَّيْءِ نَفْسُهُ فِي نَفْسِهِ بِنَفْسِهِ مَا هِيَ مِثْلُ رُؤْيَا نَفْسِهِ فِي أَمْرٍ آخَرَ يَكُونُ لَهُ كَالْمِرْآةِ فَإِنَّهُ يُظْهِرُ لَهُ نَفْسَهُ فِي صُورَةٍ يُعْطِيهَا الْمَحَلُّ الْمَنْظُورُ فِيهِ مِمَّا لَمْ يَكُنْ يُظْهِرُ لَهُ مِنْ غَيْرِ وَجُودِ هَذَا الْمَحَلِّ وَلَا تَجَلِّيهِ لَهُ وَقَدْ كَانَ الْحَقُّ أَوْجَدَ الْعَالَمَ كُلَّهُ وَجُودَ شَبَحِ مُسَوِّ لَا رُوحَ فِيهِ فِيهِ فَكَانَ كِبْرِيَاةً غَيْرَ مُجْلُوتَةٍ وَمِنْ شَأْنِ الْحُكْمِ الْإِلَهِيِّ أَنَّهُ مَا سَوَّاهُ مَحَلًّا إِلَّا وَلَا بُدَّ أَنْ يَقْبَلَ رُوحًا إِلَهِيًّا غَيْرَ عَنْهُ بِالنَّفْخِ فِيهِ وَمَا هُوَ إِلَّا حُصُولُ الْإِسْتِعْدَادِ مِنْ تِلْكَ الصُّورَةِ الْمُسَوَّاةِ لِقَبُولِ الْفَيْضِ التَّجَلِّيِّ الدَّائِمِ الَّذِي لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ وَمَا بَقِيَ إِلَّا قَابِلٌ وَالْقَابِلُ لَا يَكُونُ إِلَّا مِنْ قِيَصِهَا الْأَقْدَسِ فَلَا مَرْكُكَةَ مِنْهُ أَبَدًا أَوْ لَا وَانْتِهَاءً وَهُوَ إِلَيْهِ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ كَمَا ابْتَدَأَ مِنْهُ فَاقْتَضَى الْأَمْرُ جِلَاءَ مِرْآةِ الْعَالَمِ فَكَانَ آدَمُ عَيْنَ جِلَاءِ تِلْكَ الْمِرْآةِ وَرُوحُ تِلْكَ الصُّورَةِ وَكَانَتْ الْمَلَائِكَةُ مِنْ بَعْضِ قُوَى تِلْكَ الصُّورَةِ الَّتِي هِيَ صُورَةُ الْعَالَمِ الْمُعَبَّرِ عَنْهُ فِي اصطلاحِ الْقَوْمِ بِالْإِنْسَانِ الْكَبِيرِ فَكَانَتْ الْمَلَائِكَةُ لَهُ كَالْقُوَى الرُّوحَانِيَّةِ وَالْحَسِّيَّةِ الَّتِي هِيَ فِي النَّشْأَةِ الْإِنْسَانِيَّةِ وَكُلُّ قُوَّةٍ مِنْهَا تَحْجُوبَةٌ بِنَفْسِهَا لَا تَرَى شَيْئًا أَفْضَلَ مِنْ ذَاتِهَا وَأَنَّ فِيهَا فَيْدًا تَزَعُمُ الْأَهْلِيَّةَ بِكُلِّ مَنْصِبٍ عَالٍ وَمَنْزِلَةٍ رَفِيعَةٍ عِنْدَ اللَّهِ لَهَا عِنْدَهَا مِنَ الْجَمْعِيَّةِ الْإِلَهِيَّةِ بَيْنَ مَا يَرْجِعُ مِنْ ذَلِكَ إِلَى الْجَنَابِ الْإِلَهِيِّ

عَلَيْهِمَا مَا سَجَّسَتْ رَهَابَهَا وَلَا قَدَّرَ سَادَهُ عَنْهَا تَقَرُّبُ لَيْسَ أَدَمُ وَتَسْبِيحُهُ فَوَصَّاتُ لَيْسَ لَنَا مَا جَرَى بِمَقِيفٍ
 عِزُّكَ وَتَقَلُّمُ الْأَدَبِ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى فَلَا دَعَى مَا لَمْ يَنْتَ مُتَحَقِّقُونَ بِهِ وَمَا أُوْنَ عَلَيْهِ بِالتَّحْقِيقِ الْكَافِ
 لَنَا أَنْ نُطِيقَ فِي الدَّعْوَى فَتَعَلُّمُ بِهَا مَا لَيْسَ لَنَا بِحَالٍ وَلَا نَحْنُ مِنْهُ عَلَى حِينٍ فَتَفْتَحُنَا فَمِنْ التَّحْقِيقِ
 إِلَّا نَحْنُ مِمَّا أَدَبَ النُّحُوقَ بِهِ عِيَالَهُ الْأَدَبُ الْأَمَنَةُ النُّعْمَةُ ثُمَّ نَرْجِعُ إِلَى الْحِكْمَةِ الْإِلَهِيَّةِ نَقُولُ
 إِنْ لَمْ أَنْ الْأُمُورَ الْكُلِّيَّةَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بَعْدَ جُودٍ فِي عَيْنِنَا نَهَى مَقُولَةً مَعْلُومَةً بِمَا شَاطِئُهَا مِنْ
 فِيهَا بِالْحِكْمَةِ لَا تَزُولُ عَنْ تَوْجُودِ الْعَيْنِ وَبِهَا الْحُكْمُ وَالْأَشْرَفُ فِي حَقِّ مَالِهِ دُجُودُ سَيِّئُهَا بَيْنَ حُجُوبِ
 عَيْنِنَا الْأَشْيَاءَ مَا أَتَيْنَا أَعْيَانِ السُّجُودَاتِ الْعَيْنِيَّةِ وَلَمْ نَزَلْ عَنْ كَوْنِهَا مَقُولَةً فِي نَفْسِنَا مِنَ الظَّاهِرِ
 مِنْ حَيْثُ أَعْيَانِ السُّجُودَاتِ كَمَا فِي الْبَاطِنِ مِنْ حَيْثُ مَقُولَاتِهَا مَا سَتَادَتْ فِي تَوْجُودِ عَيْنِنَا
 فِي الْأُمُورِ الْكُلِّيَّةِ الَّتِي لَا يُدْرِكُنَّ بِهَا عَيْنُ الْعَقْلِ وَلَا يُدْرِكُنَّ وَجُودُهَا فِي الْعَيْنِ وَجُودُ
 تَزُولُ بِهِ عَنْ أَنْ تَكُونَ مَقُولَةً وَسَوَاءٌ كَانَ ذَلِكَ السُّجُودَاتِ الْكُلِّيَّةِ مَوْقِفًا أَوْ غَيْرَ مَوْقِفٍ وَ
 نَسَبَةً السُّجُودَاتِ وَغَيْرِ السُّجُودَاتِ إِلَى هَذَا الْأَمْرِ الْكُلِّيِّ الْمَقُولِ نَسَبَةً وَاحِدَةً غَيْرَ أَنَّ هَذَا
 الْأَمْرَ الْكُلِّيَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ حُكْمٌ مِنَ السُّجُودَاتِ الْعَيْنِيَّةِ بِحَسَبِ مَا تَحْلِبُهُ حَقٌّ يُقَالُ بِكَ السُّجُودَاتِ
 الْعَيْنِيَّةِ كَمَا نَسَبَهُ إِلَيْهِمْ رَأَى الْعَالِمُ وَالْعَيُّونَ فِي أَوَّلِ تَحْقِيقِهِ مَقُولَةً وَأَوَّلُ حَقِيقَةٍ تَقُولُ مَعْمُورَةً
 تَعْبُودُ وَحَسَّ أَنْ الْعَبِيدَ مَعْمُورَةً ثُمَّ نَقُولُ فِي الْحَقِّ تَقَالِ أَنْ لَنَا أَوَّلًا حَيَوَاتٍ فَهِيَ الْعَيْنُ الْعَالِمُ
 وَنَقُولُ فِي الْمَلَائِكَةِ لَنَا حَيَوَاتٍ وَهِيَ الْعَالِمُ وَالْعَالِمُ وَنَقُولُ فِي الْإِنْسَانِ لَنَا حَيَوَاتٍ وَهِيَ الْعَالِمُ
 الْعَيْنُ الْعَالِمُ وَحَقِيقَةُ الْعَالِمِ وَاحِدَةٌ وَحَقِيقَةُ الْعَبِيدِ وَاحِدَةٌ وَنَسَبَتُنَا إِلَى الْعَالِمِ وَالْعَيْنِ نَسَبَةً
 وَاحِدَةً وَنَقُولُ فِي عِلْمِ الْحَقِّ إِنَّهُ قَدِيمٌ وَفِي عِلْمِ الْإِنْسَانِ إِنَّهُ مُخَدَّتٌ فَانْظُرْ إِلَى مَا أَحَدٌ شَتَرَ
 الرِّخَافَةَ مِنَ الْحُكْمِ فِي هَذِهِ الْحَقِيقَةِ الْمَقُولَةِ وَانْظُرْ إِلَى هَذَا الْإِرْتِقَابِ بَيْنَ الْمَقُولَاتِ وَ
 السُّجُودَاتِ الْعَيْنِيَّةِ فَكَمَا حَكَمَ الْعَالِمُ عَلَى مَنْ قَامَ بِهِ أَنْ يَقَالَ فِيهِ إِنَّهُ عَالِمٌ كَذَلِكَ حَكَمَ
 السُّجُودَاتُ بِهِ عَلَى الْعَالِمِ بِأَنَّهُ مُخَدَّتٌ فِي حَقِّ الْعَالِمِ قَدِيمٌ فِي حَقِّ الْقَدِيمِ نَصَارَ كُلِّ وَاحِدٍ
 مَعْمُورًا بِهِ وَفَقْدًا عَلَيْهِ وَمَعْلُومٌ أَنَّ هَذِهِ الْأُمُورَ الْكُلِّيَّةَ وَإِنْ كَانَتْ مَقُولَةً وَهِيَ الْمَقُولَةُ
 فِي الْعَيْنِ مَوْجُودَةٌ فِي الْعَيْنِ كَمَا فِي مَعْلُومٍ عَيْنًا إِذَا تَعَبَّدَتْ إِلَى السُّجُودَاتِ الْعَيْنِيَّةِ فَتَقْبَلُ
 الْحُكْمَ فِي الْأَعْيَانِ السُّجُودَاتِ وَلَا تَقْبَلُ التَّخْفِيلَ وَلَا تُجَسِّرُكَ فَإِنَّ ذَلِكَ مُعَلٌّ عَلَيْهَا فَإِنَّهَا

[illegible]

[illegible]

انہیں تمام اُور اُسی سے ہیں یعنی اُن کی ابتدا اور انتہا اُسی سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر شے کا اُول آغاز ہر مالک ذات
حق ہے یعنی ہر شے پر اُسی کا ظہور ہے۔ اور تمام اُمور عالم اُسی کی طرف رجوع کریں گے جیسا کہ اُن کی ابتدا اُسی سے ہوئی
ہے۔ مراد یہ ہے کہ عالم کی ہر شے کا فہم و مساو ذات حق ہے جیسا کہ وہ ہیں۔ و ثنائیں سمند سے پیدا ہوتی ہیں اور سمند
تین میں بٹ جاتی ہیں۔ پس ذات حق ہر تواجی کی مثال ہے اور ہر موجودات عالم اُسی ہر کی امواج ہیں۔

یہ کہ عالم بغیر وجود آدم کے آئینہ ہے جلا کے مانند تھا اور شان آبی یہ ہے کہ ہر عمل بعد تصویب اور تدریس کے رون
آجی کا قبول کرے پس شان آبی نے تھا تھا کیا کہ آئینہ عالم جلا ہوا ہے اور وہ عملی ہر تواجی کو قبول کرے پس آئینہ آدم اُس
آئینہ کی جلا اور اُس میں مستوی کی ذوق ٹوٹے۔

لاکھ تیر عالم ہیں اور صورت عالم کہتے ہیں توجی میں سے ہیں۔ پس توجی سے کہ ہوا سے اُن کے اُن
میں توجی ہیں جیسے کہ آبی کو حانیہ اور نفوس منطبعہ کہ اجرام علوی اور اسیم منطبعہ ہیں۔ در توجی جہانہ کہ خادم
نفوس منطبعہ ہیں۔ واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ انسان کامل ہوا اُس کا خلیفہ ہے کہ آئینہ دل میں توجی لگا ہے اور اُس کے
آئینہ دل کا کس عالم پر ذہن ہوتا ہے اور اس فیض کے وصول سے عالم باقی رہتا ہے۔ بسبب انسان کا اس عالم
میں باقی رہتا ہے سبحانہ اُن اہل اور منات کے واسطے سے جھکے گئے موجودات عالم ملاحہ اور عمل استوار ہیں
ان کا ہیات ذاتیہ اور رحمت و معافیہ اور ریمیہ سے سادہ فرماتا ہے۔ پس عالم بسبب اس عباد اور فیضان تجریت کے
منظور رہتا ہے بسبب کہ کہ انسان کامل عالم ہیں باقی ہے۔ لہذا کوئی معافی بغیر اُس کے ذریعہ اور حکم سے خارج ہے
فہم کی طرف نہیں آتے ہیں اور کوئی شے ہوائے اُس کے ذریعہ اور حکم سے ظاہر سے باطن کی طرف نہیں رجوع
کرتی ہے۔ گوچہ انسان کامل بسبب فہم بشریت کے اس اُسمن سے طمع نہ اوں غلو البودن میں اے بحرین و
ایہ الاشارة بقولہ تعالیٰ لَعَلَّكُمْ اَتَذَكَّرُونَ

عالم کو انسان کبیر اور انسان کو عالم معنی واسطے کہتے ہیں کہ جو کہ عالم میں تخیل و مروت ہے۔ نوں ملک انسان
میں بحرینی اہمال موجود ہے اور حقیقت میں ملاحہ بر غلوس ہے اسلئے کہ انسان عالم پر خلیفہ ہے اور خلیفہ کو عاتق کلفت فہم
پر استعدا ہے۔

وہ فرشتے ہیں کہ در پیر سے عالم کی تدبیر ہوتی ہے اُن کو مانی اور مانی توجی کی توجی پر جسہ انسانی میں حاصل
ہیں۔ وہ لاکھ و صحت اکرم علیہ السلام کے حق میں منازع ہیں و تاجہ خوب ہیں کیونکہ وہ کسی شے کو اپنی ذات سے
بہتر نہیں دیکھتے ہیں۔ اور اُن کا گمان اس اثر تک نہیں پہنچتا کہ حضرت اکرم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہنر

سے متعلقانے حضرت ابن کمال کو اپنا غیض بنا کر اپنی غلوں کا محافظ بنایا۔ پس جب تک غلوں نے اُپر بارش
کی تھم ہو ہو کر کوئی شخص بغیر بادشاہ کے حکم کے غلوں کے کھوسنے کی دیر ہی نہیں کرتا ہے۔ بدستقلال نے جو اہل
علم کیلئے انسان کو اپنا غیض بنایا۔ پس جب تک انسان کا دل علم میں ہو جو وہ علم ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ کیا تو انہیں
دیکھتا کہ سبب انسان کا دل زائل ہوگا اور دنیا کے غرائز سے اُپر اُٹے جو نیکی تو جو کچھ متعلقانے غلوں میں رکھ دیا ہے
انہیں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا بلکہ سارے کامرا اٹھ جائیگا اور بس جس کیسے ظہر ہا گیا اور غلوں انہیں کا اور ہمت
کی طرف منتقل ہو جائیگا جس انسان کا دل غلوں سے اُپر اُٹے ہو گا۔

پھر کہیں سمجھنا کہیہ کا فہم اس اثنا کہ انسان میں جو اسے اس وجود نے ہی کیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو
احسان اور اہمیت کا رتبہ حاصل ہو اور اسے احسان اور اہمیت کے باعث اللہ تعالیٰ کی جنت فرشتوں پر تعلیم ہوگی۔
جس سے سبب اُن کی اہمیت حاصل ہو اور حضرت انسان کو ان کے کمالات اُپر کا انکار نہ کرے اور دیکھے کہ فرشتوں پر کیسے
مقام ملے گا جو ان کے اُپر ان کے اہمیت کا اہمیت ہے۔ سبب وہ تو ان کو زیادہ عطا کر دے کہ جو ان کے اہمیت
نے کی اور ان کو بڑے اہمیت ہے۔ ان کو ان کی استعداد کے مطابق حضرت انسان کو اس سے پہنچا ہے۔ ان سے بڑے
مقام مبادت بھیج اور تہلیل و اُلجھ کر کہتے ہیں۔ رات کو وہ نقش ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے تہلیل و اُلجھ کر وہ
میں ہو رہے۔ سبب فرشتوں نے اپنی عظمت سے زیادہ عجب کیا تو متعلقانے مقام اذل کیا بھیج افراد عالیہ اپنے
اپنے کمالات حضرت انسان کو اس سے اُپر کر دے ہیں کہ جو ان کو بڑے اہمیت ہے اور بھیج اُلوہ انہیں علم سے
سے جو باقی بھیج اُلوہ سے استعداد پاتے ہیں اور انسان کا اہمیت جو اسے اللہ کا ہے رہا اور یہ ہے کہ ان کے مہاراجین
اس اہمیت کیساتھ جس کے کوہ ملے ہیں اور ان کے ساتھ وہ نقش ہیں اور جس کے موافق وہ مبادت کرتے ہیں اہمیت
نہ ہے بلکہ ان کے متعلقانے ہیں ان سے اُس مبادت کا سبب ہے کہ ان کی اہمیت اس کی منتقلی ہیں۔ اہمیت جو اسے
اہم کے اور کسی حقوق کو اس میں نہیں اور مبادت بقدر استعداد و علم اور معرفت کے ہے۔ پس جس کو متعلقانے
تہلیل و اُلجھ کر وہ استعداد و علم اور معرفت نہ جیسی ہو وہ متعلقانے کی مبادت ہیں اُلوہ و مبادت کیساتھ کیسے
کر گیا۔ جو اسے اس بات کو نہ جانا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کے واسطے ایسے کام ہیں جن کو علم ان کو نصیب نہ تھا پس جو ان
نے ان کو کیا کیا تو متعلقانے کی منتقلی کی نہ تھیں۔ پس جو علم و عدم قیامت نے ان پر عطا کیا ہے
اس سوال کی بدولت آدم کی منتقلی منفریہ نظر رکھتے ہوئے ہے (اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَائِرِ النَّبِيِّیْنَ) اور بھیج انہیں
یہ بھیج پھر کہیہ جو اس میں اُلوہ کر گیا۔

مگر کہ تو شخص نزع حق جہان سے و قلع پذیر ہو اس پر کچھ فرشتوں نے آدم کے حق میں کہا وہ جہان
نشت کی بدلت ہے جو ان کو حق تعالیٰ سے غریب ہے لیکن اگر ان کی سرشت میں جھگڑے کا شکار نہ کرتی تو ہرگز
آدم کے حق میں نہ ہوتے نہ کہتے جو انہوں نے کہے فرشتے اپنی حیثیت کا شعور نہیں رکھتے ہیں کیونکہ اگر وہ اپنی حیثیت
کو سمجھتے تو جبراً آدم کو نہ درہانتے اور اگر وہ تیرہ آدم کو جانتے تو جھگڑے سے اجتناب فرماتے۔ پھر ہر ذریعہ کو کوہنے
اس میں آدم پر اللہ کا کیا جگہ یا شک زیادتی کی کہ آدم پر غوریزی کا نام بھی لگا دیا اس دعوئی کا سبب کی تقدیریں
و ترجیح ہے جو وہ حق تعالیٰ کی کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام کے علم میں وہ سارا آئینہ حق بن پرانہ واقعہ
نہ تھے لہذا ان کو نہ ان سے کیا تھا اپنے رب کی نہ ترجیح کی نہ تقدیریں کی جیسا کہ آدم علیہ السلام ان امور کے ساتھ ترجیح
و تقدیریں کرتے تھے۔ پس حق تعالیٰ نے یہ ما جہا بہ اسے سننے اسٹے بیان فرمایا کہ ہم حق تعالیٰ کے نزدیک رہنا باعتبار
کے مقام میں رہاں ہیں جو مقام ہم کو ارگاہ آئی میں حاصل ہے اس پر زیادتی نہ ہاڑیں۔ مراد یہ ہے کہ ہم ترگی
دریات و مطالب کہنے بہ تعالیٰ کو مجبور نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کیساتھ ہم ادب سیکھیں کیونکہ وہ حکم بپیر ہے۔
بحمدی استعداد کے مطابق ہم کو مرتب و مناصب عطا کرتا ہے۔ اور اس واقعہ کے بیان کرنے کی دوسری
ملکت یہ ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ادب سکھایا ہے کہ ہم اس چیز کا دعویٰ نہ کریں جس کے متعلق ہم کو تحقیق نہ
ہو اور جس پر ہم اپنے لیے سے مدعی نہ ہوں کیونکہ ہم کو یکے سے مراد اس ہے کہ ہم اپنے دعویٰ میں اس چیز پر مشاں
کریں جس کا ہم کو علم نہ ہو۔ اور یہ اسٹے ادب سکھایا ہے کہ ہم بعد میں رہ سوزا نہ ہوں۔ پس یہ سارا بیان الہی اس نے
ہے کہ اے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اذکاراً آمنا خلقاً کو ادب سکھایا ہے۔

ہم ہم حکمت الہیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حکمت الہیہ تحقیق کو فیائے کرام کی اصطلاح میں یک حکم ہے
یعنی ان امور کی معقولہ درستگی کی جاتی ہے جو وجود اور تشکیل میں واقعہ کے مطابق نہ ہوں جیسے کہ باری تعالیٰ اور
عقول اور انوس ہر ذریعہ ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اسے طالب اس بات کو جان سے کہ تحقیق امور کی طلاق معقولہ
مثل حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت وغیرہ کا اگرچہ خارجی ہیں کوئی وجود نہیں ہے لیکن بلا شک وہ زمین میں
مستغنی اور معلوم ہیں۔ پس وہ امور کی باطنی ہیں اور وجود خارجی سے جدا نہیں ہوتے ہیں کیونکہ ان کا جو اس چیز
میں ہرگز وجود خارجی ہے نہ کہ اور اثر ہے بلکہ وجود خارجی امور کی کا مین ہے نہ غیر۔ وجود خارجی سے میری مراد
ذوات موجودات خارجیہ ہے۔ مثال کے طور پر حیات باقیہ قید جزائی شخص کے کی کی حیثیت کا مین ہے اور
اور ہم باقیہ قید جزائی شخص کے عالم کی حقیقت کا مین ہے۔ پس امور کی باعتبار حقیقت کے خارجی ہیں انہیں ہاتھ

جانتے ہو وہ خارج ہیں باعتبار تہہ مجزئیہ کے پائے جاتے ہیں۔ امور گہیہ ظلت مستحیل ہیں اپنی معنویت سے
 کبھی منکک نہیں ہوتے ہیں اور وہ اس حیثیت سے اہم باطن کے تحت میں مندرج ہیں۔ اور چونکہ خارجی ہیں
 باعتبار تہہ مجزئیہ کے پائے جاتے ہیں اس حیثیت سے وہ اہم ظہر کے تحت میں مندرج ہیں۔ یہی امور گہیہ
 باطنی ساتھ تہہ مجزئیہ منکک کے وجود خارجی ظاہری کے عین ہیں اور یہ وہاں ہے کہ ہر دو اہم باطن کے اہم ظہر
 کا وجود پایا جاوے۔

موجودات خارجی بسبب تعینات اور تشخصات کے امور گہیہ کے عین نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ ذوات موجودات
 خارجی امور گہیہ کے عین ہیں۔ خلاصہ معنی کو یہ کہ یہ ہے کہ یہ امور گہیہ اور اہم باطن موجودات خارجی عین ذوات موجودات
 ظاہریہ اگرچہ ایک اعتبار سے تابع اور متبوع لازم اور لازم متواتر ہیں لیکن دوسرے اعتبار سے ایک
 کے عین ہیں کیونکہ تمامی مقامات کی حقیقت ذات گیر ہے اور وہ ایک ہی حقیقت ہے جو باعتبار تعینات اور
 تعینات کے مراتب کثیر میں تعدد اور تفرق سے ساتھ مقفوت ہوتی ہے۔

امور گہیہ اپنی ذات کی حیثیت سے اپنی معنویت سے کبھی منکک نہیں ہوتے ہیں لیکن جیسے کہ وہ معنویت
 کے اعتبار سے باطن میں ایسے ہی وہ باعتبار موجودات خارجی کی عین ذوات ہونے کے ظاہر ہیں۔ یہی مہسود
 موجودات ظاہریہ کا قیام اور استناد ان امور گہیہ کی طرف ثابت ہے اور بلکہ امور گہیہ کی حقیقت واحدہ ہے اور وہ
 ذات متعالیٰ ہے لہذا ثابت ہوا کہ بلکہ موجودات ظاہریہ کا قیام اور استناد ساتھ ذات متعالیٰ کے ہے۔ یہاں
 کتاب کے مجملہ مروفہ واقعات و کلمات کا قیام اور استناد ساتھ سیاہی کے ہے۔ امور گہیہ ظلت مستحیل معنویت
 باطنی تعالیٰ کے حدود سے باہر ہیں لیکن سب کی حقیقت واحدہ ہے اور وہ وجود باری تعالیٰ ہے۔ اس مسئلہ کا
 اہم وحدت وجود ہے۔ امور گہیہ کو عقل سے اتحاد یا ممکن نہیں ہے اور ان کا یہی خارج کے اس طرح پر کیا جائے کہ
 بسبب اس وجود خارجی کے وہ اپنی معنویت سے زائل ہو جائیں ممکن نہیں ہے۔ یعنی اگرچہ موجودات ظاہریہ
 کی ذوات میں امور گہیہ ہی کا وجود ہے لیکن پھر بھی امور گہیہ کا وجود ذہن میں دستور سابق عقل میں اور ظہر میں
 موجود ہے۔ مثال کے طور پر ایک کاریگر کے ذہن میں ایک مکان کا نقشہ ہے۔ وہ اس ذہنی نقشہ کو کاغذ پر لکھ کر
 مکان کا نقشہ تیار کر دیتا ہے۔ اس کے بعد اس کا نقشبندی نقشہ سے مکان تیار کر دیتا ہے۔ اب مکان تیار ہو جانے
 کے بعد بھی اس مکان کا نقشہ کاریگر کے ذہن میں دستور رہتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مکان تیار ہو جانے کے بعد
 وہ ذہنی نقشہ کاریگر کے ذہن سے زائل ہو جاسے۔

[illegible]

اب کو جو خارجی نواہ حادث ہے نواہ قدیم ہے دونوں کی نسبت امر کی عقلی کیسا قدر بڑا ہے۔ فرق یہ
ہے کہ موجودات خارجیہ کا بھی حسب اختلافات عقائدی موجودات خارجیہ اس امر کی ہیں تاثیر ہے مثال کے
طور پر علم کی وہم کیسا قدر نسبت ہے وہ حیات کی ہی کیسا قدر نسبت ہے پس حیات ہی ایک حقیقت مستقل ہے
اور ہم ہی ایک حقیقت مستقل ہے۔ یہ حیات اور ہم ایک دوسرے سے بچتے ہیں۔ اب تحقیق کو نشان کیلئے علم اور
حیات ہے ہی حقیقتیں ان اور عالم ہے۔ ایسے ہی فرشتہ کیلئے بھی ہم اور حیات ہے پس فرشتہ کی اور عالم ہے
اسی طرح انسان کیلئے بھی حیات اور عالم ہے پس انسان کی اور عالم ہے۔ ان سب میں حقیقت ہم کی ایک ہی
حقیقت ہے اور حقیقت حیات بھی ایک ہی حقیقت ہے اور نسبت ہم اور حیات کی عالم اور حیات کی حقیقت
ایک ہی نسبت ہے۔ مانع صرف اتنا ہے کہ متعالی کے علم کے مطلق ہم کہیں گے کہ تحقیق متعالی کا ہم قدیم ہے
اور انسان کے علم کے متعلق ہم کہیں گے کہ تحقیق انسان کا ہم حادث ہے۔ پس دیکھ اسے طالب کہ موجودات خارجیہ
کو بھی ان حقیقت متعلقہ ہیں ایک ہم اور تاثیر ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب ان امور کو حقیقت متعلقہ کو بھی موجودات خارجیہ
کے ہم اور تاثیر ہے نواہ وہ موجودات خارجیہ واجب ہوں یا ممکن ایسے ہی موجودات خارجیہ کو بھی امور کلیہ ہیں
ہم اور تاثیر ہے نواہ وہ امور کی واجب ہوں یا ممکن۔ امور کلیہ جیسے ذات باری تعالیٰ اور صفات باری تعالیٰ
واجب ہیں اور امور کلیہ جیسے نفس اور متعلق جزو و ارجاع کلیہ ممکن ہیں۔ پس مقولات اور موجودات خارجیہ
کا آپس میں ارتباط ثابت ہوا ہے

مثال کے طور پر جیسے کہ حکم نے اس شخص پر بھی میں ہم کو خبر ہے یہ حکم کیا کہ اس شخص کے حق میں کہا
جانتے کہ تحقیق وہ عالم ہے ایسے ہی اس شخص نے ہر حکم کیا تو دعوت ہے لام پر اس طرح حکم کیا کہ تحقیق وہ عالم ہوا
کے حق میں دعوت ہے اور تعلیم کے حق میں تعلیم ہے یہیں ہر ایک صورت اور موافق خارجی حکم ہے اور حکم غیر ہوا
یہ معلوم واقعتاً کہ تحقیق اگرچہ انور کئی معنوں میں ممکن خارج میں معلوم ہیں اور وہ ہر خارجی پر حکم کرتے

ہیں موجود ہیں جیسے کہ وہ امور کجہ موجود خارجی کی طرف نسبت کئے جانے میں مضموم ہیں۔ ہیں وہ امور کجہ
درمیان اعیان موجودہ کے ایک حکم کو قبول کرتے ہیں لیکن وہ نفسیں اور تہذیب کو قبول نہیں کرتے بلکہ تحقیق امور
کجہ کیلئے یہ تفصیل اور تہذیبی مثال ہے کیونکہ امور کجہ پر موجود خارجی ہیں جو امور کجہ کیساتھ موصوفہ ہے نہ ثابت
ہیں۔ جیسے کہ صفت انسانیت کی ہر ہر فرد انسان میں موجود ہے لیکن اس نوع خاص سے بھی جدا نہیں ہوتی
اور وہ انسانیت کی صفت بسبب اتحاد افراد انسان متضاد نہیں ہوتی۔ نیز امور کجہ ہمیشہ معقول اور عقل ہیں ہے
ہیں۔ ان کیلئے وجود خارجی ثابت نہیں ہے۔

اب جبکہ ارتباط میان اشیائے کسے جس کیلئے وجود خارجی ہے اور درمیان ایک شے کے جس کے
وجود خارجی نہیں ثابت ہوا حالانکہ ان دونوں کے درمیان امر جامع نہیں ہے تو موجودات خارجیہ کا بسن کا
بسبب کیسا تو ارتباط عقل کے زیادہ قریب ہے کیونکہ ان دونوں موجود خارجی میں امر جامع موجود ہے۔ امر جامع سے مراد موجود خارجی
بلکہ امر جامع کیوجہ سے ارتباط ان دونوں موجود خارجی میں قوتی تر اور مستزاد اثر ہے۔ اب موجودات خارجیہ کی دو
قسمیں ہیں۔ بعض موجودات عقل ہیں یعنی عقلی خارجی ہیں یعنی تعلیم یا واجب ہیں اور بعض حادث یا
ممكن ہیں۔ پس حادث کا تعلیم کیا ہے یعنی ممکن کا واجب کیسا تو ارتباط عقلی اونی ثابت ہوا۔

اس بات میں شک نہیں ہے کہ جو چیز حادث ہے وہ اپنے وجود کی خاطر اپنے وجود کی محتاج ہوگی یا
سے مستلزم ہوگا کہ وجود حادث کا از خود نہیں ہے بلکہ اپنے وجود کی طرف مرتبط اور مستند ہے اور یہ ضروری ہے کہ
واسطے دفع دور تسلسل کے موجود واجب الوجود لذاتہ ہو۔ سبب ارتباط درمیان واجب الوجود کہ بذاتہ موجود
ہے اور درمیان حوادث کہ لذاتہ ممدوم ہیں یہ ہے کہ حادث واجب کی طرف احتیاج رکھتا ہے اور حادث کی
وقت احتیاج اس کو ذاتی امکان ہے پس حادث اپنے وجود کی خاطر اپنے وجود کا محتاج ہے اور ارتباط عقلی
کے ساتھ اس کے ساتھ مرتبط ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ وہ ذات جس کی طرف حادث مستند ہے لذاتہ واجب
الوجود ہو اور اپنے وجود کی خاطر بذاتہ ہے پرواہ ہو یعنی اپنے وجود کی خاطر کسی کا محتاج نہ ہو اور یہ ذات وہی
موجود ہے جس نے اپنی ذات سے اس حادث کو وجود بخشا ہے پس یہی وہ ہے کہ حادث اس واجب لذاتہ
کی طرف خوب ہے۔ مثال کے طور پر موبائل اور ٹیبلٹ جو کمرے پیدا ہوتی ہیں ان کا وجود اپنا علیحدہ
ذاتی مستقل وجود نہیں ہے بلکہ ان کا وجود کرنے والا کیا ہے پس موبائل اور ٹیبلٹ حادث ہیں اور ان کا واجب
لذاتہ ہے۔ اب موبائل اور ٹیبلٹ کی طرف منسوب ہیں۔

سب واجب نے چنی ذات کے نمود کے واسطے حادث کر پاتا تو وہ حادث سبب اس واجب بذاتہ
کے وجہ سے حادث کی وجہ سے حادث اور احتیاج اس بات کی مقتضی ہے کہ حادث واجب کسبت
ہے ہر جتنی حادث واجب کے نمود اور مناسبت سے تحت ہو سکتا ہے وجہ ذاتی کے ہر حادث کے حق میں
محقق نہیں ہے کہ حادث واجب حادث واجب الوجود ہو گیا ہے لیکن اس کا وجہ ساقیہ کے ہے بذاتہ نہیں ہے
اگر حادث اپنے وجہ ذاتی تسلیم کر لیا جائے تو ممکن کہ اس میں حیث ممکن واجب کی ساقیہ مطلب ہونا لازم آئے گا
اور یہ محال ہے۔ حادث کا واجب کے نمود اور مناسبت سے تحت ہونا دو وجہوں سے ثابت ہے۔ اول یہ کہ
حادث کو کہنا مقتضی ہے اور اسلئے اور مناسبت وجود کو لازم ہیں اسلئے حادث بھی لازم وجود کے ساتھ
تحت ہو گا ورنہ لازم سے تحت لازم و حتم آئیگا اور یہ محال ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حصول قوت کا اثر ہے
اور اس کی ذات اور مناسبت کی ساقیہ نمود کی ذات اور مناسبت پر دلالت کرنے والے ہیں اور دلیل میں آثار و لوازم
کا ہر دو ضروری ہے جیسے کہ اشکال اور بعد میں قیام کی ذات اور آثار باطنی یا باطنیہ وجود ہوتے ہیں پس جب
حادث کا وجود بالذات ہے تو اس کا وجہ بھی بالذات ہو گا۔ اگرچہ نمود اور مناسبت بالوجود ہیں لیکن واجب
سے جمیع کمالات کے نمود کی صلاحیت ہوا کے انسان کے ان میں باطنی نہیں پائی جاتی بلکہ پھر انسانوں
تک ہی ترقی ہے۔ ذات حق کا ظہر ہر انسان میں اس کی تعداد اور استعداد کے مطابق ہے۔ ذات حق کے اعداد
و مناسبت کیلئے مراتب بہت سرکار و عالم ضروری کریم بننا پک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔
یہ چاہئے کہ ہم اس بات کو جانیں کہ جب تحقیق عالم غیبت حق پر ظاہر ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہر کو اپنی
معرفت کا علم حادث کی ذات میں غور و فکر کرنے پر سونپا۔ نیز ذکر کیا کہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں ہم کو اپنی حادث
کے رکھائیں حَسْبُكَ الْقَالَ دَسْتُ بِفِيهِ اَيُّهَا رَافِي الْاَقَابِ وَفِي اَفْهَمُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَكُنَّ الْاَحَقُّ مَا اَوْ
نَرِيَا (وَ اِنِّي اَلَا مِنْ اَيْتِ تَلَسُّوْ رَتِيْنَ كَا وَفِي اَخْبِرْكُمْ اَفْلَا يُبْصِرُوْنَ) ہاں ہم نے اپنی معرفت کے حصول
کی سعادت پر امتداد کی بلکہ اہم حق تعالیٰ کی مجد مناسبت سے موصوف ہیں ہوا سے وجہ ذاتی کے ہر ذات
حق کے ساتھ مقتضی ہے۔ جب حصول کو ہم نے اپنی ذات کیساتھ جانا اور ہر وہ چیز جو ہماری طرف منسوب ہے
اس کی طرف منسوب کی جیسا کہ انہماکات اگرچہ توسط انبیاء کریم کی ذرائع کے ہماری طرف وارد ہوئی تو حق
تعالیٰ نے اپنی ذات کی محنت ہمارے واسطے ہماری مناسبت کیساتھ کی۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَاَخْبِرْهُمْ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ اَسْمَاءُ وَاَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ اَسْمَاءُ وَاَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ اَسْمَاءُ وَاَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ اَسْمَاءُ وَاَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ اَسْمَاءُ

خَوَاتِمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَوْقَايْنَا تَوَلَّوْا نَسْتَمُوجِبُهُ اللَّهُ) وَإِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى سُوْرَةٍ قَدْرَةٍ وَمَرَرْتُ فَلَمْ تَلْعَنِي
وَفَلَا يَزَالُ يَزِيدُ حَتَّى يَفْضَحَكَ اللَّهُ مِنْهُ (من الآيات دارالحدیث)۔ لہذا جب ہم نے متعالیٰ کا مشاہدہ
کیا تو اپنی ذاتوں کا مشاہدہ کیا اور جب متعالیٰ نے ہم کو دیکھا تو اُس نے اپنی ذات کو دیکھا
مگر وہ یہ ہے کہ اگر ذات الہی کو بیچ سے مثال دی جائے تو یہ شجرہ کون اسی بیج کا پھل ہے اور حضرت انسان
اس شجرہ کون پر ثمر ہے اور شریعت بیج کی صورت پر ہوتا ہے۔ اب کوئی بیج کو دیکھنا چاہے تو ثمر کو دیکھے۔
بیج تلخ ثمر ہے اور ثمر تلخ بیج ہے۔

بہر بات میں شک نہیں کہ ہم جن عالم افراد اور انواع کے ساتھ شیریں اگرچہ ہم سب ہر
حسیت واحد کا پھل ہے۔ اور پھر وہ عالم کے افراد میں تیز کرنے کیلئے ایک فرق کرنیوالی چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم کی جن
اشیاء ہر پھر ہیں اور بعض عرض ہیں۔ ہر وہ شے ہے جو بذات خود موجود ہو اور عرض وہ ہے جس کا وجود بالظہر
ہو۔ مثال کے طور پر ہر قسم کے کپڑے جو دیکھتے روٹی کے محتاج ہیں۔ ہر قسم کے زیورات سونا چاندی کے محتاج
ہیں۔ محروم و خود کیلئے سیاحی کے محتاج ہیں۔ مٹی کے برتن و ہر دیکھتے مٹی کے محتاج ہیں۔ نیز افراد عظم میں تیز
کرنے کیلئے ایک اور فارق ہے اور وہ یہ ہے کہ پھر کو حقیقی کے اہل و صفات امتناعی ہیں اسلئے ہر فرد عالم
ایک خاص باہم و ایک خاص صفت کا مظہر ہے۔ اور اگر یہ چیز نہ ہوتی تو وحشت میں کثرت نہ ہوتی نہ دیر ہے
کہ واحد میں کثرت کا باعث ہو اور اہل و صفت واحد ہے۔ پس ایسا ہی حال افراد انسان کا ہیں ہے یعنی خدائی
میں بھی تیز کا باعث ہے کہ کوئی انسان کسی صفت کا مظہر ہے کوئی کسی صفت کا مظہر کوئی جمال کا مظہر ہے
کوئی جمال کا مظہر ہے۔ افراد یہ ہے کہ اگرچہ یہ شجرہ کون ایک بیج کا پھل ہے لیکن اس پر پھل ہیں اور کون سے
پھل ہیں۔ پھل کون ہیں؟ ہر رنگ ہیں انبیاء اویا۔ مائیں پھل ہیں۔ کائے کون ہیں؟ اشرار و فجار لوگ۔
اگرچہ پھل کاٹا نہیں ہو سکتا اور کاٹا پھل نہیں ہو سکتا لیکن دونوں درخت واحد کا پھل ہیں۔

اگرچہ متعالیٰ نے ہر صفت اُس چیز کے ساتھ کی ہے جس کے ساتھ اُس نے اپنی ذات کی صفت
بیج و ثمر سے کی ہے لیکن ہم میں اور ان میں ایک چیز فرق کرنے والی ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے
وجود کی خاطر اُس کے محتاج ہیں اور بسبب ہمارے اُن کے ہماری ہستی اُس پر موقوف ہے لیکن خداوند تعالیٰ
کے باعث نہ ہماری طرح وجود کی خاطر کسی کا محتاج نہیں۔ پس اس غناء ذاتی اور وجود کی خاطر کسی کا کیون
بہ تعالیٰ کے سبب متعالیٰ کیلئے ازل و قدم ہمیں ثابت ہوا۔ اس ازل و قدم سے خدا کیلئے متعلق ہوتی ہیں

سے مراد عدم سے انکسار اور ابتدا و بعد کی ہے۔ جبہ استحقاقی کے ازل آنے کے باوجود اس کی طرف اولیت
 کی نسبت نہیں کی جائیگی یعنی اس کی اولیت ایسی ہے کہ اس اولیت کے اول کوئی چیز نہیں۔ استحقاقی تعلیم
 ذاتی ہے اور ممکنات تعلیم زمانی ہیں۔ استحقاقی اولیت سے مراد ہر شے کی مبدائیت ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس کی
 اولیت کی کوئی نہ نہیں۔ اور یہی معنی میں استحقاقی آخر ہے۔ ممکن کی آخر سے مراد اس کی آخری حد ہے۔ ممکن
 ممکن کی آخریت سے مراد یہی آخریت ہے جس کی کوئی نہ نہیں۔ اگرچہ ممکن کی اولیت ممکنات کے وجود
 کی اولیت کے پیش ہوئی تو اس کا آخر ہونا واسطے ممکنات کے صحیح ثابت نہ ہوتا کیونکہ ممکنات کیے کوئی آخر
 نہیں۔ جو کہ اس کے نہیں ہے کہ استحقاقی اولیت سے مراد موجودات کی دوست و منیت اور انفس کا
 ممکن کی ذات و صفات۔ فعال میں قائم ہونا ہے۔ پس استحقاقی اولیت کے معنی میں آخر اور پہلی اولیت
 کے معنی میں اول ہے۔ جنہاں کے طور پر استحقاقی لڑنا ہے۔ اول و آخر ہستی شے کی حیثیت سے دار تعین استحقاقی ہر شے
 پر عید ہے۔ اس کی کریم کی بنا پر سید الکونین حضرت امام حسین پاک صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ و سلم اکرام الہی تہنیت
 طاعت حرکت العارضین میں استحقاقی کو ایک دائرہ کیا تشبیہ دیتے ہیں اور اس دائرہ کا لفظ "کاشور کا اللہ" لیا
 ہے۔ اب دائرہ کے فیہر پر جو نقطہ ازل لانا ہوتا ہے وہی محیط کا آخر ہی ہوگا۔ اسی طرح جو آخر تسلیم کیا جائے
 تو اسی آخر ہی ہوگا۔ پس دائرہ میں آں میں آخر ہے اور آخر میں اول ہے۔ نیز دائرہ کے محیط کا ہر نقطہ ہی
 اول و آخر ہے۔ یعنی اس کا اول متعین نہیں۔ ایسے ہی دائرہ کے محیط کا ہر نقطہ ہی آخر و سکنا ہے۔ یعنی اس کا
 آخر متعین نہیں۔ پس استحقاقی ایک ہر موجود ہے جس کا نہ کوئی ابتدا ہے نہ کوئی انتہا ہے نہ کوئی ازل ہے نہ کوئی
 آخر ہے۔ یہاں استحقاقی ہے وہاں نہ ہلا نہیں ہے۔ وہاں ازل و آخر ایک ہی چیز ہے۔ اب امواج اگرچہ ٹکرائی کو
 لہریں لگتی ہیں۔ اول و آخر کی قیاس میں۔ لیکن اگرچہ امواج کا وجود ہر کیسا قدرتی ہے۔ لیکن ہر کوئی امواج پر تقدم
 نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تقدم اور آخر متعین ہے نہ ہی نہیں۔ یہی وجود کی نہ ہونے سے امواج ازل اور تعلیم ہیں اور
 غیری وجود کی نہ ہونے سے امواج حادث ہیں۔

پھر جانتے کہ ہم اس بات کو ہائیں کہ تعین استحقاقی سے ہی ہست کی صفت معلوم سے کی ہے کہ
 تعین آہل لاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔ پس یہ کیا عالم کہ عالم میں عالم غیب و عالم شہادت کا ہر قسم
 کا بھی غیب ہے اور عالم باطن کا بھی ظہور ہے۔ حقیقت اس طرح ہے کہ اس کا عالم باطن ہی ہے اور اس کا
 ظہور لاہر ہی ہے۔ پھر استحقاقی سے پہلی اولیت سے پہلی صفت ماضی و مستقبل کے کہیں عالم کو قدرت و اراد

کہ اس کی ذات یعنی کثر ذات حق میٹر مذکر ہے کیونکہ اگر کثر ذات حق انسان کے عیضہ ادراک میں آجاتے تو
ذات حق محدود ہو جاتی ہے اور یہ شخص ہے۔ لیکن اگر کثر ذات حق متعالی کے عیضہ علم میں آجاتے تو کثر ذات حق
محدود ہو جاتی ہے اور یہ شخص ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ کثر ذات حق کا ادراک نہ انسان کا بل کہ کثر ذات حق متعالی
کو ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کیسے اپنے دونوں اقربوں کو ایسے جمع کیا کہ اس کو بزرگ کو سے اور اس لئے اللہ تعالیٰ
نے ایسی کو فرمایا مَنَّكَ اَنْ تَتَجَلَّيْتَ خَلْقَكَ بِمَدَنِي (کس چیز نے تو کو اس کو عبودہ کرنے سے منع کیا
میں کہ میں نے اپنے دونوں اقربوں سے پیدا کیا۔ آدم کو بزرگی اسی لئے ہے کہ وہ دونوں اقربوں یعنی صورت
و علم اور صورت حق کو جانے لے اس کی ظاہری صورت علم کو شامل ہے اور باطنی صورت حق تعالیٰ کو شامل ہے۔
یعنی آدم ختمی کمال اور ختمی کمال کا جامع ہے اور متعالی کے دونوں اقرب ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کیسے دو جنسوں میں ایک جمیت ربوبیت اور دوسری جمیت عبودیت اور آدم دونوں بہتوں کا جامع ہے۔ ہمیں عالم
میں سے ایک مجزبہ اس کو یہ حقیقت معلوم نہیں۔ اسی جمیت کے واسطے آدم خلیفہ ظہری ہے۔ اگر آدم مَنَّكَ
کی صورت پر ظاہر نہ ہوتے تو ہمیں غرض کیسے وہ خلیفہ بنائے گئے تھے وہ غرض ان سے پوری نہ ہوتی رہتا وہ خلیفہ
کہنے کے مستحق نہ ہوتے۔ مگر اگر آدم اللہ تعالیٰ کی صفت کا دست موصوف نہ ہوتے تو عالم میں اللہ تعالیٰ کے
نائب کیسے کہنے کیونکہ خلیفہ کیلئے لازمی ہے کہ ہر وہ چیز ہو جو عالم اس سے شب کو سے کہ وہ ان کو عطا کر کے وہ
وہ ان پر خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا اختلاف کا اطلاق ہر وہ انسان کا کہ کسی پر بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
آدم کی ظاہری صورت و علم کے مطابق اور عالم کی ظاہری صورتوں سے پیدا کی اور آدم کی باطنی صورت اپنی صورت
یعنی اللہ تعالیٰ کی صورت پر پیدا کی۔ مراد یہ ہے کہ آدم کا ظاہر حق کو شامل ہے اور باطن حق کو شامل ہے۔ یعنی
ظاہر اس کا خلقی صفات سے کہ ستر ہے اور باطن اس کا حق صفات سے پیرا ستر ہے۔ اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ
نے صورت اللہ کی ہیں آدم کے حق میں فرمایا اَلَمْ نَخْلُقْكَ سَفْعًا وَبَعَثْنَا فِيْ اَمْسٍ اَمْسًا سَاعِدًا وَتَوْتًا بِاَمْرٍ هَيَّا
تو رہا وہ یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کی آنکھ اور اس کا کان ہوتا ہوں۔ میں متعالی نے دونوں صورتوں کی ظاہری اور
باطنی میں فرق کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے دو جہتیں ہیں ایک بہت سے قوت بہت ہے دوسری بہت سے قوت قوت
ہے نہیں صفات اس کی کو صفات حق کو صورت خلقی پیدا اِن اِن ذکر سے ہے۔

ہر مرتبہ از وجود عیضہ کے دارد کہ اگر عیضہ مراتب کثرتی زندگی (جانی)

اس وجود ذات کا ہر مرتبہ میں ایک نامی حکم ہے۔ اگر چند مراتب نہ کریں تو اس دقیقہ سے مرتبہ و مرتبہ میں اس کا نام رہتا ہے اور مرتبہ تین میں اس کا نام مجید ہے۔ (اسی طرح انسان کے خواہر یعنی قاب کا نام خلق ہے اور اس کے باطن یعنی عزت و جلال کا نام حق ہے۔ قاب کا کثیف ہے اور درون الحیف ہے۔)

مستقلی کا فہم و مرتبہ آدم میں ہی محدود نہیں بلکہ اس ذات کا باقی موجودات عالم میں موجود ہے لیکن اس کا فہم و مرتبہ میں اس قدر ہے جتنا اس موجود کی حقیقت اور استوار پائندی ہے۔ آدم اسے خلیفہ محمد سے کہہ کر یہ بیچ معانی کو یہ داعیہ کے جانے ہیں اور استوار پائندی سے آدم کے اور کسی موجود کو نہیں ہیں۔ یہ بیچ موجودات میں سے آدم کا منصب نفوذ پر فائز ہونے کا سبب صرف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات حق کے جانے ہیں۔ نیز اگر موجودات میں ذات حق کی سرایت بالضرورت نہ ہوتی تو عالم کبر سے دور رہتا۔ جیسے کہ تحقیق اگر حقائق مقولہ گویہ نہ ہوتے تو موجودات خارجہ میں کوئی حکم اور تاثیر ظاہر نہ ہوتا۔ پس اس حقیقت کی روئے سے عالم اپنے وجود کی خاطر مستقل کا محتاج ہے۔

ذات بخت کی مثال بیچ کی سی ہے۔ سب بیچ بویا جاتا ہے تو اس میں سے انگر بختا ہے۔ مگر سے نور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حکم و اول فی الخلق اللہ نورانی سب سے پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی وہ پیر نور ہے۔ بیچ بے ضرورت ہے لیکن انگر کی صورت اہل کی سی ہے جو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ایسا اوقات بیچ کا غلی چھٹکا انگر کے اوپر چھٹا جاتا ہے۔ ہذا ان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ یہاں تو اب چھٹکا ہی ہوں، بیچ بیچ کے مغز نے ایک ہیئت بدل لی ہے۔ اب کئی کہ مجھے دیکھنا چاہیے تو اس انگر کو دیکھو۔ یعنی میرا تو اب نام ہی نام باقی ہے، نام واسطہ کو دیکھنا چاہو تو اس انگر کو دیکھو۔ اگر کوئی باور نہ کرے اور اس گول کو بیچ کو تلاش کرے تو تحت اشرفی ایک زمین کو کھودے وہ بیچ کہیں نہ ملے گا۔ وہ بیچ کہاں گیا؟ اس بیچ نے ایک ہیئت بدل لی ہے۔ اس کے بیچ ورت تو اب صورت کا کہاں رہا؟ لیا بقولہ تسانی (من والفقراء من الذی خیر) تم سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی صورت تسانہ کی کہ آپ کی صورت پاک پر میں رب تعالیٰ جو نہا ہوں، میں سے اور حضرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے یعنی اس صورت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کو سایہ ہے۔ یہاں وہ ہے کہ اس صورت پاک کا سایہ اللہ تعالیٰ کے سایہ میں گم ہو گیا اور قسم ہے مجھ نے اسے قرآن کی یہی قسم ہے آپ کی ہیئت کی کہ آپ کی ہیئت میں میری ہیئت ہے اور آپ کی ہیئت میں میری ہیئت ہے۔

کی ہو رہی ہے۔ سب کو سنے عینہ کوئی چیز کو تو مٹائی کرے تو وہ بیچ اب نہ ملے گا کیونکہ اس کا وہ داب ہے ہی
 نہیں اس کا داب نام ہی نام ہے۔ پھر یہ ان کے پروردگار اور خود بخود اس میں سے کئی نیکیاں پیش کرے کہ ایک
 مہیشاں درخت پر جو کہ اس درخت کا نام شمر تھا کون ہے۔ سب اس درخت کو بیچ کا ٹھکانہ رکھتے تو ہوا ہے اور اگر
 ٹھکانہ رکھتے تو جس دہات رتقوی حکیم السلام اذین نور اللہ والخلق کائناتہ تین نور میں حضرت انسان
 کوئی داب نہ پکے جس میں شریعہ و علم صورت آتی کیسا ترغاب رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ کمال اسے عطا فرمایا
 تاکہ آپ مختلفاں کا اس میں۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نام غیب رکھا ہے اور آپ کے بعد جو آپ کی
 شکل میں وہ آپ کے نیچے ہیں۔ ہیں آپ اکیلے اللہ تعالیٰ کے غیب ہیں اور جو آپ کی شکل عالم اجسام میں ظاہر
 ہوئے ہیں وہ آپ کے نیچے ہیں اور ہر امر میں جو آپ کے واسطے صحیح ہے وہ اس کے دل میں چنانچہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا غیب حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ہر شے

(۱) ایک داب اور ایک رنگ و صورت کے محتاج ہیں اور کئے و صورت سے بے نیاز نہیں ہیں۔ دابہ کئے ممکن کا محتاج
 ہے اور کئے داب کا محتاج ہے۔ یہاں پہلے صورت کی محتاج ہے اور صورت دابہ کئے سے بے نیاز ہے۔
 محتاج ہیں۔ یہ بات حق ہے جو ہم نے کہی ہے۔ ہم اس کو پوشیدہ نہیں رکھتے ہیں۔

(۲) اگر تو مختلفاں کی بے نیازی کا ذکر کرے کہ اس کو کسی کی محتاجی نہیں تو بھی درست ہے لیکن تحقیق تو نے جان
 لیا تو کہ اس قول سے ہماری مراد ہے۔ مراد یہ ہے کہ مختلفاں و خوب ذاتی کی بنا پر بے نیاز ہے۔ اپنے وجود کے
 لئے وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن ظہور کے لئے عالم کا اور بالخصوص انسان کا محتاج ہے۔

(۳) میں ہر ایک دابہ اور ممکن یا یکدگر مربوط ہیں اور مختلفاں کو عالم سے جدا کی جائیں نہیں ہے۔ پس جو کچھ
 میں نے کہا ہے اس کو کہہ لو یعنی تمہارا کہ وہ

پس تحقیق تو نے ہمیں آدم کی پیداوار کی ہمت کو جان لیا یعنی اس کی ظاہری صورت کو اور تحقیق تو نے
 طرح آدم کی پیداوار کی ہمت یعنی اس کی باطنی صورت کو بھی جان لیا۔ پس ثابت ہوا کہ آدم حق ہی ہے اور
 حق ہی ہے۔ نیز تو نے اس کے رتبہ کی وجہ میں جان لی کہ وہ جامعیت حق اور خلق ہے اور اس کی جامعیت کے
 امت وہ خوف کے مستحق ہوتے۔ پس آدم ہی وہ نفس واسعہ ہے جس سے یہ نوع انسانی پیدا کی گئی ہے
 اور اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قول (يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَذَلَّوْا
 مِنْهَا ذُرِّيَّتَهُمْ ذَاتَ مَخَالٍ لَا تَشِيرُوا وَذُنُوبَكُمْ) سے لے کر اپنے رب سے ڈالنے سے تم کو ایک

بیان سے پیدا کیا اور اسی سے اُن کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت عداوتیں کھڑی ہیں موجود ہے۔
 آیہ مذکورہ میں "اتَّقُوا رَبَّ لَكُمْ" سے مراد یہ ہے کہ اُن کو مذہم کی نسبت اپنے نفس کی طرف کرو اور اُن کو
 اُن کی نسبت اپنے رب کی طرف کرو۔ اگرچہ عالم میں فعل ابھی جاری ہے لیکن جندہ کو چاہیے کہ خدا اور اختیار کے
 اپنے رب سے ڈر و بھجی اپنے رب کی بے ادبی سے ڈر و تا کہ تم صاحبِ ادب و عارفین کا جہن میں شامل ہو جاؤ۔
 جب احتمال نے حضرت آدم علیہ السلام کو منصبِ خلافت پر فائز کیا تو باوجود ولادت کے ایک اور
 غایت بھی صلا فرمایا۔ میں اُن حقائق اور معارف اور اسرارِ الہیہ سے جو اُن کی حقیقت میں ودیعت رکھے تھے
 اُن کو مطلع فرمایا۔ اُن اسرارِ مودع سے مراد اسماء اور اُن کے معانی ہیں مگر اُن کا اُن کے (وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ
 تَحْتَاہَا)۔ اُن اسرارِ الہیہ کو احتمال نے اپنے دونوں قبضوں میں لیا۔ اُن میں سے ایک قبضہ میں عالمِ کبیر ہے اور
 دوسرے قبضہ میں عالمِ صغیر ہے۔ عالمِ صغیر سے مراد آدم اور اُن کی اولاد ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ اسرارِ الہیہ احتمال
 نے آدم اور اُن کی اولاد کو سکھائے اور آدم کے ہوا دوسری مخلوقات کو بھی وہ اسرارِ الہیہ اُن کی استعداد کے
 مطابق سکھاتے۔ بلکہ حقائق اور معارفِ الہیہ کے اللہ تعالیٰ نے آدم کے فرزندوں کے مراتب میں اختیار فرمایا
 یعنی بعض کو بعض پر فضیلت بخشی۔ اگرچہ والد کبیر ابوالشیر حضرت آدم علیہ السلام ہیں مگر انسان سمیت ہم
 علیہ السلام سے پیدا ہوئے ہیں لیکن سب انسانوں کے امام اور ولیا کبیر سرگرم و عالم جنابِ فقیر پاک صلی اللہ علیہ
 وسلم ہیں کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوالارواح ہیں اور نجدِ ارواح آپ ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی تابیت اور استعداد کی مثال نورِ متواہج کی ہے۔ بعد انبیاء سابقہ علیہم السلام مثل جبرائیل اور انہار کے
 ہیں جو اُن نور سے نکالی گئی ہیں۔ باقی مخلوقات اُن نور کے قطرات ہیں۔ اس روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو
 اسرارِ الہیہ اللہ تعالیٰ نے ودیعت رکھے ہوئے تھے انہیں سے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ہر اور ہر کو عطا کئے
 بعض اُن میں سے اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ اور جو اسرارِ الہیہ درج کئے گئے ہیں وہ اُن جو میرے
 سے حدِ مقررہ کی گئی تھی وہ بعدِ اسرارِ الہیہ جو مجھے سکھائے گئے ہیں کتاب تو درکنار سمجھ و عالم میں بھی نہیں
 کئے۔ مراد یہ ہے کہ جنابِ فقیر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات حیلہ تحریر سے باہر ہیں کیونکہ ہر نبی یا دل آپ
 کی ایک مجزب ہے اور مجزئی کے کلمات کو ادراک نہیں کر سکتی۔

پس وہ چیزیں ہیں کہ میں نے خواب میں مشاہدہ کیا یعنی وہ چیزیں ہیں اس کتاب میں ولادت و قبول کو
 جیسا کہ میرے واسطے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدِ مقررہ کی تھی جس سے یہ بیان کو حق دیکھ کے

فَالسَّعْيَانِ حَتَّى يَكُونُوا بِأَرْبَعِ أَشْهُنَ كَذَا فَيُحْيِيهِمْ أَمْراً مَّا لَا يَخْطُرُ بِهِ سِوَاكَ وَغَيْرِ الْمُتَعَلِّقِينَ كَمَا يُقَالُ
يَا رَبِّ أَعْجِبْنِي مَا تَقْلَمُ فِيهِ وَتُصَيِّقُ مِنْ قَبْرِ تَصَيِّقِينَ بِمَكْنٍ جُزْءِ ذَاتِي مِنْ لَحِيْفٍ وَمَكْنِيْفٍ مِنْ
السَّابِقُونَ مِنْكَ مِنْكَ عَلَى السُّؤَالِ أَرَسْتَعْبَانِ لَطِيْفِينَ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ خَجُولاً وَ
الرَّغْبَةَ الْخَيْرَ بِمَكْنٍ عَلَى السُّؤَالِ مَا تَعْلَمُ أَنَّ شَيْئاً أَمْوراً عِنْدَ اللَّهِ قَدْ سَبَقَ إِلَيْهِمْ بِأَنَّهُمْ لَا تَسْأَلُ
إِلَّا بِسُؤَالٍ فَيَقُولُ خُفْ مَا أَشْأَلُ سُبْحَةَ مَا يَحْكُمُونَ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ نَسْأَلُكَ رَأْسِيكَ بِالسُّؤَالِ
عَلَيْهِمْ مِنَ الْإِنْسَانِ وَالْمَوْلَى يَلْتَمِسُ مَا فِي عِلْمِ اللَّهِ وَلَا يَحْفَظُ مَا سَبَقَ لَهُ فِي السُّؤَالِ لِأَنَّهُ مِنْ عِلْمِ
الْمَعْلُومَاتِ أَلَا تَوَكَّفُ فِي خَيْرِ زَمَانٍ فَتَرَى مَنْ أَسْتَعْدَدَ وَالشَّخْصَ فِي ذَلِكَ السُّؤَالِ وَالْمَوْلَى مَا أَهْلَاهُ
الرَّغْبَةَ وَالسُّؤَالِ مَا كَانَ كَذَلِكَ أَلَمْ يَحْفَظْ مَا لَا يَحْفَظُونَ مِنْ هَذَا أَنْ يَحْفَظُوا فِي
الزَّمَانِ الْوَقْتُ يَحْكُمُونَ فِيهِ فَيَأْتِيهِمْ بِحُكْمٍ يَحْفَظُونَ مَا أَعْطَاهُمُ الْعِلْمُ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ وَ
أَنَّهُ مَا أَقْبَلَهُ إِلَّا بِالْمَعْرِفَةِ وَأَنَّهُمْ يَسْأَلُونَ مِنْ لُبِّهِمْ رَأْسَهُمْ وَأَنَّهُمْ يَحْفَظُونَ
مِنْ رَأْسِهِمْ وَأَنَّهُمْ يَحْفَظُونَ مَا يَحْفَظُونَ فِي مَعْرِفَةِ الْمَوْلَى يَحْفَظُونَ فِي هَذَا الْقَبِيلِ
هَذَا الْعِلْمُ مِنْ يَسْأَلُ كَرِيْماً سَتَعْبَالِ وَلَا يَلْزَمُ عَيْنَانِ لَا يَسْأَلُ رَأْسَهُ إِلَّا فِي مَعْرِفَةِ
لَعَالٍ قَالَ رَبُّكُمْ أَدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (يَحْكُمُ الْعَبْدُ الْمُعْتَصِفُ وَكَيْفَ يَلْزَمُ الدَّاعِيَ وَكَيْفَ يَحْفَظُ
فِي سَائِرِ نَبِيِّ مِنْ مُعْتَصِفٍ وَغَيْرِ مُعْتَصِفٍ وَإِنَّمَا حَقُّهُ فِي سَتَعْبَالِ أَوْ أَمْرٍ سَتَعْبَالِ فَإِذَا أُلْفِيَ الْعَالِ
السُّؤَالُ سَأَلَ عِبْرِيَّةً وَإِذَا أُلْفِيَ الْخَيْرَ مِنْ وَاسْطَاتِ سَكَتَ لَقَدْ ابْتَدَى الْيَوْمَ كَمَا تَرَى مَا
كَانُوا لَمْ يَأْتِ اللَّهُ بِهِ فَمَّا أَقْبَضَ نَهْمُ الْحَالِ بِهَذَا زَمَانٍ أَمْرٍ أَنْ يَسْأَلُوا أَوْ قَدْ وَارَكَ
مَسْأَلُوا أَمْرَهُ اللَّهُ عَنْهُمْ وَالدَّقِيقُ بِالسُّؤَالِ فِيهِ وَالْإِبْرَاهِيمُ يُعَدُّهُ الْمُعْتَصِفُ لَأَنَّ عِنْدَ اللَّهِ وَإِذَا
وَأَمَّا السُّؤَالُ الْوَقْتُ أَسْرَعَ بِالْإِجَابَةِ وَإِلَّا تَأَخَّرَ الْوَقْتُ إِذَا فِي الدُّنْيَا وَإِنَّمَا فِي الْآخِرَةِ وَالْخَيْرُ
الْإِجَابَةُ فِي ذَلِكَ الْمَسْئَلِ فِيهِ لَا الْإِجَابَةُ أَلَمْ يَكُنْ مِنْ تَحِيْفٍ مِنَ اللَّهِ فَاغْنِمْ هَذَا وَأَمَّا الْإِسْمُ الثَّانِي
وَعَلَوْ كُنَّا وَنَحْنُ الْأَرْكَانُ عَلَى سَوَائِهِ وَنَحْنُ أَمْرٌ بِالسُّؤَالِ الْتَمَنَّا بِهِ فَإِنَّ فِي كَثَرِ الْأَمْرِ لَا بُدَّ
مِنْ سَوَائِهِ إِذَا الْتَمَنَّا أَوْ بِالْعَلَى أَوْ بِالْإِسْمِ إِذَا كُنَّا لَا يَحْفَظُ حَسْرَةً كَلِمَةً عَدَا فِي السُّؤَالِ
أَلَا فِي السُّؤَالِ فَلَا بُدَّ أَنْ يَحْفَظُ الْخَلْقَ فَالَّذِي يَحْفَظُ مِنْ حَسْرَةِ اللَّهِ هُوَ السُّؤَالُ لَكَ بِأَنَّهُ يَحْفَظُ
أَوْ بِأَمْرٍ تَأْتِيهِ بِهِ الْإِسْمُ تَأْتِيهِ بِهِ سَائِرُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرِفَةِ لَأَنَّ يَحْفَظُ الْإِسْمَ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

متعلق نعمتیں ہیں بہت سب کہ وہ عیادت غیر سوال کے ذمہ نہیں گئے تو وہ مسائل کتاب ہے کہ شاید وہ چیز جس کا
 احتیاج سے سوال کرتا ہے میں قبیل سے ہو۔ پس اس مسائل کا سوال بخیر احتیاط کے ہے کیونکہ اگر وہ سوال کرے تو
 مطلوب حاصل ہو کہ وہ حاصل نہ ہو کہ لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کیا قرار ہے اور بھی وہ نہیں جانتا
 ہے کہ اس کی استعداد قبولیت سوال میں کس چیز کی متعلق ہے کیونکہ ہر شخص کا پرزہ نہ جیتنے میں ہوتا ہے اس کا
 واقعہ ہونا حال خاص ترین صفت سے ہے۔ نیز مسائل کہ اگر اس کی استعداد سوال کرنے کی توفیق نہ ملے گی تو
 وہ سوال ذکر آج۔

اہل غم کے علم کی ندرت چکا علم مثل کا ملین کے نہیں ہے یہ سب کہ وہ اپنی استعداد کو اپنے زمانہ میں
 میں جانتے ہیں کیونکہ وہ لوگ بہ سب اپنی سمجھ میں کے اُن چیزوں کو جانتے ہیں جو متعلق نے اُن کو جس وقت
 خاص ہیں حاکم ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ انہوں نے علیٰ حق کو اپنی استعداد کے سبب قبول کیا ہے۔ اور یہ اہل
 ضمیر بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو علیٰ سبب حق کو قبول کرنے سے اپنی استعداد کو جانتے ہیں اور دوسرا گروہ
 وہ ہے جو اپنی استعداد سے اس علیہ کو جو وہ قبول کرتے ہیں جانتے ہیں۔ یہ گروہ معرفت استعداد میں کامل تر ہے۔
 اور اس گروہ عارفین میں سے بعض وہ شخص ہے جو نہ واسطے بلند بازی طبیعت کے اور نہ واسطے مطلوب کے
 لشکر ہونے کے سوال کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے امر کی پیروی کے واسطے سوال کرتا ہے اور وہ امر اللہ تعالیٰ کے
 اسی قول میں واضح ہے (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) یعنی تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا
 قبول کروں گا۔ پس وہ شخص بندہ خاص ہے اور اس واسطے کہ اس چیز کے متعلق جس کیلئے اس نے سوال کیا تھا
 مطلوب جیتنے سے یا غیر جیتنے پنا کوئی تصرف نہیں ہوتا بلکہ اس کا قصد محض اپنے مولا کے احکام کی پیروی ہے۔

ایسا صرف جب حال سوال کا متعلق ہو تو عبودیت کی رُوح سے سوال کرتا ہے اور جب میں توفیق و ملکوت کا
 متعلق ہو تو ملکوت رہتا ہے پنا غیر حب الیوب اور دیگر دنیا بختا کئے گئے تو انہوں نے اس جانتے ہیں اللہ نے
 کہ کو بختا کیا تھا کہ رفع کرنے کیلئے سوال نہیں کیا پھر بعد میں سب ان کا حال اس امر کا متعلق ہوا کہ وہ ان کے
 رفع کرنے کیلئے سوال کریں تو انہوں نے سوال کیا پس اللہ نے ان سے اس بلا کو دفع کیا۔ سوال طلب کیلئے سوال
 میں قبیل دنا غیر اس اندازہ کو عاقبت ہے ہوا اس کیلئے اللہ کے نزدیک جیتنے سے پس یہ وقت سوال وقت اللہ کے
 ساتھ موافقت کرتا ہے تو قبولیت جلدی نصیب ہو جاتی ہے اور جب وقت جیتنے میں دیر ہوتی ہے تو یہ وقت
 جیتنے دنیا میں دیر یا آخرت میں تو قبولیت میں دیر ہوگی لیکن اللہ کی ہدایت میں تاخیر نہ ہوگی پس سے طلب اس میں

کہ جو ہے۔ تو یہ ہے کہ الہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے کہ وہ سوال کی قبولیت کے وقت نہیں
 بلکہ توحید پرستہ تعالیٰ سے سوال کیساتھ ہی ایک افرادیت میں یعنی سوال کیساتھ ہی مسائل کے دل کو تسکین
 فرمادیتے ہیں تاکہ اس کو مغلوب اللہ تلقین نہ ہو جائے۔

تو لیکن تمہاری بات کے متعلق ہمارے دل سے (وَلَا يَكُونُ عَنْ سُؤَالٍ اور بعض اُن میں سے وہ
 غلط ہیں جو سوال سے حاصل نہیں ہوتے) میں سوال سے میری مراد سوال کا حفظ ہے۔ اللہ تحقیق نفس العزیز پر
 علی کے لئے سوال کو ہونا ضروری ہے۔ ثناء سوال بہ قولہ سوال ہا افعال ہوا سوال ہوا استعداد ہوا نفس العزیز پر
 میرے کئے سوال کو ہونا ضروری ہے لیکن سوال کا تعلق بذاتیہ ہونا نہیں ہے۔ مگر خداوند کی رزق سے جیسے کہ خدا کا
 معنی ہونا ہے۔ اس لئے کہ خداوند کی رزق سے لیکن سوال حسب معنی کے یعنی سوال ساتھ ساتھ اس حال اور استعداد کے
 مستعمل اور مغلوب کو بہ سبب اقتضائے حال خصوصاً استعداد عقین کے مفید کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سائل کہتا ہے
 رَبِّ اجْعَلْ لِي قَلْبًا مَّا تَقَدَّرَ مِنِّي وَفِيهِ قَوْلٌ لَّيْسَ بِالْغَلْطِ رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اور استعداد سائل اور مغلوب
 کو متعلق کر دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ اس کو وہ چیز ہی عطا کریں گے جو اس کی استعداد اور حال کے مطابق ہوگا۔ ایسے ہی
 ہر عقل حسب معنی کے معنی ہر اس حال اور استعداد کیساتھ بہ سبب اقتضائے حال اور استعداد کے خدا کو مفید کرتا
 ہے۔ مثلاً شمس کے جو کوئی کہے اَلْحَمْدُ لِلَّهِ یہ خدا پر عطا کی رزق سے عقول واقع ہوا لیکن سائل اس کا یہی معنی کہ
 خدا شایاں ہونا خدا کا اسم شانی کیساتھ مفید کرتا ہے۔ پس گویا کہ اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ شَانِي۔ لہذا جو چیز تجھ کو اللہ
 کی عطا پر برا بیگناہ کرتی ہے وہ چیز تجھ کو عطا کیئے ساتھ اسم صفت تنزیہ کے مفید کر دینا ہے۔
 اسم صفت تنزیہ سے مراد عقلی اور ذاتی اور وہاب وغیرہ ہے۔ اسم صفت تنزیہ سے مراد قدوس اور عطا و غنی وغیرہ
 ہے۔ ایسے ہی اسم صفت اعنافیہ سے مراد عظیم اور عظیم اور قادر وغیرہ ہے۔ اور بندے کو اپنی استعداد کا شعور نہیں
 ہوتا البتہ وہ اپنے حال کا شعور رکھتا ہے۔ جو عیب کا باعث ہے۔ پس سائل بلا شعور نہایت تہا پر شہد سائل ہے۔ اور ہوتے
 اس کے لئے ہے کہ اُن مسائل کو اُن کو ہم شکل سوال سے باز رکھتا ہے۔ چونکہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں نہیں
 میں تقدیر کیا ہے۔ وہ اس کو معافی تو بہ کے باعث جانتے ہیں اور تحقیق یہ کہ اپنے نفس اور نفس سے غفلت
 اور بعض اس کو وہ ہیں سے وہ عارف ہے۔ ہر اس بات کو ہاں ہے کہ اللہ کا عزم اس کے حق میں سوال ہے۔
 مگر یہ ہیں پر لہذا حال ثبوت میں ہر نفسی اور نفسی کے عارف ہونا اور عارف اس بات کو بھی جانتا ہے
 کہ جو معافی اس کو وہ ہی چیز عطا ہے۔ ہر اس کے لیکن ثابت ہے کہ معافی کو عطا ہے۔ میں ثابت ہے۔ مراد

تہا کہ نہ وقت حق میں اپنی عزت کو رکھ کر حتمی کو نہیں دیکھ کر عزت حق سے اور جناب تو پاک بنی شریعت میں۔ جب
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی عارف کے دل پر تھمتی غارت سے ہیں تو آپ اس کی استعداد کے مطابق تھمتی غارت سے ہیں
 اس کے مطابق استعداد میں غارت سے اور انہوں اس کی استعداد کے مطابق ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد کے
 مطابق۔ اب وہ حتمی کو دیکھتا ہے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے لیکن اپنی استعداد کے مطابق دیکھتا
 ہے۔ گریا اس سے اپنی استعداد کو دیکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پاک پر دیکھا ہے وہ اپنے آپ کو
 ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پاک پر دیکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق
 کے کہ ہمت حق کو برداشت نہیں کر سکتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق
 کو دیکھتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق
 میں ہی دیکھتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق
 کو دیکھتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق
 نصرت کو اس آئینہ کے بغیر نہیں دیکھتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق
 آئینہ دانی کو اس کی عزت دیکھتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق
 نے آئینہ کو ایک مثال قائم کیا ہے اور اپنی تھمتی ذاتی کیلئے غارت بنایا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق
 اس نے تھمتی کو ان کے لیے تھمتی ذاتی میں اس مثال سے اور کوئی مثال بہتر نہیں ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق
 جناب تو پاک صلی اللہ علیہ وسلم حتمی حتمی کہتے ہیں۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قابلیت اور استعداد
 مثال بہتر مزاج کے ہے۔ تہا انبیاء اور اولیاء اس عمر کی جہاد اور انہوں نے کے باعث شہر ہزار کے ہیں اور ہزار
 حق کے کلمات کو کبھی پائیں سکتا۔ لہذا بندہ عزت حق کو نہیں دیکھ سکتا۔ پس اسے طلب جہاں
 تو اپنی عزت آئینہ میں دیکھتا ہے کہ شہر کو کہ آئینہ کے جہم کو دیکھتے ہیں تو کبھی اس کو نہ دیکھ سکے گا۔ پس ہمت
 جس عارف نے ہمتوں نے ہمتوں میں اس امر کا ادراک کیا ہے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عزت عارف ہی
 ذاتی کی بجائے عزت کے درمیان تہا ہے اور یہ ان کے غلط فہم میں سے ہے۔ پس ہمت عزت ایسا
 ہی ہے جیسا ہم نے بیان کیا ہے۔ نیز تو حتمات کہہ میں ہی ہم نے اس کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ تہا تو نے
 مرتبہ جن ذاتی کا پایا تو عزت ہی میں یہ عزت کا مرتبہ ہے۔ مخلوق کے حق میں اس سے ذاتی عزت نہیں۔
 اسے تہا کو اور اپنے نفس کو دیکھتا ہے کہ تو ذاتی کو تو ترقی کر کے اس سے اعلیٰ درجہ حاصل کر کے کہ تو تہا

ان کے پاس کے ساتھ اور کوئی کوئی نہ ہو یہ ہے کہ جب ہم ان کی رسالت سے اللہ تعالیٰ نے کہا
 کہ اسے ازل سے ہمیں دے گا ہے اس کے ساتھ ہر ایمان میں کسی قسم کی تکلیف کی چیز نہیں آتی
 اور بھی اللہ تعالیٰ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی بخشش تمام حقوق کو شامل کرتی ہے
 کہیں اللہ تعالیٰ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 ہے اور بھی اللہ تعالیٰ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 انعام کیست اور نہ تو اس کی تکلیف نہیں رہتا ہے کہ اس انعام کے ہونے میں نہ تو اس کی تکلیف
 کیست کہ اس کے ہونے میں نہ تو اس کی تکلیف نہیں رہتا ہے کہ اس انعام کے ہونے میں نہ تو اس کی تکلیف
 انعام میں کے نقصان کو تدارک کرتا ہے اور اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 ہونے اس میں کہ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 کے نہ اس میں کہ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 اس سے یہ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 سے نہ اس میں کہ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 شہی ہرگز نہ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 ن کے جو ان کی اور بھی

حقیقت میں اس کی بات اس میں کہ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 کا اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 میں اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 ہم اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 اور اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 شہی ہرگز نہ اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے

کہی اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے
 اس کے دروں و حق سے بخشش کرتا ہے یہی اس وقت ہم تکمیل سے کی جلتی ہے

حال بل ہوتا ہے۔ رانی کی ذات نہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق ایک نئی شان سے گناہن تعالیٰ
 (مخلوق کو پھوٹتی شان) ہر نئے رانی کی بھی ہر مخلوق ایک نئی شان ہے۔ نہ تو یہ ہے کہ رانی کی شان اور استعداد
 اتنی ہے۔ رانی کی حالت کے مطابق ہر وقت عالم مثال میں رانی کی ایک خاص صورت ہوتی ہے۔ جب رانی
 حالت ہوتی ہے اس وقت مرنے میں اس کی صورت میں نہ دیکھتا ہے۔ پھر بدل جاتی ہے۔ اگر کسی رانی کے روحانی
 میں صورت مرنے میں اس کی صورت میں نہ دیکھتا ہے۔ پھر بدل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک کپڑے
 آئینہ منیر میں منیر آئینہ منیر میں اور آئینہ منیر میں متحرک عالم ہوتا ہے۔ آئینہ سے مراد رانی کی شان
 ہے۔ جب رانی کی شان ہوتی ہے تو صورت میں بھی بدل جاتی ہے۔ اس سے گاہ کہ وہ مقام میں جو اس
 صاحب کشت کی استعداد کا آئینہ ہے اس پر ہر گز صورت دکھاتا ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی
 میں اس کے جی میں صورت میں اس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق
 ہوتا ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق
 رانی کے مطابق ہوتا ہے۔ رانی کی صورت میں اس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق
 ہے اس میں خاص کی حقیقت کی مطابق ہے۔ اس میں خاص کی حقیقت کی مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق
 شکل ہر ایک ہے +

ان شخص سے یہی استدلال کیا گیا کہ اس نے اپنے قہوں کو بیان کیا۔ تو اس سے کہو کہ قہوں کو
 تو اس نے کہتا ہے کہ وہ ایک کشت کو جو صورت میں اس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق
 قدرت اور عزت کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ ہی وہ ہے کہ شہی طاعت کیلئے ایک منکر منکر علی اللہ علیہ وسلم
 کیا وہ ہوتا ہے اس صورت میں اس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق
 کہ اس میں پیدا ہوا ہے اور اس صورت میں اس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق
 علی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ ہی وہ ہے کہ شہی طاعت کیلئے ایک منکر منکر علی اللہ علیہ وسلم
 کی قدرت میں رہتے ہیں۔ یہ ہی وہ ہے کہ شہی طاعت کیلئے ایک منکر منکر علی اللہ علیہ وسلم
 کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق
 میں جس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق
 میں جس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق ہے۔ اور گاہ کہ وہ صورت میں اس کی شان کے مطابق

[illegible]

حَسْبُكَ نَحْوُ نَحْوِ نَحْوِ وَحَسْبُكَ نَحْوِ شَيْءٍ مَا شَرَفَهُ فَقَدْ قَبِلَ مَا وَجَدَ مَا عَرَفَهُ وَمَنْ
 يَجْعَلُ فِي عَمَلِهِ بَيْنَ شَيْءٍ وَشَيْءٍ وَحَسْبُكَ نَحْوِ شَيْءٍ مَا شَرَفَهُ فَقَدْ قَبِلَ مَا وَجَدَ مَا عَرَفَهُ وَمَنْ
 التَّحِيلُ لِقَدَمِ الْأَخْبَرِ بِمَا فِي شَيْءٍ مَا شَرَفَهُ فَقَدْ قَبِلَ مَا وَجَدَ مَا عَرَفَهُ وَمَنْ
 حَسْبُكَ نَحْوِ شَيْءٍ مَا شَرَفَهُ فَقَدْ قَبِلَ مَا وَجَدَ مَا عَرَفَهُ وَمَنْ
 مَنْ عَمِلَ عَمَلًا شَرَفَهُ فَقَدْ قَبِلَ مَا وَجَدَ مَا عَرَفَهُ وَمَنْ
 (وَقَدْ) الْفَيْحُ وَهُوَ يَنْتَحِلُ يَنْتَحِلُ (أَمْ) لَيْسَ خَيْرٌ (أَمْ) لَيْسَ خَيْرٌ (أَمْ) لَيْسَ خَيْرٌ (أَمْ) لَيْسَ خَيْرٌ
 وَهُوَ رَجُلٌ لَمْ يَكُنْ لَهُ كَالْفُتُورَةِ الْبَشِيرَةِ وَالْمُؤَلِّفَةِ الْبَشِيرَةِ وَالْمُؤَلِّفَةِ الْبَشِيرَةِ
 الظاهر: الباطن: مَنْ فَإِنَّ الصُّورَةَ الْبَاقِيَةَ إِذَا زَالَ عَنْهَا الشُّرُومُ الْمُدَّ بَرَكَةِ الْوَسْطَى نَسَا نَا وَنَحْنُ
 يُقَالُ لَيْسَ لَهَا شَرَفٌ كَالْفُتُورَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ
 وَكَهْ يُلَاقِي عَلَيْهَا إِسْمَانُ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ
 أَشَدَّ مِنَ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ
 شُورَةٍ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ
 كَيْفَ يَكُونُ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ
 نَافِئَةً بِأَشَدِّ عَلَى الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ
 الشَّيْءُ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ

فَإِنْ قُلْتَ بِالْشَيْءِ حَلَّتْ حَقِيرَتَا	فَإِنْ قُلْتَ بِالْشَيْءِ حَلَّتْ حَقِيرَتَا
وَحَلَّتْ لَهَا فِي الْمَعَارِفِ وَنَسِيْدَا	وَحَلَّتْ لَهَا فِي الْمَعَارِفِ وَنَسِيْدَا
وَمَنْ قَالَ بِالْأَمْرِ كَانَ مُوَجِّدَا	وَمَنْ قَالَ بِالْأَمْرِ كَانَ مُوَجِّدَا
وَأَيَّكَ وَاشْتَرَيْتَ مِنْ حَلَّتْ حَقِيرَتَا	وَأَيَّكَ وَاشْتَرَيْتَ مِنْ حَلَّتْ حَقِيرَتَا
كَأَنَّكَ تَكُونُ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ	كَأَنَّكَ تَكُونُ الْبَشِيرَةِ الْبَشِيرَةِ

لَا يَكُنْ (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا
 مَنْ لَمْ يَكُنْ (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا
 لَمْ يَكُنْ (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا (يَكُنْ) حَقِيرَتَا

[illegible]

[illegible]

نہیں پہچانا:

اور مجی نے متعالیٰ کی معرفت میں تشریح دونوں کو لیا جس میں نے متعالیٰ کی توصیف ساتھ
 وہ دونوں وصفوں تشریح اور تشریح کے بعد ہوا کی کہ چونکہ مقرر عالم پہ عدم احاطت کی وجہ سے اُس کی تعریف میں انہیں
 حال ہے اُس نے متعالیٰ کو جہاں بیان کیا نہ کہ تشریح کیا جیسا کہ اُس نے اپنی ذات کو جہاں بیان کیا نہ کہ تشریح
 اور یہ ہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرفت میں کو معرفت نفس کیساتھ ارتباط فرمایا اور فرمایا حق عرف
 فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ اِس نے اپنے نفس کو جہاں بیان کیا پس تحقیق اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔ نفس یعنی ذات
 اور حقیقت ہے:

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (سَبِّحْ لَهُ اَيَّاتِنَا فِي الْاَفَاقِ) ہم اپنی نشانیاں خدق کر ہی عالم کے (کواکب کے اور
 وہ عالم ایسی چیز ہے کہ گہ سے خارج ہے) (وَلَا يَرِيهَا اَنَاسٌ اِلَّا بِاِذْنِ رَبِّهِ) اور وہ ذات تیری نہیں
 ہے (لَا يَتَّبِعُهَا اَبْصَارٌ) کہ ظاہر ہو جائے اُن کے واسطے میں واسطے دیکھنے والوں کے (اَلَا اَعْلَمُ بِمَا
 تَعْبُدُونَ) کہ تحقیق تیری ذات وہی متعالیٰ ہے اس اعتبار سے کہ تحقیق تو متعالیٰ کی صورت ہے اور متعالیٰ تیری
 کدھر ہے۔ پس تو اُس کی واسطے ایسا ہے جیسے کہ صورت جسم تیرے واسطے اور تو تیرے واسطے ایسا ہے
 جیسے کہ کدھر ہے تیری صورت جیسے کہ کہنے ہے۔ اور تیری تعریف تیرے ظاہر و باطن کو شامل ہے۔ انسان کی
 انسانیت اس قدر وسیع و بڑے ہے۔ جب روح ہوتا اُس سے زائل ہو جاتی ہے تو انسان کی انسانیت باقی نہیں
 رہتی۔ پھر اُس صورت کے حق میں کہا جائیگا کہ تحقیق وہ ایک صورت ہے جو صورت انسان کیساتھ مشابہ ہے
 پس اُس صورت و پہن میں اللہ کو کسی بڑھتر کی صورت میں کوئی فرق نہیں اور اُس صورت پر انسان کے تمام
 احوال نہیں کیا جائیگا۔ اگر کیا جائیگا تو جہاں کی رو سے نہ کہ حقیقت کی رو سے۔ اور عالم کی صورتوں سے متعالیٰ کا تبار
 جہاں ہرگز ممکن نہیں ہے پس انسانیت کی تعریف عالم کی واسطے بالیقین ہے نہ کہ بالباب جیسا کہ وہ انسان کی
 تعریف ہے جب وہ زندہ رہتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہاں عالم ہے جیسا کہ وہ پہن و نشان ہے۔ فرق معرفت
 آجائے کہ عالم خلق ہے اور انسان حق اور حق دونوں کا ذات ہے:

اور جیسا کہ انسان کا ظاہر صورت تحقیق اپنی زبان کیساتھ اللہ تعالیٰ کی شاکر کرتی ہے جو اُس کی دُعا اور اسکا
 غم اور سچا ہی طرح اللہ نے عالم کی جیسے صورتوں کو دیا کہ وہ اُس کی جہاں کیساتھ تیسرے کریں لیکن یہ اُن کی تسبیح
 کو نہیں سمجھتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ لہذا اہل اللہ ہر شے کی نہیں سمجھتے ہیں۔ اور ہم اُس نے

آئیے کریں سے مراد بیشک مثلیہ ثانی ہے جن میں کی مثل کافی ہے نہیں اس میں نفی مماثلت کی وجہ سے باقی
باقی ہے اس سے تنزیہ مراد ہے اور دَعْوَا الشَّيْخِ الْبَغِيضِ سے مراد ہوگی کیونکہ کلمہ جمع اور صبر میری کے
واسطے بھی ثابت ہے۔ اور اگر صحیح ہو کہ ایک معنی مثل یا ہائے مراد ہوگی لیکن مثل و مثلاً سے معنی
اس کی مثل کی مثل کافی ہے نہیں اس سے مثل کا اثبات ایسا جلتا ہے اور مثل کی ش کی نفی باقی باقی
ہے۔ تم یہ تشبیہ ہے۔ جنہ اللہ تعالیٰ کی مثل ثابت ہے اور وہ سرور و عالم خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں در حضور نبی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کی نفی ہے۔ اور اس تقدیر میں (وَدَعْوَا الشَّيْخِ الْبَغِيضِ) سے تنزیہ مراد ہوگی کیونکہ کلمہ جمع
جو محنت میں ذکر ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم ہوا اور اس کی محنت باجماع اور غرض ہو تو فائدہ
میرا اس کا معنی نہیں اور نصیر فی الحقیقت متعال کے واسطے ضروری ہے نہ شیعہ کے واسطے اَوَّلُ الشَّيْخِ
وَأَوَّلُ صِبْيَانِ الْاَكْثَرِ ہیں متعالی کیلئے تنزیہ و تشبیہ اور تشبیہ و تنزیہ ثابت ہے کیونکہ وہ ذات واجب الوجود
مکہ میں اللہ ہے۔ تیسرا اس کی نسبت وہ حقیقت ہے اور تشبیہ و حقیقت کی نسبت کہ اس سے کہ اس سے ہے اور
نکتہ ہے۔ ہر شے کو لا یحیط بہ معنی با محنت ہے اور ہر شے کو اس میں تواتر سے ملتا ہے اور ہر شے
ہے۔ ہر عالم کی ہر شے تنزیہ و تشبیہ دونوں کو شامل ہے۔ ہر عالم کی ہر شے پر عقلی اعتبار ہے۔
اگر فرق اپنی قوم کیوں اسے دلائل و دلائل میں کرتے تو قوم مزید آپ کی دعوت قبول کرتی۔ دونوں
دعوتوں سے مراد تنزیہ و تشبیہ اور تشبیہ و تنزیہ ہے۔ یعنی اگر کلمہ علیہ السلام متعالی کی قویہ اس لیے
مجتہد کہ وہ ذات تعالیٰ ہی ہے اور عقیدہ ہی ہے۔ حیوانیت ہی ہے اور باجماعت ہی ہے۔ معارف ذاتی
اور دلائل کے لحاظ سے وہ حیوانیت ہے لیکن تعلیقات اور امور کے لحاظ سے وہ باجماعت ہے تو قوم ضرور
مکہ باقی۔ عزت لوح علیہ السلام کی قوم بہت پرست علی لیکن حقیقت سے اعانت تھے۔ وہ منعم کو غیر
مذبح تھے اور ان کی عبادت سے کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے شفعہ ہیں اور ان کو
اللہ تعالیٰ کا قرب بنادیں۔ وَتَعَالَى تَعَالَى (مَا أَهْبَا تَعَالَى) لَا يُقَرِّبُونَ تَعَالَى اللَّهُ تَعَالَى عزت لوح علیہ السلام
نے ہے۔ معنی تشبیہ کی عظیم دلی قوم نے قہار کیا۔ ہر معنی تنزیہ کی دعوت دلی قوم نے قبول کیا۔ ہر آپ
نے ان کو فرمایا ہے کہ اسے دے دے۔ معنی یہ کہ تمہیں یہی شے والا ہے کہ اس کی محنت آپ کی اپنی
محنت پر انتہائی شغف تھی ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ تمہیں اس اپنی قوم کو رات اور دن اور کثرت و زیادتی
نہیں۔ محنت نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔ جو نے بھلنے کے اثرات سے مراد معنی تنزیہ ہے۔ اور ان سے مراد

معنی تشبیہ ہے۔ اور قوم نے اپنی قوم کے متعلق ذکر کیا کہ وہ اُس کی دعوت سُنے سے بہرہ بن گئے اور ہمدردی کے
 کہ اُس کی دعوت کی اجابت اُن پر واجب ہے۔ اُن کو سب سے پہلے بلائے باطن نے اُس امر کو جان لیا ہے جس امر
 کی طرف قوم علیہ السلام اپنی قوم کے حق میں اسانِ مذمت سے تعریف کا اشارہ فرما گئے ہیں اور وہ امر یہ ہے کہ
 آپ کی قوم نے اسوجہ سے آپ کی دعوت قبول نہ کی کہ آپ کی دعوت فرقان کی طرف تھی یعنی آپ نے حق کو
 حق سے جدا کیا اور حق میں فرق ڈالا اور فی الحقیقت قرآن ہے نہ کہ فرقان۔ قرآن سے مراد حق کی
 خلق کے ساتھ مقارنت ہے۔ فرقان سے مراد تنزیہ اور تشبیہ میں فرق و کلا ہے اور قرآن سے مراد تنزیہ اور تشبیہ
 کو جمع کرنا ہے۔ فرقان سے مراد بعض تنزیہ یا بعض تشبیہ ہے اور قرآن سے مراد تنزیہ و تشبیہ اور تنزیہ ہے
 لہذا آپ کو مقام قرآن نصیب ہے نہ فرقان کی طرف کہ انہوں نے کہا اگرچہ قرآن میں فرقان شامل ہے۔ کیونکہ
 قرآن فرقان کو شامل ہے اور فرقان قرآن کو شامل نہیں جیسے گل بیڑ کو شامل ہے اور بیڑ گل کو شامل نہیں۔ اور اس
 حیثیت کی خاطر کوئی شخص مقام قرآن یعنی مقام جامع کیساتھ متعلق نہیں رہا جیسے کہ علیہ وسلم اور اس
 اُمت کے ہر سب ائمہوں سے بہترین اُمت ہے کیونکہ اُن پر ایت لکھی گئی ہے کہ اُن کی اُمت سے کسی اور
 نے دو امر تنزیہ اور تشبیہ ایک ہی ایت میں جمع کر دیئے لہذا آپ کا مقام دعوت و کثرت میں اور حق و تنزیہ اور
 تشبیہ کا جامع ہے۔

اگر نوٹ اس آیت کی مثل ایک اظہار میں لاتے تو جہاں آپ کی قوم آپ کی دعوت قبول کرتی تو یہ کہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم نے اس ایک ہی آیت میں تشبیہ اور تنزیہ کی یکجہ نسبت ایت میں ہی تشبیہ اور تنزیہ کو جمع کر دیا۔ تو
 نے اپنی قوم کو دعوتِ ذات کے وقت دی اور وہ دعوت اُن کی عقل اور ادیانیت کے لوازمات سے تھی کیونکہ
 وہ غیب ہیں۔ یعنی آپ نے تنزیہ کی دعوت دی کہ متعالیٰ مثل عقل اور ادیان کے غیب انبیاء سے قلم
 امانتوں سے منزہ و مقدس اور معز ہے۔ قوم نے قبول نہ کیا تو پھر ان کے وقت بھی دعوت دی اور یہ دعوت
 اُن کی نمود ظاہری اور ابدان کے اعتبار سے تھی۔ مراد یہ ہے کہ بعض تنزیہ کے بعد آپ نے بعض تشبیہ کی دعوت
 دی کہ حتمیٰ مثل ظاہری نمودوں اور ابدان کے ظاہر ہے۔ پس آپ نے تنزیہ اور تشبیہ کو جمع کر دیا جیسا کہ
 آج کے یوں لکھتے ہیں۔ پس اس فرقان یعنی حق اور خلق میں فرق کرنے کے باعث اُن کے
 ابدان نے اس دعوت سے نفرت کی اور اُن کا ہرگز بڑھ گیا۔ حضرت اُتس علیہ السلام نے اپنی طرف سے کہا کہ
 میں نے اُن کو دعوت کی تاکہ متعالیٰ اُن کو چھپا دے نہ اسے کہ حقیقت امر اُن کے واسطے ظاہر کرے غرض

ستر ہے۔ چونکہ قوم بہت پرست تھی اسلئے عظمت کثرت اور تشبیہ نے اُن کو اس حال کیا تھا۔ آپ نے تنزیہ کی
 دعوت دی تاکہ قوم نور و دعوت میں متوجہ ہو جائے اور عظمت کثرت اور تشبیہ سے نکل کر سطوت و دعوت میں فانی
 ہو جائے۔ آپ کی قوم آپ کی مراد سمجھ گئی اسلئے انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کیں اور اپنے آپ
 کو اپنے کپڑوں میں چھپا دیا۔ اللہ یہ سب نمودیں اُس چیز سے ستر کی ہیں جس کی طرف نور نے قوم کو پکارا ہے
 انہوں نے آپ کی دعوت کی اہمیت ساتھ فہم کے کہ اُنہیں سادہ لٹیک کے۔ اگرچہ وہ بظاہر مخالفت کرتے تھے لیکن
 حقیقت میں وہ مراد مستقیم پہتے کیونکہ کانوں میں انگلیاں کرنے سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اُن کے کانوں تک عزت
 نور میرا تمام کی آواز و دعوت نہ پہنچے۔ جب داعی دعوہ کو کہتے تھے تو مدعو کو یا غیر حق منہ پر اسلئے
 انہوں نے کانوں میں انگلیاں کر لیں کہ جب ہم بین حق ہیں تو نور علیہ السلام ہم کو کہیں حق کی طرف نہ لے جائے
 نیز جب نور علیہ السلام نے اُن کو ثنائی الذات ہونے کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے اپنے آپ کو کپڑوں میں
 پیٹ لیا۔ مراد اُن کی یہ تھی کہ جب ہم بین ذات حق ہیں تو ہم کو نہ حق میں عمر ہونے کی کوشش کریں۔ ہم تو اپنی
 جستی کے قہر کو اپنے ہی مرتب میں لگم کرنے کی کوشش کریں گے۔ آیت کریمہ یٰسٰی عٰسٰی شٰی ؕ میں اثبات
 نسل میں ہے اللہ نسل کی نفی بھی ہے۔ اسی سبب سے حضور جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے
 خبر دی ہے اِنَّهُ اَزْوَاجِ الْغَیْبِ تٰمِیْنٌ اَی آپ کلمات جامع دیئے گئے ہیں۔ جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اپنی قوم کو ذات کے وقت اور دن کے وقت علیہ علیہ دعوت پہنچ دی۔ رات سے مراد تنزیہ محض ہے
 اللہ ان سے مراد تشبیہ محض ہے۔ لہذا آپ کی دعوت تنزیہ و تشبیہ اور تشبیہ و تنزیہ تھی۔ یعنی دعوت در کثرت
 اور کثرت در دعوت تھی۔ مراد یہ ہے کہ وہ ہی نصیب اخیب قوم فاقص امکانی سے منزہ ذات مرتبہ ظہریں آ
 کہ عظم کی تبد نمودن پر جو مناسب ہے۔ وہ ہی ذات مطلق تعین کثرت میں متعین اللہ قیہ ہے۔

نور نے حکمت اور معرفت کی جود سے اپنی قوم کو فرمایا کہ میری تابعداری کہہ تاکہ دِیُوْرِیْلُ الشَّامِ اَوْ حَیْطَرُ
 مِیْذَارِیْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی تجھ پر آسمان سے برسنے والا میوہ جیسے۔ یعنی آسمان ولایت سے تمہاری زبانوں پر یعنی امر من
 القلوب پر اسرارہ ہدایت کی بارش کرے۔ اور میں چونکہ آسمان ولایت کا نجم ہوں اَقْوَلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَتَحْیٰی
 لَکُمُ الْغَیْبِ اسلئے میری بات اگر وہ تاکم کو ہدایت نصیب ہو۔ اور میرے ساتھ غیبی بات پیدا کرو تاکہ تمہارے
 خرب بھی نمود ہو جائیں اور میرے عوہ قلب سے تمہارے عوہ قلب کی طرف حکمت کی نہریں جاری ہوں
 اور اپنی خبر دی عقل کے واسطے میری عقل کل کے سمندر کے ساتھ طاو تاکم کو عقل مشترک کے علاوہ

مثلاً خاص بھی نصیب ہو رہیں گے باعثِ تم کو معرفت الہی نصیب ہو اور اسرارِ اتم الہیہ نصیب ہوں اور وہ نظر نصیب ہو رہیں گے باعثِ تم اشیا کی حقیقت کو دیکھ سکے۔ اور اس قوم اگر تم میری اطاعت کرو گے تو (ذی یسیر و یسیراً) اور اموال کیساتھ تمہاری مدد کرے گا۔ اموال میان سے ہے۔ یعنی اُس چیز کے ساتھ مدد کر گیا جو تم کو متعلق کی طرف مائل کرے۔ حتمی کی طرف مائل کرنے والی چیز محبت اور عشق الہی ہے۔ جب وہ چیز تم کو اُس کی طرف مائل کرے گی یعنی سب تم کو عشق الہی نصیب ہو گیا تو غیرت کے محبوب سب عشق ہو جائیں گے اور چہرہ مشورہ آئینہٴ قرب میں نظر آجائے گا۔ یعنی تم کو اپنی حقیقت یا ذات کو انکشاف ہو جائیگا کہ تمہاری حقیقت میں حتمی کا نور ہے۔ در تم اپنی صورتوں کو حتمی میں دیکھ لو گے۔ یعنی تم اُس امر کو پا لو گے کہ ہر محبت پر حتمی کا نور ہے اور اُس کا نور ہر شے میں اُس کی استعداد میں اُس شے کی استعداد اور تائید کے مطابق ہے۔ پس حتمی کی کُنہ کی معرفت کہیں کیے ممکن نہیں کیونکہ اگر وہ ذات کسی شخص کے لیے الہ کی آجائے تو وہ ذات خود بخود ہی ہے اور یہ نفس ہے۔ بلکہ میں سب کتب اور کتبِ حق و کتبِ حق کے حتمی کی کُنہ کی معرفت حتمی کیے ہی ممکن ہیں کیونکہ اگر وہ ذات اپنے عینِ حق میں آجائے تو وہ خود بخود ہی ہے اور یہ نفس ہے نہ کہ کمال۔ پس حتمی کی معرفت کسی شخص کیے ہی ممکن نہیں۔ البتہ ہر کون سا جو متعلق سے حقائق و معارف کے نور اپنی محبت و انصاف کی عینِ کمال و حجاب ہے۔ ہذا تم میں سے ہر اس بات کا انماں کرے کہ اُس نے حتمی کو دیکھا ہے اُس نے تو کوئی چیز نصیب الہیہ نہیں ہے جس نے اس بات کو پایا کہ اُس نے اپنی ہی ذات و حقیقت کو دیکھا ہے پس یہ شخص عارف ہے۔ نیز اُس سے یہ بھی مراد ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اُس نے حق تعالیٰ کو اپنے سے علیحدہ دیکھا ہے اُس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا اور جو یہ کہے کہ میری ذات ہی ذات حق ہے وہ عارف ہے۔ پس اسی فرقہ پر انسان دو قسم ہوئے ہیں۔ ایک عارف باللہ اور دوسرے غیر عارف۔

[illegible]

میرے ہیں جنہوں نے کچھ حاصل نہیں کیا (اور ان کے لئے) گرفتاری اور سختی اور عذاب ہے۔
 انہیں اپنی قوم کے مشائخ سپہ سالار کے آگے شکایت کی کہ میری قوم نے میری افروانی کی اور اپنی عقل و فہم
 کو اٹھ کر اٹھانے کی سزا دی ہے اور ان کو فائدہ نہ پہنچا دیا۔ انہوں نے اس میں دھرم و راستہ اور حق و باطل
 کو ہی نہیں کوڑا اپنی جاگیر سمجھتے تھے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ عقل و فہم کے اعتبار سے اسے معرفت الہی
 کی جوگیرانہ بات سے بالاتر تھی بلکہ ان کا مذہم تھا کہ انہوں نے معرفت الہی کی جاگیر سٹل ہو کر سے حاصل
 کر لی ہے۔ اور حقیقت میں یہ معرفت الہی کی جاگیر نہیں کہیں کہتے ثابت ہے جیسا کہ وارد ہوا: **وَ اَلْحَقُّ بَرُّا**
يَعْلَمُ تَحْتِ يَدَيْهِ (وہ تم کو ایک اس چیز میں سے فارغ کر دے گا جس کا حال ہے مگر نہیں کہ ثابت ہے انہوں نے اسے
 مراد کر لیا ہے کہ میں زبرد و ذات و صفات میں نہیں کہتے ثابت ہے اس کے بعد اسی کے مطابق اپنی ذات
 اور صفات کیلئے اللہ تعالیٰ کی عزت میں اسے معرفت الہی کی جاگیر کہتے ہیں جیسا کہ وارد ہوا: **وَاللَّهُ تَعَالَى**
كَيْفَ اَبَدَ سَائِرَ الْعَالَمَاتِ كَيْفَ يَبْلُغُ الْعَالَمَاتِ اور ثابت ہے کہ اس کے بعد اس کے لئے
 اعتقاد کے مطابق فرمودہ: **وَ اَلْحَقُّ بَرُّا** جیسا کہ معرفت الہی کی جاگیر عقلاً ہے اسے
 اس کے بعد ثابت فرمایا کہ وہ لوگوں کیلئے بطور قیامت ثابت ہے۔ اہل اسلام فرمیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی
 جاگیر ان کو دانا حاصل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے اس کے لئے فرمایا: **وَاللَّهُ تَعَالَى**
يَبْلُغُ سَائِرَ الْعَالَمَاتِ اور یہی معرفت الہی کی جاگیر ہے اس کے واسطے ثابت ہے کہ اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اللہ تعالیٰ کیلئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 ہے اور ان کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 کر لیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو یہاں کر لیا اور ان کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 ان کیلئے ثابت کیا اور اپنے آپ کو اس کیلئے ثابت کیا اور ان کیلئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 ایک ہے جس نے تعالیٰ بندہ کی ایک ہے اور جو شک بندہ تعالیٰ کی ایک ہے جیسا کہ قرطبی نے
 کہا تعالیٰ ایک ہے۔

اور آیت کریمہ میں: **وَاللَّهُ تَعَالَى** اور قوم کو اس نے کر لیا اور بڑا بھاری کر لیا۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ بیشک داعی کا مدعو کو اللہ کی طرف دعوت کرنا مکرم ہے کیونکہ مدعو نے شروع ہوا میں
 ہی سے اللہ تعالیٰ کو مدعو نہیں کیا کہ وہ اُس کی طرف دعوت کیا جائے اللہ داعی کہے کہ میں اللہ کی طرف دعوت
 کرتا ہوں۔ پس یہ دعوت علی بصیرت عین مکرم ہے۔ نوح علیہ السلام نے قوم کو تنبیہ کی کہ تمام امور اللہ تعالیٰ
 کی طرف منسوب ہیں اور ہر خدمت پر اللہ تعالیٰ کا فہم ہے۔ پس قوم نے بھی دعوت کی اہمیت کو کیساتھ کیا
 کہ نوح نے اُن کو دعوت مکرم کے ساتھ کی۔ یعنی انہوں نے جواب دیا کہ جب ہم عزت میں ہیں تو پھر ہم کو آپ کی
 کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے یہ نہ جانا کہ اگرچہ قطرہ بھی پانی ہے مشک بھی پانی ہے کھال بھی پانی ہے نہری
 پانی ہے اور نہر بھی پانی ہے لیکن معانی میں بڑا فرق ہے۔ اگرچہ ذات اور حقیقت میں کوئی فرق نہیں لیکن
 کمالات میں بڑا فرق ہے۔ ایک عام انسان ایک نبی۔ راستے محتاج ہے کہ جب مجزوی عقل کا تسبیح عقل کل
 کیساتھ ہو یا آپ تو مجزوی عقل ہی بتدریج ترقی کر کے عقل کل کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے اور لوگ اس امر سے
 جاہل رہتے۔ عقل کل کا اطلاق عیناً سرکارِ دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے اور آپ کی مثال
 مجزوات کی سی ہے۔ دیگر انبیاء اور اولیاء اُسی فکر کی انہماک میں اور بالعموم اُسی فکر کے تعلیمات ہیں لیکن
 جب واسطی محمدی آیا اُس نے جان لیا کہ یہ دعوت اُمت کی مختلف کیطرت باعتبار ہویت اور ذات متعالی کے
 نہیں ہے کیونکہ حقیقت مدعوین حقیقت مختلف ہے اس لئے یہی دعوت اُمت کو چاہئے کہ عقل
 اُمت ہے۔ دعوت اُمت باعتبار احوال کے ہے یعنی دعوت احوال و تجزیہ سے اسم جامع کیطرت ہے۔ اسم
 رحمن کی طرف تاکہ اُمت عبادت اہتمام کو ترک کر کے عبادت متعالی کی طرف متوجہ ہوں گناہانِ قہان (ذکر
 تَحْسُرُ السَّعَیْنَ اِلَى الْمَرْغُوبِ وَفُتَا) پس دین ہم پر ہیزگاروں کو رہن کی طرف رہنمائی ہے ان کے جمع کرنے
 اسم اللہ جامع جمیع اسماء و صفات ہے اور اسم رحمن عرشیہ کے اعتبار سے اسم اللہ کیطرت کلیت کا اعتبار
 رکھتا ہے۔ دیگر علیہ اسماء و صفات مستم۔ مثال دیکھ سب اسماء و جزئیہ ہیں اور ایک ایک خاص صفت کے طور
 ہیں۔ عباد اہتمام کسی جہت کو مقسم کسی کو مستقیم کسی کو غفار کسی کو رزاق وغیرہ ٹھہراتے تھے۔ لہذا داعی محمدی
 آیا اور اُس نے فرمایا کہ تم اُس اللہ یا رحمن کی عبادت کرو جو جامع جمیع اسماء و صفات ہے اور محمد علیہ وسلم کی
 صورتیں اللہ کی عبادت اسم الہی کے حیطہ کے تحت ہیں۔ لہذا تم پر واجب ہے کہ تم متعلق بنو عین اللہ تعالیٰ کی
 عبادت سے۔ پھر ہیزگار و اندالہ مطلق کی عبادت کرو۔ اُس رب کی عبادت سے پھر ہیزگار و عباد کسی صورت میں مقیم
 ہے۔ تم اُس رب کی عبادت کرو جو محدودوں سے منزہ ہے اور عباد صورتیں اُسی ہیچویت کی ہیں۔ لہذا یہ

منجہ بین باطنی حواس کو لیجئے۔ انسان کے باطنی حواس عقل اور وہم اور ذاکرہ اور حافظہ اور مشغلہ اور فنیہ انسان کے روحانی توان ہیں اور ان سب کے مجموعہ کا نام رُوح ہے۔ اب انسان ایک ہے اور اسی کے ظاہری باطنی ہوا
 بشر ہیں۔ اجزا کی کثرت انسان کی وحدت پر عیب نہیں۔ ایسے ہی عالم کی کثرت حق تعالیٰ کی وحدت پر عیب
 نہیں۔ پس ہر فرقہ میں ہر شے میں ہر تہمت میں ہر ٹھکانہ میں ہر مہجود میں ہر انسان میں ایک ذات حق کا نور ہے
 جیسے کہ برکت میں ہر شے میں ہر کلمہ میں ہر عبارت میں ہر آیت میں ہر شے میں ہر بند میں ہر بندہ میں ہر بندہ
 میں ایک مہیا ہے۔ ہذا ہر مہجود میں ان شری کی عبادت کی جاتی ہے۔ فرق ہر فرائض ہے کہ کسی ایک صورت
 کا عبادہ عبادت حق سے مجرب رہیگا۔ اسی لئے شریعت مجربہ نے مہجود عبادت کو کفر اور شرک و منہج قرار
 دیا ہے اور مہجود مطلق کی عبادت کا حکم دیا ہے۔

عابدوں میں سے ادنیٰ درجہ والا وہ شخص ہے جو اپنے مہجود میں اُلُوہیت کا خیال کرتا ہے پس گمراہی کا یہ
 خیال نہ ہوتا تو نہ پتھر کی عبادت کی جاتی نہ کسی اور غیر شے کی۔ اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم (اِنَّ سَعُوْدَہٗ) ان کا خدا کہہ کر ایسے کہ تم اپنے مہجودوں کے نام رکھو جی اگر وہ نام رکھتے تو ہم رکھتے پتھر
 اور درخت اور سنگ۔ یہ نہ فرمایا (اِنَّ سَعُوْدَہٗ) ان کو فرمائیے کہ تم کسی کی عبادت کرتے ہو کہ اگر ان کو کہا
 جاتا کہ تم کسی کی عبادت کرتے ہو البتہ وہ کہتے اللہ کی۔ اسے کفار پر جنت قائم کرنے کیسے سوں ہی ایسا کہ کیا
 کہ وہ جواب میں لازم نہیں۔ انہوں نے اپنے مہجودوں کا نام نہ لیا نہ رکھا نہ لکھا نہ جو پھر اور کتب لکھا
 اسلئے لازم نہیں ہے۔ عابدوں اور عارفوں میں سے اعلیٰ درجہ ہے جو ان مہجودوں کو اللہ کا منجرب بناتا ہے اور
 اعتبار خدا تعالیٰ کے ان کی حیثیت کے مطابق ان کی تعظیم کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو ان مہجودوں میں سے نہیں
 کرتا ہے۔ نہ ان کی عبادت کی، عرش معلیٰ کی، انبیاء اور اولیاء کی عزت کی اور انبیاء و اولیاء کے و بعد سر پائوں کی تعظیم
 ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو کسی تہمت میں سحر کرنے سے کفر و شرک لازم آتا ہے۔ بہت پرستوں میں سے ادنیٰ
 نہیں اسلئے بلکہ جمیع عابدوں میں سے ادنیٰ عقیدہ والے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں (مَا نَعْبُدُکَ اِلَّا لِیَقْبَلَ تَوْبَتُنَا
 اِلَّا اِلَہُ زُحُف) ہم ان کی عبادت اسلئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تعالیٰ کا معرب بنادیں گے۔ یعنی وہ ان مہجودوں
 کو اللہ تعالیٰ کا منجرب بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو عالم کے جمیع مہجودات سے وراعت اور جانتے ہیں۔ یہ مطلق جہاں
 لوگ ہیں۔ عارفان میں سے اعلیٰ درجہ کا وہ ہے جو کہتا ہے (اِنَّہٗمَ اِلَہُ الْکَلْبُ اِلَہُ الْاِنْسَانِ فَلَا اَسْمَیَ)
 اسلئے ہواستے اس کے نہیں ہے کہ مہجود تمہارا ایک ہی مہجود ہے پس اس کے واسطے مطیع ہو جاؤ۔ یعنی اس

موت میں کہلا کر ہو تم اس صورت کے طبع ہو جاؤ۔ مراد یہ ہے کہ ذات حق کیلئے تصور نہیں ہے وہ مجہود و خشنوع
 و احدی ہے نہ کہ پر خودت و حکم میں بدوہ مناسب ہے۔ پس سب سے اعلیٰ مراتب و صوبے جو درجہ و مرتبہ کا قائل ہے
 اور ہر مرتبہ میں اس ہیئت کو دیکھتا ہے۔ اور انسان کو اس کا ظہر جامع دیکھتا ہے اور انسانوں کے
 سرور جناب شہر پاک علی السلام کہ اللہ تعالیٰ کا مراتب کثرت جانتا ہے اور ایسے عارفوں کے حق میں اللہ
 تعالیٰ نے ائمہ (علیہ السلام) اور غیر ائمہ کی دوست و حاجزی کو یہاں کو یعنی وہ لوگ جن کی طبیعت کی
 ایک ایک چیز وہ اللہ کو معرفت سے نہج کئی ہے۔ نہ کہ ان کی وہی ہستی و شے کئی ہے اس لئے کہ ہر فرد ذات
 حق کے قائل ہیں۔ اس کے سوا کسی اور وجود کے قائل ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ عالم ہیں فعل الہی و صفات الہی
 و ذات الہی دیکھتے ہیں لہذا ہر فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات کرتے ہیں اپنی طبیعت یا ہستی کی طرف
 نہیں کرتے۔

اب جو لوح علیہ السلام کا قائل شروع ہوتا ہے وہ آپ نے اپنی قوم کے حق میں اذرا و معرفت و حکمت
 کے کہا تھا (وَلَا تَدْرَأُ أَهْلُكُمْ حَکِيمًا) اور تحقیق انہوں نے بہتوں کو حیوانی میں لادے۔ جہاں بہت ہیئت ہے۔ جن
 وہ حیثیت پر اذرا و معرفت ہے۔ اذرا و بہت۔ یعنی وہ اس امر پر متعجب تھے کہ ذات حق باوجود واحد ہونیکے
 لا شائبہ ہی و نہ وہ اول و نسبتوں اور شہادت کو شائبہ ہے۔ تاکہ انہیں (وَالظَّالِمِينَ) اور امت زیادہ کرنا اور ان
 کو بدستور نہ کر پنے نفس پر غم کرتے ہیں جن میں باوجود اس کی فوجشات کو وہ نہ دانتے ہیں اس لئے کہ
 وہ حکمت و عارفان یا شر کے عالمین کا غفلت استہل کیا گیا ہے۔ یہ وہ برکزیہ لوگ ہیں کہ کتاب کے واسطے کئے
 گئے ہیں اللہ تعالیٰ کو وہاں سے کہتر ان اور اول و رہبر کے لوگ ہیں اور ان کو وہاں کو وہاں سے یاد دہا اور
 بہت سے جانے والوں کا تقدیم حاصل ہے۔ ان میں گروہوں کا ذکر سورہ فاطر کی آیت ذیل میں موجود ہے
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْكَافِرِينَ الَّذِينَ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَقْبَلُوا الْقُرْآنَ فَسَاءَ مَا يَحْكُمُونَ
 بِأَنبِيَاءِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ ذُو فَتْحٍ مُّخْتَلِفٍ (الْحَقِيقَةُ)۔ ان کے لئے (وَالْكَافِرِينَ) کہ انہوں نے اس سے بیزاری
 سے کہ ان عارفوں کی تحریک زیادہ کر اور انہیں کے اس سے بہت علم اور معرفت کے بہت کم ہونے
 کو حیثیت مذکورہ پر بسبب بہت کے حاصل ہوئی ہے۔ یہ وہ حیثیت ہے جن کی فوج سواروں کی یہ کہتے
 کہ وہ کہ ہے (وَالَّذِينَ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ)۔ اس سے بہت سبب امیری و ہیبت و پناہ است میں لایا
 کہ جو حکمت و قائل کی تحریک لایا رہی ہیں اس لئے کہ انہوں میں بھی غیر متجانس ہیں اور حضور علیہ السلام کا

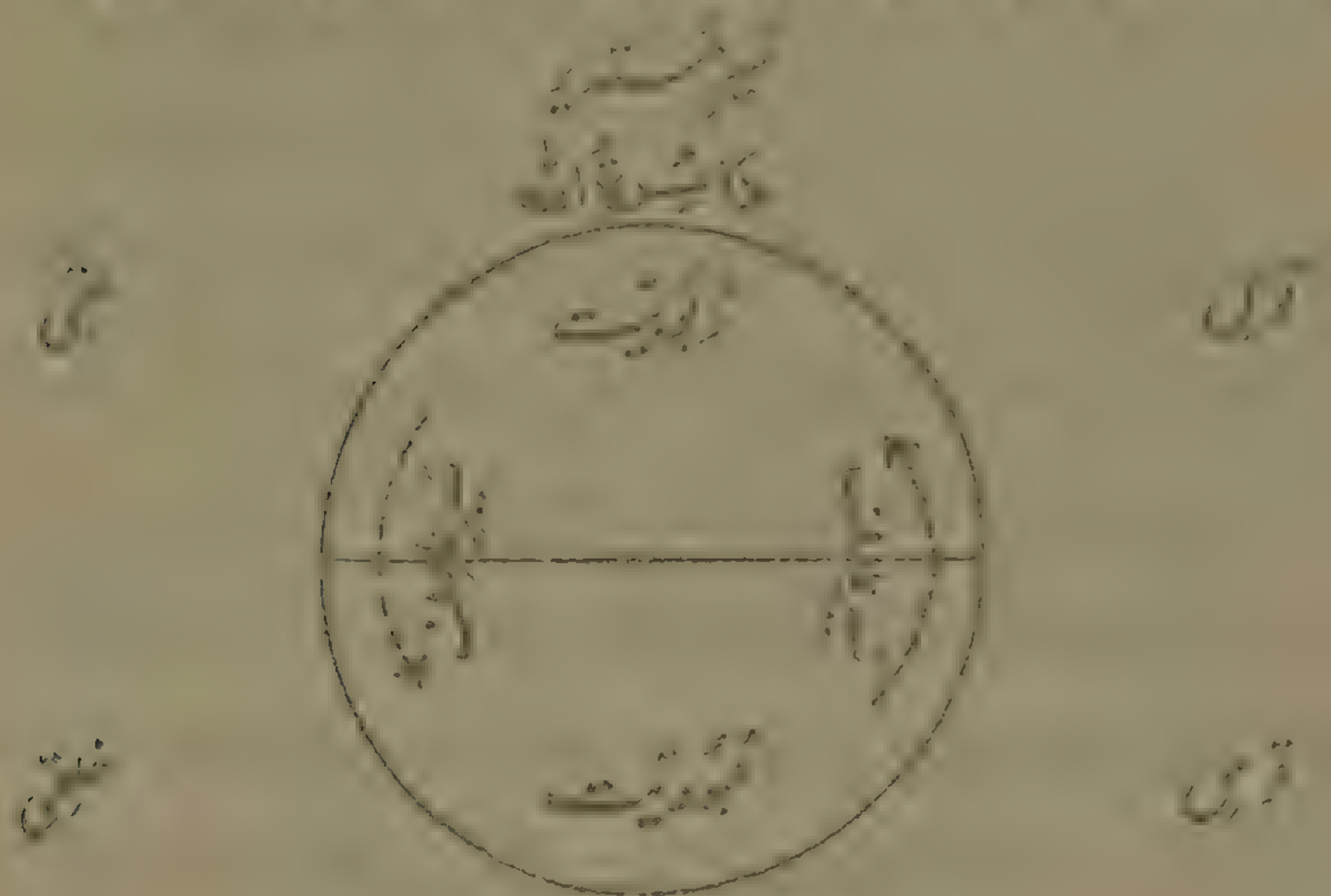
علم مبارک بھی ہر دم ترقی پذیر ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ابھی میرا علم اس قدر بڑھا جا گیا
 تیرے ذاتی کمالات میں متحیر ہو جاؤں اور تیری ذات پر قربان ہو کر بول اُٹھوں کہ تیری ذات کی کئی غیر مذکور
 ہے۔ ایگزیزٹ! یہ منت خیال کر کہ ذات حق کی کئی غیر مذکور کمالات ہیں بلکہ ذات حق کی کئی کمالات
 میں بھی غیر مذکور ہے۔ کیونکہ اگر اس کی ذات کے کمالات اس کے حیطہ علم میں آجائیں تو ذات حق خود وہ
 کہ جاتی ہے اور یہ نفس ہے نہ کہ کمال۔ ان صاحب کمالات یعنی صاحب ہیرت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ
 ہے (کَلَّا أَفْأَکُ لَکُمْ مَقْشُورٌ فِیْهِ وَإِذَا أَنْظَلْنَاهُ عَلَیْکُمْ قَامُوا) یعنی جب سالک کو معرفت الہی میں اتنی
 ہیرت نصیب ہوتی ہے تو اس کو قلب وزارت الہیہ سے محو ہو جاتا ہے اور صاحب ہیرت راہ حق میں ہون
 ہوتا ہے اور یہ بطل کی حالت ہے۔ جب وہ تجلی الہی غائب ہوتی ہے تو حالت قبض الہی ہو جاتی ہے۔ یہ
 اسی مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے اللہ یہ قبض کی حالت ہے۔ حالت حب منزل حضور پر پہنچتا ہے اور اس کو عرفان
 نصیب ہوتا ہے۔ متحیر ہو جاتا ہے۔ جب سالک ذات حق سے ملتا ہے پتہ پتہ میں ہر شے میں ہر جگہ میں
 ہر ایک میں ہر جگہ میں ہر کافر میں ہر مسلم میں ذات حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ہیرت ذرا ہو جاتا ہے۔ بلکہ جب وہ
 مشاہدہ کرتا ہے کہ اَللّٰہُ وَکَلِیُّہُ اَوْ تَرْجَمُہُ ہو جاتا ہے اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اس کی اقامت والی زبان
 کائی جاتی ہے۔ جس صاحب ہیرت کیلئے دور ہے۔ دور سے نواہ دائرہ کون سے یعنی جب وہ اپنے اپنے
 دل سے اس امر کو مشاہدہ کرتا ہے کہ یہ دائرہ کون جینی عالم میں حق ہے تو اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ جس
 دائرہ کون کو وہ فی حق تھرت کرتا تھا اب اس کو یمن حق دیکھتا ہے۔ اور دوسری حرکت قلب کے گردا گرد ہوتی ہے
 قلب واحد بن گیا۔ نور پاک ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت عوالم کو قیوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کی مجلہ موجودات میں سرایت اس طرح ہے ہر طرح اشہاد ہیں اس کی سرایت ہے۔
 جس شجر کی جڑ سے پانی خشک ہو جاتا ہے وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اس طرح جس جاندار کی طرف سے حضور صلی
 علیہ وسلم اپنے آفتاب کی مشعل بٹھالیتے ہیں وہ بیجان ہو جاتا ہے۔ ہر زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہوں سے کہ
 ایک ایک اپنا لباس مبارک ہاتھ دے رہے ہیں اور کئی افراد کی محبت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی جلوہ نما ہوتے ہیں
 اور قلب زمان وہ ہستی ہے جس کے قلب میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ ہوتا ہے۔ جب
 طرف مشاہدہ کرتا ہے کہ اس کے آئینہ غیر متناہیہ ہیں اور ذات حق کے کمالات کی کوئی حد نہایت نہیں تو اس کی
 ہیرت اللہ پر مستدیر ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہیرت اللہ کی مثال ایسے ہے جیسے کہ دائرہ کے گرد کوئی گہر کرے گا

نہ کوئی ایسا ہے نہ کوئی ذلت ہے اس میں ذات حق کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ کوئی انتہا ہے۔ اور اس متعین عارف کی یہ دوسری حرکت قلب کے
 کہہ کر وہی ہے جو قلب سے کہی جاتی ہے کہ ہر عارف یا امر یا بابت قلب انسان کی مشکوۃ سے ماہل کیا ہو وہ وہ
 قلب زمان سے بھی ہے نیاز نہیں ہو سکتا حقیقت میں قلب سے جو امر اور خاتم الدنیا ہے حقیقی خاتم الدنیا
 حال ہر کوئی جناب حضرت فرشتہ اعظم پاک محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں اور تیسرے
 سابقہ اولیاء و خدائے عظیم التسمیہ علیہم ولایت بنیاد سے حاصل کرتے ہیں۔ ہر زمانہ میں ہر فرد اس منصب پر فائز
 کیا جاتا ہے کہ آپ ہی کا نائب ہوتا ہے۔ حضرت فرشتہ اعظم پاک رضی اللہ عنہ کا اور دوسرا جو خاتم الدنیا ہے جس سے اللہ علیہ
 وسلم کی طرح قدیم ہے قرآن مجید میں بت فرمایا ہے خاتم الدنیا ہے خاتم الدنیا ہے خاتم الدنیا ہے خاتم الدنیا ہے
 اللہ عز و جل کے ساتھ تشریف دی ہے۔ قَالَ تَعَالَى (وَالشُّسُ وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَفَا) اور ترجمہ سابع انبیاء
 و اولیاء علیہم السلام کہ ان کی تشریف دی ہے۔ يَقُولُ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَذَكَّرُ الْغَافِلُونَ۔ بخیر میں سابقہ انبیاء
 علیہم السلام ہی مثال ہیں جو ان کو کہتے ہیں جلتے تو سابقہ انبیاء علیہم السلام کی مزارات کی تعلیم کیے ہوئے
 آیت پانچویں جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ ختم الدنیا ہے ختم الدنیا ہے ختم الدنیا ہے اور ولایت ابد الابد تک
 جاتی ہے۔ ختم الدنیا و ختم الدنیا کی اصطلاح ہے۔ اس سے یہ امر اور ختم الدنیا کے بعد ولایت ختم ہے بلکہ
 وہ فرد جو ولایت کا خزانہ ختم کرتا ہے اور اولیاء کی ولایت پر مقرر ہوتا ہے۔ نیز یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ وہ فرد و احد
 جس پر ولایت کے کمالات ختم ہوں۔

پہلے یہ فی اللہ غیر مستحیر ہے۔ اسباب فی اللہ غیر مستحیل ہے۔ وارث عیال و نسب اور عاقلین و اہل ہجو
 فی اللہ سے مراد بننے کے لئے اللہ تک نہیں ہے۔ یہ غیر غیر مستحیل ہے۔ یعنی بندے کو جب اللہ تعالیٰ کی محبت
 نصیب ہوتی ہے تو وہ اس کے بندہ اور اہل ایمان کی خاطر اپنے ظاہری اور باطنی قدروں سے دوزخ و شریعت کو دیتا
 ہے۔ جتنے بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے اس قدر حقیقت میں اپنے مقصد سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ جس
 کی کو طالب اپنے دہم میں اپنے سے جدا اور بے سمجھتا ہے وہ پر کسی اس کے دل میں بندہ ملتا ہے بلکہ وہ پر
 کان طالب سے۔ اپنے دہم سے جب طالب دوزخ سے ملتا ہے تو مقصد سے حقیقتاً دور ہو جاتا ہے۔ طالب خدا کی ایک
 جہ سے اور اس کے دہم میں ایک جہ سے ملتا ہے۔ اور اس درمیانی زمین میں چند عاقلین ہیں۔ گویا
 طالب ایک سو میں گھر پر چلتا ہے۔ وہ گھر کوئی نہیں ہے اس گھر کے ایک طرف بندہ کھڑا ہے اور اس کے نیچے
 کے طالب کی گھر میں طرف اللہ ہے۔ اور درمیانی زمین کو خطے کے طالب اللہ ایک چہنچہ کا ارادہ کر دیتا ہے

پہلے یہ سیر مستطیل ہے۔ وفاق است کیلئے نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔
سیر مستطیل

بندہ اپنہ وہم میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سے بہت ہی بعید جانتا ہے اسی لئے شب و روز دوڑتا ہے لیکن ہمتور
اتر نہیں آتا۔ جب فضل ایزدی شامل حال ہوتا ہے اور بندہ کو معرفت الہی نصیب ہوتی ہے تو طالب کو معلوم
ہو جاتا ہے کہ اُس کے اور اُس کے محبوب کے درمیان ناموس ہر ف وہم ہے۔ اسی لئے وہ عورت زور سے جھوٹا
ہے۔ جب بندہ کو عرفان ذات نصیب ہو جاتا ہے تو سیر الی اللہ ختم ہو جاتی ہے۔ اور عاشق دروا کہ پہلے بات ہے کہ بتانا
میں وہ خود ہے اور خود ہی وہ خود ہے حتی عاشق میں وہ خود ہے اور مشق میں وہ خود ہے اور تمام منازل و مدارج اس کے اندر ہیں۔ اللہ
کے خیراتی مشورے شروع ہوتی ہے۔ مغرب ہو گیا ہے تو کوئی قیر تمنا ہی ہیں اس لئے سیر الی اللہ کی کوئی حوائثیت نہیں ہے۔ سیر الی اللہ کی
مثال سیر مستطیل کی سیر مستطیل دائرہ کے گرد سیر کرنا ہے۔ اب دائرہ کو مذکور کی ابتدا اس جہاں اور مذکور کی انتہا ہے۔ ہذا عادت ہونے کے
کامات کی کوئی مدد نہایت نہیں ہے۔ فنا ہوا کی منازل سے کہ کے وہ تمام استقامت میں پہنچ جاتا ہے حتیٰ کہ ان کو کوئی دائرہ
نصیب نہ ہوتا ہے۔ جو روح القدس کا اُس عادت کی صورت پر ظہور ہوتا ہے۔ اور اُس عادت مذکور کی کوئی صورت جامع اور کلیتی
دی گئی ہے۔ میں وہ عادت تمام مراتب حتیٰ اور غنی کا ہوتا ہے۔ سیر مستطیل کی وفاق است کیلئے نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔



دائرۃ اللہ کی دو قوسیں ہیں۔ ایک قوس کا نام ربوبیت اور دوسری قوس کا نام عبودیت ہے۔ ہیں عادت کمال
ان دونوں قوسوں میں پیکر لگاتا ہے۔ بتا ہے حتیٰ کہ وہ ذات حق کیلئے عرابت تائید ہوتا ہے اور حق و خلق کے
درمیان ہندش جامع بن جاتا ہے۔ میں تجھ عرابت حتیٰ و غنی کا جامع بن جاتا ہے۔

الذین یأمنون تخلصون یومئذ بآذانهم یومئذ یخرجون من تحت العرش یومئذ یخرجون من تحت العرش یومئذ یخرجون من تحت العرش

آ کے پھر وہ (یَوْمَئِذٍ یُخْرِجُهُمُ اللَّهُ بِأَفْئِدَتِهِمْ یَوْمَئِذٍ یُخْرِجُهُمُ اللَّهُ بِأَفْئِدَتِهِمْ) اور بہ سبب اپنے گناہوں کے وہ غرق ہوتے لیکن تحقیق میں غلیظتِ ظلم سے بے نظریت سے مراد قدم ہے۔ جہن پھر وہ قوم نوح نیکو معرفت کی طرف پہلے اور علمِ ہدایت کے بعد میں غرق ہو گئے اور علمِ ہدایت میں بھرت ہے۔ (وَدَخَلُوا الْفَارَا) ہیں قوم نوح ایک میں داخل کئے گئے۔ ایک سے مراد ارشاق ہے اور وہ ایک جہنم میں پانی کے تھی۔ پانی سے مراد علم اور معرفت تھی۔ ستارہ کا تین پانی ہوتا ہے۔ یوں کہلے دار ہے (وَدَاخِلُوا الْفَارَا) اور ہر وقت دریا گناہ کے پانیوں کے۔ یہ نشتِ محسوسیت الشیوہ سے شوق ہے ہر وقت تو اس کو ملتا رہتا ہے کہ قوم نوح پہلے معرفت الہی کے دریا میں اور بعد میں جہنم کے دریا میں غرق ہو گئے۔ (مَنْ یَجِدْ فَإِلَٰهًا فَهُوَ مِنَ الْإِلَٰهِ أَفْئِدَتِهِمْ) ہیں قوم نوح نے سوا اللہ کے جتنے واسطے کرتے جو دینے والے ہیں یا جہنم یہ سب مقامات ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتے اور یادِ خیر کی قوم ذات حق میں ابداً بلا تک پاک اور فانی ہو گئی اور اگر ان کو اللہ تعالیٰ دریائے فانی ذات سے باہر کائناتِ جہنم کی طرف نکالتا ہیں تمام موتیت سے مقام صبر اور بشریت کی طرف لڑا تا تو الہیہ وہ اس درجہ زہر سے تفریق کر جاتے اگرچہ تمام مراتب میں ذات حق کا ہی غلبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتبہ بشریت سے تفریق فرما کر مرتبہ وحی اور وحی سے واعدیت میں اور واعدیت سے عالم ارواح میں اور عالم ارواح سے عالم مثال میں اور عالم مثال سے عالم اجسام میں جلوہ نما ہوا۔ تصرف میں ان کو مراتب بشریت یا تفریق بشریت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ پہلے تین مراتب احدیت واعدیت واعدیت تھی ہیں اور پچیس تین مراتب عالم ارواح واعدیت واعدیت واعدیت میں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے لباس انیمر یا تلی انیمر حضرت انسان کی صورت پر جلوہ آرائی کی جو جامع جمیع مراتب حق و خالق کا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ان سب مراتب کی صورت پر خود اللہ ہی جلوہ نما ہے۔ (وَدَخَلُوا الْفَارَا) اور نوح نے کہا اسے میرے رب اللہ کا ہے کہ یوں کہ اسے کہتے تھے اور قرار ہوا کہ قوم الہیہ سے کہتے تھے کہ نوح پذیر ہے۔ جمیع عالمین کا رب و احد ہے لیکن مہر کسی ہیں۔ دُعا میں حضرت نوح علیہ السلام نے ہم رب کو پکار کے توحید کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ نیز چونکہ (مَنْ یَجِدْ فَإِلَٰهًا فَهُوَ مِنَ الْإِلَٰهِ أَفْئِدَتِهِمْ) ہر تلی میں ایک ایک تلی شان ہے اور تجلیات الہیہ چونکہ غیر متناہیہ ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ کی شانیں بھی غیر متناہیہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان ہوتی اور اسلئے کہ حال بدلار ہیں طالبِ خدا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کیا جاتا ہے۔ حضرت کی اصطلاح میں حال کے بدلنے کا نام توحید ہے اور مقام استقامت کا نام تکوین ہے۔ پس حضرت

روح غیر السلام نے اسم رب کیا خدا اس امر کا ارادہ کیا کہ آپ کی قوم مقامِ ملوین میں ہے اور وہ تربیت کے لائق
ہیں۔ مقامِ ملوین ان کیسے ہیں؟ (لَا تَقْذَرُ عَلَی الْأَرْضِ) مٹ چھوڑا اور زمین کے عین حضرت نوحؑ غیر مسلم
نہ کرتے ہیں کہ یہی قوم کو زمین کے اوپر نہ چھوڑے بلکہ ان کو زمین کے بطن میں پہنچا۔ مراد آپ کی یہ ہے کہ ان کو عالم
شہادت سے عالمِ امر بلکہ عالم ذات کی طرف لے جا اور ان کو اپنی ذات میں پھیلے تاکہ ان کو معرفتِ حقِ غیب
ہو اور وہ تشبیہ اور تمثیل دونوں کے جامع بن جائیں۔ خود قول میں تو اللہ کو مانتے ہیں لیکن ان کو عالم غیب میں
پہنچا تاکہ یہ یہ بھی جان لیں کہ وہ ذاتِ بیچورت بھی ہے جیسا کہ والی محمدؐ کی تعلیم دے رہا ہے تو وہ کچھ بھائی
لَقَبًا مِّنْ اَدْلٰہِ الْوَقْمِ رَسُوْلٌ کِیْسًا قَدْ ذَلَّ بِحُورٍ وَّکَ تِلْکَ اَللّٰہُ تَعَالٰی پُر نازل ہو گا اور یہ ہے کہ زمین کے اوپر جس
جہ اور زمین کے نیچے بھی اللہ رب جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (لَا مَعٰرِفَ اِلَّا بِمَا نَزَّلْنَا مِنَ الْکِتٰبِ) واسطے اُن
کے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یہی آسمانوں میں ذاتِ حق کا ظہور ہے اور زمینوں میں
بھی ذاتِ حق کا ظہور ہے یعنی عالمِ امر اور عالم ذات میں بھی اللہ تعالیٰ کا ظہور ہے اور عالم شہادت میں بھی ذاتِ
حق کا ظہور ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ شخصیت بھی ہے اور باحورت بھی ہے۔ مثلاً وہی ہے لشیخہ بھی ہے۔ اور حیرت
تو دفن کیا جائے تو بیچ زمین کے ہو گا اور وہ زمین تیرا افسانہ ہو گی۔ عینی بہ وقتِ ذاتِ حق میں تو افسانہ ہی ہو
جائے گا تو تو سمجھ ایا تو ہو جائے گا۔ روحانی و ربانی ہو جائے گا اور تجھے وہ ذاتی نصیب ہو جائے گا۔ (وَفِیْہَا
نُحِیْدُ صُورًا وَّہِیْئًا ذٰخِرًا جَعَلُوْا فِیْہَا اٰخِرُوْنَ) جس زمین سے تو پیدا ہوا ہے اُس میں ہیں تجھے دوبارہ سے باتیں
کے اور اُس میں سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔ یعنی انسان ذاتِ حق سے پیدا ہوا ہے اور جب سے فروجی کرنا
ہے تو چاہے ذاتِ حق سے مل جائے۔ اُس کے بعد اُس کو دوبارہ محبوبِ اعلیٰ جاتا ہے اور پھر وہی عالمِ حیرت سے
عالمِ محو میں نمودار بنتی ہے۔ یعنی مرتبہ فنا و بقا کے بعد اُسے مقامِ تمیز و استقامت نصیب
ہو جاتا ہے۔ طالبِ مولانا کا ایک حلال سے دوسرے حلال کی طرف انتقال کرنا اسوجہ سے ہے کہ انسان کا قلب
تکلیفوں سے کبھی خالی نہیں ہوتا اور تجلیات ہمیشہ مختلف قسم کی ہوتی رہتی ہیں۔ تجلیات الہیہ مختلف جناس
کی آستے ہوتی ہیں کہ ہر وقت اُس کی شانیں بدلتی رہتی ہیں۔ (مِنْ اَدْکٰثِرِیْنَ) الذین (جَعَلُوْا اَمَّا اٰخِرًا
فِیْ اٰخِرِیْنَ) وَاَسْتَغْشَوْا شَیْءًا مِّنْ کٰثِرُوْنَ میں سے جنہوں نے انکلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور اپنے آپ کو
کانوں سے پہلے یا یعنی ان کانوں کو جنہوں نے ذاتِ حق کو اپنی ذات اور انایت کے سبب چھپا رکھا ہے
زمین پرست چھوڑ کر زمین کے نیچے یعنی اپنی ذات میں ان کو چھپا ہے۔ وہ انکار اپنے آپ کو کچھ دلوں میں

(وَالْمُؤِنَاتِ) اور چھپا سب ایمان والوں کو اپنی ذات میں یعنی مجھ نفوس کو بھی اپنی ذات میں نو کر کے غفلت سے مراد ارواح اور نفوس سے مراد اس کے احباب ہیں۔ (وَلَا تَزِدُ الظَّالِمِينَ) اور نہ زیادہ کر ظالموں کیے یعنی ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں پر غفلت اور تاریکی کے عجاب بھاتے ہوئے ہیں (رَالَتَبَارًا) مگر پاکست یعنی وہ لوگ جو تیری معرفت سے غافل ہیں ان کو اپنی ذات میں فنا کر دے تاکہ وہ اپنی ذاتوں کو تیری ذات کا عین بنائیں نہ کہ غیر بیساکہ قوموں کے حق میں وارد ہوا ہے (شَيْءٌ مَّا لَكَ إِلَّا وَجْهٌ) ہر شے فنا ہونے والی ہے مگر اُس شے کی ذات یعنی حقیقت کیونکہ ہر شے کی حقیقت حق ہے۔ تبار یعنی پاکست اور فنا کے ہے۔ اندر جو شخص ارادہ کرے کہ وہ فوج کے اسرار سے واقف ہو جائے اُس کو چاہیے کہ فک شمس تک ترقی کرے اور روح علیہ السلام کے اسرار میں ہماری کیفیت تنزلات و صلیہ میں مندرج ہیں۔ روح سے مراد نور کو کہنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فراق میں روئے والا عاشق۔ فک شمس آسمان چہارم ہے اور سیر عروسی کے زمانہ سے ولایت کا پہلا آسمان لطیفہ نفس۔ دوسرا آسمان لطیفہ قلب۔ تیسرا آسمان لطیفہ روح۔ چوتھا آسمان لطیفہ ہر پانچواں آسمان لطیفہ شمع۔ چھٹا آسمان لطیفہ انجی اور ساتواں آسمان لطیفہ اناس ہے۔ پس عاشق جب تک ترقی کر سکے تمام ہنریں نہ پہنچے وہ اسرار توحید سے بے بہرہ رہتا ہے۔ و السلام۔

فَصْ حِكْمَةٍ قَدْ دُرِيَّةٌ فِي كَلِمَةٍ اِدْرِيسِيَّةٍ

أَعْلُو نَسَاجَاتٍ عُلُو مَكَانٍ وَعُلُو مَكَانَةٍ قُلُوبُ الْمَكَانِ (وَسَرَفَاتُ مَكَانَاتٍ عِلْمِيَّةٍ) وَأَعْلُو الْأَعْلُو مَكَانِ الْمَكَانِ الَّذِي كَانَ دُرِيَّةً مَعْلُومَةً فِي عَالَمِ الْأَفْلَاقِ وَهُوَ فَتَحَ الشَّمْسِ وَفِيهِ مَقَامُ سُرُورِيَّةٍ اِدْرِيسِيَّةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفَتَحَ سَبْعَةَ أَفْلَاقٍ وَفَتَحَ سَبْعَةَ أَفْلَاقٍ وَهُوَ الْخَامِسُ عَشَرَ الَّذِي نَوَّاهُ فَتَحَ الْأَعْمَادَ وَالْأَشْرَافَ وَفَتَحَ كِيُونََ وَفَتَحَ السَّازِلَ وَفَتَحَ الْأَطْلَسَ فَتَحَ الْمَرْوَبَ وَفَتَحَ الْكَوْنِ وَفَتَحَ الْعَرْشَ وَالَّذِي دُرِيَّةً فَتَحَ السُّهُرَةَ وَفَتَحَ الْكَاسِبَ وَفَتَحَ الْقُسْرَ وَكَوْنَهُ الْأَشْرَافَ كَرَّمَ الْأَوْدَادَ وَكَرَّمَ الْأَوْدَادَ وَكَرَّمَ الشُّرَافَ مِنْ حَيْثُ هُوَ قَسْبُ الْأَفْلَاقِ فَتَحَ مَقَامَ الْمَكَانِ وَأَمَّا عُلُو الْمَكَانِ فَهُوَ نَسَاجَاتُ عِلْمِيَّةٍ اِدْرِيسِيَّةٍ قَالَ تَعَالَى (وَأَنشُرُوا الْأَعْلُونَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ) فَتَحَ الْعُلُوَّ وَهُوَ يَتَعَالَى مَعَ الْمَكَانِ لَا يَتَعَالَى الْمَكَانُ وَلَكِنْ خَافَتْ نُفُوسُ الْعَالَمِ مِنَّا أَيْمَنَ الدَّوَابِّ اِقْوَلِهِ (وَلَنْ يَبْتَغِيَهُمْ أَعْيُنُكُمْ) وَالْقَتْلُ يَطْلُبُ الْمَكَانَ وَالْعِلْمُ يَطْلُبُ الْمَكَانَ فَتَحَ مَقَامَ

[illegible]

[illegible]

تفصیل سے ہے اور یہ ہر دونوں اہم اسمائے حسنیٰ ہیں سے ہیں۔ تسبیح سے مراد ناقص امکانیہ سے حتمی کی تشریح
 ہے نسل امتیازی وغیرہ کے اور تقدیس سے مراد ناقص امکانیہ اور صفات کمالیہ مخلوق سے حتمی کی تشریح ہے
 جیسے کہ طاعت اور عبادت وغیرہ ہیں۔ پس تقدیس تسبیح سے انھیں سب اسی لئے حتمی کے قول وَ نَحْنُ
 ضَبَّہُ بِحَبْرِ لَکَ وَ نَحْنُ مِّنْ لَّکَ میں تسبیح تقدیس پر مقدم ہوتی۔ چونکہ تسبیح کو تقدیس پر مقدم حاصل ہے اس لئے
 جس حکمت قدوسیہ کو جس حکمت سجودیہ کے بعد بیان کیا۔ نیز حکمت سجودیہ کا اختتام اس امر پر ہوا کہ حضرت حق
 علیہ السلام کے اسرار ات جاننے کیلئے ضروری ہے کہ انسان ذات حق میں مودت مستغرق ہو کر تمام شے میں
 پہنچ جائے لہذا حکمت سجودیہ کے بعد حکمت قدوسیہ کا بیان شروع کیا گیا ہے۔ جس حکمت قدوسیہ کو حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا ہے کہ انہوں نے بہ سبب تقدیس حق اور عبادت شائقہ کے مقدس اور
 مسلم ہو کر عالم ارواح اور عالم کیا تھے مناسبت اور مخالفت پیدا کر لی تھی۔ اور صفات روحانی کو صفات مادی
 پر غلبہ دے کر صاحب معراج ہو گئے تھے۔ منقول ہے کہ ادریس علیہ السلام نے خیرہ برس تک ذواب و غور
 ترک کیا اور آپ حق مجرہ ہو گئے۔ اسی لئے حتمی نے ان کو ممکن مانی ہیں اُنْھَا یَقُولُ لَہُ تَعَالٰی (وَرَحْمٰتُہُ
 مَکَّانًا عَلَیَّ)

نورانی بندہ دو قسم پر ہے ایک نور مکی دوسری نور ثقی ہے۔ نور مکی پر آیت ذیل شاہد ہے (وَرَحْمٰتُہُ
 مَکَّانًا عَلَیَّ) اور ادریس کو ہم نے مکان بند میں چڑھایا۔ مکانوں میں سے اعلیٰ مکان وہ ہے جس پر
 عالم الافلاک کی چکی گھومتی ہے اور وہ فلک شمس ہے۔ فلک شمس آسمان پر بارم کو کہتے ہیں۔ اور اسی میں ادریس
 علیہ السلام کی رہنمائی کا مقام ہے۔ فلک شمس کے نیچے سات افلاک ہیں اور اوپر بھی سات افلاک ہیں اور
 فلک شمس پندرہ حواریں ہے۔ فلک شمس کے اوپر سات افلاک مندرجہ ذیل ہیں: فلک القمر و فلک المشتري و
 فلک یون و فلک المنازل و فلک الانطس و فلک البروج ہے و فلک الخوس و فلک العرش و اور فلک
 شمس کے خلیفہ و سات افلاک فلک نیو و فلک کاتب و فلک قمر و کر و آتش و کر و ہوا و کر و پانی اور کر و خاک ہیں۔ پس
 اس اعتبار سے کہ فلک شمس قطب الافلاک ہے رفیع المکان ہے۔ مراد یہ ہے کہ چونکہ جہ افلاک کے جوہر کو فیض
 ہوا قطر شمس ہی سے پہنچ رہا ہے اس لئے فلک شمس کو رفیع المکان شمار کیا گیا ہے۔ حقیقت میں شمس سے مراد خدا
 نہیں کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور قطر سے مراد حضرت عیسیٰ الا عظم پاک رضی اللہ عنہ ہے اور جوہر سے مراد جہ سابقہ نبی
 و محمد اونیاء علیہم السلام ہے۔ پس عالم الافلاک کی چکی فلک شمس پر گھوم رہی ہے یعنی جمیع عوالم کا تمام سلسلہ شمس

احدیت جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے ۔

اور علو مکانت یعنی علو مرتبہ ہمارے لئے جتنی ٹھوس کیسے ثابت ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کہے تھے
 ﴿وَأَنْشِئُوا الْاَمْكَانَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ﴾ اور تم بلند مرتبے والے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے ۔

اور اللہ تعالیٰ بڑے بڑے علو مکانی سے نہ علو ذاتی سے جتنی اللہ تعالیٰ کو جو علو یعنی ہندی شان حاصل ہے وہ
 کسی خاص مکان کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا علو ذاتی ہے اور وہ علو کی خاطر کسی چیز کا محتاج نہیں ۔ علو ذاتی
 سے وہ بہت بڑی چیزیں پیدا کر رہا ہے کہ اس کے مراتب کثرت ہیں اور ہر انسان میں اس کا ایک نیا مرتبہ اور
 اس کی ایک خاص شان ہے ۔ یہی وہ اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کیلئے اعلیٰ درجہ کا طالب ہے اسی لئے اس
 ذات نے علو مکانت حاصل کرنے کیلئے سرگرمی و عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پاک کو اپنے لئے
 جلیں اعظم اور مراتب کا قدر ٹھہرایا ۔ بلکہ احتمال کیلئے مکان کئی خصوصیات ہیں لیکن مکانت خصوصیت ہے اور حتمی کی
 مکانت مکانت محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ مراد نہیں کہ احتمال کی مکانت محدود ہے بلکہ اس کی
 مکانت خصوصیت ہے اور وہ مکانت محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو غیر محدود اور غیر متناہی ہے ۔

یہ لوگ نیک اعمال اور معرفت کیلئے کرتے ہیں ان کو علو مکان و مکانت دونوں حاصل ہیں اور وہ
 لوگ بلا معرفت و معرفت نیک اعمال کرتے ہیں ان کو معرفت علو مکان حاصل ہے نہ کہ علو مکانت ہر اس لئے یہ
 ٹھوس ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اس امر سے کہ ان کو علو مکانت یعنی ہندی مراتب سے محروم ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 نے ان کی تسلی کیلئے یہ حدیث عیت (وَكَانَ فَضْلُكُمْ) یہ حدیث آگاہی (وَأَنْشِئُوا الْاَمْكَانَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ) اور اللہ تعالیٰ بڑے
 مرتبہ میں نتائج ذکر کیلئے یعنی اگر تم کو معرفت ذاتی کی معرفت نصیب ہو گئی تو تم کو بلند مراتب نصیب ہونگے
 اور اگر معرفت آپ کی خوشبو آپ کے دواؤں نے نہ سونگھی تو بھی آپ کے اعمال اور عبادات ضائع نہیں جائیں
 گے بلکہ آپ کو دارا آخرت میں اعلیٰ درجہ نصیب ہوگا اور اعلیٰ کا تعلق عبادت کے ساتھ ہے ۔ نیک اعمال کی بدولت
 تمہیں کمال حاصل ہے اور پتا ہے کہ پروانہ کس سے اور علمات کو چہرہ کو روشنی ملے گی ۔ چنانچہ ہمارے علم کا تعلق
 روح کیساتھ ہے ۔ یعنی انسان خود مکانت کا لاسب ہے اور چاہتا ہے کہ ذات حق میں عبادت مستغرق ہو
 کر فنا اور جہاں لذت کے لئے اور متوجہ نہ ہو ۔ یہ غارز ہو رہا ہے ۔ چنانچہ ہر جو سنو صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب
 اللہ تعالیٰ کیلئے احتمال سے دواؤں جنہیں حق کو دے رہی ہیں ۔ یہیم کو نیک اعمال اور عبادت کی توفیق دی ہے
 بلکہ ہم تو مکان حاصل کر رہے ہیں اور ہم کو معرفت ہی کی توفیق بخشی تاکہ ہم علو مکانت ہی حاصل کر سکیں ۔ یہیں حضور

حق از عید و تمیزی است مباد که بعضی کس ندانند پس عید استقامت حاصل است که کونان کو هر دو از
مکان بر این بی شک و شکانت حاصل توی بکین که یه (وَأَنْشُرُوا الْعُلُوقَ وَأَلْلَهُ مَحْكُومٌ) سے کونان مانتا تو
بسته کبیا که اشرف حق ثابت ہوتا ہے والا کہ اللہ تعالیٰ کیسے کون ذاتی ہے اور بندے کیسے مطلق ہے اس
سے اس شریک کے قیوم سے اپنے آپ کو پاک کرنے کیسے ارشاد فرمایا (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) اپنے
کمال پر بلند کر برائی سے جینی ہیں کہ کون ذاتی ہوں ہے۔ اور تمام امور میں سے عیب تیرا چیز ہے کہ منہ لم
نورانات سے انسان علی ہے۔ انسان سے انسان کاہل ہے۔ انسان کاہل کو اللہ مانتا ہے کہ وہ عیب
کو پاک حق اللہ عید و تمیزی پر عید ہوتا ہے۔ یہ کچھ کچھ کلام میں حضرت علی اشرف و تم کے نائب ہیں ان کی نسبت انسان
کیوں نوا کون مانتا ہو خود کون تیری با شیع ہے ذاتی نہیں۔ مانتا سے خود مانتا ہے تو تیرا اور یہ ہے کہ
کاہل سے ہے کہ اس کو ہنسی ممکن دہنری مانتا ہوں حاصل ہیں روز و عید تو انسان ہی ہیں
کو تم عید ان سے ہی زیادہ کون ہیں۔ ہذا بندہ ہی نیتا ممکن اور مانتا ہیں روز و عید میں ہے کہ کون انسان
اس ممکن اور اس مانتا حاصل کرتا ہے تو کہ اس کو ہوتا ہے۔ اگر اس ممکن اور اس مانتا سے عید ہے
تو اس مانتا میں شام ہو ہوتا ہے۔

مکمل پر پائے کو یہ (وَأَنْشُرُوا الْعُلُوقَ وَأَلْلَهُ مَحْكُومٌ) میں عرض پرستی ہے ال ہے۔ اور علی اور
تین مان ہے۔ اس سے یہ فرماتے ہیں کہ ذات حق عرض پرستی ہے کہ اس سے یہ فرماتے ہیں کہ اس کو
تو ہے۔ اسے اس کو عرض پرستی ہے۔ اسے ہی اس کا عرض پرستی ہے۔ تو مانتا ہے پرستہ ہونے کی بات اس
ہاں: (وَأَنْشُرُوا الْعُلُوقَ وَأَلْلَهُ مَحْكُومٌ) ہوتے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جیسے جیسے ہونے والے ہیں۔ اور
بیکہ (وَأَنْشُرُوا الْعُلُوقَ وَأَلْلَهُ مَحْكُومٌ) اور مانتا ہے کہ (۲) (وَأَنْشُرُوا الْعُلُوقَ وَأَلْلَهُ مَحْكُومٌ) اور مانتا ہے کہ تعالیٰ کے کون
جس سے ہون تینوں بات سے متناہل کیسے کون مانتا ہیں تو کون ثابت ہے۔ اور سب اللہ تعالیٰ سے مانتا
(وَأَنْشُرُوا الْعُلُوقَ وَأَلْلَهُ مَحْكُومٌ) اور مانتا ہے کہ ان بندہ میں مانتا ہے کہ نسبت ممکن کی طرف کی۔ اور مانتا
کون اور ذات کے مانتا ہے کہ (وَأَنْشُرُوا الْعُلُوقَ وَأَلْلَهُ مَحْكُومٌ) اور مانتا ہے کہ سب سے فرشتوں کو مانتا
کہ جس میں ہیں انکے بندے وہ اس خلیفہ کی کون مانتا ہے۔ اس میں عید و تمیزی کے مانتا ہے
(وَأَنْشُرُوا الْعُلُوقَ وَأَلْلَهُ مَحْكُومٌ) کون مانتا ہے کہ وہ مانتا ہے کہ اس میں عید و تمیزی کے مانتا ہے کہ
فرشتوں کیسے کہ یہ مانتا ہے کہ اسے کون مانتا ہے کہ اس میں عید و تمیزی کے مانتا ہے کہ

چنانچہ شخص نے سیکہ اس زمرہ کو لکھ دیا کہ اس میں کیا اور جو نے اس میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بندہ مرتبہ
 کی جو جہنم ذیل سے اس کے لئے ہے۔ اور یہاں سے برحقہ ہیں ان کا بھی ایسا ہی حال ہے کیونکہ اگر شخص کے لئے کوئی وجہ بندہ
 والی ہو تو یہ انسان اس میں شامل ہوتا ہے۔ اور اس میں بندہ نہیں ہے تو ہم نے اس بات کو کہہ دیا
 لیا کہ یہ تلو واسطے مرتبہ کے بنے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے کسی شخص میں سے کسی قسم کی نیکی ہے۔ نیک سے مراد ہے کسی شخص کے اوپر بندہ رکھے۔ اور
 اور یہ شخص نہایت ہے۔ مگر چونکہ حتمی کا فیروہ ہو تو وہ ہی نہیں ہے اس لئے یہ منافقت تلو حتمی کہتے متفق نہیں ہیں۔ پس
 ثابت ہوا کہ اس کا تلو ذاتی ہے۔ یا نیک سے مراد ہے کسی شخص کے اوپر بندہ رکھے۔ واللہ اور یہ تلو کہن ہے۔ مگر چونکہ
 حتمی کے تلو اولیٰ سے موجود ہی نہیں اس لئے یہ منافقت میں حتمی کہتے متفق نہیں ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بندہ حتمی
 کی بنیاد ہے۔ چونکہ تلو موجودات کا وجود حتمی کیا ہے اس لئے حتمی موجودات کا عین ہے۔ لہذا موجودات جن
 کو حتمی کہہ جاتا ہے وہی بنیاد ہیں۔ حتمی کے وجود ہوا ہے حتمی کے حتمی کہتے تلو ذاتی
 جس میں نہیں ہے۔ میان ثابتہ یعنی تلو علیہ وجود علی ہے یعنی اس اعتبار سے وہ عدم میں ہیں
 لیکن عدم میں ثابت ہیں۔ اس عدم کو عدم منافی کہا جاتا ہے کہ عدم منافی نہیں۔ عدم منافی اس لئے ہے کہ
 و نسبت تلو کے بالعدم میں ہے۔ میان ثابتہ یا تلو علیہ نے وجود خارجی کی جو بھی نہیں ہو سکتی پس وہ اپنے
 میں ہیں اگرچہ موجودات حتمی کی دستاویز میان ثابتہ کا ہی تلو ہے۔ یعنی اس سے بیحد کائنات کی علی
 تلو حتمی کے حتمی میں تیار ہو گئی۔ یعنی حتمی سے بیحد کائنات کی خارجی تلو حتمی کے حکام اور
 تلو کے مطابق خارج میں تیار ہو گئی۔ کائنات کی علی تلو حتمی سب ہی ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم میں موجود ہیں۔
 ہر تلو کے دو وجود ہیں۔ ایک علی وجود و دوسرا خدہ وجود۔ علی وجود ہر وجود کا اللہ تعالیٰ کے حکم میں ثابت ہے
 ہذا تلو ہے اور خدہ وجود حادث ہے۔ خارجی وجود تلو علی وجود کے حکام اور آثار کے مطابق ظاہر ہوتا ہے
 تلو وجود بذات خود اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہی موجود رہتا ہے۔ وہ ہر تلو میں ظاہر نہیں ہوتا۔ مثال کے طور
 پر ایک تلو کے ذہن میں ایک مکان کا نقشہ ہوتا ہے۔ وہ اس ذہنی نقشہ کو کافر پر آتا دیتا ہے۔ پھر اسی
 کا خدہ نقشہ کے مطابق مکان خارج میں تیار کر دیتا ہے۔ مکان کے خارجی وجود کے باوجود مکان کا ذہنی نقشہ
 ہر تلو کے ذہن میں باقی رہتا ہے۔ ایسے ہی موجودات کے خدہ وجود کے باوجود موجودات کے خدہ
 وجود اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہوتا ہے۔ موجودات کے خدہ وجود کا نام ہی میان ثابتہ یا تلو علیہ ہے۔ پس

اور علی اپنے اسی حال میں بشور اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں۔ انہوں نے وجود خارجی کی بوجہ نہیں منگی
 کہ موجودات کا خارجی وجود ان خود علیہ کے احکام اور آثار کے مطابق ظاہر ہوا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اشیاء
 قبل از ظہور علم الہی میں بحیثیت خود علیہ یا اعیان ثابتہ موجود تھے۔ علم الہی اللہ تعالیٰ کی محنت ہے جو ذات
 الہی صورت میں متکبر اور مجاہد نہیں ہو سکتی لہذا یہ اس امر پر دلالت ہے کہ ذات و اشیاء جمیع عوالم کی طرح موجودات
 پر توجہ نما ہے۔ اگرچہ موجودات خارجیہ میں کثرت نامتناہی ہے لیکن یہ کثرت وحدت پر محاسب نہیں۔ مثال کے
 طور پر ہر کی امواج و مقناطیسیں ہیں لیکن جمیع امواج کی وحدت پر آب واحد کا ظہور ہے۔ کتاب میں حروف و افعال
 کی کثرت بیشمار ہے لیکن جمیع حروف اور افعال کی وحدت پر سیاہی واحد کا ظہور ہے۔ موجودات میں کثرت اقلے
 الہیہ کی کثرت کے باعث ہے۔ اشیاء الہیہ ذات واحد کی نسبتیں ہیں۔ مثلاً وہ ہی ذات ہر ایک نسبت سے
 عظم ہے دوسری نسبت سے خفیم ہے۔ ایک نسبت سے ریم کریم ہے دوسری نسبت سے جبار قہار ہے۔
 لیکن ہر اشیاء کی نسبت الہیہ نامتناہی ہیں لہذا کثرت موجودات ہوا سمائے الہیہ کے مرایا اور مظاہر ہیں ہی لا فناء
 ہے۔ انہیں تہذیب اور مدنیہ میں یعنی علم میں ان کا وجود نہیں پایا جاتا۔ قیام اسمائے الہیہ کی حقیقت ایک
 ذات ہے۔ اس ذات سے ہیں مختلف کائناتوں بذاتہ سے نہ بالانسانیت۔ پس اس اعتبار سے
 یعنی حقیقت کے اعتبار سے متواضع فی کا وجود عالم میں نہیں پایا جاتا لیکن چونکہ وجود واحد کے مظاہر کثیر ہیں اور
 ان میں آپس میں تفاضل پایا جاتا ہے اسے باعتبار مدنیہ ہر کثیر کے ذات واحد میں تواضعانی موجود ہے۔ مثال کے
 طور پر ایک مکان دوسرے مکان سے اونچا ہے۔ اگرچہ بذاتہ دونوں کو فلوذکانی حاصل ہے لیکن پہلے مکان کا
 دوسرے کی بر نسبت زیادہ بلند ہونا اس کی تواضعانی پر دلیل ہے۔ ایک ہی دوسرے نی سے افضل ہے۔
 اگرچہ دونوں کو فلوذکانت بذاتہ حاصل ہے لیکن پہلے ہی کا دوسرے نی کی بر نسبت افضل ہونا اس کے فلوذ
 اعلائی پر قیاس ہے۔

اور اسی سلسلے میں ظہور کی شان میں ہم کہتے ہیں کہ وہ وہ نہیں ہے اور تو تو نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ قسم
 موجودات کی صورت پر ذات واحد کا ظہور ہے مثال کے طور پر اجتہاد نہیں ہے اور بے سبب نہیں ہے بلکہ اعلیٰ اسباب کی
 وحدت پر ایک سیاحی کا ظہور ہے۔ بوسعید شریف جو حق تعالیٰ کے مظاہر ہیں سے ایک ظہور ہیں اور اس کی زبانوں
 میں سے ایک زبان ہے کہ تعین اللہ تعالیٰ نہیں پہچانا جاتا ہوا ہے اس حقیقت کے کہ وہ ذات
 ہوتے انفراد ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا کلام (هُوَ الْوَاقِعُ وَالْمُفْرَدُ وَالْبَاطِنُ) ثابت ہے۔ اَوَّلُ آدَمِ

کی منہ سجد اور ظاہر باطن کی وحدت ہے۔ سب سے اعلیٰ شے اشارت فرمادیا ہے کہ وہ ذات ہائے جامعہ ہے اس میں خود
 انداویں ہیں۔ میری ساقول پر ظاہر باطن پر کو قوت نہیں بلکہ حق اور خلق جہاں اور جہاں اس میں سب اس
 ذات میں جمع ہیں۔ جامع الانداس سے مراد تین انداویں ہیں کہ یہ اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ
 ذاکموا اللہ ہے اور اس کے ہوا کوئی حریف نہیں۔ یہی حق تعالیٰ علیٰ بطون میں ہو کہ ظاہر ہے اس کا بھی عروج
 اور حال نہیں ہے۔ کچھ باطن ہے اس کا بھی نہیں ہے۔ علم یا انسان کا ظاہر اللہ تعالیٰ کا لفظ ہے۔ علم یا انسان کا
 باطن اللہ تعالیٰ کا باطن ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر شے کی صورت ہی مستحالی ہے اور ہر شے کا معنی ہی متعلق ہے۔ اور
 اس کے کوئی چیز نہیں جس کو مختلف اپنا فیروہیہ انداز ہی اس کے ہوا کوئی چیز ہے جس سے کہ باطن میں ہے
 جس متعلق نہ ہو جس چیز سے ہی کیے جاتے۔ اور باطن ہی اپنی ذات کی سے ہے۔ اور سب سے ختمی کا ایک ہی
 ہے کہ ذات کے ہوا احوال اس کے ہوا ہیں۔ ہر وقت ہم فی ہر وقت ہے میں ہوں۔ ہم باطن کتاب سے ہی نہیں
 ہوں اور ہوتے۔ ہم باطن کہ ہے میں کہ ہم ظاہر کہ ہے میں نہیں ہوں۔ اور یہ حکم کہ انداویں ہے ہر
 حکم واحد ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان کا ظاہر اللہ کا ظاہر ہے۔ اور انسان کا باطن اللہ کا باطن ہے۔ انسان کا باطن
 اس کی صورت اور عید ہے۔ اور انسان کا باطن اس کی کسب ہے۔ اور عید اور ہے۔ اور ہے حالانکہ حکم انسان
 واحد ہے۔ ہر عید اور انسان میں ہیں۔ نیز اس میں ہے اشارہ ہے کہ انداویں سے ہر شے مناسب
 اپنے سے نہ متقابل مخلوق ہو جاتی ہے۔ انسان کے جسم کی پیدائش کی ہوائے اور شہرہ میں کہ باطن ہی نہ سے تو
 روح کا ہوا خشک ہو جاتا کہ اور جسم کا ہر وقت ناز و نرس ہو جاتا کہ۔ صفات حیوانیت۔ لایب آجائی کی اور صفات
 روح خشک ہو جاتی کہ۔ ہر شے روح کی پرورش کی جاتی ہے کہ تو فریخ روح دینے دیکھ کہ تھوڑا سا
 ہے لیکن صفات روح صفات بشریت پر غالب آجاتی ہیں۔ یہ ہی حکم کہ مختلف صفات کہ ہے نیز اس میں ایک
 اور ہر شے ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان پر رحم ظاہر ہے بھی کرتا ہے تو اس کے دل سے جو خوب
 ہر جاتے ہیں اللہ کوئی چیز اس پر باطن یعنی پوشیدہ نہیں رہتی۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی انسان پر رحم باطن سے
 نکل کر ہے تو معرفت و اسرار اکیہ میں سے کوئی چیز اس پر ظاہر نہیں ہوتی۔

نیز میں مزید کہ ہم اندر سب دو ذرات ایک ذات کی صفات ہیں جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ میری نسبت کے ان کتابوں سے دیکھ کر تائب ہو ان کے ٹھوس سے ان کے ساتھ
 باتیں ہیں۔ میں نے اس میں غسانی پر ان کو گرفت نہ ہوگی۔ یہیں ان کے ٹھوس بات کو سننے سے ہی ہیں اور اپنی

سے ہے وہی خود پر ہوتا ہے حضرت اسحاق علیہ السلام نے فرمایا (قَالَ يَا بَتِ اَنْتَ مَا تُوَمِّرُنِي) اسے باپ
کو ڈال جو تو کو کھم ہوتا ہے۔ وہ حقیقت میں اپنے باپ کا عین ہوتا ہے پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں
ہو اسنے اپنی ذات کے کسی کو ذبح کر سنا نہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک عظیم قربانی کے
برائے چھڑایا۔ خواب میں ہر انسان کی محنت میں ظاہر ہوا حقیقت میں نہ ہو کرے کی محنت پر ظاہر ہوا۔ چونکہ انسان
مجموعہ کائنات سے ہے لہذا ہر انسان ہی کا ایک جزو ہے۔ اسلئے ہرے کی قربانی کو ذبح عظیم کیساتھ یاد کیا گیا ہے۔
اس میں اشارہ یہ ہے کہ جب ہرے کو ہر انسان کا جزو ہے تو عظیم کے ساتھ لکھا گیا ہے تو حضرت انسان کی
محنت کو کن تپاس کر سکتا ہے ہذا ارشاد ہوا اَلْاِنْسَانُ سِرْدِيٌّ وَاَنَا سِرْدُكَ۔ ظاہر میں جو ہرے کی محنت میں ظاہر ہوا
ظہر میں وہ فرزند کی محنت میں ظاہر ہوا۔ والد حکم اور مرتبہ میں والد ہے لیکن حقیقت میں باپ کا عین ہے۔ مراد
یہ ہے کہ ہر انسان کی حقیقت واحد ہے اور وہ ذات و محمود باری تعالیٰ ہے۔ ہر انسان کا کمال خست ہے کیونکہ
ہر انسان کی محنت ہر ذات راہیہ نے ایک نئی شان سے کی ہے (قُلْ اَعْبُدُوا مَا فِي شَاٰنِ)۔
(وَالْخَلْقَ مِنْ قَبْلِهَا) اور متعالیٰ نے آدم کی ذات سے ن کی زوجہ کو پیدا کیا۔ پس آدم علیہ السلام نے اپنی
ذات کے ساتھ ہی نکاح کیا ہے۔ اور آدم ہی سے آپ کی زوجہاں آپ کا فرزند پیدا ہوئے اور حقیقت آدم
نما اور وہ کا ایک ہی نگہ ہے یعنی ان دونوں پر حقیقت واحد کا نظر ہے جیسا کہ بعد واحد کا ظہر اعداد میں ہے۔
چند کا مجموعہ اور تمام ساتھ ہندسہ اکائی کے ہے۔ دو میں سے ایک نکال کر دو درجہ رہ جائیگا۔ اسی طرح کسی اور
میں سے ایک نکال کر وہ عدد ختم ہو جائیگا۔ مراد یہ ہے کہ ہر انسان کو ہر شے کی حقیقت متعلق ہے۔ پس سمجھنا اس
حرکت کے کہ ان موجودات کی طبیعت یعنی حقیقت کیا چیز ہے اور جو کچھ اس حقیقت سے ظاہر ہوا وہ کیا چیز ہے۔
مثلاً یہ ہے کہ جو موجودات کی حقیقت دیکھو باری تعالیٰ ہے اور اسی وجود سے جو موجودات نمودار آئے ہیں۔
مثال کے طور پر جو الفاظ و کلمات کی حقیقت سیا ہی ہے اور سیا ہی ہی الفاظ و کلمات کی صورت پناہ ہے نیز ہم نے
یہ بھی لکھا کہ وہ حقیقت اپنے مظاہر میں ظاہر ہونے کے باعث ناقص ہو گئی ہو یا عدم نمود کے باعث اس
حقیقت کا کمال زیادہ ہو گیا ہو۔ اور جو چیز حقیقت سے ظاہر ہوئی ہے وہ حقیقت کا غیر نہیں ہے مثلاً حروف و حروف
سیاہی کو غیر نہیں ہیں۔ لیکن وہ حقیقت اپنے مظاہر کی وجہ سے اسلوب نمود میں نہیں ہیں۔ مثال کے طور
پر حروف ابجد وغیرہ سب سیا ہی کے مظاہر ہیں لیکن سیا ہی کسی خاص ایک رنگ کا نہیں ہے بلکہ
اگر سیا ہی کو کسی خاص رنگ حقیقت میں تصور کیا جائے تو یہ غریب ہے۔ تو ہر تعدادی اور حقیقت کو عینی علیہ السلام کے تجزیے

میں صبر کرنے کی وجہ سے کافر ہوئے (قَوْلِهِ تَعَالَى) (لَقَدْ حَكَّمْنَا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ)۔ ہذا کوئی حرف یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ سیاہی میرا عین ہے۔ پس وہ حقیقت چو کہ کسی خاص ایک ظہر میں صبر اور قیہ نہیں کر سکتی لہذا وہ اپنے مظاہر کا عین نہیں ہے۔ نیز صوفیوں کا یہ کہ سب کی صورتیں اور ہر چیز حقیقت ہے۔ اگرچہ یہ حروف سیاہی ہی کے مظاہر ہیں لیکن سیاہی کسی حرف کی بھی عین نہیں کیونکہ اگر کسی خاص ایک حرف کی عین ظہر ہے تو دوسرے حروف کی غیر ظہر ہے گی۔ مثال کے طور پر اگرچہ ظہر اشلا کی حقیقت حق تعالیٰ ہے لیکن اگر ایک چیز سرد خشک ہے اور ایک گرم خشک ہے تو وہ حقیقت کہیں کی عین نہیں ہے۔ اگر ایک کی عین ظہر ہے تو دوسرے کی غیر ظہر ہے گی۔ نیز ایک چیز سرد خشک ہے اور ایک چیز گرم خشک ہے۔ اب جوست ان دونوں میں مشترک ہے۔ ایسے ہی وہ حقیقت ہر شے میں مشترک ہے۔ اگرچہ وہ مظاہر ایک دوسرے کے متضاد معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت واحدہ سب میں ملتی ہے۔ اب سرد خشک اور گرم خشک میں جوست مشترک ہے اور اگر ان دونوں میں جوست کا اشتراک نہ ہوتا تو دونوں ایک دوسرے کے غیر ظہر ہوتے۔ ایسے ہی موجودات عالم میں اگر حقیقت واحدہ مشترک نہ ہوتی تو ہر موجودات ایک دوسرے کے غیر ظہر ہوتے۔ اب سرد خشک اور گرم خشک ایک ہی حقیقت کی دو متضادہ صفات ہیں۔ جیسے ہدایت اور ضلال ایک ہی ذات کی دو متضادہ صفات ہیں۔ ہدایت صفت جمال ہے اور ضلال صفت جہال ہے۔ پس سرد خشک اور گرم خشک ایک ہی حقیقت کے دو ہیں۔ نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کے عین ہیں۔

اور عالم طبیعت یعنی عالم متعلق ممکنات میں ذات و مراتب واحدہ میں مختلف نمودیں ہیں۔ بسبب ذات حق سے مرتبہ احدیت یعنی معرفت ذاتی کے مقام سے تنزل فرما کر مرتبہ وحدت اور وحدیت میں اپنی ذات اور صفات کا اور اک کیا تو اپنی ہی ذات میں اپنی صفات اور اپنی صفات کے مظاہر کا اور اک علی نمودوں میں کیا۔ یعنی ذات حق نے اپنے علم میں متعلق ممکنات کو علی صورت میں جانا۔ مراتب واحدہ سے مراد علم حق ہے اور متعلق ممکنات کا نام علم الہی میں نمود علیہ یا اعیان ثابتہ ہے۔ نہیں بلکہ عالم حقیقت صورت واحدہ کا مختلف مراحلیں ظہر ہے۔ مراد یہ ہے کہ ذات حق کی صفات غیر متناہی ہیں اور ایک ہی ذات کے مظاہر لامتناہی ہیں کیونکہ ہر صفت کیلئے ایک خاص ظہر ہوا جیسے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صورت واحدہ ہے اور وہ صورت جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک ہے (وَمَا الْقَوْمَانِ ذِي الْقُرْبَىٰ)۔ دیگر صورتیں ایک کی صورت پاک سے پیدا ہوئی ہیں (وَمَا الْقَوْمَانِ ذِي الْقُرْبَىٰ)۔

کا نام ہم حیثیت میں سمجھتے ہیں۔ صورت ہے۔ خواجہ ہیں ان کا نام موجودات ہے اور عالم ذات میں ان کا نام حیوانات ہے۔
 چنانچہ حضرت اقبیہ کو ان میں سے ایک ہے۔ اور ان میں سے ایک نام اس اعتبار اور ایک خاص منظر کا قیاس
 کرتی ہے۔ البتہ غرض میں مختلف مریا کا تصور ہو اور چھوٹا حیثیت واحد ہے۔

تجلی تیری ذات کا سو ہو ہے ۔ ہر مرد و یکتا ہوں اور تو ہی تُو ہے

بنا یہ میرے کا مقام ہے۔ اس نظر میں مقل اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ غرض کہ عالم کو نور حق جانتا ہے اور جہاں
 عالم کو غلوں جانتا ہے۔ یہ حقیقت کی ذات کو عالم کا فیہ جانتا ہے۔ جب تک کسی شخص کے دیدہ دل سے عشق الہی
 سے یا نفس الہی سے پروا و ہم غیریت عشق نہ ہو جائے تب تک کسی شخص کو یہ دیدہ نصیب نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلہ
 کو امت موجود کہتے ہیں۔ یعنی عارفین ہند کے نزدیک جیسے عالم میں وجود واحد کا تصور ہے۔ عالم سے مراد عالم
 ذات عالم اور عالم حق ہے۔ جو شخص عالم اور ذات ہے اور ان احوالات کو چھوڑ کر نہیں ہو گا۔ اس حقیقت
 پر ایک نظر مختلف استعدادات یا عین ثابتہ کے باعث ہوا۔ ذات حق سے جڑے ہر عین اور ہر شخص کی استعداد
 کے مطابق ہی فرما ہے۔ عین عالم میں ہر موجود کا تصور اس کے عین وجود یعنی عین ثابتہ کے حکم وراثت کے مطابق
 ہوتا ہے۔ وہ ذات چنانکہ توحید پسند ہے اس کی تعلیمات غیر کرتا ہے اور خود قول کا عین ثابتہ ہے۔ بتقداری
 یعنی لامتناہی عدوت کیساتھ اپنے ہمتا ہی علی مغاہر پر کل فرماتا ہے اور اس کو نہیں اقدس کہتے ہیں۔ پھر ان عین
 مغاہر یعنی ایمان ثابتہ کے حکم کے مطابق ان عین مغاہر کے عین نور یعنی مغاہر پر کل فرماتا ہے۔ اور اس کو
 یعنی مقرر کہتے ہیں۔ اسلئے کہ یہ اقوال صادق آتے ہیں شعر ہے

(۱) تم اعتبار کہ ذکر مرتبہ عین یعنی خود غرضی میں حق حق ہے اور مرتبہ عالم یعنی خود غرضی میں حق حق نہیں ہے بلکہ تم اس
 امر کو ذہن نشین کرو۔ اور مرتبہ اطلاق میں اس ذات کا نام حق ہے اور مرتبہ تعقید میں اس کا نام غلط ہے۔ مرتبہ احدیت
 ذاتی ہر اوقات ذاتی کا مقام ہے۔ ہر تمام اخلاعات سے منزہ مقدس اور مبرا ہے۔ اور ہر مرتبہ وحدت عین خود سلسلہ
 ابدال ہے۔ تم ہر مرتبہ وحدت عین خود ہی تفصیل ہے۔ یہ تینوں مراتب حق ہیں۔ عالم ارواح، عالم مثال اور عالم
 ہر تینوں مراتب حق ہیں۔

اور اس سے اس چیز کو جان لیا ہو کہ اس کی بعیدت کسی غریب نہ ہوگی۔ لیکن اس کا ذکر
 ہی پر مکتبہ ہے جس کو دیدہ دل نصیب ہے۔

(۲) حقیقت میں ہر تمام فرق یعنی وحدت اور کثرت دونوں ایک ہی ذات کے مقام ہیں۔ ذات الہی کی مثال بیچ

کی سی ہے جس میں سادہ درخت یا ٹوڑے ہو جود تھا ہے۔ گویا درخت کا علمی دُور پہلے ہی بیج میں ہو جود ہے۔ بیج سے درخت ظاہر ہوتا ہے تو درخت کی شاخیں پتے پھل وغیرہ کی کثرت بیشمار ہوتی ہے۔ اب غور کا شوق ہے کہ درخت کھل سے آیا۔ درخت کا وقت و محل و ہم سے پیدا نہیں ہوا بلکہ درخت کا دُور بیج سے ظاہر ہوا۔ مقام جمع ہے اور درخت مقام فرق ہے۔ پس ثابت ہوا کہ درخت کی حیثیت پر بیج ہی کا ٹھکانہ ہے یعنی اس شجرہ الکلون کی صورت ذات الہی کا ظہور ہے۔ بیج سے سب سے پہلے جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ انگور ہے جس کی آیت (الف) کی ہوتی ہے۔ انگور سے مراد نور محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلم لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورًا اور اَنَّا مِنْ نُورِهِ اللّٰہِ اب نور کا مقام یہ ہے کہ جب بیج سے انگور ظاہر ہو جاتا ہے کیا بیج کا دُور باقی رہتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ بسا اوقات بیج کا خالی پھیکا انگور کے اوپر لٹکا چلا آتا ہے جو زبانِ حل سے شہادت دیتا ہے کہ اُسے بیج کے عاشقوں میں تو اب خالی پھیکا ہی پھیکا بُوں یعنی میرا تو اب نام ہی نام ہے بیج یعنی مغز ہے۔ اب انگور کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اب جو شخص انگور سے ٹیڑھ بیج کے دُور کا قاری ہے وہ جال ہے۔ انگور زبانِ حل سے پکار کر فرار ہا ہے مَن ذَا اِنِّ فَقَدْ دَاخِلُ الْعَقْرِ۔ اب انگور پودا پودا درخت تیار ہو گیا۔ اب درخت کہاں سے آیا؟ انگور سے اور انگور کہاں سے آیا بیج سے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی اَنَّا مِنْ نُورِ اللّٰهِ وَالْفَخْلُیُّ مَن لَّہُمْ مِنْ نُورِیْ یکے مطابق آیا۔ اب درخت کو پاس بیج کا نور ہو چکا ہے۔ اگر کوئی کوئی بات بھی یہ بات ہے کہ درخت بیج ہی کا ٹھکانہ ہے۔ جس کا ثانی: وہی ذات الہیہ کثیر ہے اور باقی نہیں۔ یہی کوئی شے اور نہ ہی جھڑی اُس نے کوئی شے۔ فرما یہ ہے کہ عالم کی ہر شے کثرت اُس ذات واحد کا ظہور ہے یعنی حقیقت کے لحاظ سے واحد ہے اور صورتوں کے لحاظ سے کثیر ہے۔

پس غالی مرتبہ بذاتہ وہ شخص ہے جسکو ایسا کمال حاصل ہو کہ اُس کی کائنات کے باعث اُس کی جمیع امور و کثیر اور جمیع نسب عدمیہ میں استغراق حاصل ہو۔ اور استغراق اس قدر ممکن ہو کہ صفات میں سے کوئی صفت بھی اُس سے فوت ہونا ممکن نہ ہو خواہ وہ صفات محدود ہیں غریب و غفل و شر و باغ و مذکورہ ہیں غریب و غفل و شر و باغ اور یہ کمال کسی کو حاصل نہیں ہے مگر اُس ذات کو جس کو ہم محمدی نور پر اللہ رکھ گیا ہے۔ اُس نور و دُور سے فراموشی و اتساق غفلتی ہے اور وہ مرتب عالم ارواح و عالم اہل علم ہیں اور جمیع نسب عدمیہ سے فرادہ ہے۔ مراتب ہیں جو بمانہ ظہور عدم ہیں اور بمانہ ہون علم میں موجود ہیں اور نہ مراتب اہل بیت و عدت اور واسطیت ہیں۔ یہ تینوں مراتب حق ہیں۔ پس کمال اُس درمیان وہ شخص ہے جو عالم اہل علم سے ترقی کرے اور

اہمیت تک پہنچی ہو گئی اور تمام صفات اہمیت سے مستند اور معروف ہو جائے جتنا کہ ان کی تعریف
 تخلیق اور خلاق الہیہ صفات اہمیت پہنچی ہو گئی ہیں۔ ہر ایک کا ال بھال اور جلال دونوں کو منہ
 ہے۔ حقیقت یہ کہ اس ذات کو حاصل ہے ہر ایک اہمیت سے بذات کا اہمیت ہے جو ہر ایک اہمیت سے
 جامع ہے۔ جس کو ذاتی اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ صفات میں سے اہم اللہ کا اطلاق صرف اور صرف جناب
 محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرآت تائید اور بقی اہمیت
 بتا کر ذاتی جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔
 اللہ تعالیٰ نے اس ذات کا جس کا اہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے خاص کر وہ چیز ہے کہ وہ ذات الہی کیسے کوئی
 منہ ہے یا ذات الہی کیسے کوئی صفت ہے۔ اگرچہ جو عوام میں ہوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز موجود نہیں
 لیکن مرکاہ و دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کیسے منہ اہم میں۔ یہ ایک انبیاء و اولیاء میں اللہ تعالیٰ
 کی صفت کا وہ گواہان کی راستہ صفت کے مطابق ہے اور باقی انسان اللہ تعالیٰ کی صفت میں ہیں۔ جو اس سے
 مراد انبیاء و اولیاء ہے اور صفت سے مراد عام انسان ہے۔ اگرچہ انبیاء و اولیاء سب اللہ تعالیٰ کے مظاہر
 اور محض ہیں لیکن ان سب کو ایک اور صفت پر غصیت حاصل ہے۔ جس میں اور انبیاء کی باہمی غصیت کا مدار
 ان کی وصیت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے انہی اہمیت سے مراد انہی صفات سے مراد جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی اہمیت سے مراد انہی صفات سے مراد جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 یعنی اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادہ (انبیاء علیہم السلام و اولیاء رضی اللہ عنہم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ذاتی مرتبہ ہیں اور جو تھے ہیں۔ جس سے عام انسان اللہ تعالیٰ کی صفت میں ہیں کہ وہ ان کو عرفان الہی حاصل
 نہیں۔ کہ وہ غیر ایک عام انسان ہیں جو تو بھی وہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی کمال ہے کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات سے
 پیدا ہوا ہے۔ لیکن ہر انسان کے خلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ ہے اور انسان اللہ کا غیر بھی نہیں ہے۔ غرض
 ہے کہ اگرچہ انسان کی صفت پر اللہ تعالیٰ کا غور ہے لیکن اس ذات سے ہر انسان میں اس کی استعداد اور
 کیفیت کے مطابق تمیز فرمائی ہے۔ صفات کا وہ اہمیت کا پورا پورا علم صرف مرکاہ و دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ
 علیہ وسلم کے قلب پاک میں ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کیسے مرآت تائید اور بقی اہمیت آپ ہی ہیں۔ یہ ہی وجہ
 ہے کہ اہم اللہ کا اطلاق صرف آپ ہی پر صادق آتا ہے۔ باقی انسان کو یہ صفت تعالیٰ کیسے مرآت میں لیکن چونکہ
 جس سے آئینے میں ہر صفت پر نظر آتا ہے۔ اس لیے ہر صفت پر نظر آتا ہے۔

آئینہ میں نظر آتا ہے۔ اس پر آدمی کے سامنے اس کے قدم کے برابر آئینہ رکھا جائے تو گن گنہگار کی مانند ہو جائے گا۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرآت نامہ یعنی قلب مقوی و مطہر میں اللہ تعالیٰ کا عکس ہو کر نظر آتا ہے۔ پس علم فناء کی تحقیق ہو کر وہ وہی ہے جس میں اللہ عظمیٰ پاک سے علی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

اور تحقیق اہل القاصدین کسی نے اپنی کتاب میں انھیں میں اس امر کی طرف ذرا ذرا کیساتھ اشارہ کیا ہے کہ تحقیق ہر ایک اسم الہی جمیع اسماء الہیہ کیساتھ موصوم ہے اور جمیع صفات الہیہ کیساتھ موصوف ہے۔ ہر ایک اسم کی تحقیق ہر اسم ذات الہی پر بھی دراست کرتا ہے۔ اور اس معنی خاص پر بھی دراست کرتا ہے جس کیلئے وہ اسم وضع کیا گیا ہے۔ مثلاً ذات الہی چونکہ ایک صفاتی اسم ہے لہذا ذات الہی پر بھی دراست کرتا ہے اور اس معنی خاص پر دراست تمام کا صاحب پر بھی دراست کرتا ہے جس کیلئے یہ اسم وضع کیا گیا ہے۔ پس ہر اسم اس حیثیت سے کہ وہ ذات الہی پر دراست کرتا ہے جمیع اسماء الہیہ سے موصوم ہے اور باعتبار دراست کرنے اس معنی خاص پر جس نے وہ اسم وضع کیا ہے اسم اسم دوم سے اسم اول الہیہ سے متمیز اور مجرب ہے۔ جیسے رب و خالق و مستود و غیرہ۔ ہر اسم حیثیت ذات الہی میں معنی ذات ہے اور باعتبار اس معنی کے جس کیلئے وہ اسم وضع کیا گیا ہے اسم غیر معنی غیر ذات ہے۔ اس طرح ہر انسان باعتبار حقیقت میں شہ ہے لیکن اس اعتبار سے کہ ہر انسان میں ہوتا کامل الہیہ کا مظہر نہیں اسم اسم اول سے موصوم نہیں ہو سکتا۔

اور جب تو نے جان لیا کہ اصل نسبت جو ذات خود رکھتا ہو اور اس کو کُل کُل مکان و مکانات پرستی نہ ہو تو یہ خود ہر وقت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ کیونکہ اس کو کُل بنسبت و معنی ہے اس کا کُل کُل مکان اور کُل مکانات کا محتاج نہیں ہے۔ کُل مکانات و مہربان جو مت کیسے کہ فتنے سے جیسے کہ بادشاہ و حکام و وزراء و قاضی اور ہر صاحب منصب اور ہر پرستہ یکہ زن میں اس منصب کی حیثیت ہو یا نہ ہو۔ اور کُل سنانی جیسا کہ کالیں کو علم و معرفت الہی حاصل ہے۔ کُل کُل مکانات کے نہیں ہے کیونکہ بعض ذات یک شخص و گنہگار عالم تر ہوتا ہے اور اس پر وہ صاحب منصب کُل کرتا ہے جو لوگوں کو جابل تر ہوتا ہے۔ اور اس صاحب منصب کو کُل مکانات و منصب کے حاصل ہے اس کو کُل ذاتی حاصل نہیں ہے کیونکہ جب وہ منصب سے معزول ہوتا ہے اس کی معرفت کُل ہو جاتی ہے لیکن عالم کا کُل صفاتی کسی ذرا نہیں ہوتا۔

فَإِنْ حَكَمْتَ مُهَيَّئَةً فِي كَلِمَةِ إِبْرَاهِيمَ

بِمَا لَا بَلَّ تَعْنُ تَعْلَمُ عَلَيْنَا بِأَدْلَهِ فِيهِ وَلِذَلِكَ قَالَ (قِيلَ اللَّهُ الْعَجَبُ الْبَالِغَةُ) يَعْنِي عَلَى التَّحْقِيقِ بَيْنَ رَدِّ
 وَالْوَبَاقِ بِمَا فَعَلْتَ بِمَا كَذَا كَذَا لَا يُؤَافِقُ غَيْرَ أَصْلِهِمْ فَيَحْتَسِبُ لَهُمْ عَنْ سَائِرِ الْأُمُورِ
 الَّتِي كَشَفَهُ الْعَارِفُونَ عَنَّا فَيَرَوْنَ أَنَّ الْحَقَّ مَا فَعَلَ بِهِمْ مَا أَدْعَوْا أَذَى فَعَلَهُ وَأَنَّ ذَلِكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ
 مَا تَسْتَعْرِضُ إِلَّا عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ فَتَنْدَحِجُ عَنْ حُجَّتِهِمْ وَتَبْقَى الْعَجَبَةُ لِلَّهِ الْبَالِغَةُ وَأَنَّ تَعْلَمَ مَا فَعَلَ ذَلِكَ
 (فَلَوْ شَاءَ لَعَدَّ حُكْمًا جَمْعِيًّا) قُلْنَا لَوْ حُكِمَ مَا أَمْتَنَ لَمْ يَلْمِزْ قَبْلَ مَا شَاءَ إِلَّا مَا هُوَ إِلَّا مُرُوعِيهِ وَلِذَلِكَ
 عَنِ السُّكْرَانِ قَائِلٍ لِلشَّيْءِ وَنَظِيرِهِ فِي حَلِّهِ كَذَلِكَ الْعَقْلُ وَأَيُّ الْعَالَمِينَ الْمُعْقُولِينَ وَقَدْ فَدَلَكَ السُّكْرَانِيُّ
 كَانَ عَلَيْهِ السُّكْرَانِيُّ فِي حَالِ شُبُوهٍ وَفِيهِ لَهَا كَمُوجِبَةٍ بَيِّنَةٍ تَعْلَمُ وَمَا كُلُّ مُمَكِّنٍ مِنَ الْعَالَمِ
 فَتَعْلَمُ اللَّهُ كَلَامَ لَيْسَ بِمَرْتَبَةٍ كَالَّذِي لَمْ يَكُنْ فِيهِ نَفْسُهُ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ فَيَنْهَوهُ الْعَالِمُ وَالْجَاهِلُ كَمَا شَاءَ وَمَا
 هَذَا بِهِمْ أَجْمَعِينَ وَلَا يَشَاءُ وَهَكَذَا إِنْ يُشَاءُ فَقَدْ يَشَاءُ هَذَا مَا لَا يَكُونُ فَمَشِيتُهُ أَحَدِيَّةُ الْعَقْلِ
 وَهِيَ تَشْبِيهُ تَابِعَةٍ لِلْعِلْمِ وَالْعِلْمُ نَسْبَةٌ تَابِعَةٌ لِلْمَعْلُومِ وَالْمَعْلُومُ أَنْتَ وَأَحْوَالُكَ فَتَسِيءُ لِلْعِلْمِ أَكْثَرُ
 فِي الْمَعْلُومِ بَلَّ الْمَعْلُومِ أَكْثَرُ فِي الْعِلْمِ فَيُعْطِيهِ مِنْ نَفْسِهِ مَا هُوَ عَلَيْهِ فِي عَيْنِهِ وَإِنَّمَا وَرَدَ الْخَبَرُ
 إِلَّا لَوْ بِحَسَبِ مَا تَوَاقَا عَلَيْهِ الْبَاطِلُونَ وَمَا أَمَّا طَائِفَةُ الْمُنْظَرِ الْعَقْلُ مَا لَمْ يَكُنْ الْعَيْنُ بَلَّ مَا يَحْتَسِبُ
 احْتَسَبَتْ وَبِذَلِكَ حُكْمُ الْمُؤَيَّنُونَ وَقُلْ الْعَارِفُونَ فَصَابُ الْكُشُوفِ (وَمَا مِنَّا إِلَّا لَكَ مَقَامٌ
 مَعْلُومٌ) وَهُوَ مَا كُنْتَ بِهِمْ فِي ثُبُوتِكَ تَهْتَمُّ بِهِ فِي وَجْهِكَ وَهَذَا إِنْ ثَبَتَ أَنَّ لَكَ دُجُودًا إِنْ
 ثَبَتَ أَنَّ الْوُجُودَ بِالْحَقِّ لَا لَكَ فَتَحْتَمِلُكَ بِمَا شِئْتَ فِي الْوُجُودِ الْحَقِّ وَإِنْ ثَبَتَ أَنَّكَ تَحْتَمِلُ
 فَالْعِلْمُ لَكَ بِمَا شِئْتَ وَإِنْ كَانَ الْعَاكِمُ الْحَقُّ فَتَسِيءُ لَهُ إِلَّا إِنْ أَفَانَتْ الْوُجُودُ عَلَيْكَ وَالْعِلْمُ لَكَ
 عَلَيْكَ فَلَا تَعْبُدُ إِلَّا نَفْسَكَ وَلَا تَدْعُ إِلَّا نَفْسَكَ وَمَا يَسِيءُ لِلْحَقِّ إِلَّا حَمْدُ إِفَانَةِ الْوُجُودِ لِأَنَّ
 ذَلِكَ لَكَ لَا لَكَ فَتَأْتِي غَدَاةُ الْأَحْكَامِ وَهُوَ غَدَاةُ أَعْمَالِكَ بِالْوُجُودِ فَتَقِيَنَّ عَلَيْهِ مَا تَقِيَنَّ عَلَيْكَ فَالْأَكْثَرُ
 مِنْهُ إِلَيْكَ وَمِنْكَ إِيَّاهُ فَيُرَافِقُكَ تَعْنِي مَعْنَى مَا سَكَدَتْكَ إِلَّا بِمَا طَلَبْتَ لَكَ حَقَرْتُمْ بِمَا لَكَ
 بِمَا أَنْتَ عَلَيْهِ وَلَا يَسِيءُ مَعْنَى مَا سَكَدَتْكَ لَكَ حَقَرْتُمْ بِمَا لَكَ

فَيَحْسَدُ فِي وَأَحْمَدُ ۝ وَيَحْسَدُ فِي وَأَحْمَدُ ۝
 نَعْنِي حَالِ أَقْسَمٍ بِهِ ۝ وَفِي الْأَعْيَانِ أَحْبَبَهُ ۝
 فَيَحْسَدُ فِي وَأَحْمَدُ ۝ وَأَحْبَبَهُ وَأَحْمَدُ ۝

دائرة الله

اَشْرَقَ

تَوَسَّلَ

تَوْحِيدِيَّة

صفات فاعله وجوبية مظاهر الله

حققت مستند جارية الربوبية والإنسانية

صفات قائله امكانية مظاهر الله

تَجَوُّدِيَّة

اَضْمَرَ

اَضْمَرَ

خط و مطالبی سے دائرہ کو دو قوسوں میں تقسیم کر دیا ہے تو اس اعلیٰ یا تو اس ربوبیت اور تو اس محمدیت
 مراد یہ ہے کہ ربوبیت اور محمدیت ایک ہی ذات کی دو نشانیں ہیں اور دونوں کے تمام اہم نکات الٰہی
 عبد محمد ہے اور رب رب ہے لیکن اس سے دو وجود ثابت نہیں ہوتے بلکہ محمدیت اور ربوبیت ایک
 ہی ذات کی دو نشانیں ہیں۔ مرتبہ تائین میں اس ذات کا نام رب ہے اور مرتبہ تیس میں اس ذات کا نام عبد
 ہے۔ مرتبہ اطلاق میں اس ذات کا نام رب ہے اور مرتبہ تفسیر میں اس ذات کا نام عبد ہے۔ لیکن کیا تو نہیں
 دیکھتا کہ حق خلق صفات کے ساتھ حتیٰ کہ صفات ناقصہ اور ناموجودہ کیساتفہ میں ظاہر ہوتا ہے اور اس لئے خود
 اس امر کی قرآن مجید میں صراحت فرمائی ہے۔ جب رب تمہارا ہے تو صفات عبودیت سے محروم
 ہو جاتا ہے (إِنَّ الْوَحْدَ لِلَّهِ دَعْوَاهُ أَوْ مَعْكُودًا وَمَعْكُودًا لِلَّهِ وَاللَّهُ خَيْرٌ مَّا لَكُمْ
 اَللّٰہ اسی طرح کیا کہ نہیں دیکھتا کہ خالق کبہ حتیٰ محضت کیساتفہ ظاہر ہوتی ہے اور تمام حتیٰ صفات خلق کیساتفہ
 ثابت ہیں جیسے تمام خلق صفات حتیٰ کیساتفہ ثابت ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جب عبد ہوتی کرتا ہے تو صفات
 ربوبیت سے مشرف ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نازل ہوا ہے (إِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ
 بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلَقُ لَكُمْ مِثْلَ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ حَيًّا بِإِذْنِ اللَّهِ
 أُبْرِئُ الْأَعْمَىٰ وَالْأَبْرَصَ وَأُتِي الْأَنْفُ بِالْإِذْنِ وَاللَّهُ وَابِتُّ كَمَا تَكُونُونَ وَتَدْعُونَ فِي أَيُّومِكُمْ

فَإِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ ذَلِيلٍ (۱۰۶)

(الْحَسْبُ لِلَّهِ) سب تعریف واسطے اللہ تعالیٰ کے ثابت ہے۔ جس ہر عباد اور مخلوق کی ثنا کا انجھام اللہ تعالیٰ کی طرف رہتا ہے (وَأَلَيْهِ يُرْجَعُ الْأُمُورُ كُلُّهَا) اور تمام امور اسی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ تمام امور میں اللہ ہی شامل ہے اور ہم بھی شامل ہے اور ہر شے یا مخلوق ہوتی ہے یا مخلوق ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ ثابہ لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف صرف حمد ہی منسوب ہے نہ مذمت۔ نیز اس کے آئید کرید (وَأَلَيْهِ يُرْجَعُ الْأُمُورُ كُلُّهَا) میں وضاحت فرمادی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام صفات خلقی کیساتھ موصوف ہے خواہ وہ صفات محمود ہوں یا مذموم۔

اسے طالب جان لے کہ تحقیق ایک شے دوسری شے میں داخل نہیں ہو سکتی جب تک شے اول شے ثانی میں محمول نہ ہو یعنی شے ثانی اس کی حامل ہوگی۔ پس متخیل ہو کہ اسم فاعل ہے متخیل ہو کہ اسم مفعول ہو۔ پس اگر اسم مستور ہے ہذا اسم مفعول ظاہر ہے اور اسم فاعل اس میں باطن اور مستور ہے۔ نیز باطن ظاہر کہنے لگا ہے جیسا کہ پانی جب موصوف یعنی اُن میں داخل ہوتا ہے تو اُن اس کے سبب بڑھتی ہے اور ویسا ہو جاتی ہے۔ لہذا وہ ہے کہ ہر شے کا قیام ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہے کسی شے کا اپنا ذاتی مستقل وجود نہیں ہے بلکہ ہر وجود کا وہ وجود ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہے جیسے مخلوق کا وجود ساتھ سیاحی کے ہے۔ لہذا وہ ہے کہ وہ وجود ساتھ مومن کے ہے اور کفر کے ساتھ کفری کے ہے۔ لہذا وہ ہے کہ وہ وجود ساتھ حق کے ہے۔ اس صورت میں خلق حق کے جمیع اسما و صفات ہوگی یعنی حق کی صبح و بصر بلکہ جمیع نسبتیں و ادراکات خلق ہوگی۔ اس مرتبہ کا نام قریب فرائض ہے یعنی بندہ بالحق تمام موجودات کے شکر سے خلق کو اپنے آپ کے شکر سے ہی فنا ہو جائے اس حد تک کہ اس کی نظر میں سوائے وجود حق سبحانہ و تعالیٰ کے اور کچھ باقی نہ رہے۔ بندہ کے شکر فانی میں فنا ہونے کے یہی معنی ہیں۔ یہ فانی الذات کا مقام ہے۔ اس میں آیت بندہ اور فاعل حق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے (وَمَا تَرْجُو مِنْهُ أَنْ يُلَاحِظَ إِلَهُكَ) یا حدیث شریف میں وارد ہے (إِنَّ اللَّهَ يَخْلُقُ عَلَى سَائِرِ الْأَشْيَاءِ) اور اگر خلق ظاہر ہو تو حق اس میں مستور اور باطن ہوگا۔ پس متخیل خلق کی صبح و بصر و ادراکات کہ اس کے جمیع قوتیں ہوگا جیسا کہ حدیث صبح میں وارد ہوا ہے یہ قریب فرائض کا مرتبہ ہے۔ اور فانی صفات کا مقام ہے۔ اس مرتبہ میں صفات بشری کا ذوال اللہ تعالیٰ کی صفات کا لہجہ ہوتا ہے۔ اس طرح کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرے اور مائے اور تمام جسم سے سنے اور دیکھے نہ کہ صرف

کان اور آنکھوں سے اور اسی طرح تمام صفات ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں بندے کی صفات کے فنا ہونے کا یہی معنی ہے اور یہ نوافل کا ثمرہ ہے۔ اس مرتبہ میں غافل بندہ اور آلت زب سے بغیر اگر حدیث شریف میں وارد ہو اور مَا يَنْزِلُ مِنْ عِنْدِي يَكُنْ رُبًّا زَالِيًّا بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ مَعَهُ الْوَقْتُ يَسْمُومُهُ وَبَصَرُهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدُهُ الَّتِي يَطْلُبُ بِهَا وَجْهَهُ الَّتِي يَسْتَوِي بِهَا

پھر تحقیق اگر حقیقی کی ذات ان نسبتوں سے غاری ہوتی تو وہ معبود نہ ہو سکتی اور یہ وہ نسبتیں ہیں جو ہمارے اعیان نے ظاہر کیا ہیں ہم نے اُس ذات کو اپنی عبادت سے معبود گردانا۔ ذات حق مرتبہ عبادت میں تمام انصافوں سے منزہ اور معرا ہے۔ اس مرتبہ میں اسماء و صفات حق کا ظہور نہیں۔ سب ذات حق نے اپنے لائقین اور بطون سے تنزل فرما کر ظہور فرمایا تو اپنے ظہور یعنی اپنے اسماء و صفات کے ظہور کی خاطر اپنے علم قدیم میں اپنی ہی ذات سے خلق کی علی صورتیں یعنی غلی و جود پیدا کئے۔ پھر ان غلی و جودوں کے مکرر آثار کے مطابق یعنی خارجی و جود پیدا کئے۔ تو گویا اُس ذات کے اسماء و صفات کا ظہور جاری خود قول پر ہوا۔ یعنی ہمارے تعینات میں اُسی لائقین کا ظہور ہے۔ پس تعین کے لحاظ سے ہم غافل اور اپنی حقیقت کے ہوا سے ہم ہی معبود ہیں۔ معبود کے وجود کو ثابت کرنے کیلئے غافل کا ہونا لازمی ہے۔ پس وہ نہیں پہچانا جاتا ہے۔ جب تک ہم نہ پہچانے جاتے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی ذات کو پایا پس تحقیق اُس نے اپنے رب کو پایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلق میں سے سب سے زیادہ عارف باللہ ہیں۔ اور جو بعض حکماء اور امام البرہانہ وغیرہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ بغیر عالم میں نہ حرکت کرنے کے پہچانا جاتا ہے۔ محض غافل ہوں البتہ وہ ذات قدیم انہی بغیر عالم کے پہچانی جاتی ہے لیکن یہ بات کہ وہ ذات معبود ہے نہیں پہچانی جاتی جب تک کہ غافل نہ پہچانا جاوے پس عالم ہی اللہ تعالیٰ پر دلیل ہے۔ مراد یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور بغیر عالم کے نہیں ہو سکتا لہذا صفات حق کا عرفان بغیر خلق کے نہیں ہو سکتا۔ بس کئی عاشق رب سبح رب و صحبت کو تلاش کرے تو اُس سے واپس کا تو نہ خلق میں دیکھے گا۔ اسی طرح دیگر مجہد صفات رب کو بھی خلق میں دیکھتا۔ پس لائق معرفت کے دل میں سے نور کی شعاعیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ذات کا تجلی بغیر صورت کے ہے لیکن اس میں کئی سرور نہیں۔ جب وہ ذات کسی صورت پر یا اپنے شیخ کی صورت پر یا جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پر پاک پر تجلی ہو تو غالب کو محسوس اور عرفان حاصل ہو جائیگا۔ بی صورتی کے تجلی میں اُس ذات قدیم میں جس مرتبہ میں اسماء و صفات کا ظہور نہیں کا عرفان ہو جاتا ہے لیکن ذات کے اسماء و صفات کا عرفان بغیر مشاہدہ

کے نہیں ہو سکتا اور اس ذات کا جو فان کا حقد بغیر مشاہدہ جناب ٹیڑ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہو سکتا۔
 پھر بعد اس معرفت ثانی احوال کے یعنی معرفت حق ساتھ مشاہدہ عالم کے یہ امر تجھ پر منکشف ہو جائے گا کہ
 تحقیق حق تعالیٰ ذات خود اپنی ذات پر اور اپنی اُمر بیتی پر عین دلیل ہے کیونکہ عالم عین حق ہے اور حق عین عالم
 اسے علم حق پر دلیل سیاق حق پر دلیل ہے یا عالم علم پر دلیل ہے ایک ہی حوزہ ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ حروف میاں پر دلیل
 ہیں تو حروف عین سیاہی ہیں اور سیاہی عین حروف تو حروف سیاہی پر دلیل ہیں یا سیاہی سیاہی پر دلیل ہے
 ایک ہی بات ہے۔ مگر ادیر ہے کہ مالک کے ذہن سے یہ وہم دور کرنا ہے کہ عالم کا اپنا علیحدہ ذاتی مستقل وجود
 ہوا ہے اور خود حق تعالیٰ کے نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وجود سوائے عالم کے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ازل
 الازل میں اپنے معرفت ذاتی کے مقام سے تنزل فرما کر پہلے عالم کے عیان ثابہ کی صورتوں پر تجلی فرمایا۔ اس
 جس سے کائنات عالم کے حقائق کا بھی وجود علم کی صورت پر نمودار ہوا جس کی کو فیض اقدس کہتے ہیں۔ پھر فیض متکثر
 سے ان عیان ثابہ یا نموداریہ کے حقائق و احوال کے مطابق اللہ تعالیٰ ذی جلال و ابرار حضرت پذیر ہوتا ہے۔ اور
 علم کو عین نموداری وجود نصیب ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ تھا کہ عالم تجلی حق ہے لہذا عالم حق پر دلیل ہے یا حق حق پر دلیل
 ایک ہی بات ہے۔ اور یہ امر اس وقت ہم پر منکشف ہوتا ہے جب ہم کو یہ علم نصیب ہوتا ہے کہ تحقیق وہ ہمارا
 نمودار ہے۔ مگر ادیر ہے کہ جب مالک غالب کو اپنی حقیقت کا ہم نصیب ہو جاتا ہے کہ میری ہی حقیقت معبود ہے
 اور حق ہے تو اس پر اس راز کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ خود عالم کی حقیقت حق ہے کیونکہ ممکن ممکن ہیں کوئی فرق بیان
 پس ملک کو چاہیے کہ پہلے اپنی حقیقت کو پانے کی کوشش کرے۔ جب اپنے آپ کو یا لگا تو خود عالم کو یا ایک عالم
 تجلی حق ہے بلکہ حق ہے۔

سے صاحب! اس کشف کبریٰ یعنی معرفت الہی کے بعد تجھے ایک اور کشف نصیب ہوگی جس کو کشف
 مغربی کہا جاتا ہے۔ تیسری نظر علم الہی پر پڑے گی اور اس علم الہی میں تجھے ہم اہل عالم کی صورتیں علیحدہ علیحدہ نظر آئیں
 گی۔ علم الہی سے مراد مرتبہ و اہمیت میں خود عالم کے ممکنات کے حقائق و احوال و استعدادات کا تفصیلی علم ہے۔
 ممکنات کے حقائق کا نام نموداریہ یا عیان ثابہ ہے۔ جہاں ان کو مایات کہتے ہیں۔ ہر شے اور ہر انسان کے احوال
 ازل سے لیکر اب تک اس کے عین ثابہ کے مطابق عین اس کی استعداد کے مطابق ہم الہی ہیں مندرج ہیں۔ پس
 قدرت کاملہ جب یہ کشف نصیب دیتی ہے تو خود اہل عالم کی بھی صورتیں علم الہی ہیں دیکھنا ہے یعنی علم الہی
 عیان کی استعدادات کے مطابق ہر کچھ مندرج ہے سب کچھ پڑھنا ہے اور جانتا ہے اور ایک دوسرے کے

حالات کی تیز کرتا ہے۔ اس علم آہی میں ہر انسان کا یقین ثابتہ یا غلطی صورت موجود ہے۔ کسی شخص کے متعلق علم آہی یا اس کا یقین ثابتہ نہیں بدلا جاسکتا۔ اس کو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ یہ قصائے مبرم بدلی نہیں جاسکتی لیکن میرے انسان غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی وہ نرانی مجتہدیت ہے اور وہ نازک مقام ہے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ ہم قصائے مبرم بھی بدل دیتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الاسرار میں فرماتے ہیں:

وَقَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كُلُّ شَيْءٍ جَالٍ الْحَقِّ إِذَا دَخَلُوا إِلَى الْقَدَرِ مَا تَكُونُ إِلَّا أَنَا وَصَلْتُ إِلَيْهِ وَفِيهِ رُفُوفَةٌ نَأْوِلُجُهُ فِيهَا فَنَازَعْتُ أَهْلَ الدَّارِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ فِي الْحَقِّ وَالرَّجُلُ عَوَانَتْ إِذْ عَمِلَتْ بِهَا الْمَوَازِينُ

لَا يَتَنَبَّأُ نَحْنُ أَنْ نَحْضُرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَرَمَاتے تھے تمام مرد ان خدا جب تعارض قدر تک پہنچتے ہیں تو ٹوک جاتے ہیں۔ مگر جب ہیں وہاں پہنچتا ہوں تو میرے سے سٹے ایک درجہ کھول دیا جاتا ہے۔ پس میں اس میں داخل ہوتا ہوں اور حق کی تقدیروں سے حق کے ساتھ اور حق کے واسطے اور حق میں جھگڑا کرتا ہوں۔ پس مرد وہ ہے جو تقدیر سے جھگڑا کرے نہ وہ جو اس کے موافق ہو۔

اُوں شہی کہ کئی رد قصائے مبرم را بری ز خاطر ناشاد منت و علم را

سرکارِ دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں یہ مقام نازک کسی نبی یا من کو نصیب نہیں ہے۔ امر مرتب دلائل کتاب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتب ہیں دوہرا جنر جناب حضرت نبی محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہے۔

ہم عارفوں کے گروہ ہیں۔ سے بعض شخص انوار میں طاعت ایسے ہیں جن کی نظر علم آہی پر پڑتی ہے اور وہ خود عالم کے اعلیٰ ثابتہ کی صورتوں اور احوال کو دیکھتے ہیں اور اکثر ہم میں سے وہ عارف ہیں جن کی نظر علم آہی تک نہیں پہنچتی اور وہ اس کمال سے ناواقف ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے اُن ناواقفوں میں نہ گمراہ کرنے۔ پس ایسے عارف کو دو دشمنیں نصیب ہوتی ہیں۔ پہلی کشت سے وہ خلق کو یقین حق جانتا ہے اور دوسری کشت سے وہ خلق کو علم آہی میں دیکھتا ہے یعنی وہ دیکھتا ہے کہ خلق کے احوال و احکام اُن کے اعلان ثابتہ کا پر تو ہے۔ علم آہی میں ہر انسان کی استعداد کے مطابق جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ اس انسان کو یقین ثابتہ ہے۔ پس ان دو کشتوں کے ساتھ وہ جانتا ہے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ ہمارے لئے لکھا فرما دیا ہے وہ ہمارے اعلان ثابتہ کے مقتضای کے سبب ہے۔ نہیں بلکہ علم آہی میں ہم خود ہی اپنے اوپر حکم کر دیتے ہیں۔ کیونکہ عالم کو علم معلوم ہونے سے عطا کیا ہے۔ ہماری استعدادات نے زبان حال سے جو نازک امور حقیقی

نے مٹا کر دیا۔ اگر کسی نے زہر مانگا تو مٹا کر دیا۔ اگر تریاق مانگا تو مٹا کر دیا۔ اگر اسلام مانگا تو عطا
 کر دیا۔ اب ہر انتہی کی طرف سے تو عطا ہی عطا ہے۔ مانگنے والے ہم ہیں تو یا ہم خود ہی اپنی استعدادات
 کے مطابق اور ہر حکم کو رہے ہیں۔ اسی سے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا (فَذِلُّوا لِحُجَّتِ أَنْبَاءِ اللَّهِ) پس اللہ تعالیٰ
 کیسے ثبوت بالغیب یعنی ان مجرمین پر جو اللہ تعالیٰ کو روز حساب یہ کہیں گے کہ تو نے ہمارے ساتھ ایسا
 اور ایسا کیوں کیا اللہ تعالیٰ کیسے ثبوت بالغیب ہے ایسا سے مراد وہ امور جو ان کی اغراض کے موافق نہ تھے۔
 اللہ تعالیٰ ان کیسے پتلی بنی کر دے گا جن ان پر یہ ثبوت کھول دے گا۔ عارف دار دنیا میں یہی کشف
 سے اس راز کو پاتے ہیں۔ پس مجرمین دیکھ لیں گے کہ ان کا دعویٰ کہ یہ امور ناقص ہم پر اللہ تعالیٰ کی طرف
 سے ہیں غلط ہے اور جان لیں گے کہ سب کام انہیں سے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان پر مقدر کیا تھا وہ
 ان کی استعدادات کے مطابق ہی مقدر کیا تھا لہذا ان کی ثبوت باطل ہو جائیگی اور اللہ تعالیٰ کی ثبوت کا مدحق
 ثبوت ہوگی۔ اور اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول (فَذِلُّوا لِحُجَّتِ أَنْبَاءِ اللَّهِ) میں اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو
 البتہ تم سب کو ہدایت کرتا کہ کیا فائدہ ہے تو ہم کہیں گے کہ حرف کو (اگر) حرف امتناع واسطے امتناع کے
 ہے یعنی فَوَاشِلَہُ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا چاہا نہیں اور ایسا چاہا نہ تھا یہی کیونکہ
 اس کی ہدایت ہر انسان کے متعلق اس انسان کے عین ثابتہ کے حکم پر ہوگی۔ اور عقلی دلیل کے مطابق ایک ممکن
 اور شے جسے کسی ایک شے یا اس شے کی قطع کے قابل ہوگا اور جو ایک حکم ان دو عقلی حکموں میں سے واقع ہوگا وہی
 حکم اس ممکن کے عین ثابتہ کا تھا اور اس حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ اس انسان کو چاہیگا۔ مثال کے طور پر ایک
 انسان اپنے عین ثابتہ میں عجم ابھی میں یا کافر ہو سکتا ہے یا مسلمان ہو سکتا ہے۔ اگر اس پر کافر کا حکم جاری ہو
 چکا ہے تو رب تعالیٰ اس کیلئے اب اسلام نہیں چاہتا بلکہ نہیں چاہ سکتا۔ اور (فَذِلُّوا لِحُجَّتِ أَنْبَاءِ اللَّهِ) سے مراد
 کہ جتنے حکم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب پر یہ راز ظاہر کر دیتا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ثبوت بالغیب اور کاہل ہے
 عالم میں سے ہر ممکن اس واقع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کی آنکھ کھول دے تاکہ وہ اس حقیقت کا
 ادراک کر سکے۔ اس لئے عقل میں سے بعض عالم ہیں اور بعض جاہل ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا اور نہ ہی سب کو
 ہدایت کی اور نہ ہی اس امر کو چاہتا ہے اور آئندہ بھی نہ چاہے گا۔ اور ایسا ہی حال (رَأْنُ لِكُشَا) کا ہے۔ حق
 تعالیٰ کسی چیز کو کیا چاہے گا جو کسی ہونے والی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر حاجت محنت پر مبنی ہے۔ ہر شخص
 کے عین ثابتہ کیلئے وہ نہیں چاہتا تو اس کی استعداد اور قابلیت ہدایت کے لائق ہوگی اور ایسا اس کی استعداد

مخلات کے لائق ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کی مشیت کا تسبیح ان دو جہتوں میں سے ایک ہی کے ساتھ ہوگا۔ اگر اسکی
استعداد ہدایت کے قابل ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کیلئے ہدایت چاہتا ہے اور اگر اُس کی استعداد مخلات کے
قابل ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے مخلات ہی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت ایک نسبت ہے جو اُس کے علم
کے تابع ہے اور اُس کا علم ایک نسبت ہے جو معصوم کے تابع ہے اور اسے طالبِ اُلوادِ قیوم سے اولیٰ تھے
یعنی ثابتہ میں معلوم ہے۔ پس علم کا اثر معلوم میں نہیں ہے بلکہ معلوم کا اثر علم میں ہے۔ بلحاظِ معلوم متعالیٰ
کو اپنی ذات سے وہ حکم اور علم عطا کرتی ہے جس پر وہ معلوم اپنے عین ثابتہ میں ہے۔ نیز قرآن مجید میں کمال
احکام مخالفین کے فہم و نظر عقلی کے مطابق متعالیٰ نے نازل کئے ہیں۔ اہل کشت کے فہم کے مطابق غریب
الہی وارد نہیں ہوا کیونکہ نو مبین بہت ہیں اور غار فہم صاحب کشت کم ہیں۔ رب تعالیٰ نے خطابِ عام
مسلمانوں کی عقل کے مطابق کیا ہے۔ اب عام مسلمانوں کا یہ نہ کہ یہ ہی عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ جو چاہے کمال
ہے اسلئے اُن کی عقل کے مطابق فرمایا: ﴿فَلْيَاذْكُرْ أَنتَ وَهَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ کیونکہ اُن عام مسلمانوں کو یہ نہیں کہ
اُس کی مشیت اُس کے علم کے تابع ہے۔

(وَمَا مَنَّا إِلَّا أَنَّا شَاقُونَ) اور ہم میں سے ہر ایک کیلئے ایک خاص عین مقام ہے۔ اسے طالب
یہ وہ مقام ہے جس میں تو علم الہی میں ہمیشہ عین ثابتہ کے موجود تھے اور اسی معلوم مقام کیلئے تو اپنے رب کا
خارجی میں ظاہر ہوا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو احوال اور آثار قیوم کے متوالیہ علم الہی کو ملائے تھے اُن ہی حوال
اور آثار کے مطابق تیرا ظہور تیرے وجود خارجی میں ہوا ہے۔ اور یہ نہ کہ وہ تیرے ذاتی ہے۔ یہ امر ثابت
ہو کہ تحقیق تیرے واسطے وجود خارجی ہے۔ چونکہ ہر شے کی نمود پر متعالیٰ کا ظہور ہے جیسے ہر حرف کی صورت
پر سیاہی کا ظہور ہے اسلئے ہر شے کے وجود کی دو نسبتیں ہیں۔ ظاہر کی رُو سے ہر شے کا وجود پناہ ہے کیونکہ حقیقت
کی رُو سے ہر شے کا وجود اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔ مثال کے طور پر لکھنا وجود ہے ب کا اپنا وجود ہے لیکن
حقیقت کی رُو سے وہی سیاہی کا ایک وجود ہے اور ب بھی سیاہی کا ایک وجود ہے۔ اور اسے طالبِ الہی
ثابت ہو کہ یہ وجود خارجی متعالیٰ کا ہے تیرا نہیں ہے تو تیرا حکم ہے تمک۔ متعالیٰ کے وجود میں ہے یعنی تیرا
پناہ وہی وجود مستجاب ہے۔ یعنی جب طالبِ خدا پر یہ عقہہ کس جاتا ہے کہ یہ میرا وجود میرا نہیں ہے بلکہ اُس
کے نزدیک وہی پناہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر ثابت ہو کہ تحقیق تو موجود ہے تو ہے تمک۔ احکام کی نسبت قیوم
حرف ہوگی۔ اگرچہ یہ تحقیق اور فاعل تحقیقی متعالیٰ ہی ہے لیکن اذیت و وجود کی نسبت تو متعالیٰ کی طرف ہوگی

اور ہذا، ملام اور افعال اور صفات کی نسبت تیری طرف ہوگی۔ پس تو تعریف بھی اپنے نفس کی کر اور ذمت بھی اپنے نفس ہی کی کر۔ اگرچہ تیرے افعال کا خالق تعالیٰ ہے لیکن اعمال کا کاسب تو ہی ہے اسے نیکی اور بدی کی نسبت تیری ہی طرف کی جائیگی۔ مقتدر کی طرف تو معرفت اذنیہ و ہود کی نسبت کی جائیگی کیونکہ مقتدر و ہود کی نسبت کسی طرف سے نہ تیری طرف ہے۔ پس ان کا مری تو اس کی مذہب ہے اور وہ ہود میں وہ تیری مذہب ہے۔ نیز وہ مقتدر و ہود کے تحت مکتوب سے تیرے ہے اور تیرے یعنی تیری استعداد نے ازل میں جو کچھ مقتدر نے سے ملا کیا مقتدر نے اس کو تیری تفسیر کیا کیونکہ تو ہی ہے۔ پس تیری استعداد نے ہر عمل میں کئے مقتدر نے مل کر کیئے تو ہیں تو اپنے احوال و خودی کا سبب وہ تو ہے کہ اس نے نیک ہوا بد ہوا کرنے خود ہی سا ان احوال سے انکا ہر اپنے واسطے حکم کیا۔ پس ان کے کو تو پھر خود ہی حکم ہے۔ پس نیک و بد کا تو ہی ذمہ دار ہے۔ اس طرح سے ہر حق بہ خود ہی اپنی جہت کہ وہ جو ہدائی پر ذمت ہے اپنی ہی کرتا ہے۔ مگر وہ جو کہ مری خود ہی وجود مطلق کا ہستی تعالیٰ کی فیض بخشی ہے۔ پس تیرا میں شہادت یہ مری وجود مقتدر پر اس کی استعداد سے تو کہ کئے والا ہے یعنی تو مقتدر کی کام کی تیرا دینے والا ہے اور مقتدر ان کام کے مطابق تجھے وجود کی تیرا دینے والا ہے۔ یعنی ان کام کے مطابق تجھے احوال صفت اور ذات حد کرنے والا ہے۔ نیز تو اپنے وجود کیئے اور ظہور کیئے اس کا قرار ہے اور تو اپنے ظہور کیئے تیرا کائنات سے۔ تو ظہور کیئے اس کی مذہب ہے۔ اور وہ تو اپنے تیری مذہب ہے۔ مگر وہ ظہور کے بغیر نہیں الودیت کا ظہور مگر کے بغیر نہیں۔ مگر وہ ظہور کے بغیر نہیں۔ وہ سیاحتی کا ظہور مگر کے بغیر نہیں رہیں۔ مگر وہ تیری تیرے سے بھی متعلق ہے۔ مگر وہ یہ ہے کہ ان تمام طرفین کو حاصل ہے۔ اس کا حکم تیری طرف ہادی ہے اور تیرا حکم اس کی طرف ہادی ہے۔ مگر وہ تعالیٰ تیرے ہیں ثابت یہ مری وجود کو حکم کرتا ہے کہ ہم سے ہیں یعنی ہم میں آجیسا کہ ایک بنیتر کے ذہن میں ایک مکان کا نقشہ ہوتا ہے۔ ان بنیتر کا نہ تو دور کا قاتی ہے۔ مگر وہ کا نہ تو دور کا قاتی ہے۔ مگر وہ اس ذہنی نقشے کو کا نہ تو دور کا قاتی ہے۔ مگر وہ اس ذہنی نقشے کے مطابق مکان مری پر تیار کر دیتا ہے۔ لیکن یہ تیرا سبب کا محتاج نہیں۔ مگر وہ سبب مگر کے میں ثابت یہ مری نقشے کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو ان کے مری سے اسے خود ہی وجود مطلق اور یہ تیرا حکم اس کی طرف ہادی ہے۔ مگر وہ تیرا حکم میں ثابت یہ سن استعداد سے تیرا تعالیٰ کو حکم کرتا ہے کہ تجھے تیرے استعداد کے مطابق لیا میں وجود مطلق کیئے اور یہ تیرا تعالیٰ مگر کا پابند ہے۔ مگر وہ مری سے تیرا تیرا تیرا مکتوب رکھا جاتا ہے اور یہ تیرا تعالیٰ کا نام مکتوب نہ تیرا تعالیٰ کے نہیں رکھا جاتا

ہے اور رب تعالیٰ نے مجھے وہ بھی تعریف دی ہے جو تیرے عین ثابۃ نے لسان حال اور استعداد سے رب
تعالیٰ سے طلب کی ہے یا شعر

(۱) پس حق تعالیٰ میری تعریف کرتا ہے اور میں اُس کی تعریف کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ میری تعریف کرتا ہے کہ میں
نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور اس میں اپنی روح چھوڑی۔ میں اُس کی تعریف کرتا ہوں کہ اُس نے
مجھے اپنے کمالات سے نوازا اور اپنی صفات عطا کیں بلکہ اپنا دُہر یعنی ذات بھی عطا کی۔ اور وہ میری مہریت
کرتا ہے اور میں اُس کی عبادت کرتا ہوں۔ یعنی میں اُس سے دعائیں مانگتا ہوں کہ ایسا کر اور ایسا نہ کر۔ مختلف
میرے دُہر میں مستور کرنے میں میری ان وصت کرتا ہے۔ اور میں اُس کی عبادت کرتا ہوں جو میری حقیقت ہے
اور میرا عین ہے یعنی میں خود ہی ظاہر ہوں اور خود ہی مہر ہوں۔ ظاہر کے اعتبار سے اور عین کے اعتبار سے
میں مہر ہوں اور باطن کے اعتبار سے میں ہی مہر ہوں۔

(۲) ایک حال خاص میں میں اُس کا اقرار کرتا ہوں اور عینِ خدیر میں میں اُس کا انکار کرتا ہوں۔ یہ وہ
انسان کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ حالِ طلاق میں وہ اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں کہ محض تنزیہ کے قائل
ہیں کہ اللہ تعالیٰ بی صورت ہے بی رنگ ہے لا مکان ہے بی چون و بیچون ہے۔ و لہم کی حمد میں یہ اللہ تعالیٰ
کا ثناء نہیں ہوتا۔ یہ عبادتِ نوابہ کا عقیدہ ہے جو بدل کے کو رہیں۔

(۳) وہ مجھے بھی جانتا ہے اور میں اُس کا انکار کرتا ہوں۔ اور جب میں اُس کو جانتا ہوں تو اس کو مشاہدہ کرتا ہوں
ابتداء میں طالبِ فناء اللہ تعالیٰ کو اپنے سے بُرا سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ طالبِ میرا عین ہے لیکن جب
ابتداء میں اس امر کا انکار کرتا ہے اور اپنے سے باہر اُس کو تلاش کرتا ہے۔ اور جب طالب پر یہ راہ مشکف
ہو جاتا ہے تو اُس کو مشاہدہ اپنی ذات میں کرتا ہے کہ ہر ذرہ میں اُس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

(۴) حق تعالیٰ کو کہاں سے فناء مطلق حاصل ہے یعنی اُس کو فناء مطلق حاصل نہیں کیونکہ اُس کے اسماء و صفات
کا ثناء میرے بغیر نہیں ہو سکتا بلکہ اُس کی ذات کا ثناء میرے بغیر نہیں ہو سکتا جیسے میا ہی کا ثناء بغیر حروف
کے نہیں ہو سکتا نہ دینی کا ثناء بغیر پتروں کے نہیں ہو سکتا اور سونے کا ثناء بغیر زیورات کے نہیں ہو
سکتا پس ثناء کیلئے میں اُس کی مدد کرتا ہوں اور اُس کو کامل تک پہنچاتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کمال ہر اسے
انسان کے کہیں پایا نہیں جاتا۔

(۵) حق تعالیٰ نے مجھ کو ایسا پیدا کیا کہ میں اُس کیستہ ہر ات عین اور افروزِ مشہوروں اور میرے دیکھنے سے

لوگ بت تھائی کو دیکھ لیں۔ پس میں اس کو اپنی طرح جانتا ہوں اور اس کو ظاہر کرتا ہوں۔
 (۱) اس امر مذکور ہے ہمارے واسطے حدیث قدسی آتی ہے اور حتمی کا مقصد مجھ میں ثابت کیا گیا ہے۔ حدیث
 شریف میں وارد ہوا وَمَا تَخَلَّصْتُ مِنْهُ فِي الْإِنْسَانِ نِزَارًا لِّإِنْسَانٍ بِسِرِّي وَأَنَا سِرٌّ نِزَارًا لِّإِنْسَانٍ
 نِزَارًا لِّإِنْسَانٍ خَلِيقٍ وَأَنَا مَرَحِيْبَةٌ۔ نیز وارد ہوا لَا آخِرَ الْآخِرِ وَلَا أَوَّلَ الْأَوَّلِ۔ حتمی نے عالم کو پیدا کیا تو
 اس کی مرضی کے مطابق اس کے اور صفات کا ظہور تامہ نہ ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تاکہ
 انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے برائے تامہ مہمل اعظم اور غور نہ مکمل ٹھہرے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برہنہ اور نبی ہوا چکے باوجود اُن کا نام خلیل رکھا گیا تو
 انہوں نے مہمانی ایجاد کی یعنی جب اُن کو برہنہ نبی ہوا کہ عبد کی صورت پر رب تعالیٰ جلوہ نما ہے تو
 انہوں نے عبد کی مہمانی اور خدمت کو رب تعالیٰ کی مہمانی اور خدمت سمجھ کر مہمان نوازی کا دسترخوان
 بھار دیا حتیٰ کہ بغیر مہمان کے آپ کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ آپ کو مہمان نوازی کا اس قدر شوق تھا کہ
 حضرت شیخ ابن مسروقہ اَبْنُ قَبْرٍ ہر روز آپ کو حضرت میکائیل علیہ السلام کیسے تشبیہ و تمثیل کرتے۔ نیز
 ضیانت سے مراد باطنی ضیافت ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عرفان الہی حاصل ہوا اور آپ اپنے
 وقت میں امر الہی سے ملامت بنے تو آپ نے طالبانِ خدا کیلئے باطنی اذواق کا دسترخوان فراخ کر دیا۔ فرزندِ حق
 کو خدا اذواق کے ساتھ حاصل ہوتی ہے یعنی طالبانِ خدا سوائے عرفان اور مشاہدہ ذات حق سیراب نہیں
 ہوتے۔ نیز جب رزقِ مرزوق میں سرایت کرتا ہے تو مرزوق کے وجود میں سوائے رزق کے کوئی شے
 باقی نہیں رہتی کیونکہ خدا متغذی کے جمیع اجزاء میں ہدی کی ہوتی سرایت کر جاتی ہے۔ مثال کے طور پر
 جب بندہ اللہ کی خاطر رب تعالیٰ کی غذا بنتا ہے تو بندہ رزق ہے اور رب تعالیٰ مرزوق یعنی دال نام
 عبد کا رہ جاتا ہے اور رب تعالیٰ کا نام کم ہو جاتا ہے اور جب رب تعالیٰ دھوکے خاطر عبد کی غذا بنتا ہے
 تو رب تعالیٰ رزق ہے اور عبد مرزوق یعنی دال نام رب تعالیٰ کا رہ جاتا ہے اور عبد کا نام کم ہو جاتا ہے۔
 ہذا عبد کے ظہور پر نظر رکھو تو یہ عبد ہے اور عبد کے وجود یعنی حقیقت پر نظر رکھو تو یہ رب ہے۔ لیکن اللہ
 تعالیٰ کے اجزاء نہیں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تقسیم انقسام سے منزہ و مقدس اور معرّی ہے۔ بندہ اپنے وہم ہی سے
 اللہ تعالیٰ سے مجرب ہے اور اپنے وہم ہی سے اللہ تعالیٰ کی مجرب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارش دیکھیں
 کے بل پر پڑتی ہے تو ہر ایک کا بشری وجود نائل ہو جاتا ہے اور روح القدس جسم کی صورت اختیار کر لیتا

ہے۔ اس دُیود کو دُیودِ حقانی یا دُیودِ موبیوب کہتے ہیں۔ ہذا دُیودِ موبیوب کے جیسے اہلِ سرایت کہ جانا ہے
لیکن اللہ تعالیٰ کیسے اہلِ اثابت نہیں جو اس میں کوئی سرایت کر سکے۔

سب میں پھر اے کسی میں کم نہیں
جو کہ مہر نایا لا ہی ہے ہم نہیں

مہرِ ذاتی یعنی مرتبہ احدیت میں اَسْمَاء و صفات کا ظہور نہیں اور عقل فکر و ادراک کی اس مقام تک پہنچنے پر جب ذات حق نے اس بطون و دربطون مرتبہ سے ظہور پرماتما کو سب سے پہلے مقام وحدت میں تنزل فرمایا اور علم و احدیت میں تنزل فرمایا۔ وحدت ظہورِ علمی اجمالی اور واحدیت ظہورِ علمی تفصیلی کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد عظیم الدنیا و عظیم مثال و عظیم البسماء پیدا کئے اور سب سے آخر حضرت انسان کو پیدا کیا جو بیست و مرتبہ مراتب کا ہونا چاہئے۔ ان بیست و مرتبہ میں حق تعالیٰ کے اَسْمَاء کا ظہور ہے یعنی ذات حق کا ظہور ہے۔ اب انسان کو ادراکِ عبادت کے مرتبہ احدیت ذاتیہ کے بیست مقامات البیہ میں ہر ایک مقام پر کتاب ہے شہر ہے۔

(۱) پس ہم اہل عالم حقیقی کے واسطے غذا ہیں یعنی حقیقی کاغذ ہمارے ساتھ ہے جیسا کہ ہمارے ولانی کتبہ سے یہ امر ثابت ہے۔ اور ہم اہل عالم اپنے سے بھی غذا ہیں۔ یعنی ہمارے ایمان ثابہ ہمارے ایمان مندرجہ کیلئے غذا ہیں۔ مفرد یہ ہے کہ ہمارے خارجی و مجردوں کاغذ ہمارے ملی و مجردوں کے احکام اور آثار کیلئے ہے۔

(۲) ہوائے میری ہستی کے اس کیلئے کوئی کاغذ نہیں ہے۔ کہ چہ ہر انسان اس کی ذات کیلئے مراتب ہیں۔

مراتب میں بہت تفاوت ہے۔ ذات حق کیلئے مراتب تہہ بہہ آسمان و ارضیت کے شمس و کواکب و عالم منور نبوی کریم جناب شہد پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بقولہ تعالیٰ (وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ) اور آسمان و ارضیت کے قمر و شمس جناب حضرت فرشتہ اکرم پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ فی اللہ عنہ بقولہ تعالیٰ (وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّكُمُ النَّجْمُ) جب مہر و سج سے نیچے آوے۔ آید کہ یہ سے ثابت ہے کہ قمر و شمس ہے جہاں کاغذ و منور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (نجدہ و بقیۃ انبیاء و رسلہ اولیاء علیہم السلام) آسمان و ارضیت کے ستارے ہیں حکما قال علیہ السلام آمنا بربنا وکلمہ ہدیٰ ہدیٰ کہ انسان شمس و قمر صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہد ہیں۔

مصرح ثانی: پس ہم اہل عالم واسطے حقیقی کے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ہم واسطے اپنے ہیں۔ مفرد یہ ہے کہ حقیقی کاغذ کو نہیں ہے اور حضرت انسان کی حقیقت حضرت مہر و سج بھی کہ نہیں کہ عین ہے کہ چونکہ برج کواکب و ہوا و آتش میں سمائے ہوئے ہیں۔ پس ثابت ہو کہ انسان کی حقیقت حقیقی ہے۔

(۳) پس میرے واسطے یہ نہیں ہیں۔ ایک وجہ سے میں رُو ہوں بہنی حق ہوں۔ اور ایک وجہ سے میں

فَمَنْ شَهِدَ الْأَمْرَ الَّذِي قَدْ شَهِدْتَهُ ۖ يَقُولُ بَقُولِي فِي خَفَاءٍ وَإِعْلَانٍ
وَلَا تَسْتَفْتِ قَوْلًا يُخَالِفُ قَوْلَنَا ۖ وَلَا تَبْذُرِ السَّهْرَاءَ فِي أَرْضِ عُمَيَّاتٍ
هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ وَالْبُكْرُ الَّذِينَ آتَى بِهِمْ ۖ لَا سَمَاعًا الْمُعْصُومُ فِي نَعْبِ قُرَّانٍ
إِطْعَمُوا نَا اللَّهَ وَرَأَيْتَ أَنْ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِإِسْمَ (رَأَيْتَ أَرَى فِي السَّمَاءِ
أَنْ أَدْبَحْتُ) وَالسَّمَاءُ خُضْرَةٌ الْخِيَالُ فَلَمْ يَعْصِرْهَا وَكَانَ كَبُشٌ فَهَرَفَ فِي صُورَةٍ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ
فِي السَّمَاءِ فَصَدَّقَ إِبْرَاهِيمَ الرَّؤْيَا فَقَدَاكَ رَبُّهُ مِنْ وَفَرِ إِبْرَاهِيمَ بِاللَّهِ بَعِ الْعَظِيمِ الَّذِي هُوَ
تَعْبِيرُ رُؤْيَاكَ عِنْدَ اللَّهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ فَاتَّجَلَّى الصُّورَةُ فِي خُضْرَةِ الْخِيَالِ مُتَّجِعًا إِلَى عِلْمِهِ الْخَيْرِ
يَدْرِكُ بِهِ مَا أَسْرَادَ اللَّهُ بِتِلْكَ الصُّورَةِ أَرَأَيْتَ صَحِيفَتِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا بَنِي بِحُجْرَتِي تَعْبِيرُ الرَّؤْيَا أَصْبَحْتُ بِعَسَاءٍ أَخْطَأْتُ بِعَسَاءٍ فَالَهُ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يُعْرِفَهُ مَا
أَصَابَ فِيهِ وَمَا أَخْطَأَ فَلَمْ يَفْعَلْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَيْنٌ نَدَا لَا أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَقْتَ الرَّؤْيَا) وَمَا قَالَ لَهُ صَدَقْتَ فِي الرَّؤْيَا أَنَّهُ إِبْنُكَ لَا أَنَّهُ
مَا عَبَّرَ بَلْ أَخَذَ بِغَايَةِ مَا رَأَى وَالرُّؤْيَا يَطْلُبُ التَّعْبِيرَ وَبِذَلِكَ قَالَ الْعَزِيزُ إِنَّ كُنْتُ لِلرُّؤْيَا
تَعْبِيرُونَ) وَتَعْنِي التَّعْبِيرُ الْجَوَازُ مِنْ صُورَةٍ مَا دَأَى إِلَى أَمْرٍ أَخْرَفَكَ نَتِ الْبَقَرَاتِ سِينَةً فِي
السَّحْلِ وَالنَّوَسِيبُ نَكْوُ صَدَقَ فِي الرَّؤْيَا لَدَيْهِ رُبُّهُ وَإِنَّمَا صَدَقَ الرَّؤْيَا فِي أَنْ ذَلِكَ عَمِلَتْ
وَلَدِي وَمَا كَانَ عِنْدَ اللَّهِ إِلَّا الَّذِي بَعِ الْعَظِيمِ فِي صُورَةٍ وَلَدِي خَفَاءً أَيْمَا وَلَمْ يَزَلْ مِنْ إِبْرَاهِيمَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا هُوَ وَفَدَا فِي نَفْسِ الْأَمْرِ عِنْدَ اللَّهِ فَصَوَّرَ الْجِسْمَ الَّذِي بَعِ وَصَوَّرَ الْخِيَالُ ابْنُ
إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَوْ سَأَى الْعَكْبَشُ فِي الْخِيَالِ لَعَبَّرَكَ بِأَبْنِهِ أَوْ بِأَمْرٍ أَخْرَفَكَ قَالَ (إِنَّ
هَذَا هُوَ الْبَلَاءُ الْبَيِّنُ) أَوْ الْإِخْتِبَارُ الظَّاهِرُ يُعْنِي الْإِخْتِبَارُ فِي الْعِلْمِ عَلَى يَعْلَمُ مَا يَتَّخِذُهُ
مَوْطِنَ الرَّؤْيَا مِنَ التَّعْبِيرِ أَمْ لَا لَقَدْ يَعْلَمُ أَنَّ مَوْطِنَ الْخِيَالِ يَطْلُبُ التَّعْبِيرَ فَفَعَلَ فَمَا وَفَى
السُّوْطَيْنِ حَقَّهُ وَصَدَّقَ الرَّؤْيَا بِهَذَا السَّبَبِ كَمَا قُلَّ يَقِي بِنُ مُحَمَّدٍ وَالْإِمَامُ صَاحِبُ الْمُسْتَدْرَكِ
سَمِعَ فِي الْخَبَرِ الَّذِي ثَبَتَ عِنْدَهُ أَنَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ قَالَ مَنْ سَأَلَنِي فِي النَّوْمِ فَقَدْ سَأَلَنِي فِي
الْيَقْلَةِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَلُّ عَلَى صُورَتِي فَسَأَلْتُ يَقِي ابْنَ مُحَمَّدٍ سَقَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ الرَّؤْيَا لَبَنًا فَصَدَّقَ يَقِي بِنُ مُحَمَّدٍ سَقَاةَ لَبَنًا وَلَوْ عَبَّرَ رُؤْيَاكَ لَكَانَ

يَقُولُ أَبُو يَزِيدَ فِي هَذَا الْمَقَامِ كَوْنُ الْقَسْرِ وَمَا حَوَّلَهُ مَاتَ الْقَبْ صَارَ فِي زَاوِيَةٍ
 مِنْ زَوَايَا قَلْبِ الْعَارِفِ مَا أَحْسَنَ بِمَا وَهَذَا وَنَعْمَ أَيُّ يَزِيدَ فِي عَالَمِ الْأَجْسَامِ بَيْنَ الْقَوْلِ كَوْنُ
 مَا لَا يَتَنَاهَى وَخَيْرُهُ مَا يُقَدَّرُ أَنْتَهَاهُ وَخَيْرُهُ مَعَ الْعَيْنِ الْمُبِينَةِ فَإِنَّهُ فِي زَاوِيَةٍ مِنْ مَرَوِيَاتِ الْقَلْبِ
 مَا أَحْسَنَ بِذَلِكَ فِي عَالَمِهِ فَإِنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ الْقَلْبَ رَسْمُ الْحَقِّ وَنَعْمَ ذَرِيَّةُ مَا الصِّفَتِ بِالرُّبُوبِ
 فَلَمَّا هَتَكَ رَأْسَ تَوَلَّى وَقَدْ قَالَ ذَلِكَ أَبُو يَزِيدَ وَقَدْ نَبَّهْنَا عَلَى هَذَا الْمَقَامِ بِقَوْلِهِ شَهَرُ

يَا خَائِفَ الْأَشْيَاءِ فِي نَفْسِهِ ؛ أَنْتَ يَمَّا تَخْلُقُ حَيَاتِي
 تَخْلُقُ مَا لَا يَتَنَاهَى كَوْنُهُ ؛ فَيَكُ فَا تَنْتَ الْخَلْقُ الْوَاسِعُ
 كَوْنُ مَا قَدْ خَلَقَ اللَّهُ مَا ؛ لَا مَرِئِيَّ تَحْيَاهُ الْكَافِرُ
 مَنْ وَنَعْمَ الْحَقُّ فَمَا خَلَقَ عَنْ ؛ خَلْقُ فَحَيْثُ الْأَمْرُ مَا يَسِيرُ

بِالْمَوْجِبِ يَخْلُقُ حُلُّ رُسُلِهِ فِي خَلْقِهِ خِيَارِهِ مَا لَا يُجُودُ لَهُ إِلَّا بِهَا وَهَذَا الْمَقَامُ الْفَتْحُ الْفَتْحُ
 يَقُولُ يَزِيدُ مَا يَحْتَوِيهِ كَوْنُهُ مِنْ خَارِجِ مَقَامِ الْهَيْلَةِ وَهَيْلَتُهُ لَا تَرَى الْهَيْلَةَ وَهَيْلَتُهُ
 كَوْنُهُ مَا يَحْتَوِيهِ كَوْنُهُ خَيْرُهُ مَعَ الْعَيْنِ الْمُبِينَةِ عَنْ حَيْثُ مَا خَلَقَ مَا ذَلِكَ
 كَوْنُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ خَارِجَ حَيْثُ خَلَقَ كَوْنُهُ كَوْنُهُ لَا يَكُونُ كَوْنُهُ إِلَّا بِهَا
 خَارِجَ يَحْتَوِيهِ مَا قَدْ خَلَقَ الْكَوْنُ بِوَحْدِهِ خَلْقَ ذَلِكَ الْكَوْنُ لِجَانِبِ الْكَوْنِ بِوَحْدِهِ
 فِي حَيْثُ خَلَقَ وَنَعْمَ الْحَقُّ يَحْفَظُ الْكَوْنُ بِمَا قَدْ خَلَقَ الْكَوْنُ بِوَحْدِهِ خَلْقَ ذَلِكَ الْكَوْنُ
 وَهَيْلَتُهُ خَيْرُهُ مَعَ الْعَيْنِ الْمُبِينَةِ بِمَا قَدْ خَلَقَ الْكَوْنُ بِوَحْدِهِ خَلْقَ ذَلِكَ الْكَوْنُ
 نَعْمَ الْكَوْنُ الْوَاسِعُ فِي الْخَيْرِ مَا خَلَقَ خَيْرُهُ لَأَنَّ الْهَيْلَةَ مَا قَدْ خَلَقَ الْكَوْنُ بِوَحْدِهِ
 لَا فِي الْفَضْلِ وَقَدْ أَوْضَحْتُ لَنَا رِسَالَةَ أَهْلِ الْوَيْفَارُونَ قَوْلُهُمْ هَذَا أَنَّ الْكَوْنُ كَوْنُ
 مِنْ رِزْدِ الْوَيْفَارُونَ الْكَوْنُ الْكَوْنُ فَإِنَّ الْحَقَّ لَا يَقُولُ وَالْقَبْدُ لَا يَدْرِي أَنْ يَقُولَ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْ
 شَيْءٌ نَحْنُ حَيْثُ الْكَوْنُ الْكَوْنُ لَهُ أَنْ يَقُولَ أَنَّ الْحَقَّ وَالْحَقُّ مَا حَفِظَهُ بِذَلِكَ الْحَقِّ الْكَوْنُ
 بَيْنَنَا الْفَرْقَ وَهَيْلَتُهُ مَا خَلَقَ عَنْ حَيْثُ خَلَقَ مَا وَهَيْلَتُهُ قَدْ تَسَيَّرَ الْقَبْدُ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَدْرِي
 تَسَيَّرَ عَنْ بَقَاءِ الْحَقِّ الْكَوْنُ وَهَيْلَتُهُ وَهَيْلَتُهُ الْكَوْنُ الْكَوْنُ مَا خَلَقَ الْكَوْنُ
 حَفِظَهُ بِالْحَقِّ الْكَوْنُ لَيْسَ كَذَلِكَ هَلْ حَفِظَهُ لِكُلِّ مَوْجِبٍ عَلَى الْكَوْنِ الْكَوْنُ

سَلَّمَ الْحَبْرُ أَنْهُ سَكَّرَهَا أَحَدٌ فِي حَتَابٍ لَا أَزَادُ وَلَا غَيْرِي إِلَّا فِي هَذَا الْحَتَابِ نَحْنُ يَتَنَبَّه
الْوَقْتِ فَنَرِيْدُ أَنْ تَغْفِرَ عَنْهَا فَإِنْ تَذَكَّرْتَ الْعَفْوَ فَيُتَّقَى ذَلِكَ الْعَفْوَ فَيُتَّقَى
سَلَّمَ الْحَبْرُ الْحَتَابِ الْوَقْتِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ (مَا سَكَّرْنَا فِي الْحَتَابِ مِنْ شَيْءٍ) فَهُوَ الْحَتَابُ يُلَوِّحُ
وَأَعْيُرَ الْوَلَوِّحُ لَا يَحْصِي مَا تَكُنَّا زَاوَيْنَ كَانَ قُرْآنًا فِي نَفْسِهِ فَإِنَّ السُّقْنِ اللَّهُ يَجْعَلُ لَهُ قُرْآنًا
وَهُوَ مِثْلُ مَا ذَكَرْنَا فِي هَذِهِ السُّكْرَةِ مِمَّا يَسْبِيْرُ بِهَا الْعَيْدُ عَنِ الشَّرِبِ وَهَذَا الْفَرْقَانِ أَرْضَهُ قَوْلُهُ

لَوْ أَنَّ يَكُونُ الْعَيْدُ مَرَّيَا بِمَا شَاءَ	وَوَقْتُ يَكُونُ الْعَيْدُ عَيْدًا بِمَا رَاضٍ
فَإِنْ كَانَ عَيْدًا كَانَ بِأَعْيُنٍ وَاسِعًا	وَرَأَى كَلِمَةً رَبًّا كَانَ فِي عَيْشٍ وَفَتْحٍ
فَبِمَنْ كَوْنِهِ عَيْدًا يَبْرُو عَيْنَ نَفْسِهِ	تَسْمَعُ الْأَعْمَالُ مِنْهُ بِمَا شَكَّ
وَمِنْ كَوْنِهِ مَرَّيَا يَسْرِي الْفَلَكُ كُلُّهُ	يَطَالِبُهُ مِنْ حَقِّهِ السَّكْرَةِ وَالْعَيْدِ
وَيَحْصِرُ عَيْنًا حَالِيَةً بِمَا رَاضٍ	بِذَا تَوَدَّى بَعْضُ الْمَارِجِينَ بِهِ يَبْلُغُ
لَعَنَ عَيْدَ رَبِّهِ (تَكْرُرًا وَفَتْحًا)	فَتَذْهَبُ بِالْعَلِيِّ فِي الشَّامِ وَالسَّكْرَةِ

یہ حکمت حقہ کا فہم کلر اسحاقیہ کے بیان میں ہے

اسلامی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت حقہ کو اسے بیان فرمایا ہے کہ حکمت حقہ
کو تحقق ہاتھ عالم ارواح کہ ہے اور حکمت حقہ کو تحقق ہاتھ عالم مثال کہ ہے جو عالم ارواح کے متصل ہے
اور حکمت حقہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ نے اپنے باپ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے دنیا کوئی جانا تھا اللہ کا تھا (یَا بَتِ افْعَلْ مَا تُلَوِّسُ سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللَّهُ حِينَ
الْخَيْرِ قَوْلٍ)۔ سارے عالم میں یہ نفاذ عقیدہ پھیل گیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذریعہ ہیں اللہ کی حکمت
یہ ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذریعہ ہیں۔ سورہ صافات رکوع ۱۱ میں یہ سارا قصہ مذکور ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ
السلام کا ایک بیٹے کیلئے دُعا مانگنا پھر حق تعالیٰ کا ایک ذکر کہ سید عالم کو دُعا پھر اس کے باپ کے ساتھ
دو دُعا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس کے ذکر کہ دُعا پھر آپ اور بیٹے کا امتحان میں کہ باپ سزاوارتھ
نہ کہ ہے۔ اس امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد نبی تعالیٰ فرماتا ہے (وَبَشِّرُنَا بِمَنْ يُبَارِكُ فِي الْخَيْرِ)
درمیان میں کہ وہ حق کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی کہ آپ کا یہ بیٹا اسحق بنی ہوگا اس

ساتھ واقع ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام تک نہیں۔ امام عبد الرؤوف المناوی کتب کوثر الحقائق فی
 حدیث تیر الذائق میں حدیث شریف نقل کرتے ہیں الذبیح هو اسحق ذبیح اسحق ہے۔ تو فی بیان کتب
 القلادہ تعریف حق الحق علی اللہ علیہ وسلم جزا دل شک پر فرماتے ہیں وَقِيلَ إِنَّ الْقَارِئَ لَجَاهِلٌ بِمَا عَلَيْهِ
 السَّلَامُ فِي النَّارِ وَخَفَّتْ حَقَّتْ وَخَوَّاهُ ابْنُ رِبِّ عَشْرَةَ سَنَةً وَأَنَّ ابْنَهُ اسحق الذبیح کان و
 خَوَّاهُ سَلِيمَ سِنِينَ اور بعض نے کہا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے وہ اپنی آواز میں
 کی گئی اس وقت آپ کو وہ سال کی فکر کے تھے اور رب سمیت اسحاق علیہ السلام ذبیح کی آواز میں میں نے
 تو اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی۔ مشکوٰۃ شریف باب فی الذکور میں حدیث شریف مذکور ہے
 عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّ سَمْعَانَ بْنَ مَرْجَانٍ قَالَ يَتَحَرَّرُ نَفْسًا رَأَى نَجَّاءَ الْوَحْيِ عَذْرَاءَ فَتَسَالُ الْحَر
 تَاسِ فَتَقَالَ لَهُ سَلِّ سَلِّ وَقَالَ قَالَ لَهُ لَا تَحَرَّرُ نَفْسُكَ فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ مُرَاوِنًا تَخْلُكَ نَفْسُكَ
 مُؤْمِنَةً وَإِنْ كُنْتَ رَافِضًا تَخْلُكَ رَافِضًا وَأَشْرَفَ عَلَيْهِمَا فَأَذْبَعَهُ لِنُصْرَةَ عِيسَى وَإِنْ رَافِضًا
 خَيْرٌ مِنْهُ وَفُلُوهُ بِكَبْشٍ فَأَخْبَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكَانَ طَعْنًا كُنْتُ أَرَاكَ أَنَّ الْبَيْتَ عَزَّ وَجَلَّ
 حدیث محمد بن منقر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ قسم دینی کہ اگر خداوند تعالیٰ اس کو دشمن کے ہاتھ سے نہ
 دے تو وہ اپنے آپ کو قرآن میں ذبح کر ڈالے گا۔ جب خداوند تعالیٰ نے اس کو دشمن سے بچا دیا تو اس نے
 اپنی ذبح کی بات ابن عباس سے کہی تو انہوں نے کہا کہ یہ سب سے دیانت کرنا ہے اس نے مسروق سے
 دریافت کیا تو انہوں نے کہا اپنے آپ کو ذبح نہ کر اسے کہ اگر انسان جہل تو ایک مسلمان کی جان کے
 قتل کا مرتکب ہو گا اور اگر تو کافر ہے تو دوزخ کی جانب اپنے آپ کو بدست ہو گیا۔ پس تو ایک ذبیحہ پر
 اور سکے اس کی ذبح کر دے۔ حضرت اسحاق توحید سے بہتر تھے جن کا ذبیحہ ایک تھا۔ اس
 شخص نے اس جواب سے ابن عباس کو آگاہ کیا انہوں نے کہا کہ میں بھی تجھ کو یہی جواب دیتے کہ اگر اللہ تعالیٰ
 تعالیٰ (مذہب) اس میں مزید دامت ہے کہ صحابہ کرام انیسویں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بھی حقیقت
 کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ علی بن ابی طالب حضرت خورشید انور پاک پیران پیر مسکین میں بھی ابن
 شیخ سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب توحید الغیب السعائۃ الخلیفۃ السکین
 میں ارشاد فرماتے ہیں وَالْمُصَوِّفُ مَبْنِيٌّ عَلَى تَحْرِيرِ خِصَالِ السَّخَاةِ لِإِبْرَاهِيمَ وَالرَّحْمَةِ الْإِسْحَاقِ الْوَحْدَانِ
 حضرت امام عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا توحید توحید میں فرماتے ہیں وَالْمُصَوِّفُ مَبْنِيٌّ عَلَى

تعداد فیضی و انوار حرکت بنیاد شد است پر پشت است استغفار و لا یغیر طبع سعادت کو ثابت بود
بر اہم با صیغہ التسمیہ کہ پیشہ منیات کہ دے دیل مال و در غیبت حق نور سے و الشریک لا یستقل و عاق
جنتی ندا کہ اسحاق علیہ السلام داشت خود مایہ از نیک گویند کہ فریج الشہ اسحاق بود و این قول در کلام ایشان
و دہائی دیگر غیر مستعمل است۔ بجلال الشہ حضرت شاہ عبدالغنی مرتضیٰ مدنی قدس سرہ کی تشریح کے احسن پیرایہ
سے الی سرکہ جناب حضرت غوث اعظم پاک دینی الشہ منہ کہ عقیدہ مبارک پیش کرتے ہیں کہ فریج الشہ اسحاق علیہ
السلام ہیں۔ کتاب تفسیر الحکم اگرچہ بظاہر حضرت شیخ اکبر دینی الشہ غفرلہ کی طرف منسوب ہے لیکن زیبا سب کی
نوٹ سے یہ سب کلام حقیقتاً حضور علی الشہ علیہ السلام کی ہے۔ اس سے اب کسی شخصان کیلئے یہ گمان حق نہیں کہ وہ
ان حقیقت کے انکار کرتے۔

[illegible]

۱۰۰۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صیغہ کے قرآنی کلمات دے دیئے عنایت قرآن مجید میں یہ ذبیح عظیم سے یاد فرمایا ہے
یہ پتہ نہیں چٹا کہ یہ ذبیح کی عظمت کی قسم کے ترازو رحمت سے ہے آیا یہ عظمت کبیش کی ہے جسے جبرائیل
کی رحمت رحمت کبیش کو عظیم فرماتے کی مدد میں ہو سکتی ہیں ایک قریہ کہ زمرہ سے عنایت محتالی نے کبیش
کو نبی کو درجہ عطا کر دیا کیونکہ ذبیح نبی ذبیح کبیش عظیم را گیا محتالی نے اپنی رحمت را جس سے کبیش کو نبی کے ہم
درجہ اور عظیم درجہ عطا کر دیا اس پر کوئی اعتراض نہ ہو سکتا بقولہ تعالیٰ (قُلْ اِنَّ اَخَصَّ بِاللهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَشَاءُ اَمْوَالَهُ وَاَيُّ عِلْمٍ يَفْتَحُ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاِنَّ اللهَ فَاخَصَّ بِالْعَظِيْمِ)۔ (دوسری وجہ عظمت یہ
ہے کہ وہ کبیش ایکسانی کا برابر شریک ہے

(۴) اس میں شک نہیں کہ قیمت کی رو سے آؤٹ میٹ سے بہت پر مہے لیکن ثبوت اس کے واسطے

اُونٹ ذبیحہ میں سے کم مرتبہ والا ٹھہرا حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی سے پیشتر حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے کئی اُونٹ ذبح کئے لیکن رب تعالیٰ راضی نہ ہوئے۔ تاہم اسحاق علیہ السلام کی قربانی پر راضی ہوئے۔ یہ وہ
بات ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو اپنے عشق میں صادق پارہی
قدرت کا دستہ میٹرھا ذبح کرا دیا۔ رب تعالیٰ کی عنایت دیکھئے۔ جب اس میں سے ایک اُونٹ توڑ کر
ذبح کرکے ذبح نبی ٹھہرا۔

(۴) پس کاش کہ میں اس امر کو جانتا کہ میں نے کاش کا چھوٹا سا جسم خفیہ رحمان یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کو ایک
بڑا تہہ ناسب بن کیا۔

(۵) کیا تو نے نہ جانتا کہ اس فدا اور بدلہ میں ایک خاص مرتبہ ہے یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام اور اس میں
میں ایک خاص مناسبت ہے کیونکہ ادنیٰ اعلیٰ کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ مراد یہ ہے کہ (وَإِنْ قَوْلُنَا لِجِبْرِيلَ أَنْ
يُنْزِلِ الْكِتَابَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ) اور اگر ذکر میں ہو تو ذکر ہو۔ ہر شے ذکر ہے۔ اس لئے ہر شے ذکر ہے۔ اور اگر ذکر ہو تو ذکر ہو۔ ہر شے
اس لئے ہر شے عارف ہے اور ذات میں ہو اور مستغرق ہونے کے باعث ہر شے بین ذات ہے بلکہ ہر شے
صفات سے موصوف ہے۔ سبع صفات سے افراد حیات اہم ارادہ قدرت مع ہر ارادہ کہم ہے۔ انراہوت
الصفات بھی کہتے ہیں۔ پس نبی بھی عارف باللہ اور کاش بھی عارف باللہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کاش کو عارف
دیا گیا ہے۔ (مصحف ثانی) عہد کے دغا کرنے سے نفی حاصل ہوتا ہے۔ در عہد کا توڑنا امر نہ ممکن ہے۔ انبیاء اور
اویاء کی رب تعالیٰ ہمیشہ آزمائش کرتا ہے کہ آیا وہ عشق حق میں صادق ہیں یا نہیں۔ اور عشق پر فرض ہے کہ
معشوق پر اپنی ہر چیز قربان کرے۔ وہ معشوق کے ہر حکم کی تعمیل کرے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہدی
وفا کی۔ اور رب تعالیٰ نے بھی اپنی کہاں محبت و شفقت کو اظہار کیا۔ بیٹا بھی بچا دیا۔ قربانی کی یاد اور انکا ایک
تادم کر دی۔ اور رب تعالیٰ کی دوستی اور انعام و کرامت کا بدلہ نصیب ہو گئے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے
پاپ کے حکم کی تعمیل کیا۔ اسی نے رب تعالیٰ نے نبوت کی بشارت ساتھ ہی دے دی۔ بقولہ
تعالیٰ (وَبَشِّرْنِي بِلَدُنِي غُلَامٍ مُّطَهَّرٍ)۔ ہمارے مفسرین صرف اسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور دے رہے ہیں کہ ذبیحہ اسحاق علیہ السلام نہیں اور یہودیہ اور
لگا یا ہوا ہے کہ انہوں نے قرأت میں اسحاق علیہ السلام کو نام کاٹ کر اسحق لکھ دیا ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کا
اسحاق نام اس سے کم نہیں۔ بچپن میں میری والدہ ماجدہ گھر سے واپس آ کر اس اہل ذریعہ میں غیب ہوا تھا۔

ایسے ہی کئی اور آیات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل ہے۔ چونکہ ہر شے تسبیح و تہلیل ہے لہذا ہر شے عاشق و معشوق ہیں خواہ مستغرق ہو کر خود معشوق ہو رہا ہے یا جس ثابت ہو کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی عارف ہے۔

(۸) سب سے آخری مرتبہ انسان کہ جسے جو اپنے عقل بخاری اور فکرائی اور ظاہری ایمان کی تعبیر کے واسطے فقہ اور فقیہ سے رسوائے صرف کمال کے باقی انسان معرفت الہی سے محروم ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر انسان عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب و تمییس ہو اسے انسانوں کے کسی چیز نے نہیں کی۔ مثلاً جو انسان اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا، اذکار کا سجدہ میں کرنا، استغفار کا آپ کے فراق میں بظاہر رونا، کفنوں کا کفن، خیر پرانا جبریل علیہ السلام کا آپ کی درباری کرنا، سورج و چاند کا آپ کا اشارہ مبارک سمجھنا وغیرہ اہل اس حقیقت پر محسوس ہیں کہ عالم کی ہر شے سرش سے پیکر تحت اثری تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبعوث و معاد ہے۔ چونکہ ہر شے سرش صلی اللہ علیہ وسلم کی عارف ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان ہی اللہ تعالیٰ کا عرفان ہے۔ چنانچہ انسان ہی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں۔ یہ کفار ہیں ان کی معرفت ہی نصیب نہیں۔ چنانچہ انسان ہی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمییس کر رہے ہیں۔ اہل اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کہہ رہے ہیں۔ ان میں ہیں لیکن ان کو جس معرفت الہی نصیب نہیں (لَا تَعْلَمُونَ سِرَّ اللَّهِ) چنانچہ ان کو نہیں سے نیچے فریک دیا انسان ہی کے شان میں وارد ہوا ہے۔

(۹) اس راز کے متعلق ہیں تشریح و تفسیر بڑے بڑے مفسرین ہیں سب نے سیطرے کہا ہے۔ کیونکہ ہم اور وہ سب منزلی احسن میں ہیں۔ منزلی احسان سے مراد مقام مشاہدہ ہے (قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا أَحْسَنُ مِنْ قَوْلِهِ اللَّهُ كَمَا يَلِكُ شَرُّهُ فَإِنْ تَوَدَّ حَسُنَ تَرَاكَ فَإِنَّهُ يَدْعُكَ)

(۱۰) ہاں جس نے اس امر کا مشاہدہ کیا ہو میں نے مشاہدہ کیا ہے۔ وہ خیر اور بظاہر میرے قول کے مطابق ہی کا کرے گا۔

(۱۱) و (۱۲) اسے غالب اس قول کی طرف توجہ نہ کر جو ہمارے قول کے مخالف ہوا اور اس گمراہ کو اندھوں کی زمین میں نہ لایا یعنی اس علم و سرور کو خواہم انسان کے سامنے بیان نہ کر کیونکہ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سے ہم کو ان کا حال نہ لیا ہے کہ وہ ہرے ہیں اور گونگے ہیں (قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُسْمِعُكُمْ عَمَلَكُمْ فَمَوْلَا يَدْعُوَكُمْ)۔ مراد یہ ہے کہ ان کے دلوں پر حجاب ہے۔ اس لئے ان کے دلوں کی آنکھیں اندھ ہیں۔

علیہ السلام نے خواب کی تعبیر نہیں کی بلکہ جو کچھ ظاہر دیکھا اسی کو قبول کر لیا حالانکہ خواب تعبیر طلب کرتا ہے اور
 اسی واسطے عزیز بادشاہ حضرت اپنے خواب کی تعبیر حسب کی (يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِ لِي أَرَأَيْتُمْ
 إِن كُنْتُمْ لِلشُّرْكِ يَا قَتِيرُونَ)۔ تعبیر سے مراد خبر کرنا ہے یعنی ظاہری مرنی صورت سے اس حقیقی مراد کی طرف
 توجہ کرنا ہے پس خواب میں مرنے والے جو شخص وہ قتل اور رزائی کے برسوں کی صورت تھے۔ اگر صورت پر جم
 علیہ السلام خواب میں بیٹے ہوئے تو البتہ اپنے بیٹے کو ذبح کرتے۔ اور سوائے اس کے نہیں ہے کہ ہرگز میر
 السلام نے خواب کی تفسیر اس بات میں کی کہ مذہب اور خواب اُن کے فرزند کا ہیں ہے حالانکہ تفسیر کے
 نزدیک مذہب مرنے والے ذبح عظیم یعنی میت کے اور کوئی شے نہ تھی جو خواب میں اُن کے فرزند کی
 صورت پر ظاہر ہوا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کے زمان میں اسماعیل علیہ السلام کا بدلہ لینا تھا اسلئے بر غایت خواب
 واپس آئے تھے اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کا بدلہ لینا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق
 کا بدلہ لینا تھا۔ پس عالم جس اور شہادت نے ذبح کی صورت باندرجی اور عالم خیال میں عالم مثال نے
 ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی صورت باندرجی۔ نیز فضل العظیم لا یفقد عن العکسۃ عکسۃ حق کو کوئی نخل ملک
 سے خالی نہیں ہوتا اگر ابراہیم علیہ السلام عالم خیال میں خواب میں میت کے ذریعے اس کی تعبیر مانتا ہے
 بیٹے یا کسی اور چیز کی تہ کرتے کیونکہ عالم خواب ہمیشہ تعبیر طلب ہوتا ہے اسلئے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے خیال
 پر احسان تھا کہ خواب میں ذبح پیدا دکھایا تاکہ اس کی تعبیر کسی اور چیز کیساتھ کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (إِنَّ مِثْلَ الذُّلَّةِ الْفَاسِقِينَ) تفسیر یہ خواب سترہ ہائے نہیں ہے جہاں مرنے
 ظاہری آزمائش ہے۔ معنی یہ آزمائش بیچ علم کے ہے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام اس امر کو جانتے ہیں کہ مقام خواب
 تعبیر طلب ہے یا نہیں کیونکہ حقیقی ہونا ہے کہ تختی مومن خیال میں مقام خواب تعبیر طلب کرتا ہے لیکن ابراہیم
 علیہ السلام فاضل رب اور مومن خواب کا حق ادا نہ کیا یعنی خواب کی تعبیر نہ کی اور اسی غفلت کے سبب خواب
 کی ظاہری مرنے کی صورت کی تصدیق کی جیسے کہ امام تقی ابن محمد صاحب کتاب سند نے بھی غفلت کی اور اپنی
 خواب کو ظاہر پر عمل کیا۔ امام موصوف نے ایک حدیث صحیح میں سنا تھا کہ تحقیق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس تحقیق اس نے مجھے بیدار ہی میں دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت پر
 تشبہ نہیں ہو سکتا ہے۔ تقی ابن محمد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس کو اسی خواب میں رد دے دیا۔ تقی ابن محمد نے اپنے خواب کی تفسیر کی اور اسے ظاہر پر عمل کیا پھر

تجربہ ہوتی ہے اور وہ سُرست پاک وہ ہوتی ہے آپؐ سے زیادہ اُنھیں فرمایا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے سبب ہر روز سطر و منبر کی یہ زمان حقیقت ہے کہ اس سبب منبر و سطر کے کوئی سے قطع اندر متغیر نہیں ہوتی ہے
 گویا آپؐ کی سیات اور حالت میں کوئی فرق نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائم ہمراہ اور آپؐ کے زہد
 اقدس میں کوئی ایسی چیز ہے ہی نہیں جو مکرور و ناپسندیدہ ہو اور موت کے بعد قطع اندر متغیر ہونے کے
 بوجہ تاخیر حیاض اپنی کتاب الشُّعَر میں حدیث شریف پیش کرتے ہیں وَهُنَّ حَدِيثٌ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ
 ﷺ قَالَ لَمْ يَكُنْ لِي فِي الْمَدِينَةِ مَوْلَا يَكُونُ عَنِ الْبَيْتِ ثُمَّ أَجِدَ شَيْئًا فَكَلَّمْتُ
 وَهَلْ مَيَّا وَمَيَّا قَالَ وَكَلَّمْتُ مَوْلَا رُبْعَ حَبِيَّةٍ لَمْ يَجِدْ وَثَقًا قَدًا وَهَلْ قَالَ لَوْ يَكُونُ رَحِمًا لِلَّهِ
 حِينَ تَقْبَلُ الْبَيْتَ عَلَى اللَّهِ حَذِيْرَةٌ سَكْرًا بَعْدَ مَوْتِهِ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے لیں یہ
 حدیث شریف مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ پس میں دیکھنے لگا کہ کوئی ایسی چیز نہیں
 تھی جو بیست میں سے نکلتی ہے۔ میں نے وہاں کو نہ پایا۔ تب میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 آپؐ کی زندگی بھی عیب و ظاہر و راجح کی حالت بھی پاک و صاف۔ فرماتے ہیں کہ جن اقدار سے یہی چیز
 نکلی کہ میں نے اس سے قبل بھی نہ پائی تھی۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیست
 نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹائی مبارک کو بردیا۔

پس خواب میں بتایا کہ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء اپنی اور آپؐ کے صورت خدیوہ شایہ میں
 ہوتے ہیں اور وہ صورت شایہ صورت۔ لہذا کے مشابہ ہے۔ شیطان کیسے یہ ممکن نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے سبب ظہر کی صورت پاک پر تصور اور متشکل ہو سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظمت و مخالفت ہے۔
 نیز ان کا فائدہ دہائی کو بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ کوئی خوب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک سے مشورہ
 ہوتا اس کیسے شک شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ اور اسی سے جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس
 صورت شایہ میں دیکھتا ہے وہ آپؐ سے بیخ فیوضات و مرایا و ابی یا خیالہاں ہی حرج حاصل کرتا ہے۔ یہاں
 وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی دنیاوی زندگی میں حکم حاصل کرتا تھا اور ان حکام کے متعلق حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم حراست فرماتے تھے کہ اس کو ہر فرد میں دال ہے یا یہ حکم ظاہر عقل کے موافق ہے یا یہ حکم جہل ہے
 اور تحصیل کے لئے ہے یا بیاد وہ حکم ہو۔ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس دن کی توحیدت کا حکم شایہ
 فرماتے ہیں اور اس کو قرآن مجید کے حقائق و اسرار است پر مانتے ہیں وہ تعلیم و تربیت جیسے جیسے ہے

مردہ نام کو تعمیر عافیت تھے۔ پس اگر خیر حق شریعہ دھم رتی کہ خواب میں کوئی چیز صاف فرمادیں تو وہاں تعمیر
کے دلائل ہیں۔ اگر نہ پیر میں ظاہر میں جینہ خواب کے صحتی نکل آئے تو وہ خواب سیاسہ ہیں۔ تعمیر
کی ضرورت نہیں۔ ہر بات میں دقتی وہ شخص سے بھی کہیں خواب میں ہی تم کی کہیں تھیں۔ اسے انہوں نے اپنی
خوابوں کی تعمیر کی۔ سب تک کہ خواب کیلئے وہ ہیں ہیں تعمیر اور علم تعمیر نیز جو کچھ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ
نے اور ہم کہہ کر دیا ہے کہ فرمایا یہ سب امور ہم کو ادب سکھاتے ہیں کیونکہ ہر بات میں نیت اس امر کا متعلق ہے
یعنی مقام نیت اس امر کا متعلق ہے کہ ہم برا تعمیر یا احسن بنی نہ کریں کہ انہوں نے اپنے خواب کی تعمیر نہ کی اللہ
ظاہری مرئی صورت کو ہی قبول کر لیا۔

جیسا کہ ہر خواب کی دو وجہیں ہیں تعمیر اور عدم تعمیر۔ ایسا ہی رویت تھی کہ میں دو وجہیں ہیں تعمیر اور
عدم تعمیر۔ اگر کسی شخص کو رویت تھی کہ میں نصیب ہو رہی کہ وہیل غرضی زد کرے تو اس صورت
مرئی کی تعمیر مردہ قبل کو تو نظر کرتے ہوئے کی جائیگی (۱۵) خواب شرح مذکور (۱۶) روایت کے حال اور مرتبہ کی روایت
کی ہوئے گی (۱۷) مکان میں میں روایت تھی نصیب ہونے کا پاس کیا جائیگا (۱۸) روایت اور مکان دونوں
کے ساتھ ہونا۔ اگر کسی شخص کو رویت تھی کہ میں نصیب ہو رہی کہ وہیل غرضی زد کرے تو
ہم اس شخص کو اپنے حال پر روایت رکھیں گے۔ میں اس کو نیز تعمیر کے قیام کر لیں گے جیسا کہ ہم متفقہ
کی ضرورت میں دیکھیں گے اور تعمیر قیام کر لیں گے۔ رویت حق تعالیٰ نے انہوں اور آخرت دونوں میں ہونا ہر دو
سے۔ ثابت کو اللہ تعالیٰ کا تھی وہ ہم کا نصیب ہوتا ہے۔ ایک تو ہے بیحد دل کا تھی دوسرا تھی صورت میں
بلا وقت سے ثابت جب ظاہری انہیں بند کرے تو وہ کی شانیں اور شے اس کے دل سے اُٹھتے ہیں
ہم کو وہ دل کی انہوں سے دیکھتا ہے۔ یہ دل کا دل اللہ تعالیٰ ہی کا نور ہے۔ اس کی شکل ایسے ہے جیسے
بچے کی کہ ہنر دہانے سے بیڑی سے۔ روایت کی شانیں ہوتی ہیں۔ یہ بیحد دل کا تھی ہے اور اس میں کوئی سرور
نہیں۔ دوسرا تھی صورت میں ہے۔ جب بہت تعالیٰ کسی طالب کو اپنے مشاہدہ سے مشرت فرماتا چاہتا ہے تو
سنت تھی۔ ہمارے یہ کہ حقوق میں سے جس چیز کیا تھا اس کو اس ہوتا ہے اس چیز کی صورت پر بہت تعالیٰ
نہیں فرماتا ہے کہ ہر شے اس ملکیت الیہ پر۔ ہر جان سے قربان ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملک کی
صفت تھی اسے ملک کی صورت پر بھی فرمایا۔ طالب فرمایا کہ اپنے شے کیا تو غنیمت ہوئی سے۔ اللہ تعالیٰ
اس کو شے کی صورت پاک پر بھی فرماتا ہے۔ بلا وقت اس کو خیر علیہ السلام کی زیارت پاک بھی اپنے شے

(۳) اور حتمی کا حکم اور اثر ہر موطن و مقام اور مرتبہ میں غیر ہوتا ہے۔ مقام احدیت میں اُس ذات کا ایک خاص حکم ہے پھر وحدت اور وحدیت میں اور حکم ہے۔ اس طرح عالم ارواح میں اور حکم اور عالم مثال میں اور حکم ہے۔ پھر عالم اجسام کا اور حکم اور حضرت انسان جو ذات کا آخری موطن اور آخری لباس ہے اس کی مثال ہی مثال ہے۔ لیکن جب انتقال کا ظہور غنی کی محبت پر ہوا تو حتمی نے اپنی دونوں صفات جلال اور جمال کے مظاہر بنائے۔ کئی مظاہر جمال ہیں اور کئی مظاہر جلال ہیں۔ چونکہ جمال جہاں کی نسبت سے مظاہر جمال اور مظاہر جلال میں فرق نہ فرما اور صفات پیدا ہوئے۔

(۴) اور ملک معنی تنزیہ کے قائل ہیں وہ محبوب ہیں اور جب اللہ تعالیٰ انہوں کے واسطے مقرر قلوب میں رہی جو اسے تو ان کی حصول غرض دلائل کیساتھ تقاضا کرتی ہیں۔ اور وہ محبوب رگ انتقال کو جہت غنی اور خیالی میں قبول کرتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک انتقال معنی ایک غنی اور خیالی چیز ہے جو ظاہر جس میں نہیں آسکتی اور صمیم العینہ وہ شخص ہیں جو تنزیہ اور تشبیہ دونوں کے قائل ہیں یعنی ان کے نزدیک ذات کلین بھی ہے تقدیر بھی ہے نہیجرت بھی ہے اور با محضوت بھی ہے۔

ایزیر بعد ہی اس مقام کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر عرضی بہر ان اشیاء میں پر عرضی فیض ہے کہ وہ اس کو درجہ قربت عارف کے ذرا دہل میں سے کسی ایک ذریعہ میں۔ کہ دیئے جائیں تو قرب عارف ان کو محسوس تک نہ کرے۔ اور یہ وسعت عالم جسم میں باریز کے دل کی سہیلین میں کہتا ہوں کہ درختی عوالم بعد ان کے شجر کے اگر قرب عارف کے ذرا دہل میں سے کسی ایک ذریعہ میں کہ دیئے جائیں تو قرب عارف اس کو اپنے ہم میں محسوس تک نہ کرے۔ کیونکہ تحقیق یہ بات ثابت ہے کہ نفسی قرب عارف میں حتمی بہر آتے اور با دہر اس کے قرب عارف میرب نہیں ہوتا۔ اگر قرب عارف پہر آتا تو میرب ہوتا اور یہ

قل باریز ہے۔ اور تحقیق ہم نے بھی اس مقام پر اپنے قل کیساتھ اس بات کی تائید کی ہے۔ شعر ہے
 انا سے وہ ذات جس نے شیا کو اپنی ذات میں پیدا کیا ہے وہی سے جس نے اس کو پیدا کیا ہے وہ خود
 شیا کو جو جس سے ہے کہ خود عالم اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیچ سے درخت پیدا
 ہوتا ہے۔ پھر اس شجرہ الکوان پر حضرت انسان ہے جس کے وہ قرب عارف ہیں جیسے عوالم پیٹے گئے ہیں۔
 اور تو ان چیزوں کو پیدا کرتا ہے جن کا وجود تیری ذات میں نہ تھا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ہی
 خود و صفات ہی ہیں اس لئے ایمان نہ کرنا ایمان نہ کرنا یعنی خود خدا ہے جس نے ایمان ہی

ہیں۔ نیز انہی تنگ سے دور تھی واضح ہے۔ مراد یہ ہے کہ تحقیق کی محنت پر تو ہی مقید اور تنگ ہے
اور تحقیق کی بدولت تو ہی مخلوق اور عالم سے ہے۔

(۱) اگرچہ ہر عالم ہر شے پر اس کے ہیں مگر سے دل میں جمع کر دیے ہائیں تو ان کی بلند و نشی میں ہے
سے بہرہ اہرہ ہو۔ یعنی عارف کے قلب میں جو وہ نام پیسے ہوئے ہیں لیکن کوئی شخص اس لذت و راحت میں
(۲) جس قسم میں محتلفی ہو گیا وہ خلق سے کسے تنگ ہو گا۔ مراد یہ ہے کہ عارف کا ادراک جو عالم پر ہے
یہ تو ہے خلق کو سمانا عارف کے قلب میں۔ اب محتلفی کا معنا قلب میں کیے ہے۔ انسان ہی کی تحقیق
بازل کی تحقیق کا نام حق ہے جو کہ دوسرا نام حضرت روح ہے۔ اسی کا نام ادراک ہے۔ اسے طالب نور
کرمات کاں کی کیا نشان ہے۔

ہر انسان اپنی قوت بنیاد میں وہم کیسا تھا ایسی چیزیں پیدا کر پتا ہے بنیاد میں کوئی کام نہیں
ہوتا۔ ان کا وجود ہر تہ اس کے خیال ہی کے اندر ہوتا ہے۔ تحقیق میں ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اور یہ ہم
لوگوں کی حالت ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر انسان نے کمال کے متعلق ایک عقیدہ رکھا ہے۔ یہ ہم شخص
مستحالی کو اپنے وجود سے عقیدہ تصور کرتا ہے۔ عالم کو غیر خدا ہوتا ہے۔ اپنے ہی خیال میں وہم کیسا تھا اس نے
ایک دہی خدا کا وجود گھر رکھا ہے۔ حالانکہ تحقیق میں یہ اس کا وہم ہی وہم ہے۔ جو جس خیال انسان کو خیال
عقیدہ ہو رہا ہے۔ حق خدا ہو سکتا ہے۔ محتلفی وہ ہے جو ہر شے کے عقیدے تھا قال تعالیٰ (الاراقہ بخیر
شئ و فیضی)۔ لیکن عارف کامل اللہ تعالیٰ کو ہر شے کی تحقیق وہ ہر شے کی محنت ہوتا ہے۔ اسے عارف ہی
تجست یعنی خدا و وہم کیسا تھا محتلفی کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس کے عمل نہیں ہے۔ ہر تحقیق و وجود
اور عارف ہمیشہ اس مراقبہ و محنت و وجود میں غور و متفرق رہتا ہے۔ یہ عقیدہ اس کے ذہن سے بھی غائب
نہیں ہوتا۔ ساری باتوں میں جب عارف کے قلب پر غفلت عارفی ہوتی ہے تو یہ مخلوق یعنی یہ عقیدہ جو اس کا
ہوتا ہے کیا ہوتا ہے کہ اس کے ذہن سے غائب ہو جاتا ہے۔ لیکن جب عارف جمع حضرات میں مراتب
بہتہ اعلیٰ و محنت و وحدت عالم ادراج عالم مثال و عالم جسم پر عارفی ہو جاتا ہے تو یہ نقطہ توحید
اس کے دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ وہ وہ بھی اس تحقیق سے غافل نہیں ہوتا۔ لیکن مرتبہ میں سے کسی نہ کسی
مرتبہ میں عارف کو ہمد و ہمت ہے اور اس مرتبہ میں ذات حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ عارف گہرے
حق اور حقیقت اور وحدت اور وحدت کی تیر کہتا ہے۔ اور گہرے مرتبہ خفی عالم ادراج عالم مثال اور عالم جسم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت مبارکہ کے کُل افراد کی شان نزالی ہے۔ اُن کو وہی ربوبیت اور اُن کی ربوبیت حاصل ہے۔ اُنکی اس کلمہ کی تشریح بتاتی ہے کہ غفلت عموماً میں بھی عام نہیں ہوتی۔ عموماً سے مراد عوام مسلمان ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا شوق نہیں اور مذہبی فرائض و عبادت اُن کے طالب ہیں۔ اگرچہ عوام میں بظاہر اللہ تعالیٰ کے عاشق نہیں لیکن اُن کے دل میں بھی کسی نہ کسی چیز کی غفلت خراب ہوتی ہے اُنکی کلام کے ساتھ کسی کی زبان کیسا قد کس کی گونہ سے کہتا اور غیر ذلالت۔ سب الگ ہے یہ اشیاء بظاہر غیر خدا ہیں لیکن حقیقت میں ہیں خدا میں اور متعلقانے ان اشیاء کی صورت پر اُن کیسے نہیں فرمایا ہے۔ مگر متعالیٰ ان اشیاء کی صورت پر اتنی نہ ہوتا تو ہرگز یہ اشیاء اُن کیسے باعثِ حیرت نہ ہوتیں۔ پس ثابت ہوا کہ عوام لوگ بھی متعالیٰ کے ساتھ ہی مخلوق ہیں اور غفلت کا فائدہ اُن پر بھی قائم ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ سب کو ایک یہ تصور واضح کیجئے کہ اُن کے ظاہر کے ہاتھ میں ہی اللہ عزوجل ہے۔ رہتے ہیں کہ وہ اس کے نام پر ہیں اُن کے اس دعویٰ کا رد ہے کہ حقیقت وہ سب حق ہیں کہ کہتی ہیں فاعل ہیں ہوتا اور موزوں ہے کہ ہر ایک شے سے ہوا ایک شے سے فاعل ہو۔ مگر یہ ہے کہ متعالیٰ ایک وقت کو جو عالم کا بچاؤ ہے اور عبادت اللہ کی ترقی کر رہے ہیں ایک وقت جو عوام کو نگہبان ہیں بن سکا کہ کوئی کسی نہ کسی عالم کی طرف سے فاعل ہوگا۔ مگر جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کیسے مروت پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مثال ایک وقت جو عوام کے نگہبان ہیں اسے اللہ تعالیٰ کو اسم الٰہی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم پاک خدا ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ عبادت اللہ کی حفاظت کرتے ہیں ہائے کہ وہ کہے کہس ان ہوں۔ عباد عالم خیال میں اور عالم مثال میں کئی چیزیں پیدا کر جاتا ہے لیکن عالم شہادت میں ہیں یہ کئی چیزیں پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے عالم شہادت میں ظہور کو پیدا کیا ہے تو پھر عباد اعتبار خالق ہونے کے کہ کتاب ہے کہ میں حق ہوں۔ مگر اس مخلوق کیلئے عباد کی حفاظت متعالیٰ کی حفاظت کے لئے نہیں ہے پس ہم نے تحقیق حق اور عباد کے درمیان فرق بیان کر دیا ہے۔ نیز اس اعتبار سے کہ ہر ایک صورت کی طرح ہو جاتا ہے تو دوسری کسی صورت اور اس کے عالم سے فاعل ہو جاتا ہے حالانکہ یہ متعالیٰ کی شان نہیں ہے عباد حق سے متمیز ہوا اور فرق عباد اور حق کے درمیان یہ ہے کہ عباد جب بھی مخلوق یعنی اپنے پیدا کردہ عباد کی حفاظت کسی عالم کی کسی ایک صورت میں کرتا ہے یعنی کسی ایک صورت میں اور حق تسیم کو یقیناً ہے تو جہاں جو عالم کی خود صورت میں اس کی مخلوق یعنی عباد کی حفاظت اور رحمت خدا برحقانی

[illegible]

دائرة الله

الشیخ

تفسیر

رُبُوبِيَّةٌ

صفات فاعله وجوبه مظاهر الله
 حقيقة مستفردة بامعة التوحيديَّة والاشيائية
 صفات قابرة اتمكازية مظاهر الله

عَبْدِيَّةٌ

السير

تفسیر

اس پر از کہ ہوائے اُس شخص کے جو بنفسِ قرآن سے کوئی نہیں پاسکتا۔ یعنی وہ قدرتِ باری کی یہ تمام مقدراتِ خلق کا قائل ہے، وہ اس پر از کہ پاسکتا ہے۔ یا قرآن چونکہ تیرے مقررین کا بیان ہے اس سے قرآن کی مثال ساتھ انسانِ کامل کے دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ وحیتِ کرامتِ حق اور خلق کا جامع ہے۔ یعنی وارثِ کاملِ ربوبیت اور عبودیت کا جامع ہے۔ پس تین شہادتِ قابلِ کاشفی قدرتِ وہ ہے جو سربراہیِ نگاہ رکھے۔ ربوبیت اور عبودیت میں فرق قائم رکھے۔ صفاتِ ربوبیت کا اطلاق صفتِ عبودیت پر اور صفاتِ عبودیت کا اطلاق صفتِ ربوبیت پر نہ کرے۔ پس اس مسئلہ میں نہ کوردہ فرقان وہ فرقان ہے جس سے مبادرت میں تمیز ہوتی ہے اور یہ فرقان تمام فرقانوں سے جندِ قرب ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب کسی عالم میں غائب خدا کو اللہ تعالیٰ کی رویت کسی شخص پر ہوتی ہے۔ یہ ماحق ہے اس کو اس شخص کی حضور کی بھی نصیب ہوتی ہے تو اس رویت الہی میں مبادرت میں مرتب فرقان اور تمیز موجود ہے۔ اس سے ترقی کر کے جب تک ذاتِ حق میں خود عمداً مستغرق اور مستحکم ہو رہی ہو جائے تو وہ فرقان ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس مقام پر رہت نفسِ خود ہی شہید ہے اور خود ہی شہود ہے۔ لہذا عبودیتِ حضور سے افضل ہے۔ کیا کہ حضور ہی میں خودی اور دلایا کی موجود ہے۔ ہاں جس ایک وقت عبد ہاں شریک نہ ہو جاتا ہے۔ اور ایک وقت عبد ہاں شریک ہو جاتا ہے۔ لیکن گاہے قدرتِ تعالیٰ ربوبیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور جب ایسا حالت سے تفرق کرنا ہے تو پھر صفاتِ عبودیت کا غلبہ ہوتا ہے۔

وَنَزَّهَةٌ وَشَيْهَةٌ ۖ وَشَوْفِي مَقْعَدِ الْعَرْشِ
وَكُنْ فِي الْجَمْعِ إِنْ شِئْتَ ۖ وَإِنْ شِئْتَ فَقِ الْقَرْقِ
تَعْرِ بِالْكَفْرِ إِنْ حُلَّ ۖ تَبَدَّلِي قَصَبَ السَّبِقِ
فَلَا تَخْنِي وَلَا تَبْقَا ۖ وَلَا تَخْنِي وَلَا تَبْقَا
وَلَا يُلْقَى عَيْنُكَ الْوَسْوَ ۖ فِي غَيْرِهِ وَلَا تُلْقَى

لَقَدْ يَصِدَّقُ الْوَعْدُ لَا يَصِدَّقُ الْوَعْدُ وَالْحَقُّ إِلَّا إِلَهِيَّةٌ تَطْلُبُ الْمُسْلِمِينَ وَالذَّامِتِ قِيَسُ
عَلَيْكَ يَصِدَّقُ الْوَعْدُ لَا يَصِدَّقُ الْوَعْدُ بِإِلَهِائِهِمْ وَلَا تَحْسَنَنَّ اللَّهُ فُحْلَتِ وَنُورِ (مُسْلِمٌ) لَمْ يَكُنْ
لَا يَوْمُ ۖ بَلْ قَالَ (وَتَجَاوَزَ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ) تَوَعَّدَ عَنْ ذَلِكَ مَا كَانَ عَنْ رَحْمَتِهِ (لَا إِلَهَ إِلَّا
كَرَامَةُ الْوَعْدِ) وَقَدْ زَالَ الْإِمْحَانُ فِي حَقِّ الْحَقِّ الْإِنْفِذِ مِنْ كَلْبِ الْمُسْلِمِ جَمِيعُ شَمَرِ

فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا سَادِقُ الْوَعْدِ وَحْدَهُ ۖ وَمَا لَوْحِيهِ الْحَقُّ عَيْنٌ تَعَارَى
وَأِنْ دَخَلُوا أَدَامَةَ الشَّقَا فَأَتَاهُمْ ۖ عَمَّا لَدَّتْ فِيهَا نَجْمٌ مُبَارَكٌ
نَجْمٌ جَنَانُ الْخُلُوفِ قَالُوا مُرَدِّدٌ ۖ وَبَيْنَهُمَا عِنْدَ النَّجْمِ تَبَايُؤُ
يَسْئَلُ عَذَابًا مِنْ عَذَابِ قَوْمِهِ ۖ وَذَلِكَ لَكُمُ الْفُتُورُ وَالْوَشْرُ حَائِلٌ

یہ حکمت علیہ کا نص کلام اسماء علیہ کے بیان میں ہے

حکمت علیہ کے بعد حکمت علیہ کے لائے کی وجہ یہ ہے کہ حکمت علیہ کو انتہائی اس امر پر ہوا کہ حکمت
کو انتہائی مقام حاصل کرنا چاہیے تاکہ اس کو رضائے سب سے حاصل ہو۔ سب سے زیادہ کو رضائے سب سے حاصل ہونے
سے تربت شامی اس بناء کو منصب عالی مقام لڑا ہے اسے حکمت علیہ حکمت علیہ کے بعد بیان کی ہے کہ
اس پر علم حضرت اسماء علیہ السلام کی طرف سے سب کرنے کی چند وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ حضرت اسماء علیہ
علیہ السلام اسم علیہ کے منسوب ہیں جیسا کہ آپ خود ہی کے قول (وَقَالَتُ الْفُتُورُ مِنْ قَوْمِي وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ رَحْمَةٌ
مِنْ رَبِّكَ) میں آپ ہی شامل ہیں۔ اور غرض اس پر بھی آپ کی شان میں وارد ہے (وَلَا تَكُونُ لِي كَيْفَ
نَسِيتُ) (وَلَا تَكُونُ كَيْفَ الْوَعْدِ) (وَلَا تَكُونُ كَيْفَ الْوَعْدِ) (وَلَا تَكُونُ كَيْفَ الْوَعْدِ) (وَلَا تَكُونُ كَيْفَ الْوَعْدِ)
عند تَرْجَمَ (وَلَا تَكُونُ كَيْفَ الْوَعْدِ) (وَلَا تَكُونُ كَيْفَ الْوَعْدِ) (وَلَا تَكُونُ كَيْفَ الْوَعْدِ) (وَلَا تَكُونُ كَيْفَ الْوَعْدِ)

یہ کہ غنوت اسمائیں میرے اسموں میں روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تھیں اور یہ علیٰ جہد عالی مقامات و
 درجات سے ملی تھیں ہے ۔

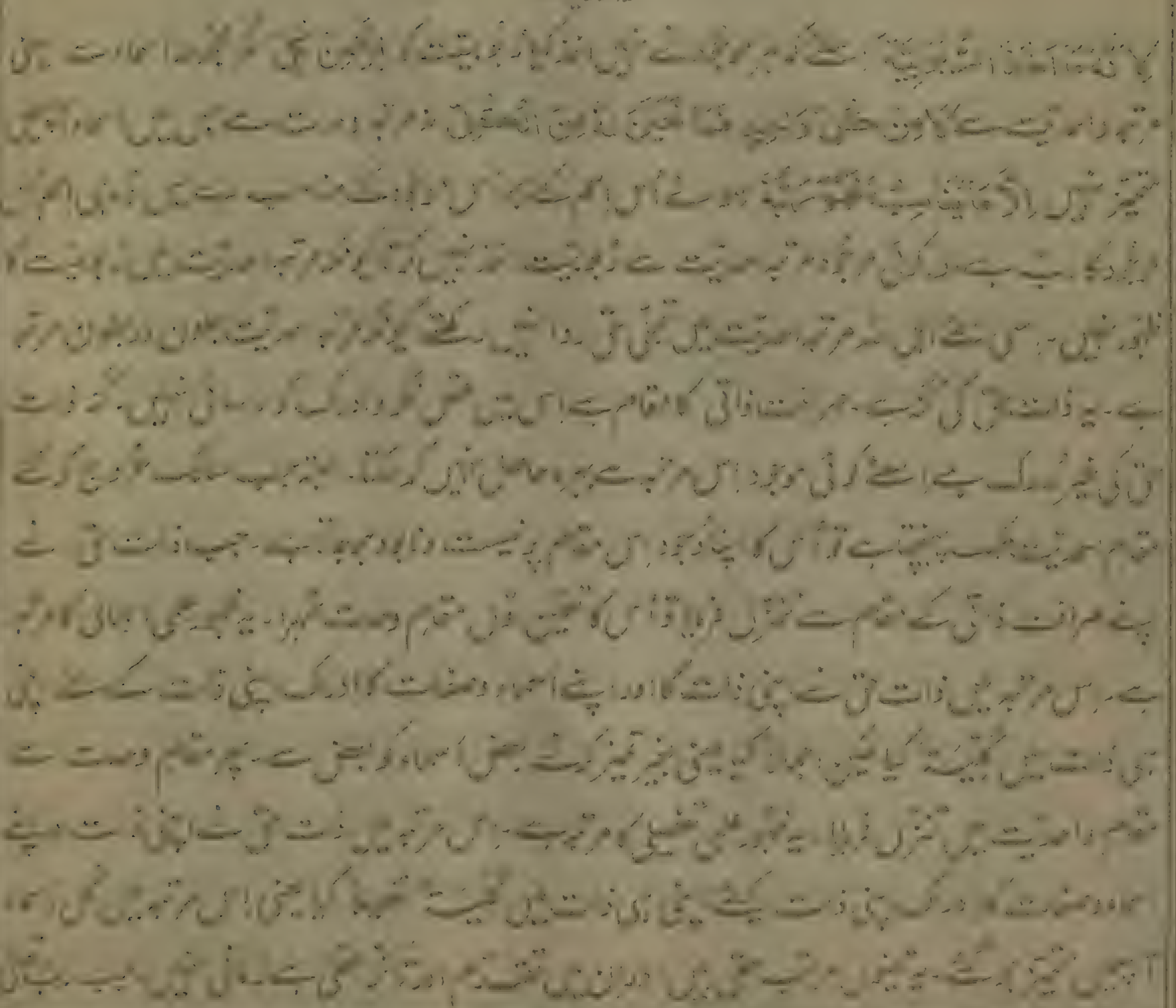
اسے وہاب : اسی امر کہ جان لے کہ نہ ذات اللہ و حمد ہیں کا اسم اللہ ہے بالذات نہ اسدیت اور
 بالاسماء نہ اس کے ہیں حقیقت کے اعتبار سے وہ اسم ہے اس کے بعد کسی چیز کا وجود نہیں اور اسم کے
 اعتبار سے اس کے وجودات اسی اسم کے مظاہر ہیں ۔ اسم اللہ جامع بیحد اسماء و جامع بیحد صفات ہے ۔ بالی اسماء
 میں سے ہر ایک اسم ایک خاص صفت کا مظہر ہے ۔ اسم حق صرف ذات ہے اسم علیم صرف علم ہے اسم عزیز صرف
 ارادہ ہے اسم قادر صرف قدرت ہے اسم سمیع صرف سمیع ہے اسم غنی صرف غنی ہے اسم غنی صرف غنی ہے اسم
 یہی اسماء اس ذات کے اسم ہیں جو اسماء ذات ہے ۔ ذات کے اعتبار سے وہ ایک ہے لیکن چونکہ اس کے
 اسماء مختلف ہیں لہذا اسماء کے مظاہر بھی مختلف ہیں ۔ اسماء کے مظاہر بھی مختلف ہیں لہذا اسماء کے مظاہر بھی
 بھی ہر دو صفت کے مظاہر ہیں ۔ نیز جو صفات عامہ اسی ذات اسم کے اسماء کے مظاہر ہیں لیکن جو صفات خاصہ
 کی صفت ہے اسی ذات اسم کا مظہر ہے ۔ نیز جو صفت خاصہ اس کے ہر ایک اسم کا ایک خاص صفت ہے اور وہ جو
 اس صفت کا مظہر ہے ۔ لیکن ہر دو جو ایک خاص اسم کا مظہر ہے اور وہ جو اس اسم کے صفت کا مظہر ہے
 کو وہ اسم اس صفت کا مظہر ہے اور اس صفت کی تربیت وہ ہی اسم کرتا ہے ۔ ایک شخص اسم مبارک کا مظہر ہے
 وہ اسم اس شخص کی تربیت کرتا ہے لہذا وہ لوگوں کے لیے دعا و نجات ایک شخص اسم مبارک کا مظہر ہے وہ
 لوگوں پر برکت کرتا ہے ایک اسم کریم کا مظہر ہے وہ لوگوں پر رحم کرتا ہے ایک اسم متین کا مظہر ہے وہ لوگوں
 کو گمراہ کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ میں ۔ پس عالم کبریا جو ایک خاص اسم کا مظہر ہے ۔ یہ عالم ہے کہ ایک جو خود اس عالم
 کا مظہر ہو لہذا جیسا کہ وہ ذات ہیں کا اسم اللہ ہے بیحد اسماء کی جامع ہے ایسے ہی نہ ذات ہیں کا اسم پاک
 محمد پاک ہے صلی اللہ علیہ وسلم بیحد اسماء کی جامع ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کیلئے عزت و
 الٰہی آپ کی ذات یعنی حقیقت نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات یعنی حقیقت ہے ۔

۱۱) آپ ہر شخص جو ذات میں سے ایک اسم ہے اور وہ اسم اس شخص کا ہے ۔ وہ اسم جو اسم ہے اور وہ شخص
 اس اسم کا ہے ۔ شخص سے مراد ہے ۔ مراد یہ ہے کہ عالم کی ہر شے ایک اسم ہے اور وہ اسم اس شے
 کی تربیت کرتا ہے اور اس شے پر تصرف ہے ۔ لیکن ہر دو جو ایک اسم کا مظہر ہے یا ہر دو جو ایک اسم
 سے ہر دو کی تربیت کرتا ہے ۔ وہ اسم ہر دو میں سے ہے ۔ وہ وہ جو خود اس اسم کا ہے ۔ یعنی جیسے جسم

کواثبات و درجہ ساقدرت کے ہے۔ مگر انسان ذاتی ہو جائے تو نزدیکیت بھی زائل ہو جائے۔ سب کچھ کثرتیت
ہیستہ قائم و دائم ہے۔ سب انسان بھی ہمیشہ قائم و دائم ہے۔

اور موجودات میں سے ہر موجود اپنے نسب کا پسندیدہ اور محبوب ہے۔ محبوب جو کچھ کرتا ہے سب محبوب
ہے۔ اسے محبوب کا ہر فعل پسندیدہ ہے۔ نیز کچھ تحقیق کسی عین خارجی کیے فعل ثابت نہیں بلکہ اُس عین خارجی
میں اُس کے نسب کو فعل ثابت ہے۔ اسے وہ عین خارجی اس بات سے ملتا ہے کہ اُس کے نسب کا فعل اُسکی
حالت منت کی جاتی ہے۔ ہر موجود ایک خاص نام یا نفع میں نسب کا محبوب اور منہر ہے۔ اسے منہر کا فعل حقیقتاً
ہونے والے کا فعل ہے اور مرئوب کا فعل حقیقتاً اُس کے نسب کا فعل ہے۔ عین خارجی ہر اُس فعل سے جو اُسکی
یا اس سے غلام ہوتا ہے دافعی ہوتا ہے۔ یہ کہ وہ جانتا ہے کہ یہ افعال ان افعال میں سے ہیں جن کو اُس کا نسب پسند
کرتا ہے۔ یعنی ہر قابل و صالح اپنے فعل و اپنی صنعت پر دافعی ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے فعل و اپنی صنعت
کو وہ نام دیا ہے جس کے وہ واقع تھے۔ یعنی ہر نسب اپنے مرئوب کی تربیت اُس کی۔ اس کے معانی گنا
ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمان ہے (أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَىٰ مَا خَلَقُوا شَرًّا لَهُمْ) یعنی تعالیٰ نے بیان کیا کہ تحقیق اُس نے
ہر شے کو اُس کی استعداد و عطا کی اسے کوئی شے نسب اُس کو ملے کہ وہ استعداد میں کی بیشی کو قبول نہیں کرتی۔ چونکہ
مستحق و غلیل یہ قسم اس راز سے واقف تھے کہ ہر انسان کا فعل اُس کے نسب کا فعل ہے اور اُس کا ہر فعل
اپنے نسب کے نزدیک پسندیدہ ہے اور ہر مرئوب اور موجود اپنے اپنے نسب کا منہر ہے اور ہر انسان کو اللہ
تعالیٰ نے ہی زائل ہیں۔ استعداد و عطا کی جس میں کی بیشی نسب نہیں ہو سکتی۔ اسے وہ اپنے نسب کے نزدیک پسندیدہ
تھے۔ اور ایسے ہی ہر موجود اپنے نسب کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

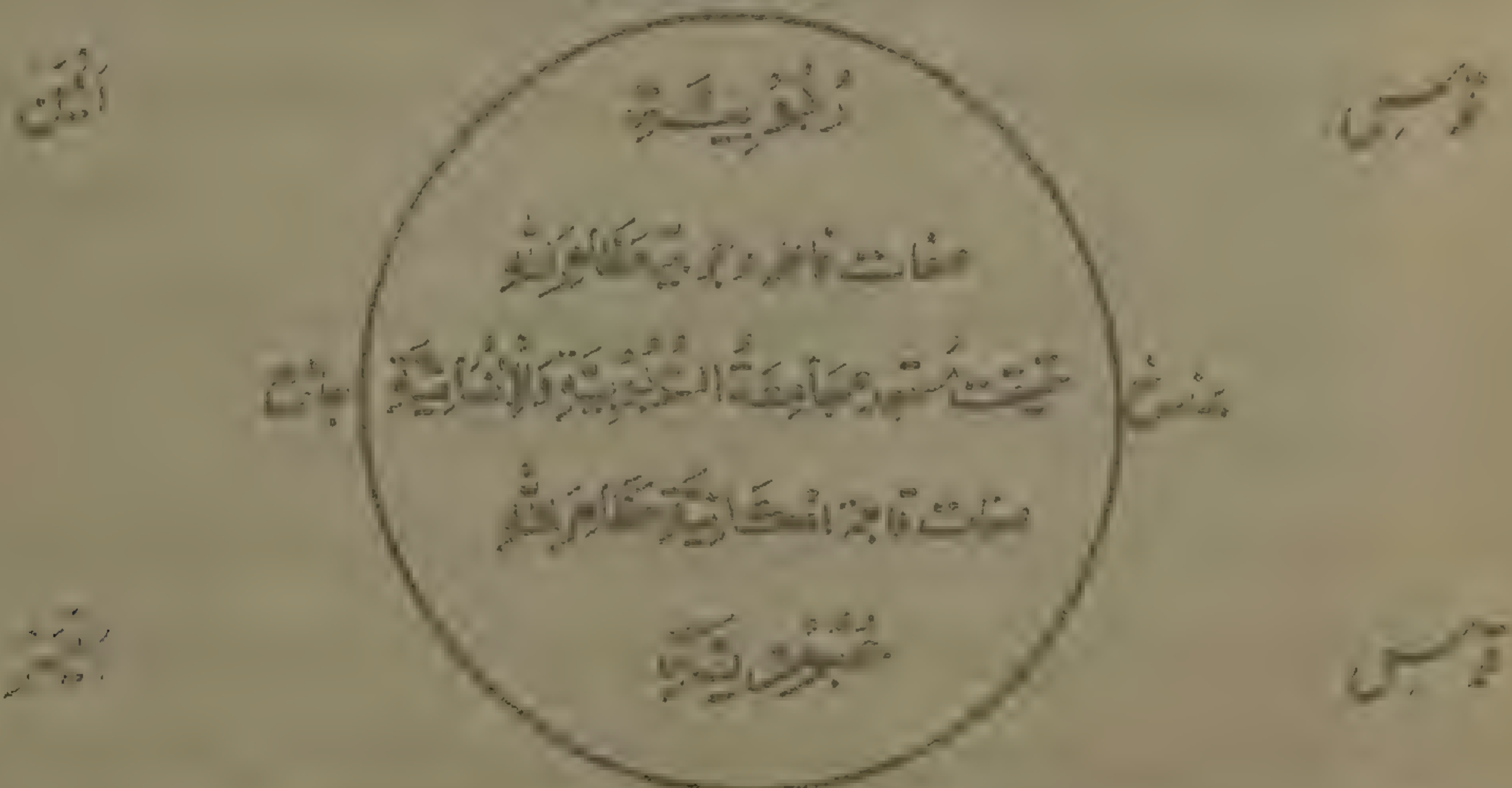
تقریر لازم نہیں کہ جب ہر موجود اپنے نسب کے نزدیک پسندیدہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور وہ موجود
کو ہر نسب کے نسب کے نزدیک ہی پسندیدہ ہو۔ مثال کے طور پر اسم آدمی کا مرئوب اسم آدمی کا تو پسندیدہ ہے لیکن اسم مُنہل
کا وہ پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی اسم مُنہل کا مرئوب اسم مُنہل کا تو پسندیدہ ہے لیکن اسم آدمی کا وہ
پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ مرتبہ اصغریت میں اسماء سب مستحب ہیں یعنی با نقوہ کو بلند ہیں لیکن اس مرتبہ میں اگر
ظہر میں مرتبہ وصیت میں اسماء کا ظہر والی اجمالی تھی ہے لیکن اس مرتبہ میں اسماء کی آہل شایہ نیز نہیں مرتبہ
وصیت میں اسماء کا ظہر غمی تفصیل تھی ہے اسماء اس مرتبہ میں اسماء ایک گروہ سے تھیں۔ وصاحت کے
والتیہ الذمیرۃ ہیں کہ ہوتا ہے۔



مقبول بارگاہ وہ ہے جو اپنے کسی نفس کی نسبت اپنی طرف نہ کرے۔ دل کی راگ اللہ تعالیٰ کو سونپ دے اور
 ہر عریضے یا بندے کو روکے نہیں۔ جو فعل اچھا یا بُرا سرزد ہو اس کو کسی حکمت پر مبنی کرے اور خود ہر نفس
 راضی رہے تاکہ نسبت ہادی اصدب محض دونوں اس پر راضی رہیں۔ ایسے عارف بہ نسبت درباب یعنی باب
 مطلق بھی راضی ہوگا۔ نسبت باطنی علیہ السلام کی غیبت باقی موجودات پر سب سے ہے کہ آپ پر نسبت ہادی
 کا لاشی ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے (وَكَانَ عِندَ تَوْبِهِ مَقْبُولًا)۔ انجکہ ریت سے مراد نسبت مطلق ہے
 یعنی اللہ تعالیٰ نہ نسبت خاص۔ باقی تعلقات پر نسبت خاص راضی ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ حضرت باطنی ہر مقام
 عارف کامل تھے اور اس راز سے واقف تھے۔ اور ایسا ہی حال ہر نفس مطلق کا ہے۔ ہر نفس مطلق سے مراد وہ
 نبی اللہ دل ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر نبی اور ہر لدی اللہ تعالیٰ کا راضی اللہ پسندیدہ ہے کیونکہ وہ اس راز سے واقف
 ہیں۔ ہادی سے نفس مطلق کو خطاب ہوا (اگرچہ ان کی نسبت) تو اپنے نسبت کی طرف رجوع کر یعنی نسبت تعالیٰ
 سے نفس مطلق کو تکمیل دیا ہے کہ تو ہر اس نسبت کی طرف رجوع کر جو تجھے دعوت دے تاکہ توجہ درباب کی پیروی
 سے نسبت تعالیٰ یعنی نسبت مطلق کو پہچان سے کیونکہ توجہ درباب میں توجہ اسرار کا جزو نسبت تعالیٰ ہے جو ہم اللہ
 سے موصوم ہے۔ ہر نسبت کی پیروی کر جو تجھے دعوت دے یعنی ہر فعل کی نسبت ان ارباب واسما کی طرف کہ
 درجہ تارخہ یا کہ توجہ عارف باللہ ان جہان سے اس طرح نسبت درباب میں نسبت تعالیٰ سے توجہ راضی اللہ سے توجہ
 سے راضی۔ (فَلَا يَلِيَنَّ فِئْتَاؤُنَا) اسے نفس مطلق میرے بندوں میں داخل ہوا ہے کہ ان کو بھی یہ مقام
 حاصل ہے۔ اس توجہ عباد نہ کرے مراد وہ توجہ بندے ہیں بحسب تعالیٰ کے عارف ہیں۔ ان عارفین باللہ کے
 جو باقی بندے اس میں داخل نہیں۔ اور وہ عارفین باللہ اس راز سے واقف ہیں کہ توجہ درباب نسبت تعالیٰ کے
 ہیں ان اللہ بالائی جہاں اپنے فیر کے نسبت کی طرف نظر نہیں کرتے۔ عارف اول اسم ہادی کے ظہریں دے
 ہمیشہ ہدایت کے راستے پر گامزن رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ اسم فعل ہیں اللہ تعالیٰ
 کو ہی ایک اسم ہے لیکن وہ توجہ مراتب نگاہ رکھتے ہیں اور گراہی یعنی نیچائے سے گریز کرتے ہیں۔ عارف بہ
 کیلئے ضروری ہے کہ توجہ مراتب یعنی عہدہ شریعی نگاہ رکھے۔ (وَإِذْ خَلَّيْنَا عَنْكَ آلِكَامَتٍ) اور میری جنت میں داخل ہو
 جا۔ جنت سے مراد ستر ہے یعنی میرے ستر میں داخل ہو جا۔ مراد یہ ہے کہ میری ذات میں چھپ جا۔ اور نہیں ہے
 نیز اس ستر و تاثیر سے یعنی اسے عارف ہیں تیری ذات میں چھپا توجہ اس میں توجہ کو اپنی ذات میں چھپا تے
 نیز میں تیرے بغیر نہیں پہچانا جاتا جیسا کہ تیرے بغیر توجہ نہیں ہوتا مراد یہ ہے کہ انسان کا توجہ ساتھ اللہ تعالیٰ

کے ہے اور اللہ تعالیٰ کا نمودر ساتھ انسان کے ہے۔ یہاں ہی کا نمودر ساتھ معرفت کے ہے اور معرفت کا نمودر ساتھ
 ساتھ یہاں ہی کے ہے۔ پس جس نے تجھے پہچانا اُس نے مجھے پہچانا اور میں نہیں پہچانا ابنا پس تو بھی نہیں پہچانا
 ہوتا۔ مراد یہ ہے کہ ذات حق کی کونہ غیر نزدیک ہے۔ وہ ایسے ہی انسان کی حقیقت جو ذات حق کیسے برآت ہے
 بھی غیر نزدیک ہے۔ لہذا جب تو اُس کی جنت یعنی ذات میں داخل ہوا تو اپنی ذات میں داخل ہو گیا۔ مراد یہ
 ہے کہ تنہائی جب تیرے دل میں سے کر گیا اور تو اپنے دل میں ہو اور مستغرق ہو جائیگا
 اور تجھے جہاں ذات کی ایک اور معرفت نصیب ہوگی سوائے اُس معرفت کے جس سے تُو نے اپنی ذات کو
 پہچانا تھا اور اپنی معرفت کے سبب اپنے رب کو پہچانا تھا۔ ابتدا میں معرفت اپنے آپ کو معنی بندہ تعریفیت
 پر تحیر و جبروت تعالیٰ سے ڈرا اور مجبور ہو کر اسے اللہ رب تعالیٰ کو دُعا والہذا قادر مطلق اعظم الما کہیں نور
 میں نور تسلیم کرتا ہے۔ یہ ابتدائی معرفت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ غافل کے دل سے وہم کا پردہ اُٹھا دیتا ہے تو
 کہ اس راڈ کو یا لیتا ہے کہ وہ ذات حق جسکو وہ اپنے سے اور خلق سے دور جانتا تھا اُس کے دل میں جلو نما
 ہے۔ یہ معرفت کی انتہا ہے۔ میں غافل کمال جب معرفت کا وہ آئینہ سے تحت اللہ موصوف ہو جاتا ہے تو وہ
 حق اللہ مطلق کے درمیان پر نور جامع ہو جاتا ہے یعنی معرفت نمودیت و عبادت رُبوبیت کا جامع ہو جاتا ہے
 اور اسی راڈ کو پالیتا ہے کہ نمودیت اللہ رُبوبیت و درون اللہ تعالیٰ کے کمال میں اور رُبوبیت اللہ نمودیت
 اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا درویشانِ دل۔ مرتبہ و تعبیر میں اُس ذات کا نام نہ پ ہے اور مرتبہ تعبیر میں اُس
 ذات کا نام مہدی ہے۔ رعایت کیئے دائرۃ اشراق میں کیا جاتا ہے۔

دَائِرَةُ الْمَعْرِفَةِ



دائرتے کے وسط میں سے ایک خط گذرتا ہے جو دائرے کے دو قوسوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تقسیم کرنے سے
 مراد اسے ٹکڑے نہیں کرتا اس میں اشارہ یہ ہے کہ وسطانی خط سے دائرہ دو قوسوں میں تقسیم ہوتا ہے اور اس
 تقسیم میں تقسیم ہو گیا ہے اور وسطانی خط بزرگ جامع ہے جو دو ہیئت اور عبودیت دونوں کو شامل کرتا ہے اور
 جامع سے مراد حضرت انسان کامل ہے۔ یعنی انسان کامل ایک ہیئت سے رب ہے اور ایک ہیئت سے
 عبادت۔ ظاہر کے لحاظ سے عیب ہے۔ باطن اور حقیقت کے لحاظ سے رب ہے۔ اور دوسری الفاظ میں رب
 اور عبودیت دونوں شے تعالیٰ کی شانیں ہیں کیونکہ دونوں قوسوں میں ایک ہی دائرہ کی ہیں۔ فَتَكُونُ مَعًا
 حَقَّقَتِ ہیں تو وہ معرفت کا صاحب ہو گا۔ ایک حرفت اسکی بحیثیت تیرے یعنی باعتبار عبادت اور دوسری
 معرفت اس کی ساتھ تیرے بحیثیت رب نہ بحیثیت تیرے یعنی باعتبار رب یعنی تو اس دائرہ کو ایک ہیئت
 اور عبودیت دونوں کی شانیں ہیں۔ یا دوسری الفاظ میں دیکھو کہ انسان کامل شے تعالیٰ کی عبادت
 ہے۔ اس کے ظاہر کا نام عیب ہے اور اس کے باطن کا نام رب ہے یہ شعر

(۱) اے عادت! پس تو ہی عبادت اور تو ہی رب ہے اس شخص کے واسطے جس میں تو عبادت ہے اور اس
 کہ انسان کامل کی حقیقت و عبودیت کی جامع ہے۔ ایک ہی ذات ہے جس کی دو شانیں ہیں ایک
 شان کا نام عبودیت ہے دوسری شان کا نام عبودیت ہے یہ

(۲) اور تو ہی رب ہے اور تو ہی عبادت ہے اسے اس ذات کے جس کیساتھ ازل میں تو نے اقرار کیا تھا کہ
 وہ اقرار یہ ہے اَشْهَدُ بِرَبِّكَ فَقَالُوا بَلَى شَهِدْنَا فَاذْكُرْ لَنَا ذِكْرًا نَعْلَمُ کہ تو ہی ذات ہے جس کیساتھ ازل میں تو نے عہد
 کیا تھا تب تو نے اقرار کیا کہ حقیقت میں متبل ہے۔ رب تعالیٰ نے ازل میں اقرار سے اقرار کیا اَشْهَدُ
 بِرَبِّكَ فَقَالُوا بَلَى شَهِدْنَا فَاذْكُرْ لَنَا ذِكْرًا نَعْلَمُ کہ تو نے اقرار کیا کہ اقرار کیا اَشْهَدُ بَلَى شَهِدْنَا
 سب کچھ تو ہے یہ

(۳) بل ہر عقیدہ ایسا ہے کہ اس کے لیے ایک ایک شخص ہے کیونکہ ہر شخص ایک نام (مقام) کا حامل ہے
 چونکہ اس عقیدہ کا تعلق ہے لہذا عالم میں اللہ تعالیٰ کے متعلق لگتا ہے تو میں اور ہر شخص کا اللہ تعالیٰ سے
 کے متعلق ایک خاص عقیدہ ہے۔ ایک نام ہے۔ مرن و مرن وہ عقیدہ اور علم اور معرفت کسی شخص کو عیب
 نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ سب عقیدوں پر ذات واحد کا ظہور ہے لیکن ہر محنت میں اس ذات کے لئے اس شے
 کی اس ذات کے متعلق نہیں فرمایا ہے۔ چونکہ کچھ عقیدہ ہیں اس لئے ان پر اس کا رد و عالم پر

مگر پاک علیٰ مدحیہ و تقویٰ کی ہے اسے اللہ تعالیٰ کیسے بولی اظہار و برکت تاکہ حضور علی اللہ علیہ وسلم شہرت
 نسب میں شخص کو اس عقیدہ کے ہوا کوئی اور عقیدہ ہے نہ اس میں اس لیے اور اقرار کی مخالفت کہ آجے کیونکہ
 ان لوگوں کے دماغ سے یہ نہیں بھر گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہوا کسی چیز کا نہ انسانی بلکہ وہ مستقل و مجرد چیز ہے
 بلا تخریم و تعلق نہ ہی ذات ہے اور ہر چیز کا قیام سا تھا اس کے ہے اور خاتم الامن جناب شریک علی اللہ
 علیہ وسلم تمام مخلوقات کے سرور اور بھی ہے

پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ماضی ہوا اسلئے نعمانہ تعالیٰ کے محبوب میں اور نہ ہوتے اللہ تعالیٰ
 سے اخراج نہ ہوتے اسلئے اللہ تعالیٰ ان کا محبوب ہے۔ جیسا کہ ہم تمیز کا مہینہ اسلئے فرمایا کہ وہ ہوتے نہ
 تعالیٰ کے سامنے اس قدر جود و بزرگوں ہیں کہ اپنی ہستی تک منسوبیت میں نہ آئے اللہ کی ہمت نہ توجہ
 فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ کیسے "محبت میں" اور تکیہ محبت میں حضرت علی کا ہمہ گیر بیعت و محبت
 اصل کو ہم فہم و دینیت سے۔ محبت و اور وجہ یہ کہ حضرت علیؑ کی ہمت و دینیت میں بالائی میں اور محبت
 و ہر اکوثر اللہ ہر اللہ حضرت محمدؐ دینیت میں بالائی ہوتی ہیں۔ لہذا ان میں ہر ایک دینیت ایک
 و محبت کے قابل ہیں۔ ہر ایک سے کہ محبت و دینیت کا ہر ایک علیہ کے ساتھ ہے۔ دینیت اور
 ہر دینیت کی دو قسمیں ہیں۔ سچائی سمجھانے کیسے میں اور اللہ تعالیٰ تقسیم امتیاز سے ختم و اور ہر ایک کی عظمت
 ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کیسے عزت سے تاق ہے۔ ہر دینیت اور محبت اللہ تعالیٰ یا انسان کو اللہ کی اور
 نمایاں ہیں اور ہر ایک میں یہ مثال ہیں۔ ہر دینیت کا ہر ایک ہے اور ہر دینیت کا ہر ایک ہے
 ہے۔ حضرت انسان اول محمدؐ دینیت کی بہت سے مایہ ہے اور ہر دینیت کی بہت سے محمدؐ ہے۔ ہر دینیت
 کی بہت سے زیادہ کہ ہے اور ہر دینیت کی بہت سے ہر ایک ہے۔ بہت دینیت سے رہت ہے
 بہت ہر دینیت سے مایہ ہے۔ ہیں دونوں مراتب یا دلائل ہر دینیت میں محبت سے مایہ ایک ہر دینیت کی
 میں۔ اگرچہ محبت سے مایہ ایک ہر دینیت کی ہیں لیکن کچھ مثال آج ہیں انہوں میں۔ مثلاً محمدؐ کی ہر دینیت
 ہر دینیت کی ہر دینیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دینیت کی ہر دینیت ہے۔ مثلاً محمدؐ کی ہر دینیت ہے

اللہ تعالیٰ ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔
 ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔
 ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔ ہر دینیت ہر دینیت ہے۔

علیحدہ وجود ہیں۔ یہ دونوں مراتب ایک دوسرے کے متقابل ہیں، یعنی امثال ایک دوسرے کے مقابل
 ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایک ہی صفت یا فعل کا ظہور دونوں مراتب میں یک وقت ہے۔ اُس ایک فعل کی
 فاعلیت اگر مرتبہ ربوبیت میں پائی جاتی ہے تو اُس کی مفعولیت مرتبہ عبودیت میں پائی جاتی ہے مثلاً رزائی
 فعل ہے، تو رزائیت مرتبہ ربوبیت میں ہے اور رزائیت مرتبہ عبودیت میں ہے۔ حق فعل ہے تو حقیت
 مرتبہ ربوبیت میں ہے اور مخلوقیت مرتبہ عبودیت میں ہے۔ رحم صفت ہے رَحْمَت مرتبہ ربوبیت میں ہے
 اور مرحومیت مرتبہ عبودیت میں ہے۔ اسی طرح ایک صفت یا فعل کی فاعلیت اگر مرتبہ عبودیت میں پائی جاتی
 ہے تو اُس کی مفعولیت مرتبہ ربوبیت میں پائی جاتی ہے مثلاً عبادت صفت ہے عابدیت مرتبہ عبودیت میں
 میں پائی جاتی ہے تو عبودیت مرتبہ ربوبیت میں پائی جاتی ہے۔ سجدہ فعل ہے ساجدیت مرتبہ عبودیت میں
 پائی جاتی ہے تو عبودیت مرتبہ ربوبیت میں پائی جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ دونوں مراتب ایک دوسرے کے
 طرح متقابل ہیں کہ امثال یعنی ایک ہی صفت یا فعل کا ظہور دونوں مراتب میں پایا جاتا ہے۔ نیز یہ
 امثال آپس میں تضاد ہیں جیسا کہ رزائیت مرزوقیت کی یا ساجدیت عبودیت کی ضد ہے کیونکہ اگر یہ
 امثال یعنی صفات یا افعال متقابلہ ایک دوسرے کی مثل ہوں تو جمع نہ ہوں گی کیونکہ تحقیق دو ہم مثل اشیاء
 جمع نہیں ہو سکتیں۔ یعنی دو ہم مثل اشیاء کا وجود علیحدہ علیحدہ مراتب میں نہیں ہو سکتا اور اگر وہ ایک دوسرے
 تو ان کی علیحدہ علیحدہ تیز نہ رہے گی۔ مراد یہ ہے کہ اگر یہ امثال یعنی صفات یا افعال اگر جنہیں نہ ہوں بلکہ ہم
 مثل ہوں تو پھر ان کا وجود ہر دو مراتب میں نہیں ہو سکتا۔ مثلاً خالقیت کا تعلق مرتبہ ربوبیت سے ہے اور
 اگر مخلوقیت کی بجائے خالقیت کا تعلق مرتبہ عبودیت سے بھی ہو تو یہ عمل ہے اور ناممکن ہے کیونکہ اس طرح
 دونوں مراتب کی تیز نہ رہے گی۔ اعداد امثال کا وجود ساتھ تیز کے ہے مگر تیز ختم ہو جائے تو امثال کا وجود
 ختم ہو جائے گا۔ ہر صفت اور فعل کا ظہور ساتھ دونوں مراتب فاعلیت اور مفعولیت یعنی ربوبیت اور عبودیت
 کے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ امثال یعنی صفات اور افعال متقابلہ جنہیں میں مثل نہیں۔ نیز مراد یہی
 ذات اور حقیقت اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی مثل ہے اور نہ کوئی ضد ہے کیونکہ تحقیق وجود ایک حقیقت واحدہ
 ہے۔ اُس کا غیر موجود ہی نہیں جو اُس کی مثل ہو سکے یا اُس کی ضد ہو سکے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و
 ہذا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی چیز کا وجود ہی نہیں ہو سکتا یا ضد ہو سکے۔ جمیع کائنات کو خدا تعالیٰ
 اللہ تعالیٰ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حقیقت کو یہ لایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و ہذا میں حضور

کے اسم مُعْتَزَلین اسم مُذَلّ ہے۔ یعنی مرتبہ احدیت ذاتیہ میں جملہ اسماء الٰہیہ بالذات وجود ہیں لیکن سب اس مرتبہ میں مستہک ہیں۔ کسی اسم کا اس مرتبہ میں ظہور نہیں اور اسماء کی احدیت ذاتیہ میں کوئی تیز نہیں لہذا اسم مُعْتَزَل اس مرتبہ میں اسم مُذَلّ ہے۔ جیسا کہ توہر اسم کے متعلق کہتا ہے کہ تحقیق وہ ذات حق یہ بھی دلیل ہے اور اپنی حقیقت غلط پرچی دلیل ہے ہر اسم کا کائناتی واسطہ ہے وہ مُشْتَرِک قُلُل کی ذات ہے پس باعتبار مُشْتَرِک کے اسم مُعْتَزَلین اسم مُذَلّ ہے یعنی اسم مُعْتَزَل اور اسم مُذَلّ ایک ہی ذات کے دو اسماء ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اسم مُعْتَزَل اور اسم مُذَلّ کی ذات یعنی حیثیت (ذات حق) واحد ہے اس لئے باعتبار ذات واحدہ کے اسم مُعْتَزَلین اسم مُذَلّ ہے لیکن اپنی اپنی عیوہ غلطہ ذات اور حقیقت کے اعتبار سے اسم مُعْتَزَل اسم مُذَلّ کا تین نہیں ہے کیونکہ دونوں اسماء میں سے ہر ایک اسم کا مفہوم جوہر میں مُشْتَرِک مفہوم ہوتا ہے بلکہ مفہوم در معانی غلطہ کے اعتبار سے اسم مُعْتَزَل اسم مُذَلّ کی ضد ہے۔ بشر

(۱) پس تو متعلق کائنات نظر کر کہ ہیں حال میں تو متعلق کو خلق سے جدا ہوتا ہے یعنی حق کو خلق سے جداست جان بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تترس فرما کہ خلق کی صورت پر عیوہ کسبہ۔
(۲) اور تو خلق کی طرف نظر نہ کر کہ ہیں حال میں تو خلق کو غیر حق کا جاس پہنا ہے۔ یعنی خلق کو غیر حق نہ جان کہ خلق کو بین حق جان۔

(۳) اور تو متعلق کی تنزیہ کہ اور اس کی تشبیہ کہ اور مقصد صدق میں قائم ہو جاوے یعنی اس رذ کو جان سے کہ وجود یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے دو مراتب ہیں۔ مرتبہ خلقیہ مرتبہ تعالیٰ میں وہ ذات مُشْتَرِک ہے اور مرتبہ تقیید یا مرتبہ عبودیت میں وہ ذات مُشْتَبِہ ہے۔ مقصد صدق سے مراد مقام مُشْتَبِہ ہے یعنی مقام مُشْتَبِہ ماحل کرنا کہ تجھے توحید بیحدتی اور توحید صوری نصیب ہو۔ دیکھے تحقیق ماحل ہو جاتے کہ ذات کے ہی یہ دونوں مراتب ہیں۔ مرتبہ قدیم میں وہ ذات مُشْتَرِک یعنی ہجرت ہے اور مرتبہ حادث میں وہ ذات ہجرت یعنی مُشْتَبِہ ہے۔ حضرت انسان کی حقیقت یعنی حضرت روح القدس ہی حقیقت ہے اور حضرت انسان کا تاب اُصولیت ہے لہذا حضرت انسان بھی تنزیہ اور تشبیہ دونوں کے جامع ہے۔

(۴) اور اگر تو چاہے تو مقام جمع میں ہو جاوے کہ اگر تو چاہے تو مقام فرق میں ہو جاوے۔ مقام جمع یعنی وحدت میں کثرت کو دیکھو اور مقام فرق یعنی کثرت میں وحدت کو دیکھو۔ مراد یہ ہے کہ عالم قبل از ظہور اللہ تعالیٰ کی ذات میں باعتبار تصور علیہ وجود تھا اور بعد از ظہور عالم اللہ تعالیٰ کی ذات عالم میں موجود ہے جس وحدت میں بھی وہی

ذات حق اور مرتبہ تشبیہ میں کثرت عالم میں بھی وہی ذات جوہر نام ہے۔

اگرچہ تین درجہ تشبیہ و تنزیہ کی تحقیق ہو گئی ہو مگر تین وحدت و کثرت اور کثرت و وحدت کا مشابہہ غیب ہو گیا تو تمام کمالات کا جان ہو جائیگا لیکن ہر ملک کو یہ مقام عبقت غیب نہیں ہوتا۔ تنزیہ در تشبیہ اور تشبیہ در تنزیہ سے یہ مراد ہے کہ حق ہر خلق نہیں اور خلق با حق نہیں۔ مرتبہ اسرار میں بھی خلق موجود ہے جیسے حق میں وحشت با حق موجود ہے اور خلق میں بھی حق موجود ہے جیسے مخلوق میں سیاہی موجود ہے۔ مرتبہ انسان میں حروف سیاہی میں موجود تھے۔

(۱) جب تک ذات حق میں غافل نہ ہوگا ذات حق کیساتھ باقی نہ ہوگا۔ اپنے آپ سے غفلت اختیار کرنا ہے اور حق تعالیٰ پر غفلت رکھنی یہ بجا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر ملک کو تحقیق ہو جائے کہ من نیم است۔ یعنی ابتدا میں ملک ہے تو وہ حق کے مقام ربوبیت میں جہنمی ہو گیا اور اسے تنزیہ کر کے مقام عبودیت میں داخل آجائیگا۔ یہ صاحب علم و معرفت کی حالت ہے۔ کہ دانش میا کے ہو جائے ہوگا ہے سیاہ میں ہوتا ہے اور گاہے خشک بھی ہو جاتا ہے اس کو حالت تبلین بھی کہتے ہیں۔ اس حالت سے بعض اقل انفس انوار حاصل کرتی کر کے صاحب مقام ہو جاتے ہیں۔ صاحب مقام عارف وہ ہے جس کو دائمی ربوبیت اور دائمی عبودیت حاصل ہو۔ یہ مقام استقامت و تکیہ ہے جو فنا ہٹا کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام کے بعد مذکور ہے۔ احوال انہی مقام ہر ملک جناب ملک پاک علی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ حضور علیہ السلام کی امت مبارکہ کے چند کمال افراد ہو کہ مقام ملک علی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہیں کہ یہ مقام حاصل ہے۔ صاحب مقام عارف مثل محمد کے جو جاتا ہے ہو کبھی خشک نہیں ہوتا لیکن قدر و جزو سے دور ہیں بل بجا رہتا ہے۔

(۲) اور متغالی بہترین طرف دی الہا کرتا ہے وہ غیر حق میں نہیں ہے۔ اور اس طرح جو خودی الہا کرتا ہے وہ بھی غیر حق میں نہیں ہے۔ چونکہ عالم میں غیر حق موجود ہیں ان کے لئے متغالی جو عارف پرستی الہا کرتا ہے اپنے غیر پر نہیں کرتا بلکہ مقام حق سے مقام نہیں پہنچتا ہے۔ اس طرح عارف کا کسی کو کوئی چیز الہا کرنا بھی متغالی کا الہا کرنا ہے کیونکہ عارف غافل فی اللہ اور باقی باللہ ہے۔ نیز عارف چونکہ مجرور کونین ہے اس لئے عارف کا کسی کو کون چیز الہا کرنا اپنے غیر کو الہا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اپنے ہی ایک جز کو الہا کرنا ہے۔

جو درودیش از جو نیک و بد در نہ باشد و نہیں در پیش نیست۔

کس کو ثناء پیش و عہد کیساتھ کی جاتی ہے نہ کہ حدیثی و عہد کیونکہ عہد نیکی کرنے کا اقرار کرتا ہے اور

انْقَدَمْتَ اَنْتَ الْيَهُودَ قَالُوا بَلَىٰ وَالتَّائِبُونَ هُوَ الشَّرْعُ الَّذِي شَرَعَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ فَمِنْ اَتَمَّ
 بِالْاَنْبِيَاءِ بِمَا شَرَعَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ لَهُ فَذَلِكَ الَّذِي قَامَ بِالْاَنْبِيَاءِ وَاقَامَهُ اَيُّ اَنْشَاءَ حَكَائِقِهِمْ اَصْلًا
 قَالَتِ الْيَهُودُ هُوَ الْمَسِيحُ الَّذِي دَعَا لِحَقِّ هُوَ الْوَاحِدُ اَحْمَدُ بِالْاَحْكَامِ وَالْاَنْبِيَاءُ عَيْنٌ فَعَلْتَ قَالَتِ الْيَهُودُ مِنْ اَمْرِكَ
 فَمَا سَعَدَتْ اِلَّا بِمَا كَانَ مِنْكَ فَكَمَا اَثْبَتَ السَّعَادَةَ لَكَ مَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ فَكَمَا اَثْبَتَ السَّعَادَةَ
 الْاُمَمَاءِ اِلَّا بِهَيْئَةٍ اِلَّا اَفْضَالَهُ وَفِي اَنْتَ وَفِي الدُّعَاءِ ثَابِتٌ بِمَا تَارَىٰ فِي اِيَّاهَا وَبِاَمْرِكَ سُبُحَاتُ
 تَعْبِيدُهَا فَانْزَلَ لَكَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ مَنْزِلَتُهُ اِذَا اَقْبَسَتِ الْيَهُودُ وَانْقَدَتْ اِلَىٰ مَا شَرَعَهُ اللَّهُ
 لَكَ وَمَا بَسَطَ فِي ذَلِكَ اِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مَا تَقَرَّرَ بِهِ الْقَائِدُ بَعْدَ اَنْ يُبَيِّنَ الْيَهُودُ الَّذِي عِنْدَ
 الْخَلْقِ الَّذِي اَعْتَبَرَهُ اللَّهُ قَالُوا بَلَىٰ كُلُّهُ لَكَ مِنْكَ لَا مِثْلَهُ اِلَّا بِحُكْمِ الْاَحْسَانَةِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ
 (وَمَنْ هِيَ اَيْتَةُ اِنْ اَبْتَدَ عُمَدًا) وَفِي الدُّعَاءِ اَمِيسُ الْحَقِيقَةِ الَّذِي لَا يُجِبُ السُّؤَالَ اِلَّا بِمَا فِي
 الْعَالَمَةِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ بِالْاَحْسَانَةِ الْخَالِقَةِ الْخَالِقَةِ فِي الْعَرْشِ فَلَمَّا دَاخَلَتْ الْحُكْمَةَ وَالْحَقِيقَةَ
 الظَّاهِرَةَ فِيهَا الْحُكْمُ اِلَّا فِي الْمَقْصُودِ بِالْوَضْعِ الْبَشَرِيِّ اِلَّا فِي اَعْتَابِهَا اللَّهُ اَعْتَابَ مَا شَرَعَهُ
 مِنْ عِنْدِهِ تَعَالَىٰ وَمَا كَتَبَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَلَمَّا فَتَمَّ اللَّهُ تَعَالَىٰ بَيْنَهُ قُلُوبُهُمْ بَابُ الْعَالَمَةِ
 وَالرَّحْمَةِ مِنْ حَيْثُ لَا يَتَعَرَّضُونَ لِمَا فِي قُلُوبِهِمْ تَعْلِيْمًا مَا شَرَعُوا يُطْلَبُونَ بِذَلِكَ يَتَوَكَّلُونَ
 عَلَىٰ غَيْرِ الطَّرِيقَةِ النَّبَوِيَّةِ الْمَعْرُوفَةِ بِالْقُرْآنِ فَقَالَ (فَمَا سَعَدَتْ اِيَّاهَا) اِنْ اَبْتَدَ
 شَرَعُوهَا وَشَرَعْتُ لَهُمْ (حَقٌّ بِمَا عَائِيهَا اِلَّا اَبْتَدَ رَحْمَتُ اللَّهِ) وَلِذَلِكَ اَعْتَقَدُوا (فَاتِيهَا الْاَذِينَ
 اَمَنُوا) بِهَا (عَمَّا اَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ) اَيُّ مِنْ اَوْلَادِ الْيَهُودِ شَرَعُ فِيهِمْ هَذَا الْعِبَادَةُ (وَالْيَهُودُ
 اَيُّ خَائِبُونَ عَنْ اِلْاَنْبِيَاءِ اِيَّاهَا وَالْقِيَامُ بِعَقِبِهَا وَمَنْ لَمْ يَنْقُدْ اِيَّاهَا لَمْ يَنْقُدْ اِيَّاهَا مُشْرِطًا اِيَّاهَا
 لِيَكُنْ اَلْمَرْيُتِيُّ اِلَّا نَبِيًّا وَبَيَانُهُ اَنَّ السُّكُفَ اِلَّا اَمْنًا بِالْمُتَّفَقِ وَالْمُتَّفَقِ اِلَّا اَمْنًا بِالْمُتَّفَقِ
 اَلْحَلِيقَةُ لَا كَلَامَ فِيهِ لِبَيَانِهِ وَآخِ الْبُغَالِيقُ فَاِنَّهُ يَطْبُ بِخِلَافِهِ الْحَاكِمُ عَلَيْهِ مِنْ اَمْرِ اَحَدٍ الْاَكْثَرُ
 اِمَّا التَّجَاوُزُ وَالْعَفْوُ اِمَّا اِلَّا اَخَذَ عَلَىٰ ذَلِكِ وَلَا يُدْرِكُ مِنْ اَحَدٍ هَذَا لِأَنَّ الْاَمْرَ حَقٌّ اِنْ نَقِبَ عَنْ
 كَيْ حَالٍ قَدْ صَحَّ اِنْقِيَادُ الْحَقِّ اِلَىٰ عِبْدِهِ لَا فَعَالِيَهُ وَمَا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَالِ مَا لَعَلَّ هُوَ اَلْمَوْفُورُ
 فَمِنْ هُنَا كَانَ الَّذِي حَقَّقَ اَيُّ مُعَاوَمَةٍ بِمَا يَسْرُهُ وَبِمَا لَا يَسْرُهُ بِمَا يَسْرُهُ (سَمِعَ اَللَّهُ
 عَمْرُو رَحْمَتًا عِنْدَهُ) هَذَا حَقٌّ بِمَا يَسْرُهُ وَمَنْ يَنْقُدُ مِنْكُمْ نَفْسَهُ عَنْ اَمْرٍ كَبِيرٍ (هَذَا اَجْرُهُ)

[illegible]

[illegible]

۱. اِنَّا نَحْنُ حَقُّهُنَّ عَلَيْنَهُمْ اِلَّا اَبْتَعَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَاَتَيْتَنَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
 مِنْهُمْ اَحْسَنُ مِمَّ وَ خَيْرٌ لِّهٖمْ نِيْلُوْنَ)۔ پس دین دوی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ وہ دین دین
 ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے اور اس کو دین میں پر مرتبہ علیہ عطا کیا ہے بقولہ تعالیٰ (وَوَضَعْنَا
 اٰثَرَهُمْ بَيْنَهُ وَ يَتَخَبَّطُ بِاَبْحٰرِنَا اِنَّ اللّٰهَ اَصْحٰبُ الدِّیْنِ لَآ اَشْرَکُؤُنَّ اِلَّا وَ اَنْتَ مُسْلِمٌ لِّدِیْنِ) اور یہ
 اور محبوب نے اپنے پیروں کو اسی دین کی دوستی کی۔ اسے یہ ہے جو تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم کو بت کر دین
 واجب پھر یہ ہو کر ہوئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو کر ہوئے۔ غلام الدین میں اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِرُحْمٰتِ
 قَرِیْنِ اَمْرِ دِیْنِ کے ہے جس کو دین معلوم اور معروف ہے جیسا کہ اشارہ داری تعالیٰ ہے (اِنَّ الدِّیْنَ لَکَ عِنْدَ اللّٰہِ
 اِلَّا اَحَدٌ) تحقیق دین نزدیک اللہ تعالیٰ کے (اسمیت اور اسوم سے مراد امامت ہے۔ پس دین سے کہ
 خیر الامت ہے۔ اور جو دین کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سے بظہریت ہے اس کی توحید امامت کی ابتدا
 دین اعلیٰ ہوئے۔

۲. اَلَا تَرَ اَنَّ اللّٰہَ مَنّٰی اَمْرًا مِّنْ اَمْرِیْ جِبْرِیْلُ عَلٰی سُلَیْمٰنَ کُوْنْ اَمْرًا یَّکُوْنُ یٰۤاٰیُّہَا اَمْرًا یَّکُوْنُ
 اَمْرًا یَّکُوْنُ یٰۤاٰیُّہَا اَمْرًا یَّکُوْنُ یٰۤاٰیُّہَا اَمْرًا یَّکُوْنُ یٰۤاٰیُّہَا اَمْرًا یَّکُوْنُ یٰۤاٰیُّہَا اَمْرًا یَّکُوْنُ
 جس کو اللہ تعالیٰ نے وضع کیا۔ پس ہر شخص اس شریعت کے اقتیاد کے ساتھ توحید ہوا جو اللہ تعالیٰ نے
 اس کیلئے وضع کی وہ دین ہی شخص ہے جو دین کیساتھ قائم رہے توحید ہوا اور اس شخص کو قائم کیا۔ جس اس
 نے دین کو قائم کیا جیسا کہ وہ نماز کو قائم کرتا ہے۔ اور ایسا ہے کہ نماز کے قائم کرنے سے وہ دین کو قائم کرتا ہے
 لہذا عبد دین کو قائم کرنا واجب ہے اور محتوی احکام دین کو وضع کرنے واجب ہے۔ نیز اقتیاد میں توحید شخص سے
 جس دین توحید سے فعل سے قائم ہے اور توحید میں سید ہوا مگر یہ سب اس دین سے جو توحید قائم ہے۔ پس
 جیسا کہ اس دین نے توحید سے واسطے سعادت کو ثابت کیا جو توحید سے غیر سے ہے ایسا ہی نہیں ثابت کیا۔ اور
 توحید کو نگاہ اس کے افعال نے اور اسے انسان وہ افعال اچھے ثابت ہے اور وہی ان افعال اچھے کو ثابت کیا۔
 اور یہ ہے کہ دین بھی انسان کیساتھ قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کا نمود بھی انسان ہی کے ساتھ ہے۔ جس توحید
 کے آثار اور افعال کے سبب مقتضی کا نام ہے۔ لہذا اگر سبب اور توحید سے آثار اور افعال کے سبب توحید
 سید کو کیا ہے۔ مقتضی توحید توحید توحید اس کا ہر ہر کہ اللہ سبب انسان کا ہر ہر کہ انسان
 سید کو کہ اس دین سے اللہ تعالیٰ کی اہمیت قائم ہے۔ انسان کے بغیر توحید ثابت نہیں ہوتی۔

ہدایت اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے مرتبہ میں آداب سے جب تم نے دین کو قائم کیا اور اس دین کی اطاعت کی
 ہو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے وضع کیا ہے۔ ضروری ہے کہ جب تم دین کی اطاعت کرے کہ تو اللہ تعالیٰ تم کو
 اپنی معرفت عطا کر دے اور تم کو جان لے گا کہ حقیر انسان اللہ تعالیٰ کو غلط ثابت کیا جس کا منظر ہے۔

تخام اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں جو اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔ اس کے بیان کرنے کے بعد دین اور دنیا
 کے مفاہیم و امور انھیں بیان کروں گا۔ دین تمام خاص اللہ تعالیٰ کی ہے۔ لیکن دین سے مراد اللہ تعالیٰ کی عزت
 سے اور دنیا ہی ہے۔ لہذا دین تمام اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور ایک بہت سے تمام دین جو ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ
 سے کرنا تمام دین اللہ ہی کے واسطے ہے۔ یعنی جو کہ دین کے معنی بنیاد میں ہیں اور انبیاء اور انھیں
 دین بندہ سے عائد ہوتے ہیں اس عبارت تمام دین بندہ سے ہے لیکن جو کہ دین کی اطاعت کی تشریح اور
 حدود اللہ تعالیٰ ہی نے بخشی ہے اسے اس دین اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَذَلَّلْنَاهُ

بِأَمْرٍ غَلَاظٍ اللہ انہوں نے کوشش کی اپنی طرف سے نالی۔ اور وہ کوشش گہری شرائع بتائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 سے نکتہ اور معرفت الہی نصیب ہوتی ہے۔ وہ احکام ہو گئے مثلاً قَتْلَ طَعَامٍ وَ قَتْلَ کَلَامٍ وَ قَتْلَ مَنَامٍ وَ تَرْکِ
 دُنْیَا وَ کَثْرَتِ عِبَادَتِ دُکُورٍ وَ غَیْرَ اُولَئِکَ۔ یہ احکام ہو گئے رسول معلوم اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے طریقہ خاصہ معروفہ سے یعنی بڑا یہ جبرئیل علیہ السلام عوام الناس کے حق میں نہ لائے۔ جب
 بیانیہ کی حکمت اور محنت ظاہر ہو گئی کہ ان کے موافق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے دہانیت کو اس طرح اختیار
 کر لیا جس طرح اس دین کو اختیار کیا تھا جو اپنی طرف سے وضع اور مشروع کیا تھا۔ حکم الہی یہ تھا کہ دین مشروع
 مشروع الہی کی اطاعت سے انسان منزلی مشہور پہنچ جائے۔ منزلی تصور سے مراد معرفت الہی ہے۔
 چنانچہ دہانیت کے اصل جیسے قَتْلَ طَعَامٍ قَتْلَ کَلَامٍ تَرْکِ دُنْیَا وَ غَیْرَ اُولَئِکَ حکم اللہ تعالیٰ کے محمد
 اور صحابہ ان شہر سے اسے اللہ تعالیٰ نے دہانیت کو بھی اپنے مشرور دین کی طرف منظور اور مقبول کر لیا
 ہاں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دہانیت فرض نہ فرمائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ادا ان کے قلوب
 کے درمیان ثابت و محبت کا دروازہ کھولا جس کو وہ نہیں جانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب
 اس چیز کی ہوا انہوں نے نہ وضع کی تھی تعظیم دال وی۔ وہ چیز دہانیت تھی جس سے اللہ تعالیٰ کی
 بھانسی صیب کرتے تھے اور ان کا یہ طریقہ طریقہ نبویہ مسرور و کثیر کا غیر تھا۔ غیر سے مراد مخالف نہیں کہ
 ان کو ہے۔ یعنی جو احکام مشروع اللہ تعالیٰ نے نبی جبرئیل علیہ السلام اپنے نبی پر بھیجے تھے ان لوگوں نے

پھر زائد احکام و بیانیات ان کے علاوہ احادیث پر فرض ٹھہرائے گئے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (فَمَا
 مَكُونُكُمْ إِلَّا عَلَىٰ بَيِّنَاتٍ مِّنْ رَبِّكُمْ يُبَيِّنُ لَكُمُ الْآيَاتِ الَّتِي لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ) اُن کیلئے شے
 کیا (فَمَا تَعْلَمُونَ إِلَّا بِمَا تُبَيِّنُ لَكُمْ) اُن کیلئے شے کیا (فَمَا تَعْلَمُونَ إِلَّا بِمَا تُبَيِّنُ لَكُمْ) اُن کیلئے شے کیا
 کیلئے ہیں اُن کیلئے۔ یہاں بیانیات کی روایت کا حق صرف اسے مشروع کیا تاکہ اُس سے اللہ تعالیٰ کی
 رضا طلب کریں اور اسی رضا کی خاطر انہوں نے اس بیانیات پر اعتماد کیا تھا۔ فَاَتَيْنَا الْكَافِرِينَ
 جہاں دیا ہم نے اُن لوگوں کو جو ایمان نہ لائے ساتھ بیانیات کے (وَيُنَبِّئُكُمْ وَيُنَبِّئُكُمْ) اُن کیلئے
 ایمان کا اور بہت اُن لوگوں میں سے یہ کہ یہ بیانیات مشروع کی گئی تھیں (فَمَا تَعْلَمُونَ) اُن کیلئے
 اُس کے انقیاد اور اُس کا حق قائم کرنے سے عاجز ہیں اور جہاں تاہم یہ اُس شرع یعنی بیانیات کی
 اطاعت نہ کی تو اُس شرع کا شمار جہنم میں تھا اُس کی اطاعت نہ کر لیکر یہ شرع راہوں سے بھی
 حق میں متغافل نہ اُس کو مشروع کیا اس لئے اب شرع متغافل ٹھہرا۔ مراد یہ ہے کہ متغافل ہیں اُس
 راہب کو اجرت نہ دینگا جس سے وہ راہنی ہو۔

اب اہل راہی انقیاد کا مقتضی ہے اور انقیاد کا بیان یہ ہے کہ تحقیق بندہ کفایت ہے یا امر حق کے ساتھ
 موافقت کرنے سے فرمانبرداری سے خوف کرنے والا ہے۔ جس موافق اللہ تعالیٰ کا مباح ہے اُس سے نفرت نہیں
 کے سبب اُس کے متعلق کسی کو م کی گنجائش نہیں۔ اور یہاں جو مخالفت ہے وہ اپنے خلاف کی وجہ سے نہ
 حق سے ایک عالم اپنے اوپر طلب کرتا ہے۔ وہ عالم دو امور میں سے ایک ہے یا وہ گنہگار اور عافیت کرنا
 یا اُس مخالفت پر مواخذہ کرنا۔ ان دو امور میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ مخالفت فی نفسہ نیک و نیک
 ہیں سے ایک امر کا تو خواہ مخواہ ہی مقدار ہے۔ پس ہر حال میں انقیاد حق طرف اپنے بندے کے لئے
 کے افعال کے اور حالات کے صحیح ہونا یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں بندے کی طرف اُس کے افعال اور حالات
 کے مطابق تو نہ کرنا ضروری ہے خواہ وہ بندہ اُس کے احکام کے موافق ہو یا مخالف ہو۔ بلکہ ثابت ہوا کہ بندہ
 کا حال اللہ تعالیٰ میں اثر کرنے والا ہے اور اسی وجہ سے دین یعنی جو کے آیات یعنی معاوضہ اُس فعل کا
 جو متغافل کو ضرور نشتے والا ہے اور معاوضہ اُس فعل کا جو متغافل کو ضرور نہیں نشتے والا ہے۔ پس یہاں اُس
 فعل کے جو متغافل کو ضرور نشتے ہے (مَرَحِيٍّ اِنَّهُمْ لَا يَكُونُ لَكُمْ) اللہ تعالیٰ بندوں سے راہی تھا ہے اور
 نہ اللہ تعالیٰ سے راہی ہوتے ہیں۔ یہاں اُس فعل کے معاوضہ میں ہوتا ہے جو ضرور نشتے ہے۔ (وَمَنْ يَفْعَلْ)

کی خدمت کوئی چاہیے اور اس میں ہی ذات کی تعریف کرنی چاہیے۔ اسی نے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾
 (الہا یکم) ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے تحت قوی ہے کہ جو توحید بنیٰ منجانب الہی اُس کے معنی سے معلوم
 یعنی غیر اللہ تعالیٰ کو مطلقاً کیا ہے۔

اس مسئلہ مذکورہ میں اس راز کو راز یہ ہے کہ ممکنات تحقیق ہیں اسل پر ہیں یعنی معلوم ہیں۔ ہر
 چنانچہ وہ ہے ہی نہیں۔ ممکنات کا وجود ہوا ہے وجود حق کے نہیں ہے۔ اب ممکنات کو مقتضایں
 کرنے والی بھی حق ہے۔ عیاں ثابہ کی صورت پر ہی حق ہوتا ہے اور عیاں خارجہ کی صورت پر ہی حق
 ثابت ہے۔ اسے قدرت بالتحقیق کہنے اب جان لیا ہوگا کہ کون ذات حاصل کرتا ہے اور کون الم حاصل کرتا ہے
 اگرچہ ممکنات کے احوال ان کے عیاں ثابہ میں غفلت ہیں لیکن جمیع ممکنات کی صورتوں پر ہی وجود
 ہے۔ ہر ممکن جو کہ ذات حق کے ایک خاص الم کا مظہر ہے اسے ہر ممکن کی استعداد اور عین ثابہ میں اس
 احوال غفلت ہے۔ جس پر ہی وجہ ہے کہ کسی صورت پر ذات حاصل کرتا ہے اور کسی صورت پر الم حاصل
 کرتا ہے۔ ذات حاصل کر نیوالا بھی حق ہے اور الم حاصل کرنے والا بھی حق ہے۔

عبد کے احوال میں سے ہر حال پر بندہ کو جزا ملتی ہے۔ چنانچہ جزا ہر حال کے بعد تقاب کرتی ہے
 اسے اُس کا نام شریعت و عقاب رکھا گیا اور استعمال عقاب نیک اور شر و دنوں پر ہوتا ہے۔ لیکن ہر
 شر میں نیک کیے اُس کا نام ثواب اور شر کیے اُس کا نام عقاب رکھا گیا ہے۔ اس عود اور ربح کی
 دین کی تعمیر وادت کیا کہ کی گئی ہے کیونکہ صاحب دین کا حال نہیں چیز کا مقتضی ہے یعنی جزا اور عاب
 دین کی طرف عود اور ربح کرتی ہے۔ پس دین ایک عادت ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ج

کَلِّمْ نَفْسَکَ مِنْ اَرْثِ الْخَوَیْرِثِ قَبْلُکَ یعنی جیسے کہ عادت تیری اقم خویث سے بوسہ لینے کی ہے۔ یہی
 شعر میں دینیت سے مراد اُمّی عادات یعنی عادت تیری ہے۔ اب عادت اور جزا میں فرق بیان کیا
 جاتا ہے۔ عادت کے معنی عقل کے نزدیک یہ ہیں کہ ایک امر خاص جیسے اپنے حال کی طرف عود کرے
 مثلاً ایک آدمی کو نماز کی عادت ہے۔ جب وقت نماز کا آتا ہے تو اُس پر ایک ذوق طاعت ہوتا ہے
 کہ سب کام ترک کر کے نماز کی طرف عود یعنی ربح کرتا ہے۔ تو اس نماز کی عادت سے یہ مراد ہے کہ نماز
 اُس نماز کی طرف اپنے وقت مقرب ہو کر عود کرتی ہے اور پھر ہر وقت مقرب پر جیسے اُس وقت عود کرے
 نماز عود کرتی ہے یعنی نماز میں مکرر ہے جس عادت میں مکرر ثابت ہو لیکن یہ عادت معنی میں کہ

ہر ایک تکرار میں۔ ہر ایک جیسے غیب کے افعال اور احوال کے بعد عیوب کی طرف مود کرتی ہے اور چونکہ عیوب کا حال
 بدنام و تباہ ہے اس لئے ہر حال کی ہر غلطی ہوگی۔ پس جہاں میں تکرار نہیں۔ عیوب و تباہی کا آئینہ ہے اس لئے
 یہ عیوب و تباہی ہر حال میں شان میں ہے۔ ﴿قُلْ اِنَّ تَعَالٰی (مَنْ یَّزِیُّہُمْ فَاُولٰٓئِکَ لَشَرٌّ)﴾ تو عیوب بھی ہر حال میں
 کا لباس اور مقاب ہے۔ میں تو سے مل کر نہیں رہتا۔ تاہم اور ہر مختلف عمل کے بعد مختلف قسم کی جزا عموماً
 کرے گی۔ یہاں عادت میں تکرار ہے اور جہاں میں تکرار نہیں۔ عادت میں ہر جہ تکرار ہے لیکن عادت کی ایک
 ہی حقیقت سمجھو کہ اس عادت کی تمام ہی صورتیں عیوب میں مقابہ ہو رہی ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو غم کی ناز
 کی عادت ہے۔ یہ ہر غم کا اگرچہ نہ غم کی ناز ہے نہ غم کی طرف مود کرتی ہے نہ غم کی ناز میں تکرار
 لیکن ہر غم کی ناز کی حقیقت واحد ہے جس کی تمام تعلیم کرتا ہے۔ نیز ہر غم کو غم کے مود کرنے سے اگر غم
 کی فہرری و غم کے عیوب میں کثرت لال جاتی ہے لیکن ان عیوب غم میں آج کل میں شک و شبہ ہوتی
 ہے۔ پس عادت کی حقیقت معلوم یا مرہبہ اس حقیقت سے متعلق ہے جو کثرت میں اور اس حقیقت میں
 تکرار و احوال کی ہے۔ تکرار حقیقت کی مثال کے لئے ہم جانتے ہیں کہ حقیقت یہ کہ عیوب کا حقیقت انسان میں
 ہیں۔ یہ کہ عیوب حقیقت انسان و عیوب انسان کے تکرار سے حقیقت پر آ رہی ہیں۔ لیکن انسانیت انسان
 کی عیوب عیوب نہیں کرتی۔ ایک عادت انسان کی طرف سے عیوب کرتی ہے کہ وہ عادت عیوب ہوتی ہے واقعی
 ہوتی ہے اور انسان اس کو عیوب کو شل سے پیدا کرتا ہے اور پھر وہ آہستہ آہستہ سرشت میں داخل ہو جاتی ہے
 مثلاً ناز کی عادت ہے۔ انسان اپنے آپ کو ناز کی سرشت میں داخل ہو جاتی ہے۔ انسانیت
 انسان کی ہی حقیقت ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایسی ہی عیوب ہوتی ہیں۔ عیوب انسانیت سے حاصل
 کرتا ہے۔ کہ انسانیت انسانیت میں عیوب کرتی ہے۔ انسانیت انسانیت سے انسانیت انسانیت سے
 اور دوسری ذات میں کثرت نہیں ہوتا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ کثرت انسانیت میں عیوب انسانیت میں
 عیوب کو عیوب سے پہلے شخص نے عیوب کے عیوب میں عیوب نہیں ہے۔ یہ کہ یہ عیوب انسانیت سے کہ عیوب کی حقیقت
 ایک سے ہی ہم کہیں گے کہ جس اور عیوب عیوب کے عیوب سے انسانیت عیوب کرتی ہے۔ اور ہم کہیں گے کہ عیوب
 سے ہم کہیں گے کہ انسانیت عیوب نہیں کرتی۔ عیوب سے کہ حقیقت انسانیت انسانیت سے انسانیت انسانیت سے
 میں ایک عیوب انسانیت عیوب نہیں کرتی اور ایک عیوب انسانیت عیوب کرتی ہے۔ اسی طرح سے ہر ایک
 عیوب سے ایک عیوب سے نہیں کہ عیوب سے انسانیت کے عیوب سے انسانیت انسانیت سے۔ عیوب سے

سب میں غور کر کر یہ مذکور کیا موجب ہے کہ ہم محبوب کو سوائے اس کے نہیں ہے کہ وہ اپنے
 ہر دم کے گوشے تک کے لئے ہے چاہے وہ کچھ دل کیساتف بہ حال کے ساتھ ہے۔ لیکن حبیب یعنی محبوب
 ہے جس نے خود کو اس کی بیعت کو خاتم ہے۔ بیعت میں غور ہے اسے اس کا کلمہ کہ ہے تو اسے
 کہ ہے۔ ہاں یعنی کہ ہے بیعت کا اندازہ وہ اس کے دل سے کرتا ہے اور کہ ہے بیعت کے متعلق ہر چیز کا ہم
 کرتا ہے۔ یہ ہے نبی انبیاء و اولیاء و خلائق کے علاوہ ہیں کیونکہ وہ ہر ایسا اور فیضان کیلئے نبیاء و اولیاء کو
 لکھا ہے کہ جس میں کچھ کہ فیضان و اولیاء فیضان کے مسئلے میں خلائق کے سوال کے ساتھ ہیں اسے وہ اس کے
 سوال کے خلاف ہیں۔ سوال سے افراد احیاناً ثابت کے سوال ہیں۔ ہذا اگر حبیب بیعت کی اور اس کے کلمہ پر چھ
 تو حبیب کے لئے ہیں کہ یہ کہ اس کے تحقیق نہ بیعت کا خاتم ہے تو ہاں ہے۔ تحقیق بیعت نے ہم کو نہیں
 ایک غور میں ان کی وجہ سے ہیں کہ ہم میں کچھ کہ ہے۔ مثلاً ہم میں کی بیعت میں اس کی شکل
 سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ بیعت ہی ان میں سے حبیب کو گواہ کرتی ہے کہ وہ میں کے ہر دم میں رہی۔ مثال سے
 کہہ سکتی ہے۔ سب حبیب نہ ہوتے تو ہر جگہ سے بیعت کی۔ ہذا کہ ہے اور میں کی کہ میں اس کی بیعت سے ابتدا
 نہ ہوتی کہ اسے میں میں کو گواہ ہے۔ ہم میں کو کلمہ کرنے میں اسے کو شش کرتا ہے کہ بیعت سے محبت طلب کرنے
 اور حبیب کو محبت ہی نہ حاصل ہوتی ہے۔ سب پہلے میں کے ثبوت کو ہم میں چھوڑا گیا ہے۔ اس سے وہ
 حبیب حق بیعت کا خاتم نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں یہ محبت ہوگا کہ بیعت جو ہر جگہ حبیب اس کو ہائے
 دے حال میں حبیب اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور جو اس کے نہیں کہ حبیب ایک خاص وجہ سے
 بیعت کا خاتم ہے۔ وہ وہ جو یہ ہے کہ بیعت کی صورت کی وہ ہم میں کی اصل میں نہیں کہ اس کا اور مزاج
 خاصہ کہ وہ میں میں اس کے حق میں ایک وجہ خاص سے سعی کرتا ہے نہ وجہ عام سے
 کیونکہ اس میں شریک وجہ عام سے نہ ہوتی۔ اور سب کی بنا میں نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ بیعت ہر جگہ حبیب اس کو
 ہر جگہ ایک وجہ سے بیعت کا خاتم ہے۔ اور ایک وجہ سے خاتم نہیں ہے۔ اسے ہی حال و دلوں
 اور ان کے دلوں کا ختم ہے۔ حق کے متعلق ہے کیونکہ کائنات کے سوال کے متعلق کلمہ کہنے میں اور حق و دو قسم
 پر ہے ایک قسم عام ہے۔ اور دوسری قسم محبت سے۔ عہد کو ہر فعل ارادہ نہیں سے صادر ہوتا ہے اور حق
 تمام کو ارادہ الہی کے تابع ہے۔ ہر فعل اپنی محرم کے تابع ہے۔ محرم سے مراد عہد کا نہیں ثابت ہے۔ ہر عمل کا
 ہر شے کا ہے۔ طاعت کا متعلق ہے۔ کہ اسے بیعت کا۔ رسول اور ان کے وارث متعلقین کی طاعت میں

تو دیکھتے ہیں لیکن محبت میں مدد نہیں کرتے اگرچہ محبت بھی ارادہ الہی کے تحت صادر ہوتی ہے جس
 مسئلہ کے ابتداء میں بیان ہوا تھا کہ رسول اور ان کے وارث خلائق کے اعمال جو ان کے ایمان ثابتہ میں
 ثابت اور مستدرج ہیں ان کے مطابق ہی خدمت کر سکتے ہیں۔ اب وضاحت کر دی گئی ہے کہ انبیاء و اولیاء
 خلائق کے حق میں حتمی کے منطبق ارادہ کے خاتم نہیں ہیں بلکہ اس ارادہ کے خاتم ہیں جو ان کے حق کے
 متعلق ہو۔ ارادہ حق تو جملہ اوقات امور خارجہ یعنی محبت کے متعلق بھی ہوتا ہے لیکن یہ لوگ خلائق کو پیش
 امور خارجہ سے منع فرماتے ہیں اور امور داخلہ کی تاکید کرتے ہیں۔ طاعت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ محبت سے منع
 فرماتے ہیں حالانکہ ارادہ الہی بندہ کے عین ثابتہ کی اقتضایہ و دونوں کو چاہتا ہے۔ پس رسول اور وارث خلائق
 کیساتھ عہد پر وارد ہوتے ہیں تاکہ مکتب سعادت طلب کرے۔ عین فہم کو نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور بدی
 سے روکتے ہیں۔ اور اگر وہ ظلم ارادہ الہی کی خدمت کرتے تو اس کو نصیحت نہ کرتے بلکہ مراد الہی کے حصول
 میں کوشش کرنے کے لئے فرمادہ الہی یا اوقات اس کی شقاوت کے متعلق بھی ہوتی ہے۔ ارادہ الہی سے ہوتی
 ہے کہ اس کو نصیحت نہ کی جائے حالانکہ رسول اور وارث خلائق نہیں کرتے۔ پس رسول اور ان کے وارث
 انسانوں کیلئے انفرادی محبت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے امر کے لئے ہیں۔ عین رسول اور ان کے وارث۔ انہی
 سے لوگوں کو تلقین کرتے ہیں اور ان منصب پر مہتمم نہیں ہوتے۔ عین وقت اللہ تعالیٰ ہر حال رسول
 اور ان کے وارث عہد پر کہ کسی چیز کا امر کرتا ہے تو رسول اور وارث خلائق کی طرف بھی دیکھتے ہیں۔ ارادہ
 الہی کی طرف بھی دیکھتے ہیں۔ جب یہ دیکھتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا امر کیا ہے پس اس
 ارادہ الہی مخالفت کرتا ہے حالانکہ وہ وہ نہ ہوتا ہے جس کو اللہ ارادہ کرے تو امر تکلیفی واقع ہوتا ہے۔
 چونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ الہی امر تکلیفی کا کیا تھا اس لئے امر تکلیفی واقع ہوا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے بندہ کو
 اس چیز کے واقع ہونے کا ارادہ ہی نہیں کیا پس وہ امر کیا تھا تو بندہ کو عہد سے وہ امر واقع نہ ہوا پس اس
 عدم وقوع کا نام مخالفت یا محبت نہ کیا گیا لہذا رسول بعض امر حق کو پہنچانے والے ہیں۔ اس لئے حضرت
 علیؑ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قَدْ بَيَّنَّنِي سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ وَرَأَيْتُهَا اَيُّهَا السُّودَةُ هُوَ اَوَّلُ اسْمِ كِي اَمْرٍ لَمْ يَكُنْ
 يُدْرِكُ دِيَا سَ كَيُوْرَةُ سُورَةِ الْاَنْعَامِ كَاَيُّ قَوْلٍ قُلْ وَهُوَ اَيُّ (وَأَسْتَلْخِمْكَ أَوْرَثَ) پس امتحان
 کہ جسے کہ تو امر کیا گیا ہے پس اللہ تعالیٰ کے قول (وَأَسْتَلْخِمْكَ أَوْرَثَ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہڈھا کر دیا۔
 علامہ اس قول کے مخالف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن مراد امت ہے۔ عین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُسے

حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امانت کو فرما دیجئے کہ میں اُنہی میں راہِ صلاح و تقاضا مت اختیار کریں جیسے کہ امر
 کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس کے سربراہ اور پیشوا ہونے کے باعث پہنچنے کے بعد جس صورتوں میں
 سب امر الہی ارادۃ الہی کے موافق ہوتا ہے تو وہ امر بندہ سے وقوع میں آتا ہے اور جب امر الہی ارادۃ الہی
 کے خلاف ہوتا ہے تو وہ امر بندہ سے وقوع میں نہیں آتا۔ اور جب تعالیٰ کا مصلیٰ ہے کہ اس حکمت اختیار
 کریں جیسا کہ امر کیا گیا ہے اور یہ جو حال ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ تھے کہ جس سے امر الہی ارادۃ الہی کے
 مخالفت ہوں گے اللہ تعالیٰ خود بخود اس سے وقوع میں نہ آسکیں گے۔ اور اُن امور کے عدم وقوع کے باعث ان
 کو ہم خاص رکھا جائیگا۔ یہاں تک کہ کسی شخص کسی امر میں ارادۃ الہی سے واقف نہیں ہوتا البتہ
 جب تعالیٰ کی فرادہ وقوع میں آتی ہے تب ارادۃ الہی کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی سب امر الہی میں بندہ کو کوئی
 گرفت ہے تو محسوس ہو جاتا ہے کہ ارادۃ الہی امر الہی کے خلاف تعالیٰ کا مذہب نہ چھوڑے گا اور اگر ہر مسلمان کو دیا ہے
 لیکن نماز پڑھنے کی توفیق بہت تھوڑے لوگوں کو دی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ نماز لوگوں کے قلوب میں امر
 الہی ارادۃ الہی کے خلاف بہت تھوڑے لوگوں کو دیا ہے کہ بعد ارادۃ الہی امر الہی کے ملنے مطابق قائم کر دیا ہے
 جس سے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قول الہی کا گواہی ہے جس شخص کی اللہ تعالیٰ نے بصیرت کی ان کو کھول دی ہے
 وہ ممکن ہے کہ مخالف کے احوال اُن کے ایمان ثابت میں دیکھتا ہے اور اسی کے مطابق حکم کرتا ہے اور
 خداوند میں سے بہت تھوڑے لوگ ہیں جن کو یہ کشف نصیب ہے۔ نیز یہ کشف اُن کو دیا ہے نصیب ہوتا
 ہے ذاتی نہیں۔ اسی کے مطابق تعالیٰ کا ارشاد ہے (قُلْ مَا أَرَاكُمْ مَائِطَةً لِّبَنٍ وَلَا جُلُودًا) اسے حبیب
 پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت ربانیت سے تو سب کو جانتے ہیں یہ بہت بشریت کے متعلق ہے کہ میں
 نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور ہم لوگ تو اپنے متعلق ارادۃ الہی کو انہیں جان سکتے اور نہ ہی دوسروں کے
 متعلق ارادۃ الہی جان سکتے ہیں۔ پس آئیے کہ یہ میں مراحت کی گئی ہے کہ عام لوگوں کے دلوں پر عجب
 ہیں۔ ان کی نظر ایمان ثابت کے احوال تک نہیں پہنچ سکتی۔ نیز مقصد اس کشف سے یہ ہے کہ عارفین
 خاص اسی سے مطلع ہو سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بطریق عام خود امور کے مطلع ہو جائیں۔ ایمان ثابت سے فرادہ
 ہم الہی ہے۔ انہی امور کو ہم الہی کا و شوق ہے۔ نیز حضور اللہ تعالیٰ کی نظر پڑتی ہے لیکن ہم الہی
 ہمک دہان کسی شاذ کی ہوتی ہے۔

فَصْنُ حِكْمَةٍ نُورِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ يُسْفِيهِ

هَذِهِ الْحِكْمَةُ النُّورِيَّةُ أَنْبَاءُ نُورِيَّةٌ عَلَى حَضَرَةِ الْغِيَاثِ وَهُوَ أَوَّلُ مَبَادِي الْحَقِّ الْأَيْدِي فِي الْفَلَكِ
الْمُتَابِعَةِ لِقَوْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَلَّا مَا يَبْدُو بِدَرَسُونَ اللَّهِ سَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
الْوَرَى بِرُؤْيَا عَادَةِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ قُلُوبِ الْقُتُبِ تَقُولُ الْأَخْبَارُ بِهَا إِلَى هَذَا
بَعْدَ مَا لَا خَيْرَ كَانَتْ السُّدُودُ فِي ذَلِكَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ ثُمَّ جَاءَكَ الْمَلِكُ وَمَا كَانَتْ أَنْ تَسْأَلَ
اللَّهُ عَنْ اللَّهِ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ النَّاسَ فِيهِمْ قُلَادَةُ أَمَانَتُوا السُّبُكُوا ضَعْفُ مَا يَرَى فِي حَالِ الْيَقِينِ
أَمَّا مِنْ ذَلِكَ يُقَوِّلُ وَرَأَيْتُ الْخُلُفَاءَ الْأَحْمَدَ الْفَرَسِيَّ لَمَّا سَأَلَ أَشْهُرَ بَنِي عُثْمَانَ عَنْ ذَلِكَ لَمَّا سَأَلَ
السُّبُكَةَ إِذَا كَانَ مَسَافَةً فِي مَقَامٍ وَكَانَ مَا وَرَدَ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ قَبْلَ النَّسَبِ وَالْوَالِدِينَ وَبَعْدَهُ
يَعْلَمُ أَنَّ الْأَمْرَ الَّذِي فِي حَقِّهِ نَفْسٌ عَلَى سُورَةٍ وَكَانَتْ أَمَلًا فِي سُورَةٍ لَا خَيْرَ لَهَا فِي جَدِّهَا فَخَابَ مِنْ
هَذِهِ السُّورَةِ وَبَيْنَ الْأَمْرِ هَذَا النَّاسُ فِي سُورَةٍ وَكَانَتْ أَمَلًا فِي سُورَةٍ وَكَانَتْ أَمَلًا فِي سُورَةٍ
السُّبُكَةُ فَخَابَ فِي النَّاسِ مِنْ سُورَةٍ إِلَى سُورَةٍ الْغَيْرِ غَاثًا وَأَنَّ قَالَ كَانَ هَذَا السُّورَةِ
الْمَبْنِيَّةِ إِلَى سُورَةِ الْعِلْمِ ثُمَّ إِنَّهُ قَالَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَدْرَكَ إِلَيْهِ أَخَذَ مِنْ الْحُسْنِ
السُّفَادَةِ فَسَبَّحَ وَغَابَ عَنْ النَّاسِ خَيْرِينَ مِنْ ذَلِكَ فَكَانَ سُورَةٍ مِنْهُ مَرَّةً حَسَا أَمْرًا كَذَا (أَيْ فِي حَضَرَةِ
الْغِيَاثِ) إِلَّا أَنَّهُ لَا يُبَيِّنُ قَائِمًا وَكَذَلِكَ إِذَا تَكَلَّمَ بِهِ السُّبُكَةُ سَجْدًا فَذَلِكَ مِنْ حَضَرَةِ الْغِيَاثِ فَكَانَ
لَيْسَ بِوَجْهِ وَرَأَيْتُ هَذَا مَرَّةً فَدَخَلَ فِي سُورَةٍ إِلَى سُورَةٍ فَخَابَ النَّاسُ الْغَايِبَةُ حَتَّى دَخَلَ إِلَى سُورَةٍ
الْعَقِيبَةِ فَقَالَ هَذَا أَيْضًا يُبَيِّنُ أَتَاهُ يُعَلِّمُهُمْ أَمْرًا وَيُزَكِّيهِمْ وَقَدْ قَالَ لَهُمْ مَرَّةً وَأَنَّ الرَّجُلَ
فَسَلَّمَ بِالرَّجُلِ مِنْ أَشْهُرِ السُّورَةِ وَرَأَيْتُ خَلْفَهُ لَمْ يَكُنْ فِيهَا ثُمَّ قَالَ هَذَا أَيْضًا مِنْ أَشْهُرِ السُّورَةِ
رَأَيْتُ مَا فِي هَذَا الرَّجُلِ السُّفَادَةِ لَيْسَ فِيهَا هُوَ مَادِي فِي السُّفَادَةِ فِي الْعَيْنِ الْمَعِينَةِ
وَمَدَّقَ فِي أَنَّ هَذَا أَيْضًا يُبَيِّنُ وَلَا شَكَّ وَقَالَ يُؤَسِّتُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَيْتُ مَا فِي
أَحَدَ عَشَرَ كَلِمَةً وَالشُّسُ وَالْقَسْرُ مَا يُقْتَضَى (سَائِدِينَ) قَرَأَ عَلَى بَنَاتِهِ فِي سُورَةِ التَّوَكُّلِ
وَمَا عَلَى آبَائِهِ وَخَالَاتِهِ فِي سُورَةِ الشُّسُ وَالْقَسْرُ هَذَا مِنْ جِهَةِ يُؤَسِّتُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا ظَنُّ
مِنْ جِهَةِ السُّورَةِ لَمْ يَكُنْ ظُهُورًا إِخْوَتِهِ فِي سُورَةٍ لَا لَمْ يَكُنْ أَكْبَرُ وَظُهُورًا بِسُورَةٍ لَمْ يَكُنْ

الشَّيْءُ وَالْمَشْرِعُ مَرَدُّهُ إِلَى اللَّهِ فَلَمَّا تَرَى كُنْ لَكَ مِنْهُ بَعْدَ مَا كُنْتَ عَلَيْهِ سَلَامًا كَانَ إِذْ ذَاكَ
 مِنْ يُوسُفَ فِي غَرِّبٍ نَزَّاهُ إِلَيْهِ وَحَلِيمٌ ذَلِكَ يَحْتَوِبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ تَقْبُلُ عَلَيْهِ فَقَالَ (يَا أَيُّهَا
 لَا تَقْصُصْ مِنْ بَابِكَ عَنْ أَخَوَاتِكَ فَيَحْكِيَنَّ ذَلِكَ كَيْدًا) ثُمَّ بَدَأَ أَبْنَاءَهُ عَنْ ذَلِكَ الْحِكْمِ وَ
 الْحَقِّقَةِ بِالشَّيْطَانِ وَالْيَسْرِ (يَا أَيُّهَا الْكَيْدُ لَقَدْ رَأَيْتَ الشَّيْطَانَ إِذَا كَانَ عَدُوًّا مُبِينًا) أَيْ ظَاهِرُ
 لَعْنَتِهِ وَتَوَثَّرَ قَدْ كَانَ يُؤْمَرُ بِجَدِّكَ فِي الْخَيْرِ الْأَمْرِ (هَذَا قَوْلُ رُوَيْدٍ مِنْ رُوَيْدٍ قَدْ جَعَلَهَا مَرِيضِي
 حَقًّا) أَيْ أَفْهَمَهَا فِي الْحَقِّ مَا كَانَتْ فِي سُورَةِ الْخَيْلِ فَقَالَ لَهُ الْيَسْرُ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 النَّاسُ نِيَامٌ وَكَانَ قَوْلُ يَوْسُفَ (لَقَدْ جَعَلَهَا فِي حَقِّهَا) بِحَسْبِ لَقَوْلِهِ مِنْ مَرَدُّهُ فِي تَوْبِهِ إِذْ
 الشَّيْطَانُ مِنْ مَرَدِّهِ الْفَاسِقُ غَيْرُهُمَا وَلَمْ يَكُنْ إِذْ فِي النَّوْمِ حِينَ مَا بَرِحَ إِذَا الشَّيْطَانُ يَقُولُ رَأَيْتُ
 كَذَا وَهَذَا أَوْ سَأَلْتُ كَذَا فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَأَوْثَقْنَا بِكُنْ أَمَّا ذَلِكَ فَانْظُرْ حَتَّى يَرَى ذَلِكَ
 عَنِ اللَّهِ مِنَ الْمَلَكِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبَيَّنَّ إِذَا تَرَى يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْخَيْرِ مُرِيدًا قَدْ كَانَ (هَذَا
 قَوْلُ رُوَيْدٍ مِنْ رُوَيْدٍ قَدْ جَعَلَهَا مَرِيضِي حَقًّا) أَيْ عَمْرُوًّا مَا كَانَ إِلَّا لَمَسْهُمَا
 قَوْلُ الْخَيْلِ لَا يُشْفَى أَبَدًا إِلَّا بِالْحَقِّ كَيْسَ لَهُ غَيْرُ ذَلِكَ فَانْظُرْ مَا أَشْرَكَ عَلَيْهِ وَتَوَثَّرَ
 مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبَيَّنَّ الْقَوْلُ فِي هَذَا وَالْخَيْرُ فِيهِ أَنْ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَا تَقِفُ
 عَلَيْهِ أَنْتَ وَاللَّهُ تَعَالَى تَقُولُ رَأَيْتُ أَنَّ السُّكُولَ عَلَى رِجْلَيْ الْعَرَقِ أَوْ عَمَّى الْعَالِمُ هُوَ بِالنَّسْبَةِ
 إِلَى الْحَقِّ كَمَا يَكُنْ لِشَخْصٍ فَهُوَ خَلْقُ اللَّهِ فَهُوَ عَيْنُ نَسْبَةِ الْوُجُودِ إِلَى الْعَالِمِ لِأَنَّ الْوُجُودَ
 بِالْحَقِّ فِي الْحَقِّ وَالْحَقُّ إِذَا كَانَ ثَمَّةَ مَنْ يَنْفَرُ بِهِ ذَلِكَ الْفَلَّ حَتَّى لَا قَدْرَ ثَمَّةَ حَتَّى مَنْ يَنْفَرُ
 بِهِ ذَلِكَ الْفَلَّ كَانَ الْفَلَّ نَفْسًا خَيْرًا وَجُودًا فِي الْحَقِّ بَلْ يَكُونُ بِالْقُدْرَةِ فَوَاضَتْ الْحَقِّ
 الْقَسْرُوبُ (يَا أَيُّهَا الْخَيْرُ كَيْسَ لَكَ الْفَلَّ الْفَلَّ الْفَلَّ الْفَلَّ) أَيْ الْعَالِمُ الرَّائِي أَيْ أَنَّ الْمَدِينَةَ
 عَلَيْهَا أَمَّا هَذَا الْفَلَّ فَيُذَكَّرُ مِنْ هَذَا الْفَلَّ بِحَسْبِ مَا أَمْسَدَ عَلَيْهِ مِنَ الْوُجُودِ هَذَا الْفَلَّ
 وَفِيهِ بِالنَّسْبَةِ الْخَيْرُ وَفِيهِ أَرْجَاهُكَ وَفِيهِ هَذَا الْفَلَّ عَلَى أَيْدِي الْمَدِينَةِ فِي سُورَةِ
 الْقَيْسِ السَّجْدَةِ لَا تَرَى الْفَلَّ تَغْرِبُ إِلَى الْمَدِينَةِ تَشِيرُ إِلَى مَا يَتْبَعُهَا مِنَ الْفَلَّ وَفِيهِ
 بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْفَلَّ مِنْ هَذَا الْفَلَّ وَفِيهِ كَانَ الشَّخْصُ أَيْضًا فَيَكُنْ بِهَذَا وَالْمَدِينَةِ لَا تَرَى
 الْفَلَّ إِذَا لَمَسَتْ عَنْ بَعْرِ النَّاسِ تَطْلُو سَوْدَاءَ وَفِيهِ تَكُونُ فِي أَعْيَانِهَا عَلَى تَوْبَةٍ يَذْكُرُ

الْحِجْلُ مِنَ التَّوْبَةِ وَبَيْنَ قَسَّةٍ عِلَّةٍ إِذَا انْبَعَثَ كَسْرُ قَسَّةِ السَّمَاءِ فَهَذَا مَا أَتَتْهُ الْبَعْدَةُ فِي الْحِجْرِ
 فِي الْأَجْسَامِ الْغَيْرِ الْبَاقِيَةِ وَكَذَلِكَ أَجْيَارُ الْمُسْكِنَاتِ كَيْتُ تَبَرُّهُ لَا تَمَامُ سَلَامَةٍ وَرَأَيْتُ
 التَّصَيُّفَ بِالْبُورَةِ وَبِهَا تَنْقُصُ بِالْوَحِيدِ إِذَا الْوَحِيدُ لَوْ شَاءَ غَيْرَ أَنَّ الْأَجْسَامَ الْبَاقِيَةَ يُعْمَلُ
 فِيهَا الْبَعْدُ فِي الْحَقِّ مَعَهَا فَهَذَا أَتَى شَيْئًا آخَرَ يُبْعَثُ وَلَا يَدْرِي كَيْفَ النُّحُوسُ الْأَصْفِيَّةُ الْغَيْرُ وَمَا
 فِي أَتْيَانِهَا كَبِيرٌ عَنْ ذَلِكَ الْقَدْرِ وَأَكْثَرُ كَيْتَاتٍ مِنْهُ حَسَا يُعْلَمُ بِالتَّوْبَةِ فِي الْحَقِّ
 مِثْلُ الْأَشْرَافِ فِي الْجِسْمِ بِمَا تَوَسَّلَتْ وَبِشَيْءٍ وَبِأَيَّةٍ وَبِشَيْءٍ مَوْجِدَةٍ وَهِيَ فِي الْحَقِّ عَلَى كَدِّهِ
 حَمُولَةُ الْأَشْرَافِ سَلَا أَلَا أَسْرَ الْبَعْدُ أَيْضًا فَمَا يُعْلَمُ مِنَ الْعَالَمِ الْأَخْلَافِ مَا يَعْمَلُ مِنَ الْبَلَاءِ
 وَيُجْعَلُ مِنَ الْحَقِّ عَلَى كَدِّهِ مَا يُجْعَلُ مِنَ الشَّيْءِ الَّذِي عَنْهُ كَانَ ذَلِكَ الْبَلَاءُ لَيْسَ حَيْثُ
 مَا يُولَدُ كَذَلِكَ وَمِنْ حَيْثُ مَا يُجْعَلُ مَا فِي ذَلِكَ الْبَلَاءِ مِنْ مَوْجِدَةٍ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْرَافِ
 عَنْهُ يُجْعَلُ مِنَ الْحَقِّ قِلْدَ ذَلِكَ فَهَذَا أَنَّ الْحَقَّ تَعْلَمُ لَنَا مِنْ وَجْهِ بِحَقِّهِ لَنَا مِنْ وَجْهِ
 (أَمْ تَرَ إِنْ رَأَيْتَ حَيْثُ مَدَّ الْفَنَ وَكَوْنًا لَا يُجْعَلُ مَا كَيْتًا) أَيْ يَكُونُ بِهِ بِالْقُوَّةِ
 يَكُونُ مَا كَانَ الْحَقُّ لِيَتَجَمَّلَ بِشَيْءٍ كَمَا تَعْلَمُ الْبَلَاءُ يَكُونُ كَمَا بَيْنَ الْمُسْكِنَاتِ
 الَّتِي مَا تَهَرَّكُهَا عَيْنٌ فِي الْوَحِيدِ (أَمْ تَرَ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ وَبِهَا) وَكَوْنًا شَيْءٍ الْوَحِيدِ الَّذِي
 قُلْنَا وَيَشْهَدُ لَهُ الْحَقُّ نَامَ الْفَلَاكُ لَا يَكُونُ لَهَا عَيْنٌ يَدْرِي الشُّوْبَ (أَمْ تَرَ بَعَثْنَا إِلَى الْبَاقِيَةِ
 يُسَيِّلًا) وَإِنَّمَا بَقِيَّةُ اللَّهِ إِلَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَلَقَ هُوَ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ دَوَائِرُ الْوَحِيدِ (أَمْ تَرَ كَيْفَ
 تَقُولُونَ لَا تَقُولُوا قَوْلًا مَا تَدْرِي كَيْفَ تَقُولُونَ الْحَقُّ فَكَلِمَةٍ فِي أَعْيُنِ الْمُسْكِنَاتِ لَيْسَ حَيْثُ
 هُوَ بِالْحَقِّ هُوَ وَجُودُهُ وَمِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ مِنَ الْعُشُورِ فَيَدْرِي هُوَ أَتْيَانُ الْمُسْكِنَاتِ لَحَسَا
 لَا يَزُولُ عَنْهُ بِأَخْلَافٍ مِنَ الْعُشُورِ أَسْرَ الْفَلَاكُ حَقٌّ لَا يَزُولُ عَنْهُ بِأَخْلَافٍ مِنَ الْعُشُورِ أَسْرَ
 الْعَالَمِ وَأَسْرَ سَوَى الْحَقِّ كَيْتُ أَسْرَ يَكُونُ بِالْحَقِّ لَأَنَّهُ الْوَاحِدُ الْوَاحِدُ
 مِنْ حَيْثُ كَثُرَتْ الْعُشُورُ فِيهِ هُوَ الْعَالَمُ فَتَنْظُرُ وَتَحَقِّقُ مَا وَفَّقْتُهُ لَكَ وَإِذَا كَانَ الْأَكْمَرُ
 عَلَى مَا كَثُرَتْ ذَلِكَ فَالْعَالَمُ مُتَوَكِّلٌ عَلَى وَجْهِ حَقِّهِ وَهَذَا أَعْمَقُ الْخَبَائِلِ أَيْ خَيْلَ نَاكَ أَنَّهُ
 أَسْرَ تَرَاهُ قَائِمٌ بِفَنَيْهِ خَارِجٌ مِنَ الْحَقِّ وَبَيْنَ حَقِّكَ فِي نَفْسِ الْأَشْرَافِ لَا تَرَاهُ فِي الْحَقِّ
 مُتَّصِلًا بِالشَّيْءِ الَّذِي عَنْهُ يَسْتَحِيلُ عَلَيْهِ إِلَّا لَوْ كَانَ عَنْ ذَلِكَ إِلَّا تَقَالِي لَأَنَّهُ يَسْتَحِيلُ

عَنْ الشَّيْءِ الْإِلَهِيِّ كَأَنَّكَ عَشْرٌ ذَاتُهُ فَأَحْرَبَتْ عَيْنُكَ وَمَنْ أَنْتَ فَمَا هُوَ يَدُوكَ وَمَا نَسَبُكَ إِلَى
 الْحَقِّ ذِيهِ أَنْتَ حَقٌّ وَبِنَا أَنْتَ عَالَمٌ وَسَوَى وَغَيْرُهُ وَمَا شَأْنُ كُلِّ هَذَا وَالْأَلْفَاءُ وَفِي هَذِهِ
 الْعِلْمَاءُ وَقَارِئُهَا وَغَيْرُهُ وَالْحَقُّ وَالنَّبِيَّةُ إِلَى ظِلِّ خَاصٍ صَغِيرٌ وَكَبِيرٌ وَمَنَاتٍ وَأَصْفَى كَالنُّورِ
 بِالنَّبِيِّ إِلَى عِبَادِهِ عَنِ الشَّيْءِ فِي الشُّجَابِ يَتَلَوْنَ يَلُودُهُ فِي نَفْسِ الْأُمُورِ لَا تَوْنُ لَهُ وَلَكِنْ
 هُكْمُهُ تَرَكَهُ تَرْبٍ بِشَيْءٍ بِعَقِيْقَتِكَ بِرَيْكَ فَإِنْ قُلْتَ إِنْ النُّورُ أَخْتَرُ بِخَصَرَةِ الْأَعْيَانِ
 مَدَقْتُ وَشَهِدْتُكَ الْحَقُّ وَإِنْ قُلْتَ إِنَّهُ لَيْسَ بِأَخْتَرُ وَلَا ذَنْ لَوْ لِيهَا أَغْطَا لَكَ الْبَلَدُ
 مَدَقْتُ وَشَهِدْتُكَ الْحَقُّ الصَّحِيحُ فَإِذَا النُّورُ مُتَدَمِّعٌ مِنْ هَلْ هُوَ عَيْنُ الشُّجَابِ فَهُوَ
 عَيْنُ نُوْرٍ يَصْلَحُ كَذَلِكَ لَمْ يَتَحَقَّقْ مِنْهَا بِأَحَقِّ تَقَرُّرٍ مَوْجُودٍ الْحَقِّ فَهُوَ كَقَرُّرٍ وَأَتَقَرُّرٍ
 إِلَى عَيْنٍ فِيمَا مِنْ لِيَكُونَ الْحَقُّ سَعَةً وَبَصَرَةً وَجَمِيعٌ قَوَالًا وَجَوَابِجِهِ بِعَلَامَاتٍ قَدْ أَغْطَا
 الشُّرُءُ النَّبِيُّ يُغَيِّرُ عَيْنَ الْحَقِّ وَمَعَ هَذَا عَيْنُ الْفَقْرِ مَوْجُودٌ فَإِنَّ الْكَبِيرَ مِنْ سَعَةِ الْعَوْدِ
 إِلَى غَيْرِهِ مِنَ الْعَبِيدِ لَيْسَ كَذَلِكَ فَتَنْبُذُ لَكَ الْعَبْدُ أَقْرَبُ إِلَى وَجْهِ الْحَقِّ مِنْ بَيْنِهِ
 غَيْرُهُ مِنَ الْعَبِيدِ وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ عَلَى مَا قَرَّرْنَا قَالًا أَعْلَمْنَا أَنَّكَ خَيْرٌ وَجَمِيعٌ مَا تَمَرُّكُهُ
 بِمَا تَحُولُ فِيهِ مِنْ بَيْنِ الْبَلَدِ كَالنُّجُودِ كُنْ خَيْرًا فِي خِيَالِ وَالْأَجْمَلُ الْحَقُّ رُشْدًا هَوَانُهُ خَالَفَ
 مِنْ حَيْثُ ذَاتُهُ وَغَيْرُهُ لَا مِنْ حَيْثُ أَشْيَاءٍ لِأَنَّ أَسْمَاءَهُ لَهَا مَدْرُ لَوْ لَا أَنْ السَّادُّ لَوْلَا لَوْلَا
 عَيْنُهُ وَهُوَ عَيْنُ الشَّيْءِ وَافْتَدَى لَوْلَا الْآخِرُ مَا يَدُلُّ عَلَى مَا يَنْفَعِلُ الْأَسْمَاءُ بِهِ عَنْ هَذَا الْأَجْمَلِ
 الْأَجْمَلِ وَيَسْتَفِيدُ مَا يَدُلُّ الْعُلُومُ مِنَ الْمُنْتَفِيَةِ أَتَيْنَ الْمَقَامَ مِنْ الْبَالِغِينَ وَأَتَيْنَ الْأَوَّلَ مِنَ الْخَيْرِ
 فَكَيْفَ بَانَ لَكَ كَذَلِكَ كُلُّ شَيْءٍ عَيْنُ الْأَسْمَاءِ الْآخِرَةِ بِمَا تَدْرِكُ غَيْرَ الْأَسْمَاءِ الْآخِرَةِ هُوَ
 عَيْنُ الْحَقِّ وَبِنَا هُوَ غَيْرُهُ هُوَ الْحَقُّ الْمُنْقَضُ الَّذِي كُنَّا مَدْرُودًا لِنَبْطَانِ مَنْ لَمْ يَكُنْ
 عَلَيْهِ دَلِيلٌ سِوَى نَفْسِهِ وَلَا يَدْرِي كَوْنُهُ إِلَّا بِعَيْنِهِ كَمَا أَنَّ الْكَوْنِ إِلَّا مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْحَقِيقَةُ
 وَمَا فِي الْخِيَالِ إِلَّا مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْكَلَامُ فَكَيْفَ دَلَّتْ عَلَى مَا كُنَّا مَدْرُودًا لِنَبْطَانِ وَمَعَ الْأَسْمَاءِ
 لِإِلَهِيَّةٍ ذَاتُهَا عَالِمٌ وَمَنْ وَفَّقَ مَعَ الْأَسْمَاءِ كَانَ مَعَ الْحَقِّ مِنْ حَيْثُ ذَاتُهُ الْعُلُومُ مِنَ
 تَمَرُّكِهِ الْأَوَّلِ حَيْثُ تَمَرُّكِهِ وَإِذَا كُنَّا تَمَرُّكِهِ عَنْ تَمَرُّكِهِ تَمَرُّكِهِ عَنْ تَمَرُّكِهِ
 لَمْ يَكُنْ إِلَّا لَوْلَا الْأَسْمَاءُ تَمَرُّكِهِ عَنْ تَمَرُّكِهِ تَمَرُّكِهِ عَنْ تَمَرُّكِهِ تَمَرُّكِهِ عَنْ تَمَرُّكِهِ

نور ہے۔ نیز حکمت روحیہ کا اہتمام اس امر پر تھا کہ اللہ تعالیٰ عارف کو وہ بصیرت عطا کر دیتا ہے کہ وہ غنائق
 کے اسرار انکے ایمان میں ثابت رہیں۔ لہذا حکمت روحیہ کے بعد حکمت نور ہے کہ لایا گیا ہے۔ اور حکمت
 نور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ عالم مثال کے اسرار کی معرفت
 کائنات آپ ہی کو نصیب تھی اسی لئے آپ صغیر و بزرگ اور بالا و اعلیٰ یہ مرتبہ آپ ہی کو نصیب ہے۔
 لیکن یاد رہے جملہ انبیاء و اولیاء نے جمیع علوم سرکارِ دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کئے ہیں۔
 اس حکمت نور سے مراد لارٹ کامل کے نور کا عالم خیال پر انبساط ہے۔ یعنی جب حالت کامل کا
 دل متحد ہو جاتا ہے تو وہ عالم خیال میں اشیاء کی مثالی صورتوں کو دیکھتا ہے اور اہل عنایت کے حق میں وحی
 الہی کا ابتداء اس سے ہوتا ہے۔ اہل عنایت سے مراد انبیاء و اولیاء علیہم السلام ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ
 عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا ابتداء پتے خواب تھا۔ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم پر خواب بھی دیکھتے تھے وہ صحیح صدق کی روشنی کی طرح ستارہ جہاں ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
 عنہا فرماتی ہیں کہ اس خواب میں کسی قسم کا شبہ نہ ہوتا تھا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو علم
 یہاں تک ہے کہ انہیں ان کے خوابوں کی سبب جہاد تھی۔ اس کے بعد فرشتہ آنا شروع ہو
 گیا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہ جانا کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تحقیق
 نشان خواب میں ہیں اللہ میں وقت مرتے ہیں۔ بیدار ہو جاتے ہیں۔ لہذا جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موت پہنچنے
 بیدار میں دیکھتے ہیں وہ بھی اس قبیل سے ہے کہ آپ کی حالت خواب اور حالت بیداری میں کوئی فرق
 نہیں تھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ لَیْسَ بِخَبَرٍ لَّیْسَ بِخَبَرٍ لَّیْسَ بِخَبَرٍ لَّیْسَ بِخَبَرٍ لَّیْسَ بِخَبَرٍ لَّیْسَ بِخَبَرٍ لَّیْسَ بِخَبَرٍ
 کے احوال مختلف ہیں لیکن جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار میں اور بیدار کی حالت میں دیکھتے ہیں وہ اسی قبیل
 سے ہے جو آپ خواب کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ یعنی آپ کی بیداری اور خواب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حضرت
 عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جہاد والا قول اپنے مقام پر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمامی تیری
 رہنمائی سب سے بڑی ہے۔ اس کے نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر مبارک خواب اور
 بیدار میں۔ خواب میں ظہری حواس بند ہو جاتے ہیں۔ اور باطنی حواس بیدار رہتے ہیں۔ اور بیدار میں ظہری حواس
 بند رہتے ہیں۔ اور باطنی حواس بیدار رہتے ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اللہ میں لایا گیا ہے کہ
 بہت بزرگیت عارضی ہے۔ اور بہت بزرگیت دائمی ہے۔ یہی وہ سب سے بڑا خواب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

و سلم کے باطنی حواس کھٹے ہوتے ہیں ایسے ہی بیداری میں بھی آپ کے باطنی حواس کھٹے ہوتے ہیں لہذا ارشاد ہوا کہ آپ کی ساری زندگی مبارک ہی خواب و خواب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت ربوبیت دائمی ہے۔ اس میں دن رات یا صواب خواب اور بیداری میں کوئی تمیز نہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ربوبیت کی خوشبو میں ہر وقت جبکہ وہی ہیں اعد یہ آپ کی منزلت کی مطابقت ہے کہ چونکہ اگر کوئی شخص آپ کو دن کی وقت پکارے آپ سنتے ہیں اور اگر کوئی رات کو پکارے تب بھی آپ سنتے ہیں۔

یہ کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوا تھا تو اسی قسمی خواب میں تھا اور اس کا نام عالم خیال رکھا جاتا ہے۔ عالم خیال کا نام عالم مثال میں ہے۔ عقل اور نفوس مجردہ کا شہود حضور جہانیہ میں اہل کشت کو اسی عالم میں ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جبرائیل علیہ السلام کا نبور و سیدہ قطیہ کی محبت پر ہوا اگر اہل عالم خیال یا عالم مثال کا اطلاق خواب اور بیداری دونوں پر ہو سکتا ہے۔ اہل عنایت ابتدا میں خود مثالے خواب میں دیکھتے ہیں اور انتہا میں وہ خود مشاہد کو بیداری میں دیکھتے ہیں۔ عالم خواب چونکہ عالم خیال سے ابتدا قیام کے ہوتے ہیں کیونکہ خواب میں ایک شے اپنی اصلی صورت کی بجائے کسی اور صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ ظاہر اس صورت سے برعکس نام نہ رکھی ہے اس صورت کی طرف تباہ کرنا ہے جو نفس الہی میں ہے۔ لیکن صورت عریض کی تعبیر صورت نفس الہی کی صورت میں درست ہوگی جب صاحب تعبیر خواب کی پہلی تعبیر کرے جیسے کہ خواب میں علم کا نمونہ و دودھ کی صورت پر تھا لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعبیر میں صورت دودھ سے صورت علم کی طرف گدگدائے اور ارشاد فرمایا کہ اس صورت دودھ سے مراد صورت علم ہے۔ پھر تحقیق جو رحمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کی جاتی تھی تو آپ عسکرات معاد سے حرکت کئے جاتے تھے اور پوشیدہ کئے جاتے تھے اور اس وقت آپ حاضرین میں سے غائب ہوتے تھے۔ پس چوتھی صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آثار وحی ہوتے تھے تو آپ اصل حالت کی طرف لوٹائے جاتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے وحی کا اندک صورت حضرت خیال میں کیا لیکن بلاشبہ اس حالت میں آپ کا نام قائم نہیں رکھا جاتا اور اسی طرح جب فرشتہ حضرت جبریل علیہ وسلم کی ناظر غرو کی صورت پر شکل ہوتا تھا تو یہ شکل ہونا بھی حضرت خیال سے ہے۔ کیونکہ وہ فرشتہ مرد نہیں ہے اور مردائے اس کے نہیں ہے کہ فرشتہ صورت انسان میں داخل ہو گیا ہے یعنی فرشتے نے اپنی اصل صورت بدل کر انسانی صورت کا پرتھو لیا ہے۔ لہذا ناظر عادت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تعبیر کی تھی کہ آپ اس کی اصلی صورت تک پہنچے اور لڑائی جبرائیل سے تھا اس سے اس رقم کو قبول

ہر دوں ملکوں نے کیئے آئے تھے اور تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ بھی فرمایا تھا اس
 مرد کو میرے پاس بھیج دو جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتے کا نام بسبب اس موت کے جس کے
 ساتھ وہ صحابہ تھے اللہ تعالیٰ ان کیئے ظاہر فرمادے گا۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا یہ ہمیشہ تھے۔ اس کو
 یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موت کا اعتبار کیا ہوا اس مرد تخیل کی مزاح اصل موت تھی۔ لہذا حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم اپنے دونوں اہل میں صادق ہیں۔ آپ نے واسطے ظاہری آنکھ کے جو ابلا ہر موت مسموم کو دیکھنے
 والی سب سے بھی کہا اور نیز اس بات میں کہ تحقیق یہ جبرئیل ہی ہے جس کی کبیرہ کو وہ ہلک جبرئیل تھے۔

اور یوسف علیہ السلام نے کہا ((إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدًا عَشَرَ نَاقَةً كَانَتْ آتِيَنَّهُ مِنْ أَرْضٍ غَيْرِ آلِيٍّ وَاتَّخَذَ إِلَهُهَا ثَمَرًا))
 تحقیق میں نے خواب میں گیارہ بکرا سوسے اور چاند دیکھے اور اس محل میں دیکھے کہ تجھے سب سے بڑے ہیں۔
 یہاں سے اپنے بھائیوں کو بتادوں کہ موت میں دیکھا اور اپنے باپ اور اپنی خالہ کو سوسے و چاند کی موت
 میں دیکھا اور یہ خواب کی رویت یوسف علیہ السلام کی اذی و استعداد اور عین ثابہ کے مطابق تھی یوسف علیہ
 السلام کے عین بھائیوں آپ کا بی اور بادشاہ بننا مندرج تھا اور آپ کے گیارہ بھائیوں اور باپ اور خالہ کا
 آپ کو سوسہ کرنا جس مندرج تھا موت تعالیٰ نے آپ کو پہن میں ہی جتا دیا کہ آپ نبی اور بادشاہ بنیں گے۔
 ان پہن میں ہی جتنا ہے کا مطلب یہ تھا کہ آپ تکلیف اللہ باؤل پر مبرک ہیں کیونکہ سوسہ

ہر بھائی قوم را حق دادہ است۔ زیر آں گنجی کریم بہادہ است

پھر آپ خواب کی تعبیر سے واقف تھے کیونکہ جب ہر شہر میں آپ منصب پر بیٹھے اور آپ کے بھائیوں اور
 آپ اور خالہ نے آپ کو سوسہ کیا تو آپ نے فرمایا (هَلْ أَتَاؤُنِي تُبْرًا أَمْ مِمَّا يُؤْتِي الْبَنَاءُ عَنَاقَرًا) یہ میرے
 چلنے خواب کی آمل سے تحقیق میرے نبی نے اسے سہا کر دیا۔ گویا آپ اس وقوع کے منتظر تھے کہ آپ
 خواب کی تعبیر سے پہن میں ہی واقف تھے۔ اور اگر یہ خواب مرئی کی طرف سے ہوتی یعنی اگر بھائیوں میں
 سے کوئی بھائی یا آپ کی خالہ یہ ہی خواب دیکھتے تو وہ فلاں خواب کی تعبیر کو پتا جاتے اور آپ کی موت میں
 بھائیوں کا اللہ اللہ شخص و فر کی موتوں میں باپ اور خالہ کا ظہور فرمادیتے۔ اس سے نبی تعالیٰ نے ان میں
 سے جس کو جس نے خواب نہ دکھایا کہ نہ اگر دیکھ لیتے تو ان کی حسد کی آگ بہت ہی تیز ہو کر بڑھتی۔ جو کہ
 بھائیوں نے آپ کیساتھ سوک کر لیا وہ ہریت باپ کی زیادہ شقت دیکھ کر کیا کہ خواب دیکھ لیتے کہ انہوں
 نے نبی اور بادشاہ بننا ہے تو خدا جانے کیا کیا تکلیف دیتے۔ جو کہ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا وہ

اپنے ہی تزانہ خیال میں دیکھا۔ مراد یہ ہے کہ چونکہ جمیع عوالم انسان کے سویا و قلب میں پیٹے ہوئے ہیں اس لئے
 جو کچھ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا وہ اپنے خزانہ خیال یعنی سویا و قلب میں ہی سے دیکھا۔ اور چونکہ
 علیہ السلام اس خواب کی تعبیر کو جان گئے جس وقت یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب اُن کے سامنے بیان کیا
 پس اسی لئے آپ نے فرمایا (يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا) اسے یہ
 پیار سے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کیجٹو پس وہ تمہارے ساتھ کوئی کر کریں گے مراد
 یعقوب علیہ السلام کی یہ تھی کہ آپ کے بھائیوں کو پہلے ہی آپ کا حسد ہے۔ اگر آپ نے اپنا خواب اُن کیساتھ
 بیان کیا تو وہ آپ کو یقیناً قتل کر دیں گے۔ اور اب صرف اس مابعد حسد کی بنا پر آپ کیساتھ کوئی کر کریں گے
 قتل نہیں کریں گے۔ پھر یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اُس کر سے بری الذمہ قرار دیا اور فکر کی بات
 شیطان کی طرف کی حالانکہ فکر کی اعنافت شیطان کی طرف کرنا خود ایک مکر ہے۔ کیونکہ حقیقت میں ظالم میں
 فعل الہی جاری ہے اور کسی فعل کی نسبت شیطان کی طرف کرنی محض ایک مکر ہے۔ انبیاء کرام کا ادب لکھنے
 اگرچہ وہ اس مسئلہ کے باہر ہیں کہ ظالم میں یہ فعل فعل الہی ہے لیکن کسی فعل پر کی اعنافت حتمی کی طرف
 نہیں کرتے۔ لیکن نبی کا کمال دیکھئے کہ اپنی کلام میں قصیم بھی دے دے کہ انسان محض مجبور معذور اور مامور
 ہے۔ اسی لئے آپ نے اپنے بیٹوں کو کر سے بری الذمہ قرار دیا۔ اور مکر کی اعنافت شیطان کی طرف کی اور
 فرمایا (إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ) تحقیق شیطان واسطے انسان کے نہ ہر دشمن ہے یعنی اس کی دشمنی
 ہر کسی پر ظاہر ہے۔

پھر آخر کار اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے کہا (هَذَا أَنَا وَمِثْلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلْنَا رَحْمَةً لِّكَ
 یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے تحقیق میرے سب سے اُسے دکھا کر دیا۔ یعنی یہ خواب صورت خیال میں تھا
 اُس کو بعد میں عالم حقیقت میں ظاہر کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم خیال کے متعلق فرمایا
 الْكَافُّونَ زَعَامٌ أَدْمَىٰ نَبِيٌّ خَوَّابُ كَيْسٍ هِيَ مَجْدُ عَالَمِ خَوَّابِ هِيَ سَبُّ مُرَادٍ بِهٖ كَيْسٌ كَيْسٌ عَالَمِ خَوَّابِ هِيَ سَبُّ
 اپنا مستحق کوئی وجود نہیں کہ اس کا وجود ساتھ حتمی کے ہے نیز آپ کی یہ مراد ہے کہ عالم اجسام عالم مثال
 کا ہی ایک تنزل ہے یعنی وہ جس ذات حق مرتبہ خیال عالم مثال سے تنزل فرما کر عالم حقیقت میں عالم اجسام
 کی صورت پر جلوہ نما ہے۔ لیکن یوسف علیہ السلام کا عالم خیال کے متعلق یہ قول ہے (قَدْ جَعَلْنَا رَحْمَةً لِّكَ
 مجھ سے سب سے زیادہ خواب کو ہر کسی میں دکھا کر دیا۔ یعنی آپ کے نزدیک عالم حقیقت میں عالم خیال کا غیر ہے۔

عالم میں ستمانی کو غیب سے آپ کا قول اس شخص کے قول کے مطابق ہے جس نے خواب میں کچھ دیکھا۔ پھر وہ خواب سے بیدار ہوا اور اس نے کہا کہ یہ نہ جانا کہ وہ ہمیشہ ہی خواب میں ہے اور جو کچھ وہ دیکھتا ہے وہ خواب اور خواب ہے۔ وہ خواب ہی میں بیدار ہوتا ہے اور خواب ہی میں تعبیر کر دیتا ہے اور اس کا بیان کر رہا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے نزدیک عالم جس ایک مستقل عالم ہے، اور اس کا پناہ ذاتی مستقل کو کہہ رہا ہے اور ہم خیال کا غیر ہے۔ نہ کہ وہ عالم حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عالم جس میں عین عالم خیال ہے عین عین ذات حق ہے اور انسان اسی نور حقیقت کی مادی ہے اور اسی نور میں دانی قرعہ زن ہے اس لئے کہ یہ وہی انسان آج تک نہ ہو سکا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراتب بقدر کے عارف ہیں کہ وہ ہی ذات حق مرتبہ اہمیت سے تنزل فرما کر مرتبہ وحشت میں پھر مرتبہ واحدیت میں پھر مرتبہ واحدیت میں پھر مرتبہ عالم ارواح میں پھر مرتبہ عالم مثال میں پھر مرتبہ عالم اجسام میں سمجھنا ہوتا ہے لیکن یوسف علیہ السلام ان مراتب سے واقف ہیں۔ عظیم اجسام کو عالم مثال کا غیر سمجھ رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ عظیم مثال اور عظیم اجسام ذات حق کے ہی مراتب ہیں اور عالم اجسام عالم مثال کا ہی پر تو ہے۔ اسے عارف! پس دیکھو جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ ہیں اور یوسف علیہ السلام کے ارادہ ہیں کتنا فرق ہے۔ اس فرق کی صراحت آپ کے اس قول میں جو آپ نے آخر کار فرمایا موجود ہے (هَذَا تَأْوِيلُ مُدْرِكَايَ مِنْ قَبْلِ قَدْ جَعَلْنَا رُبِّي حَقًّا) رَحْمَةً سے آپ کی مراد حتمی یا محسوس ہے۔ آپ نے یہ نہ جانا کہ رائی کے عین ثابتہ میں جو احوال مندرج ہیں خواب میں وہ ان ہی حوس کو دیکھتا ہے اور رائی کے عین ثابتہ نے ہی وہ علم ستمانی کو نزل میں لایا تھا۔ لہذا جو کچھ وہ خواب میں دیکھتا ہے وہ عین ثابتہ کا پر تو ہے۔ اور عین خارجہ حقیقت میں عین ثابتہ کا پر تو ہے کیونکہ عین ثابتہ کے احکام اور آثار کے مطابق عین خارجہ کا نور ہوتا ہے۔ مرتبہ علم میں خصوصیات محسوسات ہیں۔ مرتبہ شہادت میں خصوصیات محسوسات ہیں۔ مرتبہ خیال میں وہ عین محسوسات خیالات ہیں۔ یہ محسوسات خیالات ہیں۔ یعنی محسوسات خیالات کا پر تو محسوسات خیالات ہیں۔ لہذا یہ ہے کہ محسوسات خیالات محسوسات خیالات ہیں لیکن یوسف علیہ السلام محسوسات خیالات کا غیر سمجھتے ہیں اور عالم محسوسات یا عالم اجسام کو ایک ذاتی مستقل نہ سمجھ رہے ہیں۔

یعنی عالم کو غیر حقیقی سمجھتے ہیں۔

پس دیکھو اسے عارف! جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادوں کو ہم کیسا اثر دیتے ہیں۔ درخت تیب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ہلکے مستحق حضرت خیال کی شرح ہمارے سامنے ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کروں گا تاکہ تو اُس سے واقف ہو جائے۔ یوسفؑ بھی سے مراد وہ افراد کا گروہ ہے جن کے قلوب میں حقیقت
 ظہور علیہ وسلم کا ظہور ہے اور اُن پر انبیاء بھی شک کرتے ہیں بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 السَّعَابُونَ فِي جَلَالٍ لَهُمْ مَنَابِرُ عِزٍّ نُوْمِي يَخْبُكُلُوا النَّبِيُّونَ وَاسْمُهُمْ اَمْرٌ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے جن
 ایسے دوست ہیں جو میرے بھال کے کشتہ ہیں اُن کے نور کے منابر ہیں اُن پر انبیاء و شہداء شک کرتے
 ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں اُسے غالب! تو جان لے کہ وہ چیز جس پر اللہ کا قول صادق آتا ہے وہی
 نام عالم رکھا جاتا ہے اُس کی نسبت عقلی کے ساتھ ایسے ہے جیسے سایہ کی نسبت شخص کے ساتھ۔ پس
 عالم اللہ کا سایہ ہے۔ چونکہ سایہ کا اپنا کوئی مستقل وجود نہیں ہوتا بلکہ سایہ کا وجود ساتھ شخص کے ہوتا ہے۔ چنانچہ
 وہ سایہ ہے اُسے عالم کا اپنا مستقل وجود کوئی نہیں بلکہ عالم کا وجود ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہے۔ پس شخص کی جان
 کے ساتھ وہ ہی نسبت ہے جو وجود حق کی عالم کے ساتھ ہے کیونکہ ظل ہے شک جس میں وجود ہے لیکن
 ظل اسی صورت میں موجود ہوتا ہے جب وہ شخص جس کا وہ ظل ہے وہاں موجود ہو اور تو اُس شخص
 کو محض فرس کرے تو وہ ظل جس میں غیر موجود ہوگا اور اُس کا وجود مستقل ہوگا بلکہ وہ ظل اُس شخص کی
 ذات میں جسکی طرف وہ ظل منسوب ہے بالذاتہ موجود ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ عالم پیشتر از ظہور اللہ تعالیٰ
 کی ذات میں ممکنات کے اعیان ثابتہ کی صورت پر موجود تھا اور بعد از ظہور عالم اللہ تعالیٰ کی ذات اعیان
 ممکنات یعنی اعیان خارجہ کی صورت پر جلوہ نما ہے۔ پس اس ظل آہی جس کا نام عالم ہے کامل ظہور
 ہوا ہے اس کے نہیں کہ وہ ظل ممکنات کا اعیان ثابتہ ہے۔ یعنی اعیان ثابتہ کی صورت کا ظل آہی چھو
 ہوا ہے۔ مراد یہ ہے کہ فیض اقدس سے ذات حق نے اپنی ہی ذات پر تجلی کی تو ہم آہی میں ممکنات
 کے اعیان ثابتہ حاصل ہو گئے تو گویا ممکنات کے اعیان ثابتہ یعنی خود علیہ کی صورت پر ذات حق کا جلوہ
 ہوا۔ پس ممکنات کے اعیان ثابتہ پر اُس ذات کا ظل مستعد ہوا یعنی ممکنات کے اعیان ثابتہ ذات حق
 کا ظل ہیں اور اسی فن سے اُس ذات کا اندازہ ادراک کیا جاتا ہے۔ یعنی جس قدر یہ ظل چھو ہوا ہے
 اُس اندازہ سے ذات حق کا ادراک کیا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ غم آہی میں اللہ تعالیٰ کے معلومات یعنی
 ممکنات کے اعیان ثابتہ چونکہ لامتناہی ہیں اسلئے وہ ذات حق بھی نامتناہی ہے اور بعد وعدے سے مستعد
 و متحرک ہے ۔

لیکن وجود ذات حق کا ادراک عقلی کے اعم نور کے ساتھ واقع ہوتا ہے یعنی عارف کو اللہ تعالیٰ

ایک ذرہ مٹا کر تباہ ہے جس سے وہ ذات حق کا اداک کیا ہے۔ نیز یہ ظن الہی ممکنات کے ایمان ثابت ہے۔
 قیاس بطل کی صورت میں پیدا ہوا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ایمان ثابت یا حقائق ممکنات مرتبہ ظن میں نہیں ہیں۔
 بلکہ کاہل و پلہ ہر کوئی نہیں۔ ایمان ثابت مرتبہ ظن میں اللہ تعالیٰ کا ظن میں اور ایمان تمام مرتبہ حسن و خبیث
 میں ایمان ثابت کے احکام و آثار کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ظن میں۔ نیز ظن الہی ممکنات کے ایمان ثابت
 کی صورت پر بھی عجیب و غریب کی صورت پر پیدا ہوا ہے مراد یہ ہے کہ اگرچہ ذات حق ہی اپنے مہر افست
 ذاتی کے مقام سے محض فرما کر ایمان خارجی یا ممکنات عالم کی صورت پر جلوہ نما ہے لیکن وہ حقیقت
 اب مٹ کر نہیں آتی اور وہ حقیقت اب عجیب و غریب بول ہے کیونکہ ہر کوئی اس کو اب یا نہیں مکتا بولہ اقل
 عالم کو اسی سے غیر حق قرار دیتے ہیں کہ وہ ذات حق کے کمالات کو اب حق میں نہیں جانتے۔ وہ یہ نہیں
 جانتے کہ جب ذات حق نے تنزل کر کے حق کی صورت پر جلوہ آرائی کی تو خلقی صورت کا پادہ اللہ صاف ہوا۔
 اب یہ خلقی صورت ذات پر عجیب بن گئیں۔ کہا تو نہیں دیکھتا کہ بلبل سیاہی کی طرف مائل ہوتے ہیں یا یہ
 بلبل کی سیاہی نفا اور نفلت کی طرف راغب رہتی ہے۔ اور یہ نفلت نفا اور اشخاص جن کے اندر حال
 ان کے درمیان بھر مناسب کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ ایک شخص سفید ہو مایہ اس کا بھی سیاہی کے مشابہ
 ہوگا۔ کیا قہاروں کو نہیں دیکھتا جب نابالغ کی بصر سے بید ہو جاتے ہیں تو سیاہ ظاہر ہوتے ہیں اور حقیقت
 حقیقت میں وہ ہارڈ کسی آدمی کے ہوتے ہیں۔ حقیقت برونک جس ظاہر نے اداک کیا ہے ان کا اصل
 رنگ اس رنگ کے ہوا ہوتا ہے اور اصل رنگ سے کوئی آدمی رنگ دکھائی دینا بصر مسافت کی وجہ
 سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ پھر حقیقت کی ذات اپنے مہر افست ذاتی کے تمام سے باہر حریب مراتب بتا دیتے
 سے صورت دوسری عالم دراج عالم مثل اور عالم اجسام تنزلی قرار دیا کہ عالم حقیقت پر جلوہ نما ہوتی ہے
 اسلئے اب یہ عالم ظاہر بین کی نظر میں غیر حق دکھائی دیتا ہے۔ مگر حقیقت ذاتی اور عالم میں بھر مسافت
 اور بصر مشابہت ہے۔ اب عادت کا دل اپنی بصیرت سے مشابہ کرتا ہے کہ عالم غیر حق ظن بلکہ بین حق ہے
 اور اس طرح آسمان کا نیگور دکھائی دینا بصر مسافت کی وجہ سے ہے۔ مگر آسمان کو ذاتی رنگ بخود نہیں ہے۔
 جس اجسام غیر فانی ہیں۔ مگر اس رنگ سے جس بصر میں حقیقت دکھائی دینا بصر مسافت کا نتیجہ ہے۔
 اور اسی طرح ممکنات کے ایمان ثابت نورانی نہیں ہیں۔ کیونکہ مضمون میں اپنی اگرچہ صورت ظن میں ثابت نہیں
 لیکن ان کے ساتھ مستوف نہیں ہیں۔ بلکہ بھلائے ان کے مضمون میں اور بھلائے ان کے ثابت اور مضمون میں بھلائے

وجود یعنی ظہور خارجی ایک نور ہے اور اعیان ثابتہ بلحاظ ظہور کے عدم ہیں لہذا وہ نورانی نہیں ہیں۔ سابق میں اسام
غیر نورانی کا ذکر تھا کہ بُعد مسافت کی وجہ سے جس ظاہر میں ان کا رنگ اصل رنگ سے مختلف دکھائی دیتا ہے
اسی اجسام نورانی پر بُعد مسافت کا یہ اثر پڑتا ہے کہ وہ جس ظاہر میں اصل حجم سے معیروہ حجم والے دکھائی دیتے
ہیں۔ پس بُعد مسافت کی اجسام پر یہ دوسری تاثیر ہے۔ جس باصرہ ان نورانی اجسام کو ایک چھوٹے سے گمراہی
اشیاء دیکھتی ہے حالانکہ حقیقت میں یہ اجسام مذکورہ اُس مرئیہ مقدار سے بہت زیادہ اور بڑے ہوتے ہیں جیسے
کہ دلیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تحقیق سورج جسمت ہیں زمین سے ۱۶۶۰ دفعہ بڑا ہے اور قطر اس کے ۱۰۸۰
میل سورج انرا ذرا ایک ذرا کی جسمت کے مطابق ہے جس پر بھی اثر بُعد مسافت کا ہے۔

اور عالم سے معرفت الہی اُسی قدر حاصل ہوتی ہے جتنی سایہ سے کابہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔
جیسا کہ سایہ کا وجود بغیر کابہ کے نہیں ہو سکتا ایسا ہی عالم کا وجود بغیر حق تعالیٰ کے نہیں ہو سکتا۔ سایہ کی حرکات
سکات سب کابہ کے ساتھ ہیں ایسا ہی اہل عالم کی حرکات سکات جن صفات سب حق تعالیٰ کی صفات ہیں
اور انسان حق تعالیٰ کی معرفت سے اُسی قدر جاں بہتلبہ ہند کہ کابہ کی معرفت سے جاں بہتلبہ کابہ
سے مراد وہ کابہ ہے جس کا وہ سایہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ جیسا سایہ سے کابہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے ویسے
ہی عالم سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ کبھی کابہ کی کُنہ کی معرفت ناممکن ہے ایسا ہی
حق تعالیٰ کی کُنہ کی معرفت ناممکن ہے۔ اور جیسا کہ سایہ جہی کابہ کے ظہور اور صفات کی معرفت ممکن ہے ایسا ہی
عالم جہی حق تعالیٰ کے ظہور اور صفات کی معرفت ممکن ہے۔ مراد یہ ہے کہ دست حق بلحاظ کُنہ کے غیر مذکور ہے
اور بلحاظ صفات اور تمیزات ظہور وہ ذات مذکور ہے۔ پس اسی سطر ہم کہتے ہیں کہ تحقیق حق تعالیٰ ہمارے
سے ایک وجہ سے معلوم ہے اور ایک وجہ سے ظہور ہے جہی یک۔ سے مذکور ہے اور ایک وجہ سے
غیر مذکور ہے۔ (۱) اَللّٰهُ شَرَّاهُ رَیَاطٌ کَیْفَ مَدَّ الْبَیِّنُ وَکَلَّمَہُ لَبَقْلَہُ سَاکِنًا کَیْفَ اَوَّلَہُ اَیْنَہُ رَیَاطٌ
پس دیکھا کیسے اُس نے سایہ کو پھیلا دیا ہے اور اگر پاتا تو ابتدا اُس کو ساکن کر دیتا۔ مراد یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ
ممكنات کے اعیان ثابتہ پر مشتمل ساتھ فیض قدس کے نہ کرتا تو فیض یعنی عالم کا وجود خارجی نہ ہوتا۔ فیض یعنی
عالم مذکور کی ذات میں باقوت یعنی اعیان ثابتہ کی صورت میں پر مشتمل رہتا جیسا کہ ممکنات کے اعیان
ثابتہ میں سے کسی اسی مرتبہ علم میں تھا۔ اُن کی مثال کو باطن میں چھپا دیا۔ جہی اُن کا اہل
ظہور نہیں ہوا۔ ممکنات کے اعیان ثابتہ و ممکنات ہی اسے اُن کا ظہور عالم میں بتدریج ہوتا ہے لہذا

اللہ تعالیٰ اسکی اپنی علم کو بقدری وسیع کر دیا ہے جنی ایمان ثابہ ایمان غار ہر کی صورت پر قدرت ہی تمام ہو رہے
 ہیں۔ انہیں ثابہ کے غور سے مراد ایمان ثابہ کے تمام اور آثار کے مطابق ذات حق کا ایمان ہر جہہ کی صورت
 پر غور ہے۔ وہ غور کے بعد بھی ایمان ثابہ مرتبہ غم میں بدستور اور رہتے ہیں۔ **وَلَا تُجْعَلُكَ الْطَّلَسَ عَيْنُكَ**
 پھر بہتے شمس کو اس میں چاند میں گرد آلود غم کا غور شمس کی روشنی میں جتنا ہے اور بغیر شمس کی روشنی میں تو
 انہیں نہیں ہوگا۔ شمس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم نور ہے جیسا کہ ہم نے پیشتر بیان کیا ہے اور اس میں غور غور
 کے غم پر غور اللہ میں ہونے کی شدت سے نہایت کی کہ شمس کے نور کے بغیر غم کا غور نہیں ہوگا۔ غور
 ہے کہ مرتبہ جو میں اللہ تعالیٰ کو ممکن ہے عالم ہر ایمان ثابہ یا ممکنات کے ساتھ اسم نور کے حاصل ہونے
 جیسے ذات حق نے اپنی ذات پر اسم نور کے ساتھ تہی کی الامکان ممکنات کا اور اس مرتبہ غم میں ممکنات
 کو حاصل ہوا۔ پھر ان ایمان ثابہ پر اسم نور کیساتھ تہی کی تمام ایمان غار یہ کہ غور غور میں کیا ہوگی تہی کا
 نام لفظی اور اس سے مراد وہ سری تہی کا نام نہیں لفظی سے ہے۔ **وَلَا تُجْعَلُكَ الْيَتَامَىٰ يَتِيمًا** یہ بھی
 یہ ہم نے اس میں اس کی طرف آسان اور ہلکے اس کے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی
 ذات سے ہٹے رکھ دیا کہ وہ سایہ کسی کا ہے اور اس سے ظاہر ہوا ہے اور اس کی کعبہ سے اس کا یہ کہ
وَلَا يُجْعَلُكَ الْيَتَامَىٰ يَتِيمًا یہ بھی اس کی طرف سے ہوتے ہیں۔ غور یہ ہے کہ ممکنات عالم اس سے
 پیدا ہوئے ہیں اور اس میں ہٹ رہے ہیں۔ ممکنات اور ممکنات سے پیدا ہوئے ہیں اور ممکنات
 میں اس میں ہٹ رہی ہیں۔ جنی ان ایمان غار جیہ کا مہر بھی ذات حق سے اور محاذ بھی ذات حق سے ہے۔ غور
 انسان اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر وقت ذاتی کے مقام سے تفرق فرما کر انسان کی صورت پر
 بیوہ نما ہوا ہے۔ اب جب انسان سے غور کی کتاب ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ
 ہی اس میں سے کہ پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف کیسے ہے حتیٰ کہ اس کو اپنی ذاتی تہی سے
 گوارہ دیتا ہے اور اپنی ذات میں غور اور مستغرق کر دیتا ہے۔ **فَقُوْلُوْا لَا شَيْْءٌ هِيَ اَوْ هِيَ سَائِرُ شَيْْءٍ** یہ
 اس کا غم نہیں ہے۔ ہذا مردہ چیز چکا کہ اداک کرتا ہے کہ وہ وجود اللہ تعالیٰ ہے۔ ممکنات کے ایمان میں
 ظاہر ہوا ہے۔ ذات حق کی کہ تہی ممکنات ہے یہ مرتبہ صورتیت ہے لیکن وہ ذات مرتبہ ہوا نہیں اور وہ اب
 غور ہوا ہے۔ غور غم کے مرتبہ صورت اور لا صورتیت ہیں۔ غور غم کے مرتبہ عالم
 اور غم میں غم اور غم میں غم ہیں۔ غور یہ ہے کہ ممکنات کے ایمان ثابہ اور ایمان غار یہ ہیں۔ غور

حتمی ہی ظاہر ہوا ہے۔ پس باعتبار ثبوت حق عالم حتمی کا وجود ہے اور اس اعتبار سے کہ عالم میں مختلف
 صورتیں پائی جاتی ہیں عالم ممکنات کے اعیان ہے۔ اور جیسا کہ بسبب مختلف صورتوں کے اس سے اسم
 جن کا زائل نہیں ہوتا ایسے ہی بسبب مختلف صورتوں کے اس سے اسم عالم یا اسم مابروا اللہ زائل نہیں
 ہوتا ہے پس باعتبار اس امر کے کہ عالم حتمی کا ایک فلک ہے وہ فلک جن حق ہے کہ نہ توفیق وہ فلک ہے
 اور احد ہے اور باعتبار اس امر کے کہ اس فلک میں صورتوں کی کثرت ہے اس فلک کا نام عالم ہے یعنی ہر
 سے ایک وقت شریک یک عالم کو ایک فلک یا ایک نور کا شعریہ یا ایک نور تصور کیا جائے تو عالم حق ہے نہ
 ممکنات کی صورتوں کی کثرت پر نظر رکھی جائے تو عالم عالم ہے۔ پس اسے عالم مابروا اللہ کہہ سکتے ہیں
 واضح گویا ہے تو ذاتی اعتبار سے اس کو متحقق جان یعنی اس کو حق محمد اللہ حق جان اور اس کی ذات ہر ترک
 نہ کہ وہ جیسے عالم کا حال ایسا ہے جیسا کہ میں نے تیرے سے بیان کیا ہے تو عالم ایک دلی وجود ہے۔
 اس کے لئے تین وجود کنی نہیں اللہ ہی خواں کا معنی ہے میں تجھے خیالی اسم دوم ہو گیا ہے کہ تین عالم ہیں
 حق کے الاء ایک ذرات ہے اپنی ذات کی صورت خود تو علم ہے میں خود کیلئے نہیں کا تمام نہیں اور اس کا
 وجود اپنا ذاتی وجود متحقق وجود ہے۔ ذات حتمی کے وجود پر حقیقت میں ایسا خیال ہے کیا تو ظاہر میں
 یا سر میں فلک کو اس شخص کے ساتھ متعلق نہیں دیکھتے ہیں سے وہ پیدا ہوا ہے۔ فلک کیلئے اہل ہے کہ
 اس اتصال سے انسان کا اصل کہے میں فلک کیلئے یہ ممکن نہیں کہ ہر شخص کا وہ فلک ہے اس شخص سے
 جدا ہو سکے کیونکہ تین ایک شے کا اپنی ذات سے جدا ہونا ممکن ہے۔ افراد یہ ہے کہ عالم حق سے جدا نہیں
 مگر اگر کہ عالم فلک حق ہے یہ ممکن ذات حق ہے۔ پس اسے عالم مابروا اللہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کون ہے تو
 اور کیا ہے ثبوت یعنی حقیقت تیری اور کیا ہے تیری نسبت حتمی کی طرف اللہ کس وجہ سے تو حق ہے
 کہ وجہ سے تو علم ہے؛ اسی بیان تو ہمیں وغیر حق کو اسم اس چیز کہ ہر ان اس کا کیا تہ مشبہ ہے اور اس علم
 حقیقت میں جسے ہم مابروا اللہ کہہ سکتے ہیں۔ بعض عالم ہیں اللہ بعض عالم تہ۔ انسان کی ذات میں اللہ
 حتمی کی ذات ہے۔ اس کا ہر عالم کے متعلق کو مثال ہے۔ وہ فلک متعلق کو مثال ہے۔ ہر عالم
 وغیر حق ایسے افراد اور اسم ہیں چنانچہ اس سے بھی پہلے معلوم ہیں۔ اس حق وغیر حق کا وہ ہی نہیں
 کہ بغیر کو غیر کو نہیں ہے۔ ہر عالم مابروا اللہ کہہ سکتے ہیں

اگرچہ ہر انسان اللہ حتمی کا فلک ہے لیکن کوئی فلک پیدا ہے اور کوئی بڑا ہے کوئی صاف ہے اور کوئی

صاف تیسے۔ جتنی ہر انسان میں صفات کا واسطہ تھا کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص استعداد دی ہے جو اس کو فیہ نہیں دے گی مثالی ایسے جیسے ذہنی و جوارحی و ملکات کو رنگ اس رنگ کی تھیں جو ہے جس رنگ کی ایک ایک چیز میں تھیں جو ہے۔ اگر ناظر بزرگ کی ایک چیز کا یہ تھا تو اس کو سادہ عالم بزرگ نظر آتا ہے اور اگر وہ وہی ناظر ٹھیک رنگ کی ایک اشیاں پر ملاحظہ کرتا ہے تو وہی اشیاں اس کو طرح طرح نظر آتا ہے۔ اب اگر ناظر ایک ہی ہے لیکن ہر وقت رنگین بینکوں کے وہ عالم کو رنگین بینکوں میں دیکھتا ہے۔ ایسے ہی اگرچہ ذات حق واجبہ لیکن اس کا ظہور ہر وقت میں یعنی ہر انسان میں و استعدادات کے رنگ مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے۔ اب ناظر بینکوں کی رنگت کی وجہ سے تو جتنی عالم کو رنگین دیکھتا ہے اگرچہ نفس امارت میں عالم کا کوئی رنگ نہیں مراد یہ ہے کہ ہر انسان کا عالم کے متعلق لکھا ہے اس کو استعداد یعنی معرفت ذات حق کے مطابق ہے۔ جس انسان کے دل پہ وہی کی رنگت ہے جس میں ہوئی ہے وہ عالم کو غیر حق دیکھتا ہے اور جس کے دل پہ عرفان کی رنگت ہے وہی عالم کو حق نور حق دیکھتا ہے۔ پس اگر وہ بزرگ بینک کے اس نور یعنی عالم کو سمجھتا ہے تو اس نے سچ کہا اور تیرا گواہی ہے اور اگر وہ سب اس محکم کے ہوتے دیکھنے نے عطا کیا ہے کہ یہ تحقیق وہ نور یعنی عالم ہر چیز ہے بلکہ اس کا کوئی رنگ نہیں تو اس نے سچ کہا اور تیرا گواہی ہے۔ یہ صیغہ عقلی نظر ہے۔ یہ صیغہ عقلی نظر ایک نور ہے جو ہر انسان کی طرف سے منتہی ہے یعنی انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ ایک نور عطا کر دیتا ہے۔ نور سے مراد انجم اور اھاک ہے جو نور عالم پر چھوڑا ہے یعنی عارف کامل کا اور اک جہ عالم پر غیظ ہے۔ وہ نور ہی بینک ہے جس سے فاضل کامل عالم کو حق نور ذات دیکھتا ہے۔ پس وہ ظیل یعنی انسان جو یہ اپنی صفائی کے نور سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب عارف کامل کا دل ذات حق کے نور سے متعلق ہوتا ہے تو اس کا چہرہ بھی طیف ہو جاتا ہے اور وہ نور عالمی و ربانی ہوتا ہے۔ ایسا ہی حال اس بندے کا ہے جو ہم میں سے حق تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہے کہ اس میں حق تعالیٰ کی صورت زیادہ روشن ہو کر ظاہر ہوتی ہے بہ نسبت اس صورت کے جو اس نسبت کے ظیل ظاہر ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی صورت سے مراد اس کی صفات ہیں۔ یعنی ذات حق نور ہر چیز کے کو جس فیہ ہے لیکن صفات کا واسطہ ہے اس کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے اور ذات کے قلب میں صفات انہی کا کثیر بہ نسبت ظیل ذات کے زیادہ ہوتا ہے۔ پس ہم ظیل میں سے ہیں وہ ذات ہے جس کی روح ہر چیز میں حق تعالیٰ کے صفات ہوتا ہے اور اس حقیقت پر

حدیث قدسی شاہد ہیں۔ انسان کامل عبد اللہ رب کے درمیان بزرخی جامع ہے۔ اس بزرخی انسانی میں
 ترقی کر کے صفات ربوبیت سے متصف ہو جاتا ہے اور رب تعالیٰ کے صفات عبودیت سے متصف ہو جاتا
 ہے۔ اگرچہ ہر وقت میں صفات کاملہ آئینہ کا ٹھہر ہوتا ہے لیکن یہ ٹھہر بر غارت کی (استعداد کے مطابق) ہوتی ہے۔
 ذات حق کیسے حرکت کرتا ہے؟ دو عالم جناب خیر پاک ہیں یعنی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان
 ولایت کے شمس ہیں۔ آپ کے جوار رحمت فیروز حضرت نبی اکرم پاک جناب شیخ سید عبدالقادر جیلانی ہیں
 بنی اللہ عز و اللہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ولایت کے قریش۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و ائمہ و اولاد
 انبیاء و خیر اولیائے متقین ہیں و متقین یعنی اللہ جنہا سملان ولایت کے ستارے ہیں۔ اگرچہ ہر وقت میں
 اللہ مستقر ہے کہ کو فانی فی اللہ رہا ہے لیکن پھر بھی حق کا عین عینی بننے کی ذات حقیقت
 موجود ہے۔ کیونکہ حقیقت شریعت میں حق و غیر و حق کی خیر بند ہے۔ حق کی طرف اللہ لگتی ہے۔ ذات حق
 کے لئے حق کی یہ شان نہیں ہے۔ یعنی ذات حق کے سوا کسی نہ میں نہ اس ذات حق کو نہیں ہوتا۔
 سرکار دو عالم ہے۔ اگرچہ حق اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کی مثال خیر حق کی ہی ہے۔ خیر انبیاء و اولیاء و ائمہ و
 ہر حق کا شہداء و اولیاء ہیں اور باقی آدمی اس مسئلہ کے تعلمات ہیں۔ پس اس طرف کمال کی وہ ذات
 کی حرکت اس قدر حقیقت و رحمت ہر ذل کے منت قریب ہے۔ وہ رب عالم کی حقیقت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہے۔ جیسے کہ ہم نے اس کے متعلق تقریر کی ہے۔ اسے طالب ایسے جان تو کہ تحقیق تو خیال ہے۔ یعنی تیرا
 ایک خیال درہم ہے۔ یہ تیرا وجود تیرا نہیں ہے۔ جبکہ یہ ذات حق کا وجود ہے۔ اور وہ چیز جس کو غیر حق کہتا
 ہے۔ دراصل میں سے جو کچھ تو اس کا کہتا ہے خیال ہے۔ یعنی جس کو تو اللہ یا غیر حق کہتا ہے وہ تیرا ہی
 ایک وہم و تیرا ہی ایک خیال ہے۔ درحقیقت میں غیر حق کا وجود ہی نہیں اور جس کو تو غیر حق کہتا ہے وہ
 غیر حق ہے۔ ہذا وجود کوئی عین عالم سب سے اسارا خیال و خیال ہے۔ اس کا اپنا ذاتی وجود مستقل و وجود
 کوئی نہیں۔ یہ تیرا خیال ہے کہ عالم بذاتہ موجود ہے۔ تیرے اس خیال پر حقیقت شاہد نہیں۔ حضرت یونس علیہ
 السلام کو بھی یہ ہی وہم تھا کہ عالم کا وجود ذاتی مستقل اور ذات حق سے ایک علیحدہ وجود ہے۔

اور وجود ثابت متحقق بذاتہ ہے۔ ہوا ہے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہاں
 مراد خاص طور پر اللہ یا تیرا بیٹی ذات۔ درحقیقت ہے نہ یا تیرا اپنے اسماء کے کیونکہ اس کے اسماء کے دو معنی
 ہیں۔ ایک معنی تو یہ ہے کہ خود اسماء آئینہ حقیقت کے اعتبار سے ایک ہیں اور اس اعتبار سے اسماء ذات ہے۔

ہے خیال میں کوئی چیز اس کی کثرت و امت کثرت سے یعنی یہ عالم کی کثرت جو مجھے نظر آ رہی ہے یہ خیال
 ہے اور وہ ہم سے دور ہے اس کثرت کے پر سے میں وہی احدیت ذاتیہ مجرہ مناسبہ مراد یہ ہے کہ احدیت کا وجود
 ذاتی حقیقی ہے اور کثرت کا وجود خیالی ہے۔ درخت بیج کا الہربہ اور پھر آزاد نمودار درخت بیج ہیں پختہ و پور
 تمام بیج مرتبہ احدیت ذاتیہ ہے اور درخت کثرت ذات ہے۔ اب درخت کی کثرت نیز خیال اور وہ ہم سے
 دور حدت کی نگاہ میں دور بیج درخت کی صورت پر مجرہ مناسبہ ہذا بیج میں درخت ہے اور درخت میں بیج
 ہیں جو شخص کثرت پر غور کیا وہ عالم الہی و الہیہ اور اس عالم کیساتھ ہو گا۔ مراد یہ ہے کہ اس کثرت عالم میں
 غرض کیا جائے تو یہ عالم اسما و اشیاء اور اسما و کثرت کا نمودار ہے۔ اسما و اشیاء کوئی مربوط ہیں
 اسما سے اشیاء لگی اشیاء میں ہیں اور اسما سے کوئی لگی ہیں اشیاء میں ہیں۔ اس کے بعد ذاتی احدیت سے
 ہیں۔ اسما سے اشیاء سے افراد متعلق الہیہ اور اسما سے کوئی سے مراد متعلق کوئی ہے۔ حضرت انسان کامل متعلق
 الہیہ اور کوئی کا جامع ہے۔ مرتبہ احدیت میں اسما و صفات با فقرہ موجود ہیں۔ مرتبہ احدیت میں اسما سے اشیاء
 و اسما سے کوئی تفصیلاً نظم میں موجود ہیں۔ عالم میں اسما سے اشیاء سے کوئی غایت میں غایت میں غایت میں
 اور جو احدیت کیساتھ غور کیا وہ متعلق کے ساتھ باقہ اس کی ذات کے ہو گا۔ اس کی ذات احدیت
 لاطیف سے غنی اور بے پرہیز ہے۔ اور جو احدیت کیساتھ غور کیا وہ متعلق کے ساتھ باقہ اس کی صورت
 کے نہ ہو گا۔ مراد یہ ہے کہ مرتبہ احدیت میں اگر فرد و غرض کیا جائے تو احدیت سے مراد ذات بہت یا کثرت
 حق ہے۔ اس مرتبہ میں غایت کا کوئی دخل نہیں۔ یہ چونکہ لاطیف مرتبہ ہے۔ اس میں اسما و صفات باقہ
 موجود ہیں لیکن ان کا نمودار نہیں۔ حتمی کی صورت سے مراد اس کے اسما و صفات ہے۔ اس مرتبہ میں
 اسما و صفات کا کوئی نمود نہیں۔ نہ غرض میں۔ اس مرتبہ میں نفس ذات ہی ذات ہے۔ اور جب مرتبہ
 احدیت ذاتیہ میں حتمی کی ذات غنی میں اسما و صفات ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ذات حق اس مرتبہ میں
 اسما کی اس کی طرف نسبت کئے جانے سے غنی اور بے نیاز ہے۔ یہ مرتبہ سقا و الاضافات ہے۔ اس
 مرتبہ میں اسما و اشیاء کوئی ذات حق میں غنی ہیں الاضافات حق میں با فقرہ موجود ہیں۔ یہ ایک اور درخت بیج
 ہیں با فقرہ و پور ہوتا ہے۔ اسما و اشیاء کوئی ذات حق میں غنی ہیں احدیت یہ ہے کہ اس سے کہتے ہیں کہ یہ اسما و اشیاء
 نسبت کو ثابت کرتا ہے۔ اس مرتبہ احدیت ذات حق کی کثرت سے مراد ذاتی و ذاتی ساوکی کا مرتبہ ہے۔ چونکہ لاطیف
 مرتبہ ہے۔ اس میں اسما و صفات کا مطلق نمودار نہیں۔ اس مرتبہ کی مثال ایک عالم کی قوم ہے۔ جب عالم

سہرا ہے اگر چہ اس حالت میں بھی اس کے سینہ میں بیشمار غلام ہیں لیکن اس حالت میں اس کو اپنے
غلام کا شمار نہیں اور اپنے غلام سے غنی اور بے پروا ہے۔

(قُلْ فَوَاحِشُهُمْ) اسے بحسب پاک علی اللہ تعالیٰ رحمہ: فرما دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے یعنی
خدا تعالیٰ اعتبار ذات اور حیثیت اور کثرت کی ایک ہی ہے۔ اس مرتبہ اس حدیث میں کہی دوسری چیز کا
وہ جس کی رائے میں: کہ وہ ایک خدا کا نام ہے۔ (اللَّهُ الْعَزَّوَجَلَّ) اللہ ہے ذات ہے یعنی وہ خود کے
سے کسی کا محتاج نہیں اور ہم خود کو کہتے اس کے متلو ہیں۔ (تَوَكَّلْ) اس نے نہیں بنا۔ یعنی باعتبار ہستی
کوہ اور حقیقت کے اس نے نہیں بنا۔ وہ ایک ہے اس نے دوسرے نہیں بنا۔ (وَلَا يُولَدُ لَاحِدٌ) اور نہیں بنایا گیا
کہ جس کو ایسا ہے کہ اس کے بغیر کسی دوسرے کا وجود ہی نہیں جس سے وہ بنایا گیا۔ یہ بھی باعتبار
ذات اور کوہ کے ہے۔ (وَلَا يَحِطُّوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِ غَيْبٍ) اس کے واسطے کوئی راہ ہی کرنے والا نہیں ہے
یہ بھی باعتبار حقیقت کے ہے۔ جب اس ذات کے ہوا کسی چیز کا وجود ہی تو اس کی ہر ہر کون کوہ
پس یہ سب اس اس کی ذات ہے۔ اس میں ہر شے کی توحید کا بیان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے
اپنے آمل (قُلْ هَؤُلَاءِ أَعَادِمُ) کیا تو اپنی ذات اور حقیقت کو نیا کر یہ ہے۔ میں سورہ انعام میں مرتبہ حدیث
کا بیان ہے۔ اور یہ کثرت ہے۔ ہر چیز میں ان صفات ہی کے تصور میں آئے ہمارے نزدیک معلوم ہیں مرتبہ
حدیث میں اس کا واسطہ پانچوں مرتبہ ہیں لیکن اس مرتبہ میں ان کو کوئی توجہ ملی یا نہیں تو اس سے مرتبہ
حدیث میں اس کا واسطہ ہے۔ مرتبہ حدیث میں اس کا واسطہ ہے اس کا واسطہ ہے اس کا واسطہ ہے۔
اس سے مرتبہ حدیث کا واسطہ ہے کثرت میں کہتے ہیں۔ یہ تینوں مراتب تھی ہیں۔ لہذا ان کے احوال ان کے
کی نسبت پر اس کا واسطہ ہے۔ ان کے واسطے ہیں وہ جنہاں ہوتے ہیں اور ہم اس کی طرف
توجہ نہیں اور ہم ہیں سے بعض بعض کی ہوا ہوتی ہے۔ اس کے واسطے ہیں۔ اللہ یہ واسطہ ان صورت سے مرتبہ ہے
پس اس کا واسطہ ہے اس سے ہی غنی ہے۔ یہ ہے وہ ہم سے غنی ہے۔ اور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کہنے کوئی
نسب مگر یہ سورہ یعنی جس کا نام سورہ انعام ہے یعنی یہ سورہ خاص توحید باری تعالیٰ میں بتائی ہوئی ہے
مگر یہ ہے کہ اس کا واسطہ ہے مرتبہ حدیث کا واسطہ ہے ایک ہی نسبت ان میں ہے۔ اور یہی سورہ انعام میں ہے
نہیں ان کا واسطہ ہے۔ اس میں حقیقت کی کوہ کے واسطہ ہیں۔ اس کے واسطے ہیں۔ اس کے واسطے
تو اس میں اس کو ہوا ہے کہ اس کا واسطہ ہے اس کے واسطہ ہے۔ ایک مرتبہ حدیث کثرت کا ہے

یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی اسیریت اختیار اسمائے اقدسہ کے ہے جو ہم اہل عالم کو طلب کرتے ہیں۔ اس کو واسعیت بھی کہتے ہیں۔ اس میں اسماء الہیہ کا ظہور غلیظ نہیں ہے اور ان کو حقائق ممکنات یا عیان ثابت بھی کہا جاتا ہے۔ یہ عیان ثابۃ قائم ہیں اپنا ظہور طلب کرتے ہیں اور ظاہر کیلئے ممکنات کے عیان قاری کے محتاج ہیں۔ ذکر اس مرتبہ اسیریت ذاتیہ ہے۔ یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی اسیریت اختیار اسمائے العارفین و عرفاء میں واسعیت ہے۔ یعنی مرتبہ اسیریت ذاتیہ میں اسماء کا ظہور نہ غلیظ ہے نہ یقینی ہے۔ اس مرتبہ میں حقیقی کی معرفت کسی قسم کی کوئی نام نہشت ممکن نہیں۔ یہ مرتبہ تمام اصناف اور نسب سے منزہ ہے۔

اگر حتمی سلسلہ ممکن ہو تو یہ کیا اور نہ گروانا ان کو سجدہ کرنے والا نہیں ہے اور چرچہ و تفرقہ
پسے و راستہ گویہ تیسرے واسطے اور تیسری معرفت و حتمیاتی کی معرفت و تلاش میں تاکہ تو پہچانے کہ تو
کون ہے اور تیسری حتمیاتی کے ساتھ کیا نسبت ہے۔ اور حتمیاتی کی تیسرے ساتھ کیا نسبت ہے۔ جیسا کہ سارے
انسان کا نہیں ہے ایسا ہی انسان اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے۔ انسان کی ذات سے نہیں بنتے بلکہ انسان
کا پس شایہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ظہور پذیر ہوا۔ پس انسان کا نہیں شایہ اللہ تعالیٰ کا ظہور ہی ہے۔ نہیں کسی
ہے۔ یہ نہیں اقدس ہے۔ جب نہیں متنازع سے حتمیاتی نے انسان کے نہیں شایہ یا غفلت گویہ ہیں فطرت
انسان کو وجود بخشنی ظاہری ثابتی کا لباس پہنایا۔ اب انسان کا غائبی و وجود اللہ تعالیٰ کو غائبی غفلت سے انہما
انسان اللہ تعالیٰ کا غفلت ہے۔ اب انسان کا اللہ تعالیٰ نے غفلت بنایا ہے تاکہ یہ جان سے کہ انسان غفلت سے
کا غفلت ہے۔ اب غائبی زمین پر سجدہ کرتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو پہچانے کہ سجدہ
کرتے۔ سایہ انسان کے چپ و راست پھر تاب۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ظہور ہو کر ہے
سایہ کا وجود انسان سے پیدا ہوا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان کا وجود اللہ تعالیٰ سے پیدا ہوا ہے۔ سایہ کا وجود غیر انسان کے
نہیں ہو سکتا ایسے ہی انسان کا وجود غیر اللہ تعالیٰ کے نہیں ہو سکتا۔ ایسے کی حرکات و سکنات کی حرکات و سکنات ہیں ایسے ہی انسان
کی حرکات و سکنات ہیں اللہ تعالیٰ کے فعل میں نیز سایہ کا وجود ذاتی نہیں بلکہ وجود کئے سایہ انسان کا محتاج ہے
ایسے ہی انسان وجود کئے۔ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ انسان حسن و قبح و احوال و معذوب ہے
اور ہر امر میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اور اسے سب انسان اور غفلت کی نسبت میں گروا سجدہ کر کہ وہ جان
سے کہ کہاں سے ان کی حقیقت آئی ہے۔ اور اس میں ساتھ احتیاج کئی طرف اللہ تعالیٰ کے منتہی ہوا۔ اور اس
وجود اور نہایت کئے اس لئے ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کے محتاج ہیں پس ظاہر اس

مرتبہ واحدیت مراتب حق میں سے ہے۔ اسمائے الہی اور اسمائے کوئی کا ظہور خارج میں عالم ہی میں جو کائنات کے
 واحدیت میں ان اسماء کا ظہور بھی ہے۔ ہذا عالم ظہور اور وجود کی خاطر اسماء الہیہ کا محتاج ہے اور اسماء میں اللہ تعالیٰ
 کی ذات ہے۔ اور اسی واسطے ارشاد ہوا (يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْشَأُوا الْفُقَرَاءَ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ عَلَى الْغَنِيِّ الْحَسِيمُ)
 اسے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تعریف کیا گیا ہے۔ اور معلوم ہے کہ
 تحقیق ہم میں سے بعض کو بعض کی طرف احتیاج ہے ہیں یہی ہمارا احتیاج بعض کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف
 احتیاج ہے کیونکہ ہمارے اعمال میں کچھ ہر اور مرتبہ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اور ہر ایک ہمارے
 اسماء اس کی ذات کے محتاج ہیں۔ اور ہمارے ایمان ثابتہ حقیقت میں محتاج کا نفل ہیں نہ کہ اس کا نفع
 ہیں محتاجی ہمارے حقیقت ہے اور ایک وجہ سے ایمان حقیقت نہیں ہے۔ مرتبہ واحدیت میں محتاجی کو نفع
 بھی نہیں ہے اور ہمارے ایمان ثابتہ میں یہ بھی ثابت اور ضرورت ہے ہیں ہمارے ایمان ثابتہ
 کی صورت پر محتاجی ہے کیونکہ ہمارے ایمان میں کائنات کی صورت ہے۔ ہذا اس اعتبار سے ہمارے ایمان ثابتہ حقیقت
 وہی محتاج ہے نہ ہمارے ہریت ہے۔ اس اعتبار سے کہ کعبہ میں جو کمال لایا ہے کعبہ میں ہیں جو کمال یعنی منکسر
 کعبہ بخلق میں نہیں جاتے وہ ہمارے ہریت نہیں ہے۔ اگر ایمان سے نکلے ایمان خدا میری جیسے نہیں
 درست ہے کیونکہ ہمارے ایمان خارجہ بھی محتاجی کو نفع ہیں۔ نَحْوُ طَوْسِنَا لَا تَحْوِيْنَا پس وہ ذات ایک
 اعتبار سے ہماری حقیقت ہے۔ ایک اعتبار سے ہمارے حقیقت ہیں۔ اس خلق کی صورت پر معلوم ہوا کہ
 ہے خلق حق کی صورت پر جو نہ تھا نہیں ہو سکتی۔ میرے لیے یہ کعبہ کی صورت پر اس کتاب میں میری
 یعنی اللہ عنہ جبریل کی صورت پر نہیں آ سکتا۔ ہذا اس اعتبار سے کہ حق انسان کی صورت پر جو نہ تھا ہے تو انسان
 کی حقیقت ہے لیکن اس اعتبار سے کہ صورت حق کہ حق انسان میں نہیں پائے جاتے حق انسان کی حقیقت
 نہیں ہے۔ پس اسے صاحب ایمان نے تیس سے معرفت کا ایک راستہ آگاہ کیا ہے اس کو بھی طرح
 دیکھو۔ واضح ہو کہ یہ حق حق میں نہیں ہے اور حق میں نہیں ہے۔ ہذا اس اعتبار سے کہ حق انسان میں نہیں
 پاک علی اللہ علیہ وسلم وعلیہ السلام سے مشتق ہیں۔ حق معلوم ہے اور حق میں نہیں ہے۔ حق علی اللہ علیہ وسلم
 وَسَلَّمَ مَنْ دَرَانِي فَقَدْ سَأَلَ الصَّوْقَ وَأَوْرَثَهُ خَلْقَ مَنْ فَرَّاقَ ابْنِ سِيدِي وَنَحْوُ مَا بَعْدَ

فَصْنُ حِكْمَةٍ أَحَدِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ هُوَ دَرِي

إِنَّ يَتَوَاصَرًا مُسْتَقِيمًا ۖ فَهِيَ غَيْرُ مُخْفِي فِي الْعَوْدِ
فِي سَكِينَةٍ وَصَوِيرٍ قِيَّتْ ۖ وَتَجَلُّوْنَ بِأَنْوَارٍ وَخَلِيلٍ
وَلِهَذَا دَعَتْ رَحْمَتُهُ ۖ عَلَى شَيْءٍ مِنْ خَيْرٍ وَكَلِيمٍ

مَا مِنْ دَلِيلٍ إِلَّا هُوَ أَخَذَ بِهَا صِبْغَانِ رَبِّهِ عَلَى مِرَاكِ السُّقْمِ فَكُلُّ مَا يَشَى عَلَى مِرَاكِ السُّقْمِ
السُّقْمِ فَتَوَاصَرًا مُسْتَقِيمًا قِيَّتْ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَالْمَذَابِ لَيْتَنَ وَصَفَاءُ كَانَ الطَّلَالُ وَرُشْدَانِ
الْقَبْلِ لَا يَنْزِلُ عَزَمَ وَالْمَلِكُ إِلَى الْوَحْدَةِ الَّتِي وَصَفَتْ شَيْءٌ وَهِيَ السَّادِقَةُ وَكُلُّ مَا يَسُوسُ
الْعَيْنُ دَالِيَةً لِأَنَّهُ ذُو رُوحٍ وَمَا تَحْتَهُ مِنْ يَدٍ يَنْظُرُهُ وَإِلَهُ يَدُ بِيَدِهِ هُوَ يَدُ بِيَدِهِ
السُّقْمِ وَالْوَيْلُ لِمَنْ عَنِ الْعَرَاكِ السُّقْمِ فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ مِرَاكِ إِلَّا بِالسُّقْمِ عَيْنُهُ شَعْر

إِذَا دَانَ لَكَ الْخَلْقُ ۖ فَقَدْ دَانَ لَكَ الْحَقُّ
وَرَأَى دَانَ لَكَ الْحَقُّ ۖ فَقَدْ لَا يَتَّبِعُ الْخَلْقُ
فَقَدْ قَوْلُنَا فِيهِ ۖ فَقَوْلُهُ كَلَّمَ الْحَقُّ
فَنَافِي الْكُونَ مَوْجِدٌ ۖ تَرَكَ مَا لَهُ لُفْلُقُ
وَمَا خَلَقَ تَرَكَ الْعَيْنُ ۖ إِلَّا عَيْنُهُ حَقُّ
وَلَكِنْ مُودَعٌ فِيهِ ۖ لِهَذَا حُورًا حَقُّ

فَعَلَى أَنَّ الْعُلُومَ وَالْهَيْئَةَ الْعَاصِلَةَ لِأَهْلِ اللَّهِ مُتَخِلِّفَةً بِاخْتِلَافِ الْقُوَى الْعَاصِلَةِ بِهَا
مَنْ لَوْهَا كَرِيمٌ بَيْنَ وَاحِدَةٍ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ كُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرُهُ الَّذِي
يُبْصِرُ بِهِ وَيَدُهُ الَّتِي يَخْطُبُ بِهَا وَرُوحُهُ الَّتِي يَسْخَرُ بِهَا فَكُلُّهَا مِنْ عَيْنِ الْجَوَارِحِ الَّتِي هِيَ
عَيْنُ الْعَيْنِ وَالْقُوَى وَاحِدَةٌ وَالْجَوَارِحُ مُتَخِلِّفَةٌ وَكُلُّ جَارِحَةٍ تَلُوْ مِنْ عُلُومِ الْأَرْوَاقِ يَنْتَبِ
بَيْنَ حَمَلٍ وَاحِدَةٍ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْجَوَارِحِ كَالْمَاءِ حَقِيقَةً وَاحِدَةً يَتَخَلَّفُ فِي الْأَشْوَاقِ بِاخْتِلَافِ الْبُقَارِ
فِيهِ (عَذَابُ مُرَاثٍ) وَهِيَ (مِنْ أَجَابِجٍ) وَهِيَ مَا دُونَ فِي حَبِيبِ الْأَحْوَالِ لَا يَغَيِّرُ مِنْ حَقِيقَتِهِ
مَنْ أَمْلَأَتْ عُلُومُهُ وَطَوَّلَتْ أَوْجُهُهُ مِنْ عُلُومِ الْأَرْجِيْنِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى فِي الْأَمْثَلِ بِسَمْنٍ
أَقَامَ حَقِيقَةً (لَمْ يَكُنْ أَمِنْ فَوْقِهِ) وَمِنْ تَحْتِهِ (مَرْجُلُهُ) فَإِنَّ الطَّرِيقَ الَّذِي هُوَ الصِّرَاطُ هُوَ
الْمَسْلُوكُ عَلَيْهِ وَالْمَسْلُوكُ فِيهِ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالْمَرْجُلِ فَلَا يَنْتَبِجُ هَذَا الشُّهُودُ فِي أَخْذِ النَّاسِ

[illegible]

[illegible]

بَيْنَ الْمَنَعِ وَالْبَصَرِ وَالْيَدِ وَالرِّجْلِ وَاللِّسَانِ أَيْ هُوَ عَيْنُ الْهَوَايِصِ وَالْقُوَى الدُّعَايَةِ الْقُرْبُ مِنْ
 الْهَوَايِصِ نَأْتِي بِأَلَا يَعِدُ الْمَعْدُودُ مِنَ الْقُرْبِ الْجَوْلُ الْعَدْلُ فَتَرْجِمُ الْحَقُّ نَأْتِي عَنْ نَيْبِهِ هُوَ
 حَبِيبُ السَّلَامِ مَقَالَتُهُ بِالْقَوِيَةِ بُشْرَى نَأْتِي وَتَرْجِمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اللَّهِ تَعَالَى
 مَقَالَتُهُ بُشْرَى نَأْتِي فَكُلُّ الْعَامِرِ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْعَدُ بِأَيَاتِنَا إِلَّا الْغُلَامُ
 تَوَكَّلُوا يَسْتَرْزُقُونَهَا وَإِنْ عَزَوْهُمَا حِسًّا وَنَهْمُ وَنَفَاسُهُ وَطَلْعُهُ مَا رَأَيْنَا قَدْرًا مِنْ عَذَابِ الْغُلَامِ
 تَعَالَى فِي آيَةِ اسْتَرْزَعَهَا أَوْ أَخْبَارَ عَنْهُ أَوْ عَدَلَهُ لَيْسَ فِي مَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ تَعَالَى إِلَّا بِالْعَدِيدِ تَنْزِيهَا
 كَانَ أَوْ غَيْرَ تَنْزِيهِهِ أَوَّلُهُ الْعَبَادَةُ الَّذِينَ مَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ وَمَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ وَكَانَ الْحَقُّ فِيهِ قَبْلَ
 أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ (ثَوَّاسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ) فَهَذَا أَيْضًا تَحْوِيلُهُ شَوْذًا كَمَا أَنَّ الْبَرَاءَةَ
 إِلَى السَّاءِ دَرْيَا فَهَذَا تَحْوِيلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ فِي السَّاءِ وَآلَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ دَأْبِهِ مَعَايِنًا كَمَا
 رَأَى أَنْ أَخْبَرَ نَأْتِي عَيْنًا وَتَحْنُ مَعْدُودَةٌ مِنْ عَيْنًا وَصَفَتْ خُصْفًا إِلَّا بِالْعَدْرِ وَقَوْلُهُ لَيْسَ كَيْلَهُ
 شَيْءٌ حَدُّ أَيْضًا أَنْ أَخْبَرَ أَنَّ الْكَافِرَ أَيْضًا لَا يَغِيْرُ الْحَقُّ وَمَنْ تَسَيَّرَ عَيْنَ الْعَدْرِ وَفِيهِ قَوْلُهُ
 يَسْتَوِيهِ لَيْسَ عَيْنَ حَدِّ الْمَعْدُودِ فَلَا خَلْقَ عَيْنَ التَّحْيِيْدِ تَحْيِيْدُ وَالْمُعْصِي مَقْلَبٌ بِالْإِخْلَاقِ لَيْسَ
 فِيمَا وَرَأَى جَعَلْنَا الْكَافِرَ بِحَقِّهِ فَقَدْ حَدَّدْنَا وَرَأَى أَنْ أَخْبَرَ نَأْتِي كَيْلَهُ شَيْءٌ عَيْنَ
 الرِّجْلِ تَحَقُّقُنَا بِالْمَقْلُومِ بِالْأَخْبَارِ الْمُرِيْقَةِ أَنَّ عَيْنَ الْأَشْيَاءِ وَالْأَشْيَاءُ مَعْدُودَةٌ وَرَأَى
 اخْتِلَافَاتِ مَعْدُودَةٍ وَأَقْوَمُ مَعْدُودَةٍ بِعَدْرِ كَيْلٍ مَعْدُودَةٍ عَيْنًا يَحْدُ شَيْءٌ إِلَّا وَهُوَ حَدُّ مَعْدُودَةٍ
 السَّارِي فِي مُسَيِّئِ الْوُجُودِ قَامَتْ وَتَبَدَّلَتْ وَلَوْ يَكُنِ الْأَمْرُ كَذَلِكَ مَا صَحَّ الْوُجُودُ
 فَيَوْعَيْنُ الْوُجُودِ قَدْ عَلِمَ كُلُّ شَيْءٍ حَقِيْقَتَهُ بِذَاتِهِ وَلَا يَوْزُدُ وَلَا يَنْقُصُ شَيْءٌ فَيَحْظُ بِالْأَشْيَاءِ
 كَمَا يَحْظُ بِصُوْرَتِهِ عَنْ أَنْ يَكُونَ الشَّيْءُ عَلَى غَيْرِ صُوْرَتِهِ وَلَا يَبْتَدِئُ إِلَّا مَعْدُودَةً شَائِبَةً
 مِنَ الشَّائِبِ وَالْمَشْهُودِ مِنَ الْمَشْهُودِ وَالْعَالَمُ مَحْصُورَةٌ وَهُوَ مُرَوِّعٌ أَعَالِمُ الْمَدَجُّوْرَةِ تَقْوَى
 الْإِنْسَانُ الْكَبِيْرُ شَعْر

فَيُؤْتِي الْحَكْمَ كُلُّهُ ۝ وَمَا إِلَهُ إِلَّا الَّذِي

قَامَ تَوَفِّي بِكَزْنِهِ ۝ وَإِذَا مَلَكَتْ يُخْتَلَى

فَوُجُودُهُ عِنْدَ أَمَلٍ ۝ وَبِهِ تَحْنُ نَفْسِي

حَقِيقَةٍ فِي رِيهِ يَرْجِعُ بِقَالِيهِ وَيَطْلُبُهُ فَيَبْقَى فَإِذَا تَجَلَّى لَهُ الْحَقُّ رِيحًا مَرَفَّةً وَأَقْدَرِيهِ
 وَرَأَتْ تَجَلَّى لَهُ فِي شَيْءٍ مَا أَذْكَرُهُ وَتَقَوَّدَ مِنْهُ وَأَسَاءَ الْأَدَبَ عَلَيْهِ فِي نَحْسِ الْأَمْرِ وَهُوَ مُدَنَّبٌ
 أَنَّهُ قَدْ تَأَدَّبَ مَعَهُ فَلَا يَتَقَدُّ مُعْتَقِدٌ الْبَارِ الْأَيْسَاجَ فِي نَفْسِهِ فَإِلَّا لَهُ فِي الْإِغْتِيَادِ أَيْسَاجُ
 فَمَا سَأَ أَوَّلَ الْأَنْفُسِ سَهْرًا وَمَا جَعَلُوا أَرْفِيَهَا فَانْظُرْ مَرَاتِبَ النَّاسِ فِي الْعِلْمِ بِاللهِ وَهُوَ قِيَمٌ مَرَاتِبُهُمْ
 فِي الْمَوْعِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَدْ أَهْلَيْتُكَ بِالسَّبَبِ السُّوْجِبِ لِذَلِكَ فَأَيَّاكَ أَنْ تَتَّقِيَهُ بِقِيَمِهِ
 مَحْضَرِينَ وَتَكْفُرَ بِمَا سِوَاهُ فَيَفُوتُكَ خَيْرٌ كَثِيرٌ بَلْ يَتَوَكَّلُ الْعِلْمُ بِالْأَمْرِ عَلَى مَلَكُوتِهِ
 فَكُنْ فِي نَفْسِكَ حَيُّوَالِي أَوَّلَ الْمَعْقَدَاتِ كُلِّهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَوْسَمُ وَأَعْلَمُ مِنْ
 أَنْ يُعْجِرَهُ حَقُّهُ وَأَوْسَمُ حَقِّهِ يَقُولُ فَأَيْنَمَا تُولَّوْا فَحَسْبُ وَجْهِ اللَّهِ وَكَأَنَّ حَقْرًا يَأْتِي أَيْنَ
 وَذَكَرَ أَنَّ تَوَدُّعَهُ اللَّهُ وَجْهَهُ الشَّيْءُ حَقِيقَتُهُ فَجَبَّهَ بِهَذَا فَكَلِمَاتُ الْعِلْمِ فِي حَقِّهِ تَطْلُقُ
 الْعَوْرَتَيْنِ فِي الْحَيَوَاتِ الدُّنْيَا مِنْ أَسْتَمَاتٍ حَتَّى إِذَا كَانَ يَدُ الْبَيْتِ الْعَقْدِي فِي أَيْسَاجِ الْعِلْمِ
 فَقَدْ يُقْبَضُ فِي وَاقْتِ مَقْلُوبَةٍ فَلَا يَسْتَوِي مِمَّنْ قَبْلُ مِنْ حَقْلُونِ تَدْرِكُ الْعَبْدَ الْكَاسِيْنَ مَعْرُوفِ
 بِذَلِكَ أَيْسَرُ مِنَ الْحَوَارِثِ الْمَكْرُومَةِ وَالْمَلِكِ الشَّيْءُ لَا تَوَدُّعَهُ بِالْحَمْدِ وَالْمَدْحِ وَالْمُطَهِّرِ الْحَرَمِ
 وَبَعْدَ أَنْ أَلَّفَ اللَّهُ قَلْبَ رَقِيقَتِهِ عَلَى مَقْلُوبَةٍ وَهَلْ يَكُنْ مَرَاتِبِ وَأَجْزَالُ حَقْلُونِ دَائِمًا لَوْ كُنَا
 تَقْلُوبًا وَجْهًا لِلَّهِ تَشْعُرُ أَسْبَابَ الْحَمْدِ مِنْهُ أَيْسَرُ وَجْهَهُ اللَّهُ وَجْهًا لَا تَقْلُوبًا مَعْرُوفِ الْعَقْلِ
 أَيْسَرُ وَمَا أَكْرَهَ كُنْتُ وَالْجَمْعُ الْمَرَاتِبِ فِي الْحَقِيقَةِ رَفْعُ تَسْبِيحِ الْعَصَا وَكَأَنَّ كَثِيرَ الْأَدَبِ
 فِي حَقِّهِ كَثِيرُ الْوَجْهِ فِي وَاقْتِ كَثِيرَةٍ الْعَقْلِ وَجْهًا بِمَنْشُورَةٍ يُنْبِئُكَ مَا تَوَدُّعَهُ فِي الْهَقَا
 فَقَدْ كَانَ تَكُنْ أَنْ أَلْفَ الْإِيْنِيَّةِ مَكْنِي وَجْهَهُ وَمَا تَدْرِكُ إِلَّا الْأَسْبَابَ دَائِمًا فَالْأَلْفُ مُصِيبٌ وَ
 كُنْ مُبِيبٌ بِمَنْشُورَةٍ مَكْنِي وَجْهَهُ لَا تَكُنْ سَعِيْمٌ مَرْمِي حَقْلُونِ رِيهِ وَإِنْ شَقِي شَيْءٌ تَوَدُّعَهُ
 الْأَجْرَ لَا فَقَدْ مَرَمِي وَكَأَنَّ أَلْفَ الْوَدَّيَّةِ مَعْرُوفِ بِالْمَرْكَبَةِ بِالْمَرْكَبَةِ أَلْفَ حَقْلُونِ فِي الْعَبْرَةِ الْأَلْفِ
 فَمِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ تَدْرِكُ كَثِيرَتِ الْأَلْفِ فِي الْعِلْمِ وَالْحَمْدِ فِي مَا أَيْسَرُ بِحَقْلُونِ مَعْرُوفِ
 كَمَا يَقْلُوبُ أَلْفَ مَنْ أَلْفَ الْوَدَّيَّةِ تَشْعُرُ الْأَمْرَ بِمَا تَوَدُّعَهُ وَأَنَّهُ لَا يَحْتَوِي عَلَى مَا
 لَدُنْ أَيْسَرُ فَيَسِيرُ بِمَا تَدْرِكُ كَثِيرَتِ الْأَلْفِ وَكَأَنَّ أَلْفَ الْوَدَّيَّةِ مَعْرُوفِ بِالْمَرْكَبَةِ بِالْمَرْكَبَةِ
 عَنْ وَجْهِهِ إِنْ أَلْفَ الْأَلْفِ لَا يَحْتَوِي عَلَى مَا تَدْرِكُ كَثِيرَتِ الْأَلْفِ وَكَأَنَّ أَلْفَ الْوَدَّيَّةِ

مجبور صفت ہوں گے۔ یہ تو ہے یا صفت جہاں کے ساتھ ہے رب کا مجبور۔ فرما دیتے کہ یہ صفتیں اس کو
 انور ہے۔ یہ پیشانی کو اس کا رب پکڑ رہا ہے یعنی ہر انسان محض مجبور و مامور اور معذور ہے۔ اس کا فعل
 حقیقتاً محض اتنی ہی ہے۔ پس ہر راہ چھنے والا اپنے رب کی راہ پر ہے اور وہ راہ مستقیم ہے۔ نام کا ہر فرد
 تعالیٰ کے بند میں سے کسی ایک اہم اور رب کا مقرر اور مقرب ہے۔ لہذا وہ اپنے رب کے حکم کے تحت
 پہتا ہے۔ جس کا رب اہم ہادی ہے اور جس کا رب اہم منسل ہے۔ اہم ہادی کے مرئوس ہوتے ہیں اور
 جیسا کہ مرئوس کے مرئوس اپنی راہ پر چلتے ہیں۔ کسی فرد کو یہ طاقت نہیں کہ اپنے رب کے حکم کی مخالفت
 و ردی کر سکے کیونکہ اس کے رب نے اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ رکھا ہے۔ لہذا ہر کوئی مبراہ مستقیم
 ہے اور نہ مستقیم بلکہ جیسے جیسے درجہ فاضلین میں سے ہے۔ ہر کوئی بہ نسبت اپنے رب کے غیر
 مقرب عید اور غیر منسل ہے البتہ جس بندہ کا رب اہم منسل ہے وہ اہم ہادی کے نزدیک مقرب علیہ
 ہے اور اس کے ذرا کا رب اہم ہادی ہے وہ اہم منسل کے نزدیک مقرب علیہ ہے۔ اور جیسا کہ گمراہی ایک دینی
 ہیز ہے ایسا ہی غیب بھی ایک ہدفی چیز ہے۔ گمراہ اسے ٹکرا دے کہ ایک ہم شخص اس کو گمراہی میں
 لے جاتا ہے۔ وہ نہ صرف دیکھتا ہے کہ وہ اپنے رب کی راہ پر ہے۔ بلکہ اس کی نظر میں وہ گمراہ نہیں۔ لہذا اس کو
 گمراہی ایک ہدفی فرہنی دینی چیز ہے۔ ہر گمراہ کی نظر میں کوئی حقیقی وجود نہیں۔ ایسے ہی غیب الہی
 بھی ایک دینی ہدفی چیز ہے۔ ایک ہم شخص کسی فرد کو غیب غیر دیکھتا ہے۔ ملافت و یگانہ ہے کہ اس
 خاص فرد کے قلب میں یہ غیب غیب نہیں بلکہ رست ہے۔ خشک گڑی اگر نور میں ڈالی جائے تو آگ
 اس کے قلب میں رست ہے۔ غیب نہیں کیونکہ آگ میں وہ پنا کمال حاصل کرتی ہے۔ ہاں ہر گمراہ و
 نور میں ڈالا جائے تو آگ اس کے لئے واقعی غیب ہے۔ لہذا غیب الہی بھی ایک ہدفی دینی چیز ہے۔
 ملافت کی نظر میں اس کا کوئی حقیقی وجود نہیں۔ ایک شخص کو جیل خانہ میں قید یا مشقت کی سزا دی جاتی ہے
 ایک عام شخص اس کو غیب غیر دیکھتا ہے۔ ملافت بالذات جانتا ہے کہ اس حکیم مطلق نے اپنی حکمت کا وہ
 سے اس شخص پر حکمت کی بارش کی ہے۔ وہ سزا یافتہ شخص قید خانہ میں پہنچ کر حبس و عبادت و ریاضات
 کرتا ہے تو اس کے دل سے غفلت کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ وہ اپنے معاصی سے توبہ کرتا ہے۔ ذکر
 الہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ نماز کو پابند ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور حبیب وہ قید خانہ
 سے باہر نکلتا ہے دینی کامں جوتا ہے۔ پس منظر کی صورت غیب الہی بھی ایک ہدفی دینی چیز ہے۔ اس کو

حقیقت کوئی دیکھ نہیں۔ اس کو ہر طرف راست کے ہے اور اس رحمت سے برشتے کو سمجھایا ہے۔ یہی رحمت
 غیب پر بہت کوشش کرتی ہے۔ اور ہر ماہر و سائنس دان کے لئے کہ وہ ذی روح ہے۔ ساہوا اللہ سے مراد
 جس ملکات خدا پر ہے۔ ہر طرف انسان ہی نہیں۔ ہر جان میں ہر قسم کی خلق شامل ہے۔ اور انہی سے علم
 میں کوئی کہ اپنی ذات کے ساتھ بخشش کئے اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ اپنے خیر کے سبب حرکت کرتا
 ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر ذی روح کی حرکت ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہے۔ یہ کہ ہر جاندار کی ہولناکی اللہ تعالیٰ کے اقدار
 میں ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ نہیں نہیں۔ کبھی جاسی ہے۔ ہر ذی روح اس ذات کے حکم و مباحث پر چلتا
 ہے کہ وہ ذات پر یہی راہ کے ہے اور نہیں ہوتی ہے وہ راہ جب تک اس پر چلا جائے۔ مراد یہ
 ہے کہ ہر جاندار کو فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ وہ اس کو چاہتا خود اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے۔ ہر ماہر و سائنس دان
 کو آپ کے آگے کے رتبہ پہل رہا ہے۔ رتبہ تعالیٰ کے اقدار میں اس بندگی پیشانی کے بال میں اللہ تعالیٰ کے
 کو چاہتا اس راہ پر گھسٹ کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ کا ہر فعل ہر حرکت ہر کلمہ اس کے
 لئے ہے۔ کہ اس کا ہر فعل نہیں آتی ہے۔ خدا اور آگے غور کیجئے۔ بندہ کا ہر رتبہ ہی کا خود ہے اسے بندہ کا
 چاہتا ہی کا چاہتا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک غیور بندہ کے آگے آگے ہیں رہا ہے۔ اور رتبہ تعالیٰ کا ہر رتبہ
 پر پہلے سے مراد یہ ہے کہ علم میں ہو کہ بندہ ہے سب درست ہے۔ عارف کی نظر اس کی زبان کوئی ہوتی ہے
 کہ نہ کہ وہ علم میں نہیں آتی کو مشہور کرتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے شریف وہ لوگوں سے طالب کرتا ہے لیکن حقیقت
 کی روتے سے سب کو حضور سمجھتا ہے۔ بادشاہ غنی، سلطانین، امیر فقیر سب کے سب تقریر آتی کے اسیر
 ہیں۔ اور ان کی حق و حراہ و تحقیق میرا رتبہ میں رہا ہے۔ اور راہ راہ تب ہی ہوتی ہے۔ سب
 اس راہ پر چلا جائے تو نتیجہ یہ نکلا کہ رتبہ تعالیٰ ہر جاندار کی ہائی پڑ کر اسے راہ پر چلی رہا ہے۔ مراد یہ ہے
 کہ ہر جاندار کو اللہ تعالیٰ ہی چاہتا ہے۔ اور اسے راہ پر چلا رہا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حکم کی تمکین
 بندہ پر خلق کرتا ہے۔ اسباب اللہ تعالیٰ کے اقدار میں ایسے ہیں جیسے کاتب کے اقدار میں تم و کارگر کے
 اقدار میں اختیار۔ اب جہاں کی نظر تم پر ہے۔ وہ عارف کی نظر کاتب پر۔ غرضیکہ علم میں فعل الہی جاری ہے
 اور اللہ تعالیٰ کا ہر فعل درست ہے۔ عین ملک پر مبنی ہے۔ اگرچہ ظالم میں فعل الہی جاری ہے لیکن ظالم
 اس فعل کو خلق کے دھڑوں جیسی کرتا ہے۔ شعر

۱) جب خلق تیرے واسطے خلق اور منتظر ہوئی پس تحقیق حق تیرے قریب نہ۔ پھر خلق کا ہر فعل حقیقتاً

فصل آٹھ جس میں اس نے خلق کا تیس سے قریب ہونا اس امر پر دلیل ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ سے قریب ہے جن کو مستحق
کا مقرب ہے۔

۱۱۱ اور اگر متعالیٰ تبارک و تعالیٰ سے قریب ہونا اس امر پر دلیل ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ سے قریب ہے جن کو مستحق
وہ اس سے قریب ہے کہ تو اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ
اس کی عقلوں سے بالاتر ہوں گے۔ اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ
اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ
کی کوشش کر کیونکہ میرے قول سب حق ہیں۔

۱۱۲ جس میں کوئی موجود نہیں کہ اس کے دوسرے حق نہیں ہے۔ یعنی عالم کی ہر شے
حق و باطل ہے۔ یہ کہ حق و باطل کی تیس سے قریب ہونا اس امر پر دلیل ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ سے قریب ہے جن کو مستحق

۱۱۳ اس میں کوئی موجود نہیں کہ اس کے دوسرے حق نہیں ہے۔ یعنی عالم کی ہر شے
حق و باطل ہے۔ یہ کہ حق و باطل کی تیس سے قریب ہونا اس امر پر دلیل ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ سے قریب ہے جن کو مستحق
اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ
اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ

۱۱۴ اس میں کوئی موجود نہیں کہ اس کے دوسرے حق نہیں ہے۔ یعنی عالم کی ہر شے
حق و باطل ہے۔ یہ کہ حق و باطل کی تیس سے قریب ہونا اس امر پر دلیل ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ سے قریب ہے جن کو مستحق
اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ
اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ

۱۱۵ اس میں کوئی موجود نہیں کہ اس کے دوسرے حق نہیں ہے۔ یعنی عالم کی ہر شے
حق و باطل ہے۔ یہ کہ حق و باطل کی تیس سے قریب ہونا اس امر پر دلیل ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ سے قریب ہے جن کو مستحق
اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ
اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ
اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ اس سے قریب ہو جائیگا۔ لیکن یہ متعلق اس سے قریب ہے کہ

عبد کے ہیں مراد یہ ہے کہ عبد کے وجود بالذات پر خالق ہی موجود تھا ہے۔ پس کویت واحد ہے۔ اعضاء
مختلف ہیں۔ رتبہ و جہ کی حقیقت واحد ہے اور جیسے عبد کے اعضاء مختلف ہیں ایسے ہی رتبہ و جہ کے
کے اعضاء بھی رتبہ و جہ کی استعداد و قیاس مختلف ہیں۔ اور ہر عضو کے واسطے علوم ذوقیہ ہیں۔ ایک
نام علم عقل ہے۔ ہر علم کو ہیں۔ و سہو میں حقیقت عید سے حاصل ہوتے ہیں اور ذوق و عہد و سہو سے قوت
مستفاد ہے۔ عید کی حقیقت واحد ہے لیکن مقادیر کے اختلاف کی وجہ سے ذوقیہ ہیں
مختلف ہے۔ جس مقادیر کا ہیں (عزائب فرائض) جیسے پیراس کھانے والے ہے اور بعض مقادیر کا
میان کھانے کو و ہر وہ سہو اور ذوق ہیں۔ علم و قیاس بالذات ہیں۔ وہ اپنی حقیقت سے متغیر
نہیں ہو سکتے۔ گرچہ ان کے ذریعے مختلف ہوتے ہیں۔

اور یہ مختلف عزیت ہیں جو توحید و وحدت پر مشتمل ہیں۔ اس سے حاصل ہوتا ہے۔ علم و قیاس میں
ذوقیہ کی رتبہ و جہ کی ہیں کہ پیراس سے ہر وہ علم ان سے حاصل ہوتا ہے۔ حقیقت میں ہے
یکہ وہ ہے جس پر ہیں کہ رتبہ و جہ تو ان کی عزیت حاصل کرتا ہے۔ اس سے اس کو علم ہو سکتا ہے۔ ان
رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ ہیں۔ و سہو کی رتبہ و جہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ ان کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
کے کچھ لکھا کرتے ہیں۔ سہو و علم کی رتبہ و جہ سے سہو و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو اس کو اس رتبہ و جہ
پیدا کرتا ہے۔ ان رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
سے ان کتاب میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر وہی ذکر کرتا ہے۔ یہ رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
قوت ہے۔ ان کو ان میں علم ہو سکتا ہے۔ ان کو علم کی رتبہ و جہ سے ثابت ہے۔ ہر وہی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
ان میں ہوتا ہے۔ و سہو و جہ کو علم کی رتبہ و جہ سے ہر وہی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
ہو سکتا ہے۔ ان کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
تب کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
ہے کہ وہ رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
کے علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ
اس کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ کو علم کی رتبہ و جہ

اسنے وہ پست کمال اور منزل مقصود یعنی جہنم سے دھس ہو گئے۔ یہ کہ ان کی پوشائیاں ان کے رتبے پر
 لکھی تھیں۔ جسے وہ اپنی ذاتوں کے ساتھ اس راہ پر نہیں چلے کہ وہ اس راہ پر بھرا چڑھ گئے ہیں کہ
 رتبتہ سے ان کو اٹھا اور وہیم کے پاس سے سب ذل سے اٹھ گئے اور وہ میں قریب کبریت اور جہنم گئے
 یعنی ان پر وہ قریب کثافت ہو گیا کہ عام میں حق ہے اور حقیقت انسان میں حق ہے۔ ہذا حقیقت کمال میں
 کہ تم میں فاسدے ہیں (وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونُ الْأُولَىٰ مِنْكُمْ وَالَّذِينَ ظَنُّوا أَنَّهُم بِقُرْبَانَا هُمْ سَوَاءٌ كَمَا هُم مِّنْ شَيْءٍ) تم میں سے اس نیت کبریت
 ہم منت قریب ہیں اور میں تم نہیں دیکھتے ہو۔ اس سے جلا یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ جو نیت کے پاس
 بیٹے ہوتے ہیں ان سے علوہ ایک اللہ تعالیٰ کا وجود ہے اور وہ ذات ان لوگوں کی بہ نسبت نیت کے
 زیادہ قریب ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نیت کے قریب ترین ذات وہ نیت ہی کی ذات ہے اور کسی
 نیت کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور ہوا ہے اس کے ناپی کہ وہ نیت اس امر کو
 دیکھتا ہے کہ اس کے دل سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے اور بینائی اس نیت کی اس دن تیز ہو جاتی ہے۔ یہی
 نیت کے بعد نیت کے دل سے جواب نیت اور وہ اٹھا دیا جاتا ہے اور اس کی دل کی بصیرت تیز ہو
 جاتی ہے لہذا کہ نیت کے آگے سے جب ہر رقی کو پردہ اٹھا جاتا ہے تو نیت جاپنی ہوتی ہے اب سے
 چمکتا ہے۔ یہ ہی حالت نیت کا ہے۔ نیت کے بعد دل سے وہیم کو پردہ اٹھا دیا جاتا ہے اور آفتاب حقیقت
 پوری اب سے نیت کے آسمان قلب پر چمکتا ہے لہذا کہ وہانی قریب پوری اب سے چمکاتے دلتی ہیں۔
 یہی نیت کو اداک تیز ہو جاتا ہے اور وہ اس راہ حقیقت کو نور بخور پالیتا ہے۔ نیز اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ
 نے ایک نیت کو دوسری نیت سے دھس توں توں کر دنا یعنی اس قریب میں معیہ کو شقی پر مشوریت نہیں ہے
 کہ وہ ہے کہ نیت خواہ معیہ ہو خواہ شقی دونوں ہی اس راہ حقیقت کو اس وقت پاسیتے ہیں اور دونوں ہی
 کے حقیقتی منت قریب ہے جن دونوں ہی کی صورت پر حقیقتی نبوہ غائب ہے۔ لیکن پھر بھی شقی و نیت میں
 جانیکا اور سید جنت میں جانیکا کیونکہ شقی کا کمال اور درجہ میں ہے اور معیہ کا کمال جنت میں ہے۔ شکی کو
 کمال تک میں ہے وہ آگ میں پہنچ کر نور اور روشن ہو جاتی ہے۔ آگ ہی کے جہت اس کی کثافت اور
 تے کی ذاتیں ہوتی ہے۔ ہر سے ہر سے کمال اس میں ہے۔ وہ باغ میں پہنچ کر انہار کے پانی کے ہاتھ
 نوب ہو کر پھر جاتا ہے۔ لیکن یہ کہ یہ میں قریب جتنی کیے معیہ در شقی کی کمال تیز شقی۔ یہ نیت ہی قریب ہے
 اس میں ہی راہ کی طرف اشارہ ہے کہ ہر نیت خواہ شقی خواہ معیہ دونوں کی صورت پر حقیقتی نبوہ غائب ہے۔

اور ایسے ہی آید شریعتہ (وَنَحْنُ أَقْنَبُ الْيَهُودِ مِنْ خَبِيلِ الْوَسْوَیْدِ) اور ہر انسان کی معرفت ہم رگ گردن سے
 بھی زیادہ قریب ہیں ہیں جی حقیقتاً نے کسی ایک انسان کو دوسرے انسان سے غاص نہیں کیا پس خدا
 تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا عہد کے ساتھ قُرب کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے یعنی آیات قرآنی اس زمانہ بودی ہیں کہ
 عہد کہ اللہ تعالیٰ کا سخت قُرب حاصل ہے اور کوئی قُرب اس سے زیادہ قُرب نہیں ہو سکتا کہ حصول اس
 ذات عہد کے اعلیٰ اور قوی کی عین ہو کہ تحقیق حقیقتاً کی ذات پر چھوٹے اور بڑے میں بنانا ہو کہ
 ہے اور چو کہ عہد سے اسے ان اعضاء اور قوی کے نہیں ہے بلکہ وہ حق متوہم میں ہی مشہود ہے یعنی عہد ظاہر
 باہر حق ہے اور اس کو خلق دیکھنا یا خلق کہنا ایک وہم ہے۔ پس تو نہیں اور اہل کشف و وجدان کے نزدیک
 خلق معقول اور حق محسوس و مشہود ہے اور ان دونوں فریقوں کے ہوا جو لوگ ہیں ان کے نزدیک یہ چیز غلط
 اور مشہود ہے وہ خلق ہے اور حق ایک عقیقت ہے جس کا خارج میں کوئی نہ ہری حتیٰ وجود نہیں ہیں وہ ہی
 ایک بنزلہ اس پانی کے ہیں جس کے مشق ارشاد ہوا (حَقُّهُ الْبَیِّنُ) یعنی وہ لوگ مرتبہ ہاں کہانی و معانی
 کے ہیں۔ اور گودہ اول برحق کو محسوس و مشہود اور خلق کو محسوس ہاتھ ہیں بنزلہ اس پانی کے جس کے
 مشق ارشاد ہوا (حَقُّهُ الْبَیِّنُ)۔ یعنی یہ لوگ مرتبہ میں سے پانی لکھانے سے پانی کے ہیں اور پانی
 دے کے واسطے عزت عاقل ہیں۔

پس آدمی دو قسم کے ہیں۔ لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو اس طریق پر چلتا ہے کہ برحق سے فواد فواد
 نہیں پر چل کر عہد بت تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ اور وہ شخص اس راہ کی حقیقت اس راہ کی فرض و غایت
 یعنی منزلی مقصود کو پہچانتا ہے لہذا وہ اس شخص کے حق میں مراد مستقیم ہے۔ یہ شخص کا ہم مدد ہوا
 ہے۔ لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو اس طریق پر چلتا ہے کہ اس حقیقت کی حقیقت شکل کھینچوں اور اس
 طریق کی قایت یعنی منزلی مقصود کو نہیں پہچانتا ہے۔ لہذا وہ یہ راہ بھی کوئی راہ ہے جس کی حقیقت اور منزلی
 مقصود کو دوسرے کہ وہ یعنی عارفین باشندے پہچاننا یہ علمات نورانیہ کہ وہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حق
 سے چلیں اور اس پس عارف با اللہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی بصیرت دعوت و قیادت یعنی مدد بالذات
 نسبت کی طرف لوگوں کو جانا ہے چسکا اس نے مشاہدہ حاصل کیا ہے اور غیر عارف لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت
 محض عقلی و تہمت کی روش سے دعوت دیتا ہے۔ یعنی ایسے شخص کو منزلی مقصود کہہ پتہ ہی نہیں رہا وہ منزلی
 مقصود پر پہنچا نہ نسبت تعالیٰ کا قُرب غیبی ہوا اور اب وہ لوگوں کو نسبت تعالیٰ کی طرف جاتا ہے جس کا اس

بندے کے گمان کے نزدیک ہے اسلئے حقیقتاً نے اُن کے اس قول سے رُوگردانی کی اور اُن کو اُس چیز
 کی نہرزی جو قُرب حق کیلئے اَقَم اور اعلیٰ ہے کیونکہ اگر بادل بدستاور اس میں زمین کا خط تھا یعنی باغات وغیرہ کو
 پانی آجاتا اُن کی ذات کو قُرب حق کی خاطر کوئی فوری فائدہ نہ پہنچتا بلکہ وہ اس نتیجہ پر رُت بید کے بخشتے
 لہذا اللہ تعالیٰ نے اُن کو جواب دیا (بَلْ هُمْ مَا اسْتَحَبُّوا لِتُؤَيَّدُوا بِهِمْ رَحْمَةً مِنَّا عَظِيمَةً) بلکہ وہ بادل وہ چیز
 ہے کہ قُوم اُس کے ساتھ جلدی کرتے تھے یہ ایک ہوا ہے کہ اُس میں درد دینے والا عذاب ہے۔ رُت رُت
 اُس چیز کی طرف اشارہ تھا جس میں اُن کی راحت تھی کیونکہ اسی رُت سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن بیان
 ظاہر و دُور راتوں اور تاریک جہاں سے راحت بخشی۔ اور اس رُت میں عذاب ہے یعنی ایک چیز
 ہے جس کو جب وہ قوم چکستی ہے لذیذ پاتی ہے مگر تحقیق وہ امر مذکور بسبب فرقت و لذت اُن کو درد
 پہنچاتا ہے۔ پس اُن کو عذاب لائق ہوا اور وہ عذاب اُن کے حق میں اُن کی تنہید چیز یعنی مٹر سے قُرب تھا
 یعنی مٹر سے وہ موتِ مدید کے بعد واصل باللہ ہوتے یعنی موت کے بعد با واصل ہوتے ہیں حقیقتاً نے موت
 فوری طور پر بھیج دی تاکہ وہ لذت وصال سے بہرہ ور ہوں۔ پس حقیقتاً نے اُن کو اُن کی حسب کردہ
 چیز یعنی بارش ظاہری سے بھی کئی گنا بہتر چیز یعنی رُت عطا کر دی۔ رُت سے مراد راحتِ ہدیٰ یعنی دولت
 قُرب و وصال ہے بقول تعالیٰ (تَدْعُوهُمْ إِلَىٰ رَحْمَةٍ مِّنَّا فَاصْبِرُوا إِنَّ رَاحَتَكُم مِّنَّا) اُن کا نام ہے
 ہر شے کو اپنے رب کے حکم سے پھر کل کو رہ گئے اُن کے گھروں کے واکوئی نظر نہیں آ رہا کہ اُن سے
 مراد اُن کے اجسام کے گھر ہیں جو اُن کے ارواح نے تعمیر کئے ہوئے تھے۔ اور ارواح وہ ہیں جن کی اُفت
 اور نسبت حقیقتاً کی طرف ہے۔ عوالم اناس کے دلوں پر جناب بہنے کے باعث صفات رُومانی کہیں یا
 پورا ظہور اُن کے دلوں میں نہیں ہوتا جیسا کہ سُوچ کے سامنے ابر رقیق آجانے سے سُوچ کی تاب کا پورا
 پورا ظہور عالم میں نہیں ہوتا یعنی دُنیا میں رُوح کے کمالات کا جزوی ظہور ہوتا ہے۔ موت کے بعد ارواح
 کی وہ مخصوص مَصِن جزوی نسبت اجسام کیساتھ زائل ہو جاتی ہے اور حقیقتاً کی طرف سے ہیا کل کو ایک
 خاص حیات نصیب ہو جاتی ہے۔ یعنی پر سے اُٹھ جانے کے باعث رُوح کے کمالات کا پورا پورا ظہور کوئی
 کی استعدادات کی مطابق ہو جاتا ہے جیسا کہ آفتاب کے سامنے سے ابر رقیق ہٹ جانے سے آفتاب پورے
 تاب سے چمک رہا ہے۔ آفتاب حقیقت یا الہ الارواح یا عظم یا رُوح اقدس ہر کہ دو عالم جناب
 محمد پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اجسام میں موت سے پہلے یا موت کے بعد اجسام کی استعدادات

کہ جس شخص میں گزند نہ ہو اسے ضروری ہے کہ عید و عظمیٰ میں۔ مجھ اور روح ضروری اللہ فیہ و کلام کے آفتاب روح مقدسہ
کی شمعیں ہیں۔ اسی سے مراد جو خدائے حقیقہ کا نور و انتساب النفاخت یعنی اگرچہ رواج کی انفاخت مختلف
کی طرف سے ہیں۔ جسم میں محتالی کا ابر کا وہ نہیں بلکہ ان نسب میں نفاخت الیہ خصوصہ معینہ ہر نبی کی حقیقت
زائل ہو جاتی ہے۔ اور جسم حیات نامہ سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ حیات نامہ سے مراد نفاخت الیہ کا ظہور
کا وہ ہے جو جسم کی استعدادات کے مطابق ہوتا ہے۔ لہذا موت سے پہلے نفاخت الیہ کا ظہور اجسام میں
نزدیکی ہوتا ہے اور موت کے بعد نفاخت الیہ کا ظہور اجسام میں قائم ہوتا ہے اور یہ وہ حیات ہے جس کے
ساتھ انسانوں کے جہود و باطل و تانیہ ان کے اطراف و محروم کی رائیں کلام کریں گی اور ان تمام
امور مذکورہ کے حکم کرنے پر نفس الہی وارد ہے۔ لہذا وہ قوم موت کے بعد نفاخت کا ابر الیہ سے مصروف
ہو کر درجہ قرب وصال میں سے مشرف ہو گئی ہے۔

تحقیق حقیقی نے اپنی ذات کی صفت ساتھ غیرت کے کی ہے یعنی حقیقی خیر ہے اور اس کی
غیرت کا اتمام ہے کہ ان اسرار کا ظہور منع فرمایا ہے (مَنْ اِنَّهَا حَزْمٌ رَبِّيْ لَنَفُوْا حَيْثُ مَا
تَكُوْنُوْنَ مَتَا وَ مَا بَعْنُ)۔ فحش یعنی ظہور کے ہے اور لیکن فحش مآ بَعْنُ سے مراد وہ شخص ہے کہ جس پر
اسرار ظاہر ہوئے یعنی ظہور اسرار اس شخص پر جس پر وہ اسرار پوشیدہ تھے۔ بہر حال فحش شے سے مراد ظہور
شے ہے۔ جس میں حقیقی نے فحش کو حرام کیا میں اس بات سے منع کیا کہ مندرجہ بالا اسرار کی حقیقت
ظاہر ہونے والے اور وہ حقیقت یہ ہے کہ تحقیق حقیقی شیا کا میں ہے تو حقیقی نے یہی غیرت کے اس
حقیقت کو ظہور دیا۔ مراد یہ ہے کہ حقیقی نے اس راہ کو اختیار کیا ہے۔ وہ اپنا مذہب بتا دیا
اپنے فرائض کے کسی پہ فائش نہیں کرتا۔ اور اسے طالب اوفہ غیرت تو ہی ہے کیونکہ تو نے اپنے آپ کو
حقیقی سے جدا کر رکھا ہے اور اپنے آپ کو غیرت بنانا ہے۔ پس غیرت عارف کا ہے کہ یہ صحیح مذہب ہے
الذات کہ جس سے یہ صحیح مذہب حقیقی کا میں ہے اور ایسے ہی باقی مجھ توئی و اعتناء کو حقیقی کا میں جانتا
ہے۔ مراد یہ ہے کہ عارف بالذات غیر عارف سے ہرگز اس بات سے تمیز ہے کہ عارف انسان کے توئی و
اعتناء میں ظہور و باطن کو میں حقیقی جانتا ہے اور غیر عارف انسان کو غیرت بنانا ہے اور اس کے نزدیک
حقیقی کو انسان کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں اور اس کا مقصد ہے کہ یہ نسبت خاک و باطن پاک اور
ذات کہ جس سے سب میں پورا ہے کہ میں ہے۔ کہ سزا پاؤں کی ہے ہم نہیں

نہ کرنا لیکن آپ نے یہی فرمایا کہ یہی شفاعت اہل بیت کے اہل کیا کر کے ہے۔ (تتلی) اہل بیت نے ہر
 عین انہم کو انبیاء علیہم السلام میں ایک درجہ جو بصورت حیات کا وہ واسطہ امور متعلق کے خلاف اور
 امور متعلق و اسرار وجود کے کھولنے والے دیکھا اور ہر وہ عین انہم کو اسرار توہید میں کشف خائب ہونے
 نہ میری دین اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَحْدًا خَلَقْنَاهُ بِرَبِّهِمْ فَكَفَىٰ لَهُمْ
 شَرِيحًا مِّنْ عَمَلٍ شَدِيدٍ (تتلی) اہل بیت نے اس کی پیشانی کے بال پکڑے اس لیے کہ میرا رب سید حق کا یہ ہے۔
 اور حق کے واسطے اس بشارت سے کوئی شے بڑھ کر ہے۔ یہ کہ یہ حدیث تو حیدر انبیاء پر ولایت کو
 رہی ہے کہ نہ جب ہر جاندار کی پوئی کے بال پکڑ کر رب تعالیٰ اس جاندار کو خود چلا رہا ہے تو ہر جاندار اپنے
 افعال میں مجبور و مبرا اور خدا ہے اور عالم میں حقیقتاً فعل الہی جاری ہے۔ غور کرنے پر طالب خدا پر یہ
 مال ہی فانی ہو جاتا ہے کہ وہ چلنے والے رب انسان سے باہر نہیں ہے۔ میرا انسان ہی کے بندگی میں
 رہا ہے۔ الہی پیشانی پر اسی کا نام ہے۔ پس آیت شریفہ تو حیدر و غایتیہ تو حیدر ذاتیہ پر بھی ولایت کرتی ہے۔ بلکہ
 آیت شریفہ طالب خدا کیلئے اعظم بشارت سے۔ اور ہر حق تعالیٰ نے ہم پر اپنے احسان سے ہر وہ انبیاء کے
 اس قول کو ہم تک۔ و سطر قرآن مجید پہنچایا۔ ہر اس قول کا ذکر جو جناب نور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جامع
 ہوئے۔ اس نے تمام وہ مکمل کیا۔ جو مع انکس سے مراد ہے کہ سطر صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہوا کہ اس میں وہ مثال
 ہیں۔ جامع ہوا کہ سطر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اس قول میں جو جامع ہوا کہ اس میں وہ مثال
 جامع ہیں۔ اس سطر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے ہر اس قول میں جو جامع ہوا کہ اس میں وہ مثال
 و نہایت اس حدیث کو کسی کے ساتھ کی ہے کہ تثنیٰ حق تعالیٰ بندے کے کمال و اسرار و انوار و انوار کا بین
 ہے۔ حق تعالیٰ بندے کے حواس ظاہری و باطنی کا بین ہے۔ اور بندے کے کمال کوئی روحانیہ تو حواس ظاہری
 سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ حق تعالیٰ بندے کے کمال کوئی روحانیہ کو بدستور اولیٰ بین ہے۔ حق
 تعالیٰ نے اسی وجہ سے حضرت اس بیان پر اکتفا کیا کہ حق تعالیٰ بندے کے حواس ظاہری و باطنی کا بین ہے۔ تاکہ
 کہ وہ اپنے کشف و ہر اس کے کہ اگر حق تعالیٰ بندے کے حواس ظاہری و باطنی کا بین ہے۔ تاکہ وہ اپنے کشف
 ہے۔ تاکہ حق تعالیٰ بندے کے کمال کوئی روحانیہ کو بدستور اولیٰ بین ہے۔ تاکہ وہ اپنے کشف
 و چیزوں کا مجموعہ ایک قلوب و حواس کے۔ تاکہ حق تعالیٰ ان کا بین ہے۔ تاکہ وہ اپنے کشف
 کے کہ عالم اولیٰ و نہایت باطنی کے مقررہ حیرت ذاتیہ کے زیادہ قریب ہے۔ تاکہ حق تعالیٰ نے اپنے

نبی ہود علیہ السلام کا قول جو اُن کی قوم کیسے تھا ہمارے سامنے بیان کیا کہ یہ قول ہمارے سامنے علم توحید کی بشارت دینے والا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کا قول بیان فرمایا کہ وہ قول بھی علم توحید کی بشارت دینے والا ہے۔ پس اس آیت اور حدیث سے علم توحید کا دل ہوتا ہے بخلاف تعالیٰ (بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ لِّقَوْمٍ ذُرِّيَّتٍ اَوْثَرًا اَلَمْ نَعْلَمْ وَهَآءِ يَجْعَدُ بَايِتَنَا اِلَّا الشَّكُورُ) اہل وکفر کے سینوں میں ویدانی علم ہے اُن کیسے قرآن مجید روشن آیت میں اور ہماری آیتوں کو انکار سواسے قبول کے کوئی نہیں کرتا، کیونکہ وہ ظالم لوگ اگرچہ اُن آیت و دست کو چھپاتے ہیں لیکن وجہ اپنے سرور و ربان و علم کے اُن آیت کو چھپاتے ہیں۔

ہم نے کبھی کسی آیت میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توحید باری تعالیٰ کے متعلق نازل کی گئی ہے یا کسی حدیث قدسی میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید باری تعالیٰ کے متعلق ہم تک پہنچائی ہے اس سے توحید حق کے اور کوئی امر نہیں دیکھا خواہ وہ آیت اور حدیث تشریف ہو یا تشبیہی ہو مراد یہ ہے کہ مقتولے محدود ہے۔ حق تعالیٰ کا سب سے اول مرتبہ مرتبہ علانیہ ہے اس کو مرتبہ احدیت بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس کے نہ اوپر ہوتا ہے نہ نیچے ہوتا ہے۔ اوپر کی ہوا سے مراد فہر حق ہے نیچے کی ہوا سے مراد فہر حق ہے یعنی مرتبہ احدیت میں نہ فہر حق ہے نہ فہر خلق ہے۔ یہ بلون و بلون مرتبہ ہے اور حق تعالیٰ نے اس کے بعد ایک سے پہلے اسی مرتبہ میں تھا۔ شاد اب رقیق کو کہتے ہیں۔ جب قریش انساب کے لئے اب رقیق آئے تو ان کی روشنی کا ظہور نہیں ہوتا۔ مرتبہ احدیت کو بھی مرتبہ علانیہ اسے کہا جاتا ہے کہ اس میں سادہ صفت کا ظہور نہیں۔ اس حدیث شریف میں جو تعریف اللہ تعالیٰ کی گئی ہے اس سے اللہ تعالیٰ محدود ثابت ہوتا ہے پھر قرآن مجید میں ذکر فرمایا (ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ) پھر حق تعالیٰ نے عرش پر قرار پکڑا۔ پس یہ آیت بھی محدود کرنے والی ہے۔ پھر حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ تحقیق حق تعالیٰ آسمان و دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔ پس یہ حدیث شریف بھی محدود کرنے والی ہے۔ پھر حق تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کیا کہ تحقیق حق تعالیٰ ہی آسمان کے ہے اور تحقیق وہ ہی زمین کے ہے۔ اس آیت سے بھی حق تعالیٰ محدود ہوتا ہے۔ اور پھر ذکر فرمایا کہ تحقیق حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے جس جگہ ہم ہو وہیں یہاں تک کہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے خبر دی کہ تحقیق حق تعالیٰ ہماری عین ہے اور ہم محدود ہیں پس حق تعالیٰ نے اپنی ذات کا وصف ساتھ محدود کے کیا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا قول (کَلِمَاتٍ شَرِیْفٍ) بھی محدود کرنے والا ہے۔ گھنڈہ میں اگر کلمہ دیا جائے اور کلمہ یعنی صفت اور شرف کے

نہ لیا جائے تو یہ شریفہ کے معنی ہونگے اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے۔ مقتضائی مثل سے تیار ہوا۔ ہم اہل عالم
 ایک دوسرے کی مثل ہیں۔ ہذا محدود ہیں۔ پس مقتضائی محدود سے تیار اور محدود سے جدا ہوا وہ بھی محدود ہو گا۔ کیونکہ
 کہ جو اس سے زیادہ محدود ہو گا۔ اس کی کوئی محدود نہیں ہے۔ پس تقیید سے معنی کرنا بھی تقیید ہے۔ کیونکہ اگر
 کہا جائے کہ وہ ذات مطلق ہے مقتید نہیں تو اطلاق بھی تو قید ہی ہے۔ جیسا مقتید ماننے سے وہ محدود ہو جاتا
 ہے۔ ایسا ہی مطلق ماننے سے وہ محدود ہو جاتا ہے۔ مقتید میں تقیید کی قید اور وجہ ہے۔ اور مطلق میں اطلاق کی
 قید اور وجہ ہے۔ یہ حال یہ توں میں حق کو محدود کرنے والی ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے فہم عطا کیا ہوا ہے
 اس کے ذہن میں حق بھی سبب تیسرا اطلاق کے مقتید ہو جاتا ہے۔ سبب یہ شریفہ کا وہ کمرہ معنی لیجئے۔ اگر کھینچا
 جائے کہ بہت صفت و مثل کے لیا جائے تو آید شریفہ کے معنی ہوں گے اس کی مثل کی مثل کوئی شے نہیں
 اس سے مقتضائی کی مثل تو ثابت ہے۔ اس کی مثل کی مثل کی فہم ہے۔ سبب مقتضائی کی مثل ثابت ہوئی
 تو وہ ذات محدود ہو گئی۔ سبب آید شریفہ کا تیسرا معنی لیجئے۔ اور اگر آید شریفہ (کیسے کھینچا شے) کو ہم فہم
 مثل مقتضائی پر عمل کریں تو اس آیت شریفہ کے مفہوم اور اخبار صحیحہ کے سبب ہم کو تحقق ہو جائے گا کہ تحقیق
 مقتضائی اشیا کا میں ہے۔ کیونکہ اگر بہ نظر فراست دیکھا جائے تو عالم کی ہر شے بے مثل ہے۔ مثلاً ہوا و آتش و پانی
 ہوائے تو ایک حسن و زور سے انسان کی تقریباً مثل ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو ایک انسان بیاد و ہوا
 انسان کی دماغ سے عالم میں نہ ملے گا۔ بلکہ اب لا باء تک نہ ملے گا۔ پس انسان بے مثل ہے اور اسی بنا پر
 ہم احتیاج رکھتے ہیں کہ عالم کی ہر شے بے مثل ہے اور مقتضائی بھی بے مثل ہے۔ ہذا ثابت ہو گا کہ عالم کی ہر
 شے "اور مقتضائی" ایک دوسرے کے نہیں ہیں۔ سبب ناپاؤ کہ تحقیق مقتضائی اشیا کا میں ہے۔ اور اشیا
 محدود ہیں۔ مگر جو ان کی محدود مختلف ہیں۔ پس ہر محدود شے کی ہر کیساتھ مقتضائی بھی محدود ہے۔ یعنی ہر شے
 کی محدود تحقیق اللہ تعالیٰ کی ہوا اور تحقیق ہے۔

میں مقتضائی خصوصیات و کمالات کے وجود میں ہر ایت کرنے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ممکنات کے
 حیلان قادر ہر داعیوں کا ہر کی صورت پر مقتضائی ہی جلیلہ مناسب یعنی عالم ذات عالم اور عالم شہادت ہیں
 مقتضائی ہی ہر ایت کرنے والا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اشیا کا وجود ثابت و یقین نہ ہوتا۔ پس مقتضائی و محدود
 لازم کا میں ہے جیسا کہ سیاہی کتاب کے بعد اوراق الفاظ و حروف میں ملتی ہے۔ سبب ہم کہہ سکتے ہیں کہ
 یہی وہ کتاب کا میں ہے۔ جس مقتضائی ہر شے پر ہذا تحقیق ہے۔ اور کسی شے کی تحقیق اس پر کہ ان

نہیں ہوتی۔ وہ ہر شے پر نہایت گہبان ہے یعنی ہر گہبان کی صورت پر خود ہی جلوہ نما ہے اور جمیع گہبانوں کے
 افسر ہر کرد و عالم جناب گہبان پاک ہیں معنی اللہ علیہ وسلم۔ پس حقیقی گہبان واسطے گہبانوں کے گہبان واسطے
 اپنی صورت کے ہے اور وہ اشیاء کی گہبانی اس امر سے کہتا ہے کہ کوئی شے اس کی صورت کے غیر پر ہو۔ مراد
 یہ ہے کہ گہبان اشیاء کی صورت پر حقیقی ہی جلوہ نما ہے اور کسی شے کی صورت اس کی صورت کے بغیر نہیں اور
 یہ قول تب ہی صحیح ثابت ہوتا ہے جب ہر شہاد کی صورت پر خود حقیقی ہی شاہد ہو اور ہر شہاد کی صورت پر ہی
 تعالیٰ ہی شہود ہو۔ مراد یہ ہے کہ وہ خود ہی شاہد ہے اور خود ہی مشہود ہے وہ خود ہی ناظر ہے اور خود ہی منظر ہے۔
 اس کے ہوا اور ہوا پیدا ہی نہیں۔ پس عالم اللہ تعالیٰ کی صورت ہے اور اللہ تعالیٰ عالم کی صورت ہے۔ اور اس کے
 واسطے مذکور ہے لہذا عالم انسان کبیر ہے۔ انسان جسد اور روح کا مجموعہ ہے اور روح جسد کیلئے تدبیر کو یہاں لایا
 ایسے ہی عالم کی ایک صورت یہ جسد ہے اور ایک اس کا روح ہے لہذا عالم انسان کبیر ہے۔

(۱) تا (۲) پس حقیقی گہبان کون ہے معنی عالم سے عبور و استقلال کا کوئی وجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ راسم ہے اور کسی عالم سے
 یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام و وصایا کا نہایت مقرر عالم کی صورت پر ہوا ہے۔ اور مذکور ہے کہ میری رہائی اس کی ہے
 کیساکہ قائم ہوئی۔ اور اسی سے میں نے کہا کہ حقیقی مذکور ثابت ہے۔ پس میرا وجود اس کی مذمت اور ہم اس کے
 ساتھ مذاکرے میں مراد یہ ہے کہ اگرچہ عالم عبور و استقلال ہے لیکن انسان باطن میں مراتب ستمی اور خلق ہونے کے باعث
 ذلت میں کیسے مرآت تہ ہے۔ انسان کا اور ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہے اور ساتھ خلق کا اور ساتھ انسان کے
 ہے۔ انسان نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا نور نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ نہ ہو تو انسان کا وجود نہیں ہو سکتا۔ وہ واحد ہر شے
 ہر برتین اور ہر انسان میں اس طرح جلوہ نما ہے کہ ہر صفت ہر صفت اور ہر صفت ہر صفت ہے۔
 جلوہ نما ہے۔

(۳) میرا پناہ لینا پس ساتھ حقیقی کے حقیقی سے ہے اگر میں وجہ اعلیٰ اور وجہ تعالیٰ پر نظر رکھوں۔ مراد یہ ہے
 انسان باعتبار صورت یا جسد کے عبور ہے اور باعتبار حقیقت کے راسم ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کی صورت
 پر جلوہ نما ہے لیکن انسان جسد کے اعتبار سے متغیر ہے اور حقیقت کے لحاظ سے مطلق ہے۔ لہذا احوال کو مل لا
 ہی مائل ہے اور خود ہی مستقر ہے۔ بنا ہونے والا نہیں خود ہے اور پناہ دینے والا بھی خود ہے۔ حقیقی
 حَقِّقُ السَّلَامِ أَعُوذُ بِكَ وَنَدَا

مرتبہ احدیت ذاتیہ میں عالم کے عیان شاہد یا حق و خود ہے۔ یعنی مرتبہ احدیت ذاتیہ میں عالم خود

اصل ہر اس شے سے محبوب و مقرب ہے۔ اب ان میں کا مقصود جنت ہے اور عارف کا مقصود معرفت الہی
 ہے۔ ان میں اقرب ہے اور عارف لذت ہے۔ مومن معرفت الہی پر تھک کر کتاب کو پڑھتا ہے کہ جنت کی کتاب ہے لیکن عارف
 معرفت الہی میں کہ شش کوڑا ہے۔ پس تھک کر جنت میں۔ ایسے ہی ابیر عبد کیا تو موت شش نہیں۔ کہ
 کو کو مرد اور انجنت کی معرفت کرتا ہے اور عبد اپنے آقا کی فرشتہ دہی کی خاطر کہہ کرتا ہے۔ مومن کی مثال غلام
 کی سی ہے۔ مومن اپنی عبادت و ریاضت کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے جنت کا سائل ہے۔ اور عارف اللہ تعالیٰ کی عبادت
 کی مثال عبد کی سی ہے۔ عارف اپنی عبادت و ریاضت کا بعد اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور وصل چاہتا ہے۔ وہ
 مولا سے مراد کا لالہ ہے اور مومن مولا سے محض جنت کا لالہ ہے۔

اور جب ایک وجہ سے حق عبد کا وہاں رہا اور ایک وجہ سے عبد حق کا وہاں رہا تو انسان کے حق میں جو
 چاہتا ہے کہ عکس کر دے کہ انما نزل کے مختلف مراتب و درجہ ہیں۔ اگر تو چاہے تو کہہ کہ انسان حق سے یہ اس
 انسان کے تحقق ہے جس کو عرفان الہی نصیب نہیں۔ وہ اپنے آپ کو مقتول سے بچا جاتا ہے اور اپنے آپ
 کو محض خلق جانتا ہے۔ اور اگر تو چاہے تو کہہ کہ انسان حق ہے۔ یا اس انسان کے تحقق ہے جو مستحکم و برحق
 ہے انسان میں نفس ربوبیت کی خوشبوئیں جھک رہی ہیں۔ وہ ذات حق کے سمندر میں غوطہ زن ہے۔ یہ
 مہا ذیہ کہ وہ ہے۔ اور اگر تو چاہے تو کہہ کہ انسان حق ہی ہے۔ اور حق بھی۔ یہ اس ذات کو حق کے تحقق
 ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے سمندر میں غوطہ کھانے کے بعد پھر کنارے پر پھینک دیا ہے یعنی
 منہ بے بشریت کا لباس دوبارہ اور عطا دیا ہے۔ وہ منہ بے کلامی سے بھی مزین ہے اور منہ بے نظیر
 سے بھی مبرور ہے۔ ایسا شخص محقق اور محبوب ہوتا ہے۔ اور اگر تو چاہے تو کہہ کہ انسان گل و ہر سے حق
 نہیں ہے۔ بلکہ وجہ خلق نہیں ہے۔ یعنی انسان میں حق کا بہت حق نہیں پائے جتنے کہ ذات حق ہی نہیں پائے جتنے
 یہ جہنم کی مالک کے تحقق ہے۔ پھر کہ منہ بے کلامی کا خیر و درویش کے دل میں جہنم تک ہوتا ہے اسے مہربانی
 مالک کا دل دے کر چھوڑ دیا ہے۔ لیکن منہ بے کلامی کا خیر و درویش کی نہیں ہوتا۔ جڑوں ہوتا ہے۔ اس کے
 درخ میں تو حید کی خوشبو تو پہنچتی ہے لیکن وہ فانی التوحید نہیں۔ خلق کی گل منہ بے کلامی میں نہیں پائی
 جاتیں کیونکہ معنی منہ بے کلامی سے وہ فارغ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا ہے اور اللہ
 تعالیٰ کے فضل سے وہ جہنم میں جہنم و جہنم و جہنم کے غرق سے نجات پاتا ہے۔ وہ محقق ہے
 یہ جہنم منہ بے کلامی جاتی ہیں۔ بلکہ اس مہربانی مالک میں خلقی منہ بے کلامی کی نہیں جڑوں۔

اور اگر تو چاہے تو کہہ کہ انسان محض خیریت ہی خیریت ہے۔ بشری عقول اور فہم اُس کے اور اُس کے عباد میں
 یہ سرکار دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ہے کیونکہ حدیث تریفیہ میں وارد ہے
 يَخْلُقُ حَقِيقَتِي غَيْرُ مَوَدِّيٍّ مِيرِي حَقِيقَتِي كَرِهِيٍّ مِيرِي رُبِّكَ كَرِهِيٍّ مِيرِي رُبِّكَ كَرِهِيٍّ مِيرِي رُبِّكَ كَرِهِيٍّ
 بالانعام کے مطالب تعین مراتب کیساتھ تجھ پر ظاہر ہو گئے لہذا ثابت ہوا کہ ہر انسان میں اللہ تعالیٰ کا نور
 انسان کی استعداد کے مطابق ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کیلئے نہ ہوتی تو رسل حق تعالیٰ کے مبعوثوں میں نہ ہوتی
 جنس کی خبر نہ دیتے اور نہ ہی حق تعالیٰ کی معرفت اس امر سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی ذات سے پیدا
 ہوئی بلکہ بدشعر

اے جس کی نظر کتنی ہے کوئی آنکھ مگر طرف حق تعالیٰ کے یعنی جو نظر کرنا ہے یہ سب اُس کی ذات ہے۔ اور
 کوئی کلمہ واقع نہیں ہوتا مگر اوپر حق تعالیٰ کے یعنی جو کلمہ نیک و بد کا انسان پر واقع ہوتا ہے اُس کا حقیقی ذمہ
 مختار ہے۔

اور اگر ہم اہل علم اُسی گیتے ہیں یعنی اُس ذات پاک کے نمونہ کیلئے ہیں اور اُسی کیساتھ ہیں یعنی ہدایت مقام حق تعالیٰ کے نورانی
 کلمہ اور صفات و اوصاف کے جو صفات و اوصاف کا وجود ماحول سیما ہی کے جو وہیم الی اللہ کے دکان اتوں میں ہیں اس کے
 دو پانچ جہاں اور جہاں کے ہیں۔ اور ہماری پیشانیوں کے دکان اتوں میں ہیں پانچ جہاں سے پانچ جہاں سے پانچ
 لیکن ہم کو ہماری استعداد کے مطابق پیدا ہے۔ اور ہر حال میں ہم اہل عالم حق تعالیٰ کے قریب ہیں۔ یعنی
 کیا عارف کیا جاہل یہ کوئی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے جو رسل بامدب ہر آدمی کے ہر صورت پر حق تعالیٰ
 ہی کا نمونہ ہے۔

وہذا اور بسبب اسی تعین مراتب کے حق تعالیٰ انکار کیا جاتا ہے۔ اور چاہا جاتا ہے اور نسخہ کیا جاتا
 ہے اور دست کیا جاتا ہے۔ یعنی انسانوں کے مراتب مختلف ہیں۔ جن میں اُس کے وجود کے ہی نمونہ ہیں جن
 اُس کی ذات کے عارف ہیں اور جن میں اُس کو محض منظرہ جانتے ہیں اور جن میں اُس کو محض منظرہ جانتے ہیں
 پس اُس نے حق تعالیٰ کو حق سے زیادہ حق کے حق تعالیٰ کی آنکھ کیساتھ دیکھ تو وہ شخص عارف ہے۔ یعنی جس نے
 اُس امر کو جان لیا کہ ذاتی اور مرنی حق ہے تو وہ عارف بامدب ہے۔ اور جس نے حق تعالیٰ کو حق سے زیادہ حق
 کے ساتھ اپنی فوٹی آنکھ کے دیکھا وہ غیر عارف ہے۔ یعنی جس میں اُس میں غیریت ہوتی ہے کیونکہ وہ عالم کو تو وہ
 بین حق دیکھتا ہے لیکن اپنی خودی کا بھی ثبات کرتا ہے۔ جب تک انسان کے دل سے وہم خودی کی گویا

[illegible]

حق خودی میں مرتبہ احدیت کا بیان تھا۔ نیز یہ بیان تھا کہ ہر شے میں محتالی ہے بھکت احدیت کے ہر بھکت خودیہ کہنے کی بھکت یہ ہے کہ ازل اس بھکت کا بیان ہے کہ محتالی نے اپنی قوت یعنی کثرت میں غیبی کیساتھ عالم کو یکے ایجاب فرمایا یعنی مرتبہ احدیت سے خود عالم کو یکے خود فرمایا اس بھکت کو حضرت صلح علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی بھکت یہ ہے کہ قوت سے مراد ایک چیز کا دوسری چیز سے غیبی طور پر یا غیر متوقع طور پر ہونا ہے اور پتھر سے ناز کا غروب اور قوت ہو حضرت صلح علیہ السلام کا مہر ہے اسی قبیل سے ہے نیز حضرت صلح علیہ السلام پر نہ خود اسم تبار کے گہرے اسے بھی بھکت خودیہ کا آپ کی طرف منسوب کرنا مناسب بلکہ ضروری تھا۔

۱۱ انبیاء کے جس بزم میں سے سواروں کے بزم سے بھی ہیں جیسے حضرت صلح علیہ السلام کی اوتھنی اور بڑی سرگرمی و عالم جناب کو پاک متی اللہ علیہ قادم وسم کا تھا۔ حضرت صلح علیہ السلام سے اوتھنی کا مہر آپ کی امت نے بہ سبب اختلاف مذاہب کے طبع کیا تھا۔ حقیقت میں سواروں سے مراد اہل مالکین ہے اور ان مالکین کے لئے میں خودیہ اور ان بزم میں خودیہ کو گہرے وار ہو کر درحقیقت طے کے منزل تصور پر پہنچتے ہیں۔

۱۲ اور صلح میں سے جس وہ ہیں جو ان سواروں یعنی اجداد کی وساطت سے محتالی کے ساتھ قائم ہیں اور ان میں سے جس وہ ہیں جو ان سواروں یعنی اجداد کے واسطے سے میدانِ نعمت کو قطع کرنا اسے ہیں۔

۱۳ اور جو لوگ حق کے ساتھ قائم ہیں وہ اہل مشاہدہ ہیں۔ یعنی جو لوگ محتالی کا مشاہدہ و دیدہ دل سے کر لیتے ہیں وہ اس راہ کو پا لیتے ہیں کہ محتالی کا ظہور ان کے ساتھ ہے اور ان کا وہود ساتھ محتالی کے ہے اور جو لوگ اسی راہ حقیقت پر چل رہے ہیں اور منزل تصور پر نہیں پہنچے گئے۔ یہی میدانِ نعمت کو انہوں نے چل کر قطع یعنی طے کرنا ہے وہ لوگ محتالی سے جوڑ اور بعید ہیں۔

۱۴ اور جو لوگ اہل مشاہدہ ہیں ان سب کو ہر طرف سے مناسبات الہی محتالی کے نہیں توہمات نصیب ہوتے ہیں۔ فریب ہے کہ کاشیں کو محتالی اپنے فضل و کرم سے ہر طرف سے اپنا فادہ ہری باطنی بلذاتی خزانہ نصیب سے پہنچا آئے۔

اسے دل سے اس راہ کو جان اللہ تعالیٰ ٹیکر و فین بخشے کہ تحقیق ایجاد عالم کا امر حقیقت میں فردیت ہے۔ یعنی ہے یعنی نظم کا ظہور عدم میں سے نہیں ہوا بلکہ عالم کا ظہور حقیقت میں اس ذات سے ہوا ہے جو فرد ہے۔ مراد یہ ہے کہ محتالی کی ذات قبل از ظہور عالم بھی فرد تھی۔ اللہ تعالیٰ ظہور عالم میں فرد ہے۔ وہ اسے فرد ہے کہ وہ تقسیم انفس سے

اشیا کے اعیان ثابتہ کو خارج میں ظاہر ہونے کیلئے کوہ کون سے امر فرمایا تو یحییٰ علیہ السلام سے فیاض کے اعیان
ظاہر ہونے لگے۔ یعنی وہ ہی ذات مرتبہ واحدیت سے تنزل فرما کر عالم اربعہ میں پھر عالم جسمانی
کی صورت پر مجسم ہوا۔ گویا عالم شہادت مرتبہ واحدیت ہی کا ظہور خارجی ہے اور ذات حق ہی مرتبہ اولیٰ
خارج میں مجسم ہوا۔ لہذا اشیا کا وجود ساتھ حق تعالیٰ کے ہے اور حق تعالیٰ کا ظہور ساتھ اشیا کے ہے جیسے
سیاہی کا ظہور ساتھ عروقت کے ہے اور عروقت کا وجود ساتھ سیاہی کے ہے۔ ذریعہ اولیٰ مرتبہ واحدیت یعنی
فردیت ٹوٹنے میں بھی شے کے مرتبہ علم سے مرتبہ خارج میں ظاہر کیلئے ہیں اور ظاہر میں ہے۔ اسی
شے کا تین شاخہ اول دوم اُس شے کا اللہ تعالیٰ کا امر کون سننا اور تیسرے اُس شے کا خارج میں ظاہر کیلئے
امر بھالانا ہے۔ پس کسی مخلوق شے کے وجود ہونے کیلئے مخلوق کی تین چیزیں خالق کی تین چیزوں کے مقابل
تھیں۔ ایک مخلوق کی ذات ثابتہ یعنی مدہ اضافی کے حال میں تین شاخہ اپنے خالق کی ذات کے مقابل میں
اور دوسرے اُس مخلوق شے کا مرتبہ علم میں سننا اپنے خالق کے ارادہ کے مقابل میں اور تیسرے اُس مخلوق شے
کا امتثال امر کو کرنے کے خالق کے امر کون کے مقابل میں۔ پس جب یہ تین چیزیں مخلوق شے کی خالق کی
تین چیزوں کے مقابل ہوتیں تو وہ مخلوق شے مرتبہ علم سے مرتبہ بین یعنی خالق میں موجود ہوتی۔ فقیر
انکسب کو حق تعالیٰ نے نسبت کو کون اُس مخلوق شے کی طرف کی کہ مرتبہ علم میں حق تعالیٰ کا امر کون
کرتے ہو وقت اگر اُس شے میں اپنی ذات سے موجود ہونے کی قوت نہ ہوتی تو وہ شے ہرگز موجود نہ ہوتی۔
یعنی مرتبہ علم سے مرتبہ بین میں موجود ہونے کی قوت اُس شے کی ذات میں موجود تھی۔ تو گویا امر کون شے
کے بعد اُس شے کو مرتبہ علم سے خارج میں اُس شے کی ذات ہی نے موجود کیا ہے پس حق تعالیٰ نے اس
بات کو ثابت کیا ہے کہ کسی شے کا خارج میں موجود ہونا اُس شے کی ذات سے ہے نہ کہ واسطے حق
تعالیٰ کے اور اس امر لہذا میں جو کہ حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے وہ اس کا امر کون ہے قَوْلُهُ تَعَالَى
فَوَلَّانَا يَحْيٰۤی اِذَا اَرَادَ دَوْلَهٗ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ) سوائے اس کے نہیں ہے قول ہمارا واسطے کسی
چیز کے جب ہم اُس کے موجود کرنے کا ارادہ کرتے ہیں یہ کہ ہم اُس شے کو مرتبہ علم میں امر کرتے ہیں کہ
خارج میں موجود ہو یا تو وہ موجود ہو جاتی ہے۔ لہذا حق تعالیٰ نے کو کون کی نسبت یعنی اللہ تعالیٰ کے امر
سے اُس شے کے خارج میں موجود ہونے کی نسبت اُس شے کی ذات کی طرف کی ہے اللہ تعالیٰ نے
اپنے قول میں صادق ہے۔ یعنی مرتبہ علم میں اُس شے کے تین شاخہ ہیں یہ قوت حق کہ وہ شے امر کون

اور علیٰ ستم کی محنت سے اس میں تثلیث پر مبنی تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ہونے
 کی تائید میں ظاہر کیا۔ حضرت مرثیہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تین دن کی محنت دی تھی اور فرمایا تھا کہ تین دن کے
 بعد تم کو حساب الہی ہوگا۔ اور یہ کیا وعدہ ہے جو نبیؐ کو اسکا قال تعالیٰ (فَعَسَوْفَ تَكْفُرُونَ) ^۱
 دار محنت تثلیثۃً لایاہم ذویک وَاَعْلَیٰ غَیْرُ مَا عَسَا یُجِیْبُ۔ تو حضرت مرثیہ علیہ السلام کا اپنی قوم کو تین دن کی محنت
 دینا اسی محنت تثلیث پر مبنی تھا۔ یہی تثلیث، کہ نے قیصر صادق دیا اور وہ نتیجہ ایک محنت آواز تھی جسکے
 ساتھ مرثیہ تعالیٰ نے اس قوم کو پاک کیا۔ یہی شیخ کو قوم سادی نے محروم میں سینے کے بل بڑی ہوئی مردہ ہوئی
 مکتا قال تعالیٰ (فَاَسْبَحُوا لِلّٰہِ یَا اَہْلَ الْاٰمِنِیْنَ)۔ تین دنوں میں سے پہلے دن قوم کے مستغفر ہوئے اور
 دوسرے دن میں سرخ ہوئے اور تیسرے دن میں سیاہ ہوئے۔ یہاں جب تین دن ہاؤسے ہوئے تو ان کی
 استعداد طاقت کیلئے بھیج ہو گئی اور ان میں دو ہزار ضاد ظاہر ہوئے اس کو بعد فساد کے نور کا نام طاقت رکھا گیا۔
 یہی اشتیاق کے منہ کی زردی منہ کی روشنی کے متبر ہیں۔ ہونے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قول (رُحْرُوقًا یَّوْجِزُ
 حُسْبُوًا) کہتے منہ اس دن روشن ہوں گے میں کیا کیا ہے کیونکہ مسدود منہ سے شستن ہے اور سفر بھی نہیں ہو سکے
 ہے اور قوم مدح میں ہے ان میں ہر سمت شفاوت کا نور منہ کی زردی تھی۔ دوسرے دن اشتیاق کے منہ سرخ
 تھے اور اس سرخی کے مقابلہ میں سُحّا کیے اللہ تعالیٰ کا قول (مَالِیْوُکَیْنِ) کہتے ہوئے ہوں گے آیا ہے کہ ہر ملک
 یعنی پستی ان احباب میں سے ہے جو منہ کی نورانی پیدا کرنے واسطے ہیں۔ پس یہ ضحک سُعد میں زخما دل کی سرخی
 کا سبب ہے۔ پھر تیسرے دن اشتیاق کے منہ سیاہ تھے اس کے مقابلہ میں سُعد کیے اللہ تعالیٰ کا قول (مُتَبَشِّرًا) ^۲
 خوش ہوں گے آیا ہے۔ اور وہ خوشی ایک چیز ہے جو خوشحالی اور سرور نے سُعد کے منہ پر اس کو پیدا کیا ہے جیسا کہ
 فرین اور ثروت نے سیاہی کو اشتیاق کے منہ پر پیدا کیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فریخین کے حق میں (بِالْبَشَرِ) ^۳
 فرمایا ہے جن دنوں فریخین کے حق میں ایسا قول فرمایا ہے جو ان کی شکلوں میں اثر پیدا کرتا ہے۔ جن اس بشارت
 کے سبب ہر فریق کو رنگ اس رنگ کی طرف چر رہا ہے جسکے ساتھ اس کا بشری قبل اس بشارت کے تھا
 اتفاقاً سُعد کے حق میں فرمایا (یُبَشِّرُکُمْ بِرُحْبُوٰحَیْقَہٖ وَوَعْدَانِ) ان کو پسند کہ ان کو اپنی رحمت اور
 اپنی رضا مندی کے ساتھ بشارت دیتا ہے اور اشتیاق کے حق میں فرمایا (فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ) پس ان کو دردناک
 عذاب سے بشارت دی۔ اب اللہ تعالیٰ کا کوہ بشارت اور دنوں فریق کے حق میں واسطہ ہے لیکن اس حکم نے
 ان کی استعداد کے مطابق ان کے چہروں پر اثر کیا ہے۔ میں ان کے ظہور میں وہ چیز نہ ہوئی ہیں کہ کوہ

کے لہذا ان میں قرار پکڑے ہوئے تھا اور وہ چیز کو ہم بھی کامیاب اور اثر ہے۔ اور حقیقت میں اُن میں جو اسے اُن کی
ذاتوں یعنی استعدادوں کے کسی چیز نے اثر نہ کیا کیونکہ اگرچہ کامیابی دونوں فرق کیسے واسطے ہیں استعدادوں
کے اختلاف کے باعث اثر مختلف ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے آسمان سے بارش کیساں ہوئی ہیں
زمینوں کی استعداد کے اختلاف کے باعث بارش کا اثر مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ بعض زمینوں پر سبزہ و گھاس لگتا
ہے اور بعض شہد زمینوں پر کچھ بھی نہیں اُگتا۔ جیسے اُن میں اُن کی ذاتوں میں استعدادوں کے ہر ایک چیز نے
اثر نہ کیا ایسے ہی اُن کی گھاس میں بھی ہوا ہے اُن کی ذاتوں کے کسی چیز نے اثر نہ کیا ہوا ہے کہ استعداد و استعداد
کے احوال ثابت نہ ہو کہ زبان استعداد سے اللہ تعالیٰ سے طلب کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ملا کر یہ اب اللہ تعالیٰ کی
طرف سے تو عطا ہی طلب ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فرق کرنا دیا کہ جو کچھ آپ نے مالک آپ
کو دی گيا اب آپ کو تو تمہاری ہے۔ اسی طرح استعداد و اشتیاق کے عین ثابت نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اُن میں ہماری طرف سے تمہارے کی اجازت ہے۔ آپ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مفسر
اور اجازت ہے۔ احوال ثابت نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت ہے اور استعداد سے
ہے۔ حاصل کام یہ ہے کہ استعداد و اشتیاق کے عین ثابت نہ ہو کہ زبان استعداد سے اللہ تعالیٰ سے طلب کیا
اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیا۔ اب جو اعمال فریقین سے ہو گیا میں مراد ہر ہے یہی یہ ان کی استعدادوں کی طرف
منسوب ہیں یعنی ان کی ذاتوں کی طرف منسوب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اللہ تعالیٰ سے منسوب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے
یکطرف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی چیزیں ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اُن سے ارشاد ہوا (قُلْ وَالْحَقُّ أَكْبَرُ)

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

میں میں نے اس حکت کو سمجھا اور اس کا اپنی ذات میں اپنے ذہن میں متحرک کیا اللہ تعالیٰ کو ہر وقت
مشہد کہ وہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا اُس نے اپنے آپ کو غیر کے تعلق سے اس
دیں اور اس نے جانا کہ تحقیق ہر غیر و شر ہو اُس پر لائن جاتی ہے اُس کی ذات کی طرف سے ہے۔ مراد یہ ہے
کہ مخلوق کی طرف سے جو چیز تھی یا نہیں یا وقت یا ذات یا تعریف یا قدرت اُس کو پہنچتی ہے
وہ اُن کو مخلوق کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے کہ وہ جانیتا ہے کہ یہ
سب کچھ اُس کی استعداد اور قابلیت نے اُن میں اللہ تعالیٰ سے طلب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُس کی اراد
پاس کی اور اس کی مطلوب مرادوں کا اجرا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے احوال کو ہر وقت سے مراد و مراد ہے

الْعَالِيَيْنِ وَالرُّبُوبِيَّةَ وَالْقَادِرَةَ الْهَكْمُ قَبْلُ الْأَمْرِ بَيْنَ مَا تَطْلُبُهُ الرُّبُوبِيَّةُ وَبَيْنَ مَا تَشْتَقُّهُ النَّاسُ
 مِنَ الْحَقِّ عَنِ الْعَالَمِ وَلَيْسَتْ الرُّبُوبِيَّةُ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَالْإِنْفَاتِ إِلَّا عَيْنُ هَذِهِ الدَّائِرَةِ فَكَيْفَ تَعَادَى
 الْأَمْرَ بِهَذَا السَّبَبِ وَكَدَّ فِي الْخَبَرِ مَا وَصَفَ الْحَقُّ بِهِ نَفْسَهُ مِنَ الشَّقِيقَةِ عَلَى مَذَاهِبِ قَادِرٍ مَا
 نَفَسَ عَنِ الرُّبُوبِيَّةِ بِقَرِيبِ السُّبُوبِ إِلَى الرَّحْمَنِ بِإِبْجَادِ الْعَالَمِ أَلَيْسَ تَطْلُبُهُ الرُّبُوبِيَّةُ
 بِحَقِيقَتِهَا أَمْ جَمِيعُ الْأَمْنَاءِ إِلَّا إِلَهِيَّةُ فَيُجِبُ مِنْ ذَلِكَ التَّوَجُّهُ أَنَّ رَحْمَتَهُ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَكَيْفَ سَعَتْ
 الْحَقُّ خَيْرًا أَوْ سَمًّا مِنَ الْقَلْبِ أَوْ مَسَاءً وَبَيِّنَ لَهُ فِي الرَّحْمَةِ هَذَا فَكَيْفَ تَوَرَّعُوا أَنَّ الْحَقَّ تَقَالَى كَدَّ
 ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ بِتَعَوُّلٍ فِي الْأُمُورِ عِنْدَ الْمُعَوَّلِ وَأَنَّ الْحَقَّ تَقَالَى بِإِذَا سَعَى الْقَلْبُ لَا يَسْمَعُ
 خَيْرًا مِنْ سَمِّ الْوَقَائِتِ فَكَانَتْ يَدْرَأُ وَمَعْنَى هَذَا أَنَّ الْفَرْقَ بَيْنَ الْحَقِّ عِنْدَ تَجَلِّيهِ وَلَدَائِكُمْ
 مَعَهُ أَنَّ الْفَرْقَ إِلَى خَيْرِهِمْ وَقَلْبُ الْعَالَمِ مِنَ الْبُطْءِ مَسْكَتًا قَلْبُ الْيُوزَيْنِ فِيهِ الْمُسَاعَاةُ تَوَرَّعُوا الْعَرَبِيَّةَ
 وَمَا حَوَالَهُ بِإِنَّهُ الْقَلْبُ الْمَلِكُ مَسْكُوتٌ فِي مَرَاوِيهِ مِنْ زَوَايَا قَلْبِ الْعَالَمِ مَا أَحْسَنَ بِهِ وَكَلَى الْبَيْتُ
 بَيْنَ هَذَا الْقَلْبِ إِنَّ السُّعْدَ مَسْكُوتًا الْقَلْبُ بِالْمَقْبُولِ تَوَرَّعُوا لَهُ أَشْرَ وَقَلْبُ يَسْمَعُ الْقَلْبُ يَرَى حَقِيقَتَهُ
 يُحْسِنُ وَتُسْعَدُ بِمَوْجُودٍ وَإِذَا صَدَّقَ الْحَقُّ بِتَنَوُّمٍ تَجَلِّيهِ فِي الْعَالَمِ بِهَذَا الْخُشُودِ
 يَلْبِسُ الْقَلْبُ وَيُخْفِقُ بِسَبَبِ الْفُتُورِ لَا يَتَّقِي يَتَّقِي نَيْفًا تَجَلِّيهِ إِلَّا يَلْبِسُ فَإِنَّهُ لَا يَنْسُ مِنْ الْقَلْبِ شَيْءًا
 عَنْ مَوْجُودٍ مَا يَلْبِسُ فِيهَا التَّجَرُّونَ فَإِنَّ الْقَلْبَ بَيْنَ الْعَالَمِ وَالْأَنْسَانِ الْكَافِرِ يَذْكُرُ لَهُ مَحَلَّ
 نَفْسِ الْعَالَمِ مِنَ الْخَاتِمِ لَا يَنْقُضُ بَلْ يَحْكُمُونَ عَلَى قُدْرَةٍ وَتَحْكُمُ مِنَ الْإِسْتِدَارَةِ إِنْ كَانَ شَيْءٌ
 مُسْتَدِيرًا أَوْ مِنَ الشَّرِّعِ وَالشُّرُوعِ وَتَحْكُمُ ذَلِكَ مِنَ الْأَشْكَالِ إِنْ كَانَ الْخُشُوعُ مُرَجَّأً
 أَوْ مُسَدَّدًا أَوْ مُثَمَّنًا أَوْ مَا كُنْتَ مِنَ الْأَشْكَالِ فَإِنَّ مَحَلَّهُ مِنَ الْخَاتِمِ يَكُونُ مِثْلًا لِغَيْرِهِ وَهَذَا
 عَلَى مَا تَشِيرُ إِلَيْهِ الْعَالِيَّةُ مِنْ أَنَّ الْحَقَّ يَجْعَلُ عَلَى قُدْرَةِ اسْتِعْدَادِ الْقَلْبِ وَهَذَا الِشَّيْءُ كَمَا لَكَ
 فَإِنَّ الْقَلْبَ يَتَلَوَّرُ بِحَقِّهِ عَنِ قُدْرَةِ الْفُتُورِ وَالْقَلْبُ يَجْعَلُ لَهُ نَيْفًا أَمَّا وَتَعَرَّبَ هَذَا الْفَرْقُ أَنَّ
 إِلَهَ تَجَلِّيَيْنِ تَجَلَّى غَيْبٌ وَتَجَلَّى مُبْدَأٌ فِي مَنَاسِكِ تَجَلَّى الْغَيْبِ يُعْمَلُ إِلَّا اسْتِعْدَادًا أَلَيْسَ بِكَلَامٍ خَلِصٍ
 الْقَلْبُ وَهُوَ الشَّجَرُ الْمَذْكُورُ الْغَيْبُ حَقِيقَتُهُ وَهُوَ الْهُدُوءُ الَّتِي يَشْتَعِلُهَا بِمَذَاهِبِ عَنْ نَفْسِ
 مَوْجُودٍ مَوْلَاهُ كَأَنَّهَا أَمْرٌ وَهَذَا حَقٌّ لَهُ أَشْرَ وَقَلْبُ هَذَا الْإِسْتِعْدَادُ تَجَلَّى لَهُ الشَّجَرُ
 الشُّعْرُ وَفِي الشُّعْرَةِ لَا تَرَاهُ لَقَدْ يَسُودُ مَا تَجَلَّى رَسْمًا ذَكَرْنَا أَنَّهُ لَقَدْ تَقَالَى الْعَالَمُ لَا يَحْكُمُ

يَعْلَمُ (قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ حَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى) ثُمَّ هَدَى نَعْمُ الْجَوَابُ بَيِّنَةٌ وَبَيِّنٌ عِيدٌ قَوْلُهُ
 فِي سُورَةِ التَّحْقِيقِ لَا فِي الْحَقِّ فَلَمْ يَحْدِثْ عَيْنٌ أَعْتَقَادًا وَلَا يَتَلَقَّى الْقَلْبُ وَلَا الْعَيْنُ أَبَدًا أَرَادَ سُورَةَ التَّحْقِيقِ
 فِي الْحَقِّ فَالْحَقُّ الَّذِي فِي التَّحْقِيقِ هُوَ الَّذِي وَرَعَ الْقَلْبُ سُورَتًا وَهُوَ الَّذِي يَتَجَلَّى لَهُ وَيُفَرِّقُهُ
 وَلَا كَرَى الْعَيْنُ إِلَّا الْحَقُّ الْأَعْتَقَادُ وَلَا خَفَاءُ فِي تَقْوِيمِ الْأَعْتَقَادَاتِ فَهِيَ قَائِدَةٌ أَلَا تَعْلَمُ لَا فِي
 عَجْرِيهَا قَبْلَ لَا بِهِ وَأَقْرَبُ بِهِ فِيمَا عَدَدَ لَا بِهِ إِذَا تَجَلَّى فَقَدْ أَهَمَّنَ بَعْضُهَا وَكَفَرَتْ بَعْضُهَا وَمَنْ تَلَقَّى
 عَيْنَ التَّحْقِيقِ تَدْرِي مَا كَوْنُهُ وَأَقْرَبُ بِهِ فِي كُلِّ سُورَةٍ يَتَحَوَّنُ فِيهَا وَيَعْبُدُهُ مِنْ نَفْسِهِ قَدْ رَمَزَتْهُ
 تَجَلَّى لَهُ بِفَانٍ مَلَايِكَتَانِ قَوْلًا مُؤَيَّدًا تَجَلَّى مَا لَهَا بِأَيَّةٍ يَتَعَلَّقُ وَنَدَّهَا وَكَذَلِكَ الْعِلْمُ بِاللَّهِ عَالِمُهُ
 وَهُوَ فِي الْعِلْمِ لَيْسَ يَتَعَلَّقُ عِنْدَ هَاتَيْنِ هُوَ الْعَاجِزُ فِي كُلِّ زَمَانٍ يَطْلُبُ الْوَيْلَ لَا مِنْ أَنْصَرِبُ بِهِ رَبِّهِ
 عَلَيْكَ كَرِهْتُ لَدُنِّي وَلَسْتُ بِرَبِّهِ نِيْ عُلْمًا فَالْأَمْرُ لَا يَتَنَاسَلُ مِنَ الطَّوْفَيْنِ هَذَا إِذَا قُلْتَ حَقٌّ وَطَلُّ
 وَارْتَفَعَتْ فِي قَوْلِهِ كُنْتُ رَحْمَةً الَّتِي يَسْهُو بِهَا نَيْدُهَا الَّتِي يَجْرِي بِهَا رِسَالَةُ الَّذِينَ يَتَكَلَّمُونَ
 بِهِ إِلَى عَجْرِيهَا لَكِ مِنَ الطَّوْفَيْنِ وَرَحْمَتُهَا الَّتِي مِنَ الْأَعْتَقَادِ لَوْ تَغَيَّرَتْ فَقُلْتَ الْأَمْرُ حَقٌّ حَقٌّ أَوْ
 حَقٌّ حَقٌّ فَهُوَ الَّذِي يَنْسَبُ لَهُ وَهُوَ حَقٌّ بِسَبَبِهِ الْعَيْنُ وَاحِدَةٌ لَا تَعِينُ سُورَةَ تَجَلَّى قَائِدٌ
 مَلَكُوتِي مَنْ قَبْلَ ذَلِكَ التَّجَلَّى قَوْلُ التَّجَلَّى وَالْحَقُّ لَهُ مَا تَلَقَّى مَا أَجَبَتْ أَمْرًا لَهُ مِنْ حَيْثُ
 قَوْلُهُ وَمِنْ حَيْثُ رَسْمُهُ إِلَى أَحَاكِيمٍ فِي حَقَائِقِ أَسْمَائِهِ الطُّسُ شَعْر

نَسَمْنُ شَمَّةً وَمَا شَمَّةً ۝ وَهَيْئَتُ نَسَمْنُ شَمَّةً
 نَسَمْنُ قَدْ عَمِدَ خَشَمَةً ۝ وَمِنْ خَشَمَةٍ خَشَمَةً
 كَمَا عَمِدَ يَوْمَ عَمِينٍ ۝ عَمِدَ عَمِينٍ عَمِينٍ
 كَمَنْ يَخْفُلُ عَنْ هَذَا ۝ يَهْدِي فِي نَفْسِهِ خَشَمَةً
 وَلَا يَسِيرُ مَا تَلَقَّى ۝ يَوْمَ عَمِدَ نَسَمْنُ

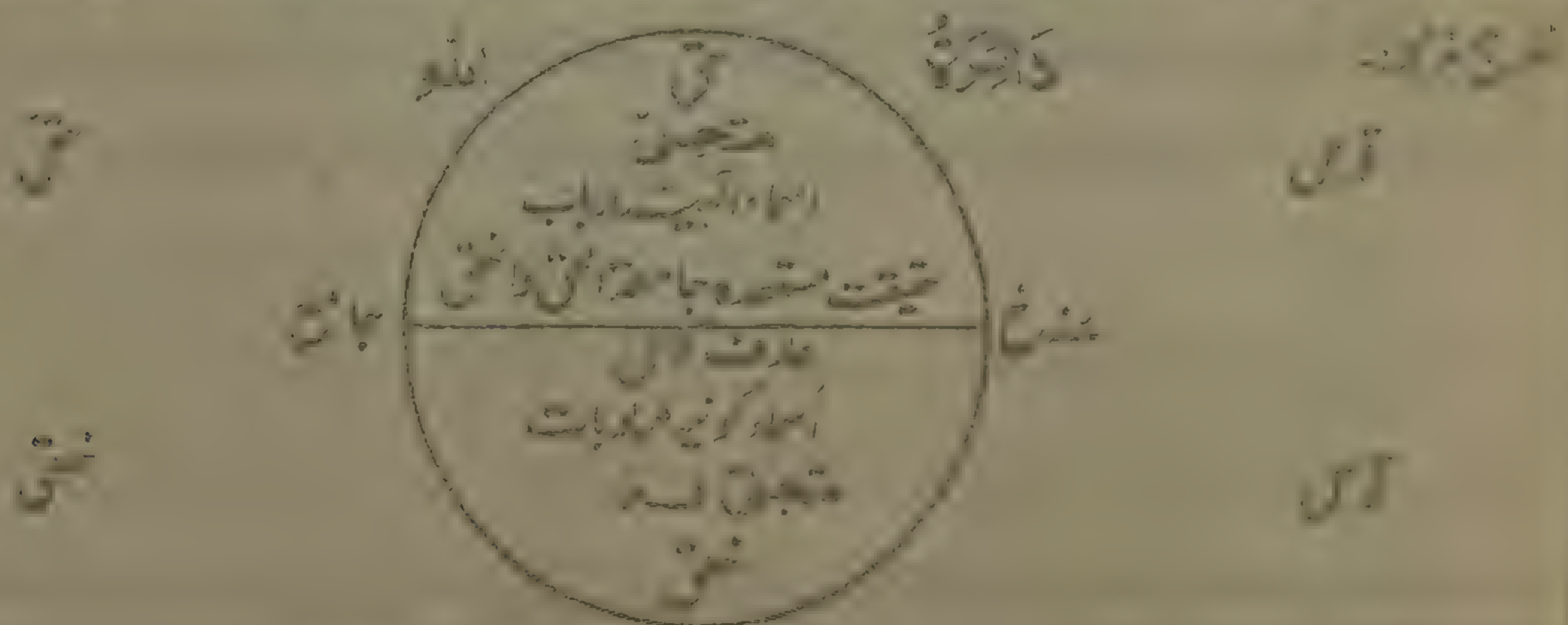
وَكَمَنْ (الَّذِي خَلَقَ لَكَ نَسَمْنُ يَوْمَ كَانَتْ لَكَ تَلَقَّى) يَتَكَلَّمُ فِي الْأَوَّلِ الطُّورَةِ الْوَسْطَى الْوَسْطَى
 يَتَكَلَّمُ بِمَنْ كَانَتْ لَكَ تَلَقَّى لَرَأَى أَعْلَى خَيْرًا لِيَعْمُرَ الْأَمْرَ فِي نَفْسِهِ وَاجِبٍ لَا الْحَقِيقَةَ تَأْتِي الْأَمْرَ
 فِي نَفْسِهِ لَا مَوْتًا لَوَدَّ الَّذِي يَسْتَعِينُ كَمَنْ خَلَقَ وَهُوَ حَسْبُ الْأَعْتَقَادَاتِ الَّتِي يُرِيدُ بِبَعْضِهِ
 يَتَكَلَّمُ وَيَتَكَلَّمُ بِمَنْ كَانَتْ لَكَ تَلَقَّى لَرَأَى أَعْلَى خَيْرًا لِيَعْمُرَ الْأَمْرَ فِي نَفْسِهِ وَاجِبٍ لَا الْحَقِيقَةَ تَأْتِي الْأَمْرَ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کی کوہم کوہن، یعنی تسلیم کرے تو ملامت کا تو حق کہے لیکن اگرچہ وہ بدو، جسکو تو حق کہتا تھا کہاں گیا۔
 یہودیوں کا ہندہ ہیں غائب نہیں ہوا اور ان ہندو ہیں کہ نہ بدو گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اشارہ کر رہا ہے کہ
 حق کی خدمت پر پورا ہی توجہ ہے۔ سب اس دستِ حق کو ہوا ہے حق کو لا بھی بجا ہے۔ ملامت کا تو حق کہتا
 ہے کہ یہ حق کہتا تو جو یہ ہے لیکن صرف کمال نہ ہے جو حق اور خلق میں یہ تفریق ہے اس بات کو کہ حق
 کہتے رہتے ہیں۔ کسی بہت سے وہ حق ہے اور کسی بہت سے وہ خلق ہے اور حضرت انسان کو ہی
 علی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق اور خلق کے درمیان میں جانی ہے۔ سب ملامت کمال کے دل پر اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ کرتا
 ہے تو اس کو دل خود ہو جاتا ہے اور صفات کو ملامت کو اجڑا اس کے قلب میں رہتا ہے ملامت کو یہ کہ جب
 شیخ کو دل فوج کے دل پر دانی تو خبر کتابت دوم یہ کہ اس منور ہو گا چاہا ہے حق کہ آفتاب حقیقت مریہ کے
 آسمان قلب پر پوری تاب سے چلتا ہے اور وہ سر تا پا نورانی روحانی و مانی ہو جاتا ہے۔ شیخ مریہ کے دیو کو
 بگل ہوتا ہے جن اس کی سچی کو ملامت ہے اور اس کی صورت میں خود بدو نہ ہو بہت سب اس کو مریہ میں داتا
 کو جس سے وہ ملامت کو ملامت سے ملامت ہے۔ یہ اس میں واسطہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کہتے رہتے ہیں
 ہیں کہ سب سے یعنی نسبت سے وہ حق ہے اور ایک نسبت سے وہ خلق ہے۔ یعنی کریم اس کی صورت کا
 ہی میں ہے اور اس کی سچی کے تہل کرنے واسطہ کی صورت کا بھی میں ہے۔ ہذا مذمت خود ہی میں ہے۔
 خدا ہی سچی ہے۔ پس اسے طالب خود دیکھ کہ اللہ تعالیٰ کی کیا تہل شان ہے۔ اپنی ہونیت ذاتی کا اعتبار ہے
 وہ حق ہے اور اس نسبت کے اعتبار سے کسی کے سماء الحسنیٰ کے مطابق کا خود وہ حق کی صورت پر ہے وہ
 حق ہے۔ اس غلط کو ذہن نشین کرنے کیلئے دارۃ الدجیش کیا جاتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر عید ہے و حق
 تعالیٰ (الْاَلَا تَعْلَمُ شَيْءًا مُّخْتَلِفًا) اسے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ذمہ ہوا وہ کئی شے اس دائرہ



پر ذات حق کا نمود ہے۔ اور یہ معرفت الہی کا خدا اس شخص کو نصیب ہوتا ہے جو عین مقامِ بیخ یعنی مقامِ وحدت میں
 ذات حق کو حق پر شہود سے شناخت کرتا ہے۔ یعنی جب آفتاب کو سمندر سالک کے آسمانِ قلب پر طلوع فرماتا
 ہے تو کثرت کے سب ستارے مات پڑ جاتے ہیں اور سالک ہر طرف اپنا ہی نور دیکھتا ہے پس اللہ تعالیٰ
 کے قول (لَعَلَّكَ تَفْقَهُنَّ) میں وہ غارت ہی مراد ہے جس کا قلب معرفت الہی کی خوشبو سے متغیر ہے۔
 کہ اس ذات کا وہ سالک اس کا قلب ہر آن ذات حق سے اور ذات حق کی انواع تجلیات کے واسطے کہ
 قلب کی انواع حالات و اشکال میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔

[illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک سے شرف ہو گا آپ سے کلام بزرگ نجات ہے اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قربان ہو کر شرف حاصل ہے۔ سب سے زیادہ قربان ہو کر شرف حاصل ہے۔ سب سے زیادہ
قربان ہو کر شرف حاصل ہے۔ سب سے زیادہ قربان ہو کر شرف حاصل ہے۔ سب سے زیادہ قربان ہو کر شرف حاصل ہے۔

ذات تعالیٰ اپنے اولاد کو خلق و مخلوق نہیں بلکہ حضرت خیال اور اس کے مستند کے متعلق ہیں۔
 کو توجہ کرتا ہے حضرت خیال سے مراد عالم مثال ہے۔ یعنی مومن کیسے کہ تصور شیخ میں عجیبہ و غریبہ
 اپنے شیخ کامل کو مومن اللہ تعالیٰ کی ذات اور جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک با ذات ہے۔
 کے زیر نگین ہیں۔ یہ عالم مثال ہے کہ عاقلین اور کو پہنچے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو صورت شیخ میں دیکھ
 یہ کو بہرہ مت شیخ کون کی پس طالب ملاقا کو میسر نہیں ہو سکتا اسلئے جب ابابکر صغریٰ منبر پر ہو تو خیال
 سے ہر طرح شیخ کو ذات صورت حاضر کے۔ اس کا صورت خیال یا مثال تصور نہیں کھتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام
 خیال حصول ہے۔ جب تصور مثالیہ نمودار بغیر تو جو یا خیال کے عارف کے ساتھ تشریف لائیں تو اس
 صورت یا عالم کو زہم میں مصحح ہے۔ اس کا دوسرا نام خیال منقطع ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا ہر کہ دو
 عالم پہنچا تو پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت۔ تو اس میں صورت وحی بھی رہی اللہ تعالیٰ کی صورت پر حاضر ہوا مثال
 سخن کی ایک مثال ہے۔ محفل اور محفل پر وہ نمود مثالیہ ہے۔ مثال کی ولادت کامل کو اس صورت خیال یا عالم
 میں ہیں۔ انسانی دیت ہیں۔ اس صورت خیال یعنی تصور کے استعمال کو اشارہ منہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ استعمال
 میں لڑتے ہیں۔ حدیث اسلمن "اَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ" اس میں یہ ہے کہ تُو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح
 کرے کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہے۔ اس میں مومن کو تصور کے استعمال کو تصور یا کیا ہے۔ یعنی عبادت کرتے وقت فانی
 کو پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے لہو میں اپنے ہی خیال سے حاضر کرے ہیں۔ طرح فانی اپنے رب تعالیٰ
 کو فانی دیکھتا ہے اور اس کے تصور میں کو کتاب اس کے ارشاد (وَمَا تَشَاءُ)۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا
 ہے کہ وہ فانی ہے تعالیٰ کو کسی صورت میں حاضر کرے۔ صاحب دوتی کو پہنچے کہ اپنے شیخ کون کی صورت ہے
 اس کو ذات نہوایہ سے دینے عبادت تیرے ہی اس میں حاضر کرے کہ شیخ کا انسانی چہرہ اس کے سامنے ہو۔ طالب
 ہے گویا کے لہو میں یہ سب ایک ہے۔ یہ مومن کا تصور ہے۔ عبادت کون کی صورت شیخ کی صورت ابرق اور عبادت
 ہے اللہ ہی حاضر اور خود ہی سمجھتا خود ہی حاضر اور خود ہی سمجھتا کتاب ہے۔ "وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الْمَلَائِكَةَ خُشَعًا

نگرانی کی تفسیر کی اور اپنے آپ کو اس کے ساتھ حیدر کیا ایسا نہیں کہ اس نے کان لگایا کیونکہ یہ شخص جس نے
 کان لگایا ضروری ہے کہ وہ اپنے تئوں کے ساتھ اشدّ تزلّی کا مشہور ہو اور جو ضرور ہو وہ اپنے تئوں کے ساتھ
 مشہور اور ضروری امانت ہو اور اس آیت میں وہ شخص مراد نہیں ہے۔ عاصب غریزی سے مراد نماز کے خواہر ہیں
 جن کو باطن سے اہر و غیب نہیں آتا۔ یہاں یہ آیت قرآنی اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا التکلیف والاسلام کی آویں اپنی
 جڑوں کی عقل کے ساتھ کرتے ہیں اور ان کے معانی کو اپنے فکر کے ذریعے میں دھماکتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو
 عمل تفریح کی قید لگاتے دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو خود قیاس سے تفریح اور مقرر تفریح سے ہیں۔ اور اس مسئلہ اور
 من کے قائل ہی نہیں بلکہ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور دنیا میں جائز قیاسی نہیں ہے
 اسے ہر شخص سے نماز کے خواہر کا خطاب ہے وہ اپنے تئوں میں (الو استغفر لکم من ذنوبکم) اور اس میں ہے
 کہ اگر آپ کو یہ کی گئی ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کو کسی شخص سے ہیں دیکھو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ
 جو ہیں نماز کے خواہر کے تفریح اور لوگ ان میں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے اللہ عزوجل (وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَيْتِ
 الْحَرَامِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَيْتِ الْحَرَامِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَيْتِ الْحَرَامِ) کے پیرائے ان لوگوں سے ایمان کی پیرائی کرتے
 ہیں اور ان کے لیے یہ ہے کہ امانت کے بن نماز کے خواہر تاج و دروں سے ملک و پادشاہی کے واسطے
 آپ کو عذاب دہی سے منور کرنے کیلئے کہیں گے کہ ہم ان لوگوں سے کسی کی امانت کو پر کسی پر ہے
 تو یہ قائل کہ دیا جائے گا اور ہم کہیں کو پتہ چلی جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی قیاس درست ہے جو عوامیت
 کا امر ہے عاصب کوئی نماز کے خواہر اور وہ تفریح و یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جمیع عبادتوں میں قبول اور منتخب ہوتا ہے
 باعتبار کہ وہ ذات بی صورت ہے اور ہر احوال و تجلیات تفریح وہ ذات الوجود میں منتخب ہوتی ہے۔ اس کی
 ذات میں تفریح تبدیل جائز نہیں لیکن باعتبار (لَوْ تَقَوَّىٰ مَثَلَهُ) وہ ذات تفریح پسند ہے اور ہر نماز کے
 لئے ہر حقہ اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر حقہ اس ذات کیلئے کہ یہ تفریح ہے۔ یہ نماز کے خواہر عباد و دنیا میں قبول کرتے
 ہیں کہ ہم ان میں سے ہر حقہ کے ساتھ ہیں مالا کر اس کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے تئوں میں سے ہر حقہ
 کو ہی ان کے تئوں میں ہر حقہ کے تئوں کے لئے کہ ان کو سمجھنے کو گروہ و گروہ تفریح میں داخل ہوں گے
 ہیں اس تفریح و دوستی اور ہر حقہ کے تئوں کے لئے کہ ان کے تئوں میں بیان کے ہیں ان کو آن ہوا اور
 یہ ہے کہ ہر حقہ و دوستی اور ہر حقہ کے تئوں کے لئے کہ ان کے تئوں میں بیان کے ہیں ان کو آن ہوا اور
 ان میں اس محبت تفریح کو شیب علیہ السلام کے ساتھ ہر حقہ کے لئے کہ ان کے تئوں میں بیان کے ہیں ان کو آن ہوا اور

اور کیا ہی اندر رہے جو کہ تعالیٰ نے عالم کے حق میں اور عالم کے برزخ کیساتھ خلق جدید میں ہیں وہاں
 جس جہت کے متعلق فرمایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کے حق میں جو اکثر عالم کے حق میں فانی (بکن علم حق)
 تشریف فرما ہیں جو یہ حق جدید سے دھوکے میں ہیں۔ خلق جدید سے تہذیب و تمدن کی طرف اشارہ ہے۔
 مونیاتے کو کام کا ثبوت ہے کہ عالم ہر آن فنا ہوتا ہے اور ہر آن بقا ہوتا ہے۔ اہم نمیت عالم کو فنا کرتا ہے اور
 اہم فی اسی ان میں عالم کو زوال اور بقا کر دیتا ہے۔ یہ عالم کا فنا اور بقا اس سرعت سے ہو رہا ہے کہ یہ ظاہری
 آنکھوں کو نہیں دیکھ سکتی۔ مثال کے طور پر خبر کو پانی ہو دیا سے خبر میں آتا ہے ایک پانی کا ڈال معلوم ہوتا ہے
 لیکن حقیقت میں ہر لمحہ اگلا پانی آگے خارج ہو رہا ہے اور پیچھے سے ہر لمحہ نیا پانی آ رہا ہے۔ چنانچہ جو بارہوتا
 نظر آتا ہے یہ آنکھ کا تصور ہے ورنہ حقیقت میں ہر لمحہ قطرہ قطرہ میں ہی آتی اور پے کو جذبہ کھاتی ہے۔ سابقہ قطرہ جو
 اوپر چڑھتا ہے میں کر ختم ہو جاتا ہے اور چرخ حقیقتاً بکھڑ جاتا ہے لیکن اُس کی جگہ دوسرا پچھلا قطرہ اس سرعت
 سے آتی ہے کہ چرخ پھر جلیں پڑتا ہے۔ یہ ٹھنڈا اور جتنا اس سرعت سے ہو رہا ہے کہ آنکھ اس کی تیز نیلیں
 کو کسی لہو چرخ برابر ایک جیسا بتا نظر آتا ہے۔ اسی طرح انسان کی زندگی کا مسلسل معلوم ہوتا ہے لیکن
 حقیقت میں ہر لمحہ اس کو فنا ہے اور ہر لمحہ اس کو بقا ہے۔ اس مسئلہ تہذیب و تمدن کو مونس مونیاتے کو کام کے
 کوئی نہیں جانتا۔ اکثر اہل عالم اس سے بے خبر ہیں۔ لیکن اشارہ اس مسئلہ تہذیب و تمدن پر اس قدر مطلع ہو سکیں
 کہ وہ جس دور و مدت میں تہذیب کے قائل ہیں اور بعض میں نہیں مینے وہ کہتے ہیں کہ اس میں عالم میں فقط تہذیب و
 ہر عالم میں تہذیب نہیں۔ اہم ہوا حسن شعری متکین اشارہ کے متعلق ہیں یعنی اہم اہل حسن شعری کے بیان
 کا اہم اشارہ ہے۔ فرقہ جہانیہ کی عالم میں تہذیب کا قائل ہے لیکن تمام اہل نظر اس گروہ کو جہالت کیساتھ غریب
 کرتے ہیں کیونکہ ان کو اعتراف بھی نصیب نہیں۔ ان دونوں فریقوں نے نہا کی ہے۔ جہانیہ کی خطا تو یہ ہے کہ
 اہم تمام عالم میں تہذیب و تمدن کے قائل ہونے کے وہ اس حقیقت پر مطلع نہ ہوتے کہ ان تہذیب و تمدن کا جوہر
 معنوں ذات ہے اور وہ جوہر ان خود عالم کے بغیر پایا نہیں جاتا جیسا کہ ان خودوں کا جوہر بغیر اس جوہر کے
 کہ ہے خود ہی ہے کہ جوہر عالم کا جوہر ذات ہے جس کے ہے اور ذات حق کا جوہر ذات خود ہی ہے جس کے ہے
 مثال کے طور پر کتاب کے شہر حقا کا جوہر ذات ہے جس کے ہے۔ دریا ہی کا جوہر ذات ہے جس کے ہے۔ گروہ اس
 حقیقت کے قائل ہے کہ جوہر عالم کے جوہر حقیقت کے جوہر پر فانی ہوتے۔ اشارہ اہل عالم میں تہذیب کے

قابل ہیں اور جو اہر عالم میں تجدد کے قابل نہیں۔ جو ہر وہ چیز ہے جو بذات خود قائم ہو اور عرضی وہ چیز ہے جو بذات خود قائم نہ ہو بلکہ اُس کا قیام ساتھ اُس جو ہر کے ہو۔ مثال کے طور پر سونا جو ہر ہے اور بذات عرضی ہے۔ یعنی سونا جو ہر ہے اور بذات عرضی ہے۔ اب اشعار کی خطایہ ہے کہ انہوں نے یہ نہ جانا کہ عالم سارے کا سارا عرضی ہے۔ اور ان کے احوال کا جو ہر واحد ذات حق ہے۔ لہذا عالم سارے کا سارا ہر زمانہ میں معتدل ہوتا ہے کیونکہ عرضی روزہوں میں باقی نہیں رہتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ سب اللہ تعالیٰ اہم حیثیت کی تہی کرتا ہے تو عالم کی کج صورت قائم ہوتی ہیں۔ اُس کے بعد اسٹیم ٹی کیساتھ اللہ تعالیٰ تہی کرتا ہے تو یہ تہی عالم کی کج صورت کو بہت کم دیتی ہے اور کجہ اشیا کو ساتھ صورت کی مثل جو یہ صورت میں کر دیتی ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ساتھ صورت کو وجود ہی تہی کے بعد میں دوسری تہی کے وقت باقی نہیں رہتا۔ دیکھو ذیل آشیاء کی تعریف میں عالم کا عرضی ہونا ظاہر ہے کیونکہ عالم میں اگرچہ بعض اشیا جو اہر ہیں اور بعض عرضی ہیں۔ لیکن عالم کے کجہ جو اہر کجہ عرضی ذات حق کیسے عرضی ہیں کیونکہ سب کا وجود ساتھ ذات حق کے ہے۔ اور سب کجہ کسی شکل تعریف کرتے ہیں تو وہ تعریفیں اُس شے کیسے عرضی کا کجہ رکھتی ہیں کیونکہ ان تعریفوں میں ان صفت کا وجود ساتھ اُس شے کے ہے اور وہ شے جو ہر کا کجہ رکھتی ہے۔ وہ تحقیق یہ عرضی کجہ صفت اُس جو ہر کا ہیں کیونکہ صفت کا بغیر موضوع یعنی جو ہر کے علیحدہ کوئی وجود نہیں۔ وہ تحقیق کی کجہ صفت ہیں ذات حق جو ہر میں اسلئے وہ بذاتہ قائم ہیں۔ اور اس اعتبار سے کہ وہ تعریف با صفت عرضی ہے وہ تعریف بظاہر نہیں ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ جو چیز بذات خود قائم ہے وہ ہی چیز ایک اعتبار سے بذات خود قائم نہیں۔ مثال کے طور پر کپڑے پر پھول دیکھو اس سے بنائے جاتے ہیں۔ سب پھول کا وجود بغیر کپڑے کے نہیں ہو سکتا اسلئے کپڑا تو جو ہر کا کجہ رکھتا ہے اور پھول عرضی کا کجہ رکھتے ہیں۔ اب کپڑے کا وجود بغیر کپڑے کے نہیں ہو سکتا اسلئے کپڑا تو جو ہر کا کجہ رکھتی ہے اور کپڑا عرضی کا کجہ رکھتا ہے۔ آگے کپڑا جو ہر تھا اور اب کپڑا ہی عرضی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ایک شے ایک اعتبار سے جو ہر کا کجہ رکھتی ہے اور ایک اعتبار سے وہی شے عرضی کا کجہ رکھتی ہے۔ لہذا عالم کے کجہ جو اہر اور عرضی اللہ تعالیٰ کیساتھ عرضی کا کجہ رکھتے ہیں کیونکہ اسی شے کا وجود بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات کے نہیں ہو سکتا لہذا وہ شے جو ہر ہو یا عرضی ہو۔ ایک اور وجہ یہ ہے۔ اب جو ہر قائم جس کی ذاتی تعریف یہ ہے کہ وہ کجہ جو اہر اور قابل الا عرضی ہو یعنی کجہ جو اہر اور ابعاد شے کو قبول کرنے والا ہو۔ ابعاد شے سے مراد اہل عرضی وخلق ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ قبول کرنا ابعاد شے کو عرضی ہے کیونکہ قبول کا وجود بغیر قابل نہیں ہو سکتا۔

جسم کے نہیں ہے یعنی ابعاد مشہ کو وجود جہ جسم کے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بنفسہ قائم نہیں ہے پس ثابت ہو کہ قبول
 کرنا ابعاد مشہ کا عرض نہیں ہے لیکن چونکہ قبول جوہر کی ذاتی تعریف اور صفت ہے اس لئے وہ صفت و صفت یعنی جوہر
 سے جدا نہیں ہو سکتی ہیں اس اعتبار سے وہ بھی بنفسہ قائم ہے۔ مگر سب سے تیز بھی عرض ہے کیونکہ تیز کے بغیر
 تیز نہیں ہو سکتا پس وہ بنفسہ قائم نہیں ہے۔ لیکن اس اعتبار سے کہ تیز جوہر کی ذاتی صفت ہے بلکہ اسکی طبیعت
 اور حقیقت ہے تیز کی صفت میں ذات و صفت ہے اس سے جدا نہیں ہو سکتی پس اس اعتبار سے وہ بھی
 بنفسہ قائم ہے۔ لہذا تیز اور قبول جوہر مشہ و در پر زائد نہیں ہیں کیونکہ وہ مشہ و در کی حدود ذاتیہ ہیں اور مشہ و در ذاتیہ مشہ و
 کمال اور اس کی طبیعت اور ذات ہوتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جو چیز دونوں میں باقی نہیں رہتی وہ بھی چیز
 دونوں میں باقی رہتی ہے۔ نیز جو چیز بذاتہ قائم نہیں رہتی وہ بھی چیز بذاتہ قائم رہتی
 ہے۔ لہذا یہ ہے کہ ہر عرض ایک نسبت سے عرض ہے اور ایک نسبت سے وہ جوہر ہے۔ اب وہ جوہر یا جسم
 بلکہ نسبت خود قائم نہیں بلکہ تعلق کی ذات کیساتھ قائم ہے لہذا وہ جوہر بھی عرض کا کلمہ کہتا ہے۔ نیز یہ ہر
 کہ واسطے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جوہر قائم عرض کا حکم رہتا ہے اور ہر لحاظ فنا و بقا ہوتا رہتا ہے۔ اسکی کاہم نہیں
 ہو رہا ہے۔ اکثر اہل علم اس مسئلہ تہجد و امثال سے ناواقف ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں جو خلق جدید سے شک میں
 ہیں بقولہ تعالیٰ (لَنْ نَمُوتَ فِي بُيُوتٍ حَتَّىٰ نَسْتَفِيتَ حَيَاتِنَا)۔ اور لیکن اہل کشف اس امر کو دیکھتے ہیں کہ تحقیق اللہ
 تعالیٰ ہر آن لپٹی کرتا ہے اور اس کی وہ تہجی مگر نہیں ہوتی۔ یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر آن نئی شے سے تہجی
 کرتا ہے اور اس کی تحقیقات فہم ہوتی ہیں۔ اس کی ذات میں تہجی و تبدل جائز نہیں بلکہ اسکی
 تہجیت متصور ہوئی ہے۔ اسٹ غیر مکرر ہیں بقولہ تعالیٰ (لَنْ يَمُوتَ تَعْلٰی)۔ اہل کشف شہود کی آنکھ سے ہیں
 بات کو دیکھتے ہیں کہ تحقیق ہر تہجی خلق جدید کو عطا کرتی ہے اور خلق قدیم کو لے جاتی ہے۔ پس خلق قدیم کو تہجی کے
 وقت لے جانا اس کا فنا ہونا ہے اور تہجی ثانی کا اس کو خلق جدید عطا کرنا اس کا بقا ہے۔ اسے طالب اس
 مسئلہ کو شبہ جوہر سے مراد یہ ہے کہ یکہ تہجی سے اللہ تعالیٰ خود قائم کو فنا کر دیتا ہے اور تہجی ثانی سے اُن خود
 قائم کو دوبارہ پیدا کر دیتا ہے۔ دوبارہ پیدا کرنے کو تہجی جدید کہا گیا ہے۔ تہجی اول سے پہلی صورتیں چونکہ مٹ
 جاتی ہیں۔ اسے تہجی ثانی سے پہلی صورتیں مٹ جاتی ہیں۔ قائم کو فنا کر دیتی ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کو مشہ
 تہجد و امثال کہا جاتا ہے۔

[illegible]

تَعَرَّفَتْ أَعْرَافُ بِالْهَيْسَةِ فِي الْعَالَمِ فَقَعْنَ أَمِيرُ الْهَيْسَةِ وَجَبَّ لَا بِاخْتِيَارٍ وَلَا شَكٍّ أَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَةِ يَطْلُبُ
الْتِمَاسَ لِقَبُولِ الرِّسَالَةِ وَتَوَلَّى جَاءَ بِهَا فَيُظَاهِرُ عَلَيْهِ مَا يُصَدِّقُهُ جَدُّ أُمَّتِهِ وَقَوْمِهِ يُظَاهِرُونَ فِيهِ
تَعَالَى وَالْوَلِيُّ لَيْسَ كَذَلِكَ وَمَعَ هَذَا أَفَلَا يَطْلُبُهُ الرَّسُولُ فِي الظَّاهِرِ لَأَنَّ لِلرَّسُولِ الشَّفَقَةَ عَلَى
قَوْمِهِ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُبَالِغَ فِي ظُهُورِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ فَإِنَّ فِي ذَلِكَ مَلَكَكُمْ قِيَمَتِي عَلَيْهِمْ وَقَدْ عَلِمُوا
الرَّسُولُ أَيْضًا أَنَّ الْأَمْرَ الْعَاجِزَ إِذَا أَظْهَرَ لِلْجَبَاعَةِ فَتَنَّهُمْ مِنْ يَوْمُونٍ وَتَدَّ ذِيكَ وَفَتَنَّهُمْ مِنْ يَوْمُونٍ
وَيَجْعَلُهُ وَلَا يُظَاهِرُ الْمُتَحِدِّينَ بِهِ غُلَّةً وَغُلَّةً وَحَسَدًا وَمِنْهُمْ مَنْ يَدْعُو ذِيكَ بِالْمَسْحُورِ وَالْإِيهَامِ فَلَمَّا
رَأَتْ الرُّسُلُ ذَلِكَ وَآتَتْ رَأْيُومُنَ الْأَمْرِ أَنَّ رَأْيَ اللَّهِ قَدِيرٌ وَنُطْقُهَا الْإِيثَانِ وَمَتَى لَمْ يَنْظُرِ الشَّخْصُ
بِذَلِكَ الشُّوْبِ الْمَسْمُومِ إِيهَامًا فَلَا يَنْفَعُ فِي حَقِّهِ الْأَمْرُ الْعَاجِزُ فَتَعَرَّفَتْ إِلَيْهِمْ عَنْ كَلْبِ الْأُمُورِ الْمُهْرَجِ
لِيَاكُمُ لَيْسَ أَشْرَفَ فِي النَّاسِ غَيْرِينَ وَلَا فِي قُلُوبِهِمْ كَذِبًا فِي حَقِّ أَعْيُنِ الرُّسُلِ وَأَعْيُنِ الْخُلُقِ
أَسَدٌ قَلْبُهُ فِي النَّفْسِ (وَأَنْتَ لَا تَهْرُجُ مِنْ أَعْيُنِهِمْ) وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَكَانَ رَحِيمًا
وَلَا يَكُونُ يَكُونُ أَعْيُنُ الرُّسُلِ أَعْيُنُ اللَّهِ قَلْبُهُمْ وَأَسْتَوْزِلَ أَعْيُنُ وَأَعْيُنُ يَوْمَ وَلَهُ وَمَا
أَشْرَفَ فِي رَأْيِهِمْ مِنْ كَلْبِ عَلَيْهِمْ وَفِيهِ نَزَلَتْ لَأَيَّةُ رَبِّكَ ذِكْرًا وَذَلِكَ قَدْ تَعَالَى فِي دَرْجَتِهِ
إِنَّ مَا عَلَيْهِمْ أَرَادَ الْبَلَاغُ وَقَالَ (لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ عَالِمِينَ بِالْبَلَدِ مِنْ لَشَاءٍ) وَكَانَ فِي سُورَةِ
الْقَصَصِ (وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُتَدِينِ) أَوْ بِالزَّيْنِ أَعْلَمُ بِالْعِلْمِ بِهِدَايَتِهِمْ فِي حَالِ عَدَمِهِمْ بِالْعِلْمِ
الْمُتَبَيَّنَةِ فَانْشَبَتْ أَنَّ الْعِلْمَ تَارِيخٌ يَتَّبَعُوهُمْ فَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا فِي شُبُهَاتٍ عَيْنِهِمْ وَحَالَ قَلْبِهِمْ فَتَعَرَّفَتْ
بِذَلِكَ الْعُلُومَ فِي حَالِ وَجُودِهِ وَفَدَّ عَلَيْهِمُ اللَّهُ ذَلِكَ مِنْهُ أَنَّ مَا كُنَّا يَكُونُ فَلِذَلِكَ قَالَ (وَأَعْلَمُ
أَعْلَمُ بِالْمُتَدِينِ) فَلَمَّا قَالَ مِثْلَ هَذَا قَالَ أَيْضًا (يُبَدِّلُ الْقَوْلَ لَدَيْنَا) (لَنْ مَقُولٍ مِنْ حَقِّهِمْ
فِي خَلْقٍ) وَمَا أَتَى بِخَلْقِهِمْ (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ) أَوْ مَا قَدَّرْتُ عَلَيْهِمُ الْكُفْرَ الَّذِي يُشَقِّقُهُمْ شَرَّ كَلْبِهِمْ بِمَا
لَيْسَ فِيهِمْ وَشَرِّهِمْ أَنَّ يَأْتُوا بِهِ بَلْ مَا نَحْنَا مُرَاقِبُونَ رَأْيُومُنَ الْأَمْرِ وَمَا قَدَّرْتُ لَهُمُ الْإِيهَامَ
مِنْ تَعَرُّفِهِمْ مِثْلًا مُرَاقِبِينَ فَإِنْ كَانَ قُلُوبُهُمُ الْقَائِلُونَ وَلِذَا ذَلِكَ قَالَ (وَلَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)
يُتَبَيَّنُ) فَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ كَذَلِكَ مَا قُلْنَا لَهُمْ إِلَّا مَا أَعْطَيْنَاهُمْ وَأَنَّ الرُّسُلَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ
لَنْ يَتَّعَلَّقَ مِنْ أَنْ يَقُولَ كَذَا وَلَا يَقُولَ كَذَا إِلَّا مَا عَلَّمْنَا أَنْ يَقُولَ كَذَا الْكَلِمَاتِ
وَلَهُمُ الْإِيهَامُ وَحَدَّثُ الْإِيهَامِ مَعَ الشَّيْءِ مِنْهُمْ شَرُّ

زور آور قبیلہ بناد سے جو اعدا پر میری مدد کریں۔ نیز آپ نے دشمنوں کے مقابلہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے قوت باطنی صحت
 کی بقولہ (لَوْ اَنَّ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ قُوَّةٌ)۔ قوت سے اسجگہ انسان کامل کی باطنی بہت مراد ہے۔ اور جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس وقت سے یعنی اُس زمانے سے جس میں لوط علیہ السلام نے اداوی راہی ذکرین شیعہ
 کہا تھا اُس کے بعد جو نبی مبعوث ہوتا تھا اُس کی قوم میں سے اعدا کے روکنے والے ہوتے تھے اور اُس کا قبیلہ
 اُس کی حمایت کرتا تھا جیسا کہ ابوطالب بناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرتے تھے۔ اور لوط علیہ السلام
 کا قول (لَوْ اَنَّ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ قُوَّةٌ) سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے تھے (اَللّٰهُ الَّذِي يَخْلُقُ مَنْ يُّضَعِفُ ثُمَّ يَجْعَلُ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ
 قُوَّةً ثُمَّ يَجْعَلُ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً)۔ یعنی اللہ وہی ہے جس نے تم کو ضعیف سے پیدا کیا یعنی باطنی
 انسان ضعیف ہے۔ اسکا وجود موقوف اللہ تعالیٰ کے ہے۔ بخیر اللہ تعالیٰ کے اس کا وجود ہو مگر باطنی نہیں۔ پھر سخت
 کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوت عطا کی۔ چنانچہ یہ قوت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اسلئے یہ قوت باطنی ہے۔
 حقیقی قوت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پھر قوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو ضعیف و بڑھاپا عطا کیا۔ نئی چیز ہو انسان
 کیلئے ایجاد کی گئی ہے وہ بڑھاپا ہے لیکن ضعیف انسان کا اپنی اصل پیدا نش کی طرف رجوع کرنا ہے۔ چنانچہ
 (خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ضَعْفٍ) پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو اُس چیز کی طرف پھیر دیا جس سے اُس کو پیدا کیا تھا جیسا
 ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَلَا يَسْكُنُهُمُ الْيَوْمَ الْاَرْضُ اِلَّا اُولُو الْاَلْبَانِ وَالَّذِي يَتْلُو الْاٰیٰتِ الْكُرْسٰی عَلٰی سِدْرٍ مَّجْدٰى) اور بعض شہداء
 سے وہ ہے جو ناکارہ مٹر کی طرف پھیرا جاتا ہے کہ ہانسنے کے بعد کچھ نہ ہانسنے۔ پس اللہ تعالیٰ نے کچھ نہیں ہانسنے
 بات کا ذکر کیا کہ تحقیق آدمی ضعیف ازل کی طرف پھیرا جاتا ہے۔ ہذا ضعیف کے اعتبار سے بڑھاپا کلمہ ہنر
 بعض کے حکم کے ہے۔ اور اسی سے کوئی نہیں چاہیں برس کی عمر سے چبے سخت کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا
 کیونکہ اُس عمر پر سخت شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ لوط علیہ السلام کی عمر بھی چالیس برس سے زیادہ تھی اور
 ظاہری بھائی ضعیف میں گرفتار تھے اسلئے آپ نے ابراہیم کے مقابلہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے باطنی رومانی قوت
 صحت کی کما قول (لَوْ اَنَّ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ قُوَّةٌ)۔ قوت سے مراد یہاں باطنی بہت ہے۔ اسی سے یہ مراد ازل
 کہ آپ میں بہت مؤثرہ موجود نہ تھی۔ آپ صحت کبیرہ سے موعوف ہونے کے باعث صاحب شجاعت اور قوت
 لیکن صاحب اذن نہ تھے۔ قوت صحت کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے قوت باطنی استعمال کرنے کیلئے ہذا
 تعالیٰ سے اذن طلب کیا۔ فَاِنْ قُلْتُمْ اَنَّا لَوْلَا سُوْلُكُمْ لَكُنَّا مِنَ الْاٰثِمِيْنَ۔ یعنی استعمال کرنے سے کس
 چیز نے روکا حالانکہ یہ چیز اولیٰ میں موجود ہے جو انبیاء کے تابعین ہیں اُس اُس بہت باطنی کے استعمال کرنے میں

ہے جو کچھ عہد کے غیر ثابتہ نے زبان استعداد سے تحقیقی سے طلب کیا تحقیقی نے عمل کر دیا۔ اب اس نفل عہد کے
 مطابق عہد کے واقعات اور حالات کا خارج میں نمودار ہے۔ اسکو مترقہ کہتے ہیں۔ اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ
 وہ کسی شخص پر اعتراض کرے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرے کیونکہ جو کچھ اسے مخلوق کے ہاتھ سے یعنی خالق کے ہاتھ
 سے پہنچا ہے وہ اس کا اپنا حسب کردہ ہے ہذا ارشاد ہوا (فَلَا تَعْجَبْ لِبَآئِحَةٍ مِّنْهُ تَعَالَىٰ) اس کا تعالیٰ کی نسبت کامل
 ہے۔ نہ کہ غائب اور نہ موجود۔ تو اس عارف کامل کے خلاف سے جو دین کوئی ایسی چیز ظاہر نہیں ہوئی کہ وہ
 اس کے عین ثابتہ میں نہ تھی ہذا اس خلاف نے اپنی حقیقت سے تبارز نہیں کیا اور نہ ہی اپنے طریقے سے کراہت اور
 براہین کو اس کا رتبہ چارہا ہے ہذا وہ یہ کہ وہ بہت بظاہر تعالیٰ (مَنْ مِّنْ ذَلِكُمْ إِلَّا خَلَقْنَاهُ بِحَسْبِ
 رَآئِ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ) کسی انسان کو رتبہ عہد کی بہت اور کسی کا رتبہ ہم نفل ہے۔ اگرچہ دونوں عہد کے
 ماہ مختلف ہیں لیکن دونوں عزتوں پر پہنچنے کے تاجدار ہونے کے باعث سیدھی راہ ہیں۔ ہذا عارف
 کامل کو خلاف شخص اپنے طریقے سے کہہ نہیں سکتا کہ وہ کسی طریقہ پر ہے جس پر اس کا رتبہ اس کو چارہا ہے۔ جس
 پر خلاف کا ہم نزاع رکھتا ہو اس کے نہیں ہے کہ وہ ایک عارضی چیز ہے اور جن لوگوں کی آنکھوں پر عہد
 ہے وہ ہی اپنے خلاف کا ہم منہ نہیں دیکھتے ہیں۔ یہ دیکھتا کہ وہ عارف کامل ہوتا ہے کہ اس کو دشمن اپنے طریقے پر
 بالکل یہ سچا ہے اور رتبہ تعالیٰ ہی اس کو اس راہ پر چارہا ہے۔ اور وہ خلاف شخص میں نمودار ہوا اور وہ
 ہے۔ اور اولین جو مترقہ سے واقف ہیں ان کی نظر مخلوق پر ہے اور اصل حقیقت کو نہیں جانتے۔ یہ غور و فکر
 (وَلَا يَحِثُّ اَكْثَرُ النَّاسِ شَيْئًا يَخْلُقُوْنَ) اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے ہیں کہ ان کی نظر غلط ہے۔ اور دنیاوی امور
 کی حقیقت اور باطن سے واقف ہیں (يَقْسُوْنَ فَاحْصُوْنَ) العبادۃ الدُّنْيَا وَهُمْ مِّنْ الْخُصُوفِ
 حَسْمَ لِقَائِهِ) روایت مذکورہ میں غلط فہموں سے مراد یہ ہے کہ ان کے قلوب اس مترقہ سے غافل ہیں جیسا کہ
 اولین کا اپنا قول ہے (قُلُوْبٌ غُلُفٌ) جن بہت قلوب غلاف میں ہیں اور وہ خوف ایک تہا ہے جس
 سے جوہن کو اس حقیقت کے اندر سے چھپایا ہوا ہے۔ پس مذکورہ بالا حقیقت اور ایسے ہیں اس لیے کہ وہ
 اس پر عادت کریں کہ ظہر میں تعریف کرنے سے باز رکھتے ہیں۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن قاسم نے شیخ ابو السعد بن شیبہ
 کو کہا کہ آپ تعریف کریں نہیں کرتے۔ ابو السعد نے جواب دیا کہ میں نے تعریف کو تحقیقی پر چارہا ہے۔ اب وہ یہاں
 یہاں میرے لئے تعریف کو کہے تو کہ تعریف سے ابو السعد کی مراد تحقیقی کے قائل رہنا تھا کہ وہ تعریف
 قائل ہیں لیکن یہی ہے جو تعریف کہنے والا ہو نیز ابو السعد نے تحقیق اللہ تعالیٰ کا یہ قائل نہیں ہو رہا کہ تعریف

وَأَنفَعُ مَا جَعَلَ خَلْقَهُمْ وَيَتَوَكَّلُ عَلَيْهِمْ وَنَسِيَ مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ
 کہ ہیں ابوالسعود اور وہ تو اس نے اس بات کو جان لیا کہ تحقیق جو سعادت کے باعث ہیں اسے وہ انہیں کسی کو نصیب
 نہیں کہ نہ سعادت کسی اور میں ہو نہیں جہت حق عدالت کو جو اس پر تو حیدر نصیب ہیں وہ ہر کسی کو نصیب نہیں
 ان امور و احوال کی بدولت عدالت ضرور ملتی ہے حیدر دیکھتے ہیں کہ عدالت سے پہلے عدالت کے ہر عدالت کو ام کیا ہے کہ یہ وہ
 امر ہے جس میں سے تم کو نصیب کیا ہے اور میں نے تم کو اس کو ایک کیا ہے تو تم کو اس میں دیکھیں کہ تم میں
 و اس میں اللہ تعالیٰ کے امر کی پیروی کی اور اس کو دیکھیں کہ تم کو اس میں ہر شخص اس امر کی مثل مثلاً و کتاب ہے اس
 کے واسطے اس میں بہت کتب و کتابیں ہیں کہ اس کے ساتھ وہ دیکھیں کہ تم کو اس کے ساتھ بہت کتب و کتابیں ہیں تو تم
 کمال کے کام نہیں کرتی و رعیت و رعیت کے دل وہ چیز ہے کہ وہ صاحب ہست کو اس میں دیکھیں کہ تم کو اس
 چیز کی ہست ہے کہ اس میں اس کی دل بھی نہ ہو تو تم کو یہ معرفت اس کی جمیعت میں تفرقہ اس میں ہے ہذا
 عدالت اس کو معرفت تاہم نصیب ہے اس میں غیبت ہر وقت ہوتی ہے ہر وقت ہوتی ہے ہر وقت ہوتی ہے ہر وقت ہوتی ہے
 سے کہا کہ آپ شیخ ابوہریرہ کو بعد اسلام کے کہیں کہ اسے بدعین کہیں نہیں دشواری ہوتی ہے کوئی چیز اور ہر وقت
 اور آپ پرست ہی چیز ہی دشواری ہی یعنی ہم ہم میں تعریف کرتے ہیں اور آپ دیکھیں کہ تعریف نہیں کرتے
 اور وہ کہہ کہ آپ کے مقام کی غیبت کرتے ہیں اور آپ ہر وقت ہوتی ہیں کہیں کہیں ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں
 اباہوں کہتے ہیں کہ میں تم کو اس کے ساتھ اور تمام بھی حاصل تھا اور یہ ہے کہ الامین کا تمام ہوا اس سے نقل تھا اور یہی
 تمام کی وجہ سے انہوں نے کہا تھا کہ ہم ابوہریرہ سے زیادہ ضمت و راز کے مقام میں ہیں اگرچہ اباہوں کا مقام
 ابوہریرہ کے مقام سے ادنیٰ تھا لیکن تعریف کے بارہ میں انہوں نے ابوہریرہ کو کہا کہ ابوہریرہ یہ تمام تعریف ہی اس
 میں سے ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں
 سے کہ آپ کو اس مقام پر ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں
 لیکن (کی) میں نہیں ہوتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا ہو گیا اس میں اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو
 میں اس کی جاتی ہے یہ آید کہ میری مدح و ثناء کی بہت ضرورت کے متعلق ہے اس میں عمر حبیب
 کی فنی ہوتی ہے اس بات سے اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے کہ قرآن مجید سے ضرور ملتی ہے مدح و ثناء کی بہت
 ضرورت ہی ثابت ہو گئی ہے مدح و ثناء کی بہت ضرورت کے متعلق ہے اس میں عمر حبیب
 علیٰ حبیبہ و علیہ السلام اور ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں ہر وقت ہوتی ہیں

چیز کا حکم کرتا ہے جو اس کو وحی کی جاتی ہے۔ ہوائے وحی آپ کے رسول کے پاس اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ مراد یہ ہے کہ رسول کا ہر کلام وحی ہی سے ہے۔ اسی لئے حدیث شریف کا حکم قرآن مجید کا حکم ہے۔ فان اُوتی آقا پس اگر رسول کی طرف وحی کی جاوے کہ وہ خلق میں قیین کے ساتھ تعریف کرے تو وہ تعریف کرتا ہے اور اگر منع کیا جاوے تو تعریف سے باز رہتا ہے۔ اور اگر اختیار دیا جاوے تو وہ ترک تعریف کا اختیار کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ ناقص معرفت والا ہو تو وہ تعریف کو اختیار کرتا ہے۔ *وَمَا كَانَ لِمَنْ يَكُونُ فَا قِصَ الْمَعْرِفَةِ* سے ثابت ہوا کہ یہ پھر بیان مجدد رسل کے حق میں ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض سابقہ رسل علیہم السلام معرفت الہی میں ناقص بھی ہیں۔ ابوالاسود نے اپنے معتقد اصحاب کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پندرہ برس سے مجھے تعریف عطا کیا ہوا ہے لیکن مجھ نے زیر کی سے اس تعریف کو ترک کر دیا۔ یہ زبان ناز ہے۔ اور لیکن مجھ نے تعریف زیر کی تو ترک نہیں کیا اور وہ تعریف تعریف کا ایشارہ کی وجہ سے ترک کرنا ہے اور ہوائے اس کے نہیں کہ ہم نے تکبر سے کہاں معرفت کی وجہ سے کیا ہے کیونکہ تحقیق حکم اختیار کے ساتھ معرفت تعریف کا تقاضا نہیں کرتی۔ پس جب عارف کامل اپنی بہت کے ساتھ عامر میں تعریف کرتا ہے تو ہر آہی اور جہر سے کتاب نہ کہ اختیار کیا تو۔

وَلَا شَكَّ اَنَّ اِنَّ اِسْ میں کوئی شک نہیں کہ تحقیق مقام رسالت تعریف کو طلب کتابت تاکہ رسول جو رسالت لائے میں وہ ان کی اُمت میں قبول ہو پس رسول اپنی اُمت پر تعریف سے وہ چیز ظاہر کرتے ہیں جس کے ساتھ اس رسول کی اُمت و قوم اس رسول کی تصدیق کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا دین ظاہر کرے۔ اور دلی دلیل کی مثال نہیں ہے یعنی رسول کو اپنی نئی کتاب اور نئی شریعت کے احکام بدلی کرنے کیلئے مجبور دیکھنے کی ضرورت ہے لیکن دلی کے پاس کوئی نئی شریعت نہیں جس کیلئے کرامت دکھانا ضروری ہو۔ اور ابابوہر اس عام کے رسول تعریف کو ظاہر میں طلب نہیں کرتے ہیں یعنی وہ خود کوئی مجبورہ دکھانا پسند نہیں کرتے جب تک قوم مجبورہ نہ کرے کیونکہ تحقیق رسول کو اپنی قوم پر شفقت ہوتی ہے۔ اور وہ ارادہ نہیں رکھتے کہ قوم پر مجبورہ کے بغور میں مباحثہ کریں کیونکہ مجبورہ دیکھنے کے بعد اگر وہ قوم پھر بھی اپنے رسول کی رسالت کو تصدیق نہ کرے تو وہ قوم ہاک کی جاتی تو پس رسول تا امر الہی قوم پر محبت باقی رکھتے ہیں۔ یعنی جب تک خود قوم اصرار نہ کرے رسول قوم کو مجبور نہیں دیکھتے تاکہ ان کی محبت قطع نہ ہو جائے۔ اور تحقیق رسول نے اس بات کو بھی جان پایا ہے کہ جب کسی جہالت پر مجبورہ ظاہر کیا جاتا ہے تو ان میں سے بعض مجبورہ دیکھنے سے ایمان لے آتے ہیں اور بعض ان میں سے وہ شخص ہیں جو مجبورہ کو پہچانتے ہیں لیکن اس کا انکار کرتے ہیں اور بدتر قوم و جوانی اور مسند کے اسل رسول کی

تصیق کرتے ہیں اور جن ان میں سے وہ ہیں جو مجزہ کو ہاد اور شعبہ کے ساتھ الٹا کرتے ہیں پس
 حسبہ مثل سے ان مذکورہ بالا امور کو دیکھا اور اس بار کو بھی پایا کہ تحقیق ان میں سے وہ ہی شخص ہیں جو
 ہے جس کا قلب اللہ تعالیٰ نے نور ایمان سے منور کیا ہو اور جب تک کوئی شخص نور ایمان سے نہ دیکھے گا اور جس
 کے حق میں نافع نہ ہو گا تو رُسل کی باتیں اور مجزہ کی طلب سے قاصر ہو جائیں۔ یعنی جب رُسل نے دیکھ دیا کہ مجزہ
 ناظرین کی نظر اور قلوب میں عام اثر پیدا نہیں کرتا جبکہ صرف وہ خواص بن کے ہیں جن کو ایمان سے متوجہ ہیں
 مستفید ہوتے ہیں تو ان کی باتیں اور مجزہ کی طلب سے قاصر ہو گئیں۔ یعنی مجزہ صرف اس شخص پر کوئی اثر
 ہے جس کے عین ثابتہ نے اسان اعتقاد سے اللہ تعالیٰ سے ایمان طلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نور و علم
 یعنی مقام وادیت میں ایمان عطا کیا۔ ایسا شخص جب عین غار حق میں مجزہ دیکھتا ہے تو رسول کی تصدیق کرتا
 ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے۔ اسی حال کے مطابق رُسل میں سے کمال ترین وحق میں سے علم ترین و
 صادق ترین کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (إِنَّكَ لَا تَقْدِرُ عَلَىٰ أَنْ تَهْتَدِيَ بِهِنَّ وَلَٰكِنَّ هُنَّ يَهْتَدِينَ
 بِنُورٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَكَلَّمَ بِهِنَّ) اس کو ہدایت رکھتے ہیں آپ اس کو ہدایت نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے
 تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ یہ آیت ابوطالب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں کے حق میں بھی
 ہوئی ہے۔ لیکن ابوطالب کے عین ثابتہ میں ایمان مقتدرہ تھا اسلئے مجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت
 کوشش کی لیکن ابوطالب ایمان نہ دے۔ اگر ہمت میں اثر ہوتا تو ہمت اثر کرتی مالا کو جناب رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم سے کوئی فرد کمال تر راجی و ہمت میں آپ سے قوی تر نہیں ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت
 نے ابوطالب کے اسلام میں اثر نہ کیا۔ فرمایا ہے کہ مجزہ کا اثر اس شخص پر ہوتا ہے جو اذلی سید ہے۔ اذلی بہ
 نصیب پر مجزہ اثر نہیں کرتا۔ اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اذلی بہ نصیب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت نہیں
 کر سکتے اور اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے۔ اذلی بہ نصیب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
 ہی ہدایت کر سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرمایا (إِنَّكَ لَا تَقْدِرُ عَلَىٰ أَنْ تَهْتَدِيَ بِهِنَّ) اسے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 آپ ہیں جو دوست ہیں آپ اس کو ہدایت نہیں کر سکتے یعنی آپ تو رحمتہ للعالمین ہیں۔ حبیب کی ہمت کو
 تقاضا یہ ہے کہ ہر کوئی اس کو قبول کرے لیکن آپ صرف اس کو ہدایت کر سکتے ہیں جو اپنے عین ثابتہ میں
 ہے۔ (وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحُكْمِ رَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ) لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔ یعنی
 جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں ایمان پانا ہے اسی کو ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو

جانتا ہے کہ اگر اس نے نبوت میں ایمان لیا کیا تھا پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی اسی کو ہدایت
 کرتا ہے جو اپنے میں ثابتہ میں دوست ایمان سے مشرب ہے۔ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ بھی ہدایت نہیں کر سکتا یہ
 تفسیر دوم اس کیلئے ہے۔ اور اسی سے اللہ تعالیٰ سے سوال کے حق میں فرمایا کہ تحقیق رسول کے لئے ہر سوائے
 کام کے چننے کے اور کوئی چیز نہیں۔ (لَیْسَ عَیْنٌ مِّدَالُہٗ وَ لَیْسَ لَہٗ یَقْدِرُ مِّنْ یَّشَآءُ)
 ان کو ہدایت کرنا سب پر نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ ان آیات کا تعلق
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بزرگیت سے ہے جیسا کہ آپ باقیاں فرمادے ہونے کے کسی کو ہدایت نہیں کر سکتا
 بجز بہت بزرگیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہدایت کر سکتے ہیں۔ (وَالَّذِیْ نَزَّلَ الْوَحْیَ اِلَیْہِ اَنْتَ یَعْلَمُ خَیْرًا
 مِّمَّا تُشَآءُ) یہاں شک سب ہی صراحتاً مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ (وَالَّذِیْ اٰوٰی اِلَیْہِ الْاِسْرَافُ) اس راہ کو جانتے ہیں کہ اگر
 لَیْسَ اِلَیْہِ مِّنْ یَّشَآءُ) میں اللہ سے فرمادہ اس میں نہیں ہے بلکہ تحقیق اللہ ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم ہی بہت بزرگیت سے ان کو ہدایت کر سکتے ہیں جن کیسے حالت عدم جیسا کہ ہم میں ایمان
 پایا گیا ہے۔ اور سورہ قصص میں تعالیٰ نے (وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفْعَلُونَ) زیادہ کیست جیسا کہ تعالیٰ ہدایت
 پانے والوں کو بہتر جانتے والا ہے۔ فرمایا ہے کہ نبوتیں وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ہدایت کا علم حتمائے
 کو حال عدم میں اپنے اعیان ثابتہ کے ساتھ رکھا۔ پس انتقال نے ثابت کیا کہ وہ معلوم کے تابع ہے۔ لہذا
 تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ جس شخص کے میں ثابتہ نے زبان استعداد سے اپنی ہدایت کی بخود تعالیٰ
 نے اس کو ہدایت کر دی۔ اب جو حال عدم یعنی مرتبہ علم میں اپنے میں ثابتہ کیساتھ مومن تھا وہ حال وجود
 خارج میں بھی اسی صورت پر ظاہر ہوا۔ جیسا کہ مرتبہ علم میں مومن تھا وہ ہی شخص ہی ہر حال میں بھی مومن رہتا
 ہے۔ اور تحقیق یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص مذکور سے اس کے ایمان کے متعلق مرتبہ علم میں اس کی جان لیا تھا
 کہ تحقیق وہ ایسا ہی ہوگا لہذا فرمایا (وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفْعَلُونَ) اور اللہ تعالیٰ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔
 اور اس قول کی مثل ایک اور قول بھی تعالیٰ نے فرمایا ہے (مَنْ یَّبْدُلْ لِقَوْلِیْ لَدَیَّ) میرے پاس ایسا قول ہے
 نہیں جانتا ہے کہ یہ کیا قول اور حکم میرے اس علم کے موافق ہے جو خلق کے متعلق ہے (وَمَا اَنَا بِخَلَّافٍ
 بِحُجَّتِیْ) اور میں بدلوں پر حکم نہ کر سکتا ہوں۔ یعنی میں نے ان پر کفر مقدم نہیں کیا جو ان کو شقی کرے
 اور پھر ان سے وہ چیز طلب کرے جو ان کی طاقت میں نہ ہو یعنی میں ان کو اس حال کے بھلا لے کر لے کر
 نہ ہوں۔ بلکہ ہم نے ان کیسے تو اس کو کیا تو معذور کیا ہے جو ہم نے ان کے ایمان ثابتہ سے مزید ہدایت میں

سائنس کیا اور ہم نے اُن کے اعیان ثابتہ سے وہ بھی علم حاصل کیا جو اُن کے اعیان نے حاکمیتِ عالم یعنی مرتبہ علم
 میں ہم کو ملایا۔ پس اگر اُن کا وہ عینہ علم ہے تو وہ لوگ خود نظام ہیں اور اسی واسطے مقتدائی نے فرمایا (وَلَكِنْ
 كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظُنُّوْنَ) اور لیکن وہ اپنی ذاتوں پر خود علم کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُن پر علم نہیں کیا۔
 حاکمیت کیسے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ایک عطار کے پاس ہر قسم کی ادویہ موجود ہیں۔ ایک شخص اگر
 زہر صلب کرتا ہے۔ عطار خود دہونے کی وجہ سے اُس کو زہرِ مُخت عطا کر دیتا ہے۔ ایک دوسرا شخص اگر عطار کو
 تریاق صاب کرتا ہے۔ عطار اُس کو بھی تریاقِ بجا قیمت عطا کر دیتا ہے۔ اب اگر پہلا شخص زہر کھ کر مر جاتا
 ہے تو اُس نے اپنی ذات پر خود علم کیا ہے اور دوسرا شخص تریاق کھا کر شفا پا جاتا ہے تو اُس نے خود اپنی
 مدد کی ہے۔ عطار کی طرف سے تو معافی طلب ہے۔ حالِ علم یعنی مرتبہ علم میں اُن لوگوں نے بساں استعداد
 سے ہدایت کا مظاہرہ کیا اور اپنے مومن ہونے کا علم حتمی کو معافی کو معافی نے اُن کیسے ہدایت کے اسباب
 فرمایا کر دیئے۔ اور جن لوگوں نے اپنے شکی ہونے کا مظاہرہ کیا اور اپنے کافر ہونے کا علم حتمی کو معافی کر دیا۔
 حتمی نے اُن کیسے تجارت کے سبب مہیا کر دیئے۔ پس سواد اور اشیاء نے اپنے اپنے حال کا علم
 حتمی کو مرتبہ علم میں ملایا۔ اور اسی علم کے مطابق حتمی نے اُن سے معاملہ ظاہر و باطن کر لیا ہے۔ لہذا اب
 اللہ تعالیٰ کا حکم اُس علم کے مطابق ہے جو لوگوں نے خود حتمی کو معافی کر لیا۔ اسنے اب وہ علم نہیں بدلا جاسکتا اور
 یہ حتمی نے کسی پر کوئی علم نہیں کیا۔ یعنی حتمی سے کوئی چیز بہر اشیاء نہیں بقولہ تعالیٰ (وَلَا يُبْدِلُ الْأَلْوَانُ
 فَتْوَاهُ) اُن کا رنگ نہیں بدلتا۔

كَذَلِكَ مَا قَدْ بَدَّلْنَا آفَافًا مِّنْهُ لَنَبْلُوَ مَا فِي الْقُلُوبِ مِنْ حَقِّهَا ۚ إِنَّهُمْ لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا أَجْزَاءً مِّنْ شَيْءٍ ۚ وَإِنَّهُمْ فِي شَيْءٍ مِّنْهُ لَاسِيءُونَ
 اُنہوں نے مرتبہ علم میں ہم کو اپنے اعیان ثابتہ کیساتھ ملایا۔ اب فرماتے ہیں کہ ایسے ہی اُن لوگوں کے لئے
 ہمارے حکام اُس چیز کے مطابق ہیں جو ہماری ذات نے ہم کو معافی اور ہماری ذات نے ہم کو مرتبہ
 واعدیت میں ہم کو محسوس ہے کہ جس چیز کیساتھ وہ ہے۔ چیز سے فرقہ حکام جو خلقت پر ہم جاری کریں اور حکام
 جو تخت پر ہم جاری نہ کریں۔ پس ہم نے اُن حکام جاری کئے جو ہم نے جانے کہ جاری کرنے چاہئیں یعنی اُنکا
 جاری کرنا ضروری تھا۔ خود یہ ہے کہ تختات کہ مرتبہ ذات میں ہم شیوات ہے۔ مرتبہ علم میں اُن کا نام نہیں
 یا اعیان ثابتہ ہے۔ اور مرتبہ علم میں اُن کا نام ہوا ذات ہے۔ مرتبہ علم میں جب ہم سے اعیان نے بساں
 سے سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عین ثابتہ کی خدمت اقدس میں اپنی سعادت

یا شہادت کی خبر عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی مراد کے مطابق منقول احکام ہماری کر دیئے تاکہ وہ اپنا کمال حاصل کر سکیں۔ ممکنات کو مرتبہ واحدیت میں اپنے متعلق جبروت استعدادی جزوی بہم تاہوا نہیں
 سے اللہ تعالیٰ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عین ثابتہ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں
 علامہ یعنی مرتبہ ہم میں ممکنات کی استعدادات کے مطابق احکام ہماری کر دیئے اور ایسے اعمال متقدّم کر دیئے جس
 سے ممکنات اپنا اپنا استعدادی کمال حاصل کر سکیں۔ اب اعمال کا مقدر کرنا اور اُن اعمال کیسے اسباب کا ہونا کرنا
 ذات حق کی طرف سے ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ ایک بڑے بھروسے پر دست یعنی ہون
 کے عین ثابتہ سے عرض کیا کہ میں بنیاد افادت و انہار کے ذاتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی کمال
 علم سے ایسے احکام ہماری کر دیئے اور ایسے اعمال متقدّم کر دیئے کہ وہ اپنا اپنا ذاتی کمال پہنچا جائے۔ ایک شخص
 کو کسی عین کو تو کے عین ثابتہ سے عرض کیا کہ میں بنیاد توحید کے ذاتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی
 کمال علم سے ایسے احکام ہماری کر دیئے اور ایسے اعمال متقدّم کر دیئے کہ وہ ایک توحید کے ذاتی کمال پہنچا جائے۔
 نیز اس واسطے کہ ان محنت کو ان میں کرے کہ جس سے جبروت اسے کمال اللہ عزوجل سے حاصل ہے اور
 شخص کو کسی کمال اور استعداد ذاتی میں ہے۔ ہذا اللہ تعالیٰ میں حاضر ہوں۔ میرے علم کی طرف سے تو صلاحی میں
 ہے۔ کمال اللہ تعالیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اس میں علم کی طاقت و افراہی ہوں۔ اس کے
 ساتھ یہ ہمارا حکم ہر کسی نے سُن رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر قسم سے ایک حکم تقدّر و تدبیر اور ہر حکم تشریحی۔
 حکم تقدّر و تدبیر کے معنی میں ہوا تقدّر میں اور اس میں کوئی مال نہیں نکلا۔ اس میں ہوا و شعور
 سب پر رہی۔ اور ہر حکم تشریحی میں تشریح کے احکام جو اللہ تعالیٰ بذریعہ نوح علیہ السلام اپنے بندوں کو
 پہنچا رہے۔ حکم تشریحی کی طاقت کی توفیق جبروت خود کو مرتبہ ہم میں ہمارے علم میں ہمارے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ
 ہمیں یونیکے ہمارے حکم تشریحی کی طاقت و افراہی کرے۔ میں حکم تشریحی کی طاقت و افراہی میں ہمارے علم میں ہے۔

میں تقدّر ہے۔ شعر

اس میں ہر حکم سے ہے اور اُن سے ہے۔ یعنی حقوق کے خود طاقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ یہ حقوق
 کی طرف سے ہیں۔ خود یہ ہے کہ بندوں کے عین ثابتہ ہر مرتبہ میں ہونا چاہیے۔ استعداد میں حکم تقدّر و تدبیر
 نے اس میں علم کے مطابق بندوں کے اعمال و احوال متقدّم کر دیئے ہیں۔ اب ہمارے علم میں ہمارے علم میں ہے۔
 ہر مرتبہ اور یہاں ہم سے ہے اور اُن سے ہے۔ یعنی بندوں کی استعداد میں ہمارے علم میں ہمارے علم میں ہے۔

اور ان کی استعدادوں کے مطابق احوال بند سے اللہ تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔
 وہ اگر وہ ہم سے ذہنی توہم ہے لیکن ان سے ہیں۔ فرد یہ ہے کہ اگر مخلوق کو اس بات کا علم ہو کہ ان کا وجود
 ساتھ ہے، ہم کہ ہمیں ہے کہ ہمارا وجود ان کیساتھ ہے۔ ہم ان کا وجود ساتھ ساتھ ہی کے ہے اور یہی کا ظہور
 ساتھ صورت کے ہے۔ خلق کا وجود ساتھ ہی کے ہے اور ہی کا وجود ساتھ خلق کے ہے لیکن یہاں اس بات کو
 نہیں جانتے۔

سے میرے دوست، اس بحث علیہ جو کہ کوئی کے تحت بیان کی گئی ہے، کی تحقیق کرے کہ یہ بحث
 معرفت کا خلاصہ ہے۔ شعر

پس تیرے واسطے میرا ظاہر اور مخفییت توحید کی واضح ہو گئی۔ وہ تحقیق وہ چیز جس کو تو کہا جاتا ہے
 تجست میں ہی کی گئی ہے۔ اور سے مراد ذات حق ہے۔ تجست سے مراد حضرت انسان کامل ہے جس کی شہید
 بطور میں ذات حق ذات غائب کی شہید و ہم میں رہی کی گئی ہے۔ حضرت انسان کامل جس کی شہید و ہم کو
 تجست سے کہا گیا ہے کہ آپ کیلئے دو باتیں ہیں ظاہر آپ کا حق سے اور باطن آپ کا حق ہے۔

فَصِّحْكُمُ قَدَرِيَّةً فِي كَلِمَةِ عَزِيزِيَّةٍ

عَلَّمَ اَنْجَ الْقَدَرُ حُكْمُ اللّٰهِ فِي الْاَشْيَاءِ وَحُكْمُ اللّٰهِ فِي الْاَشْيَاءِ لِي عَدِ عَلِيمٌ بِمَا قَوْلُهُ وَرَبُّهُ
 اللّٰهُ فِي الْاَشْيَاءِ عَلِيٌّ مَا كُنْتُ اَعْلَمُ اَنْتَ وَمَا هِيَ عَلِيٌّ فِي نَفْسِهَا وَالْقَدَرُ تَوَقُّتٌ عَالِيٌّ عَلِيٌّ
 الْاَشْيَاءُ فَتَعْلَمُ مِنْ عَزِيزِيَّةٍ حُكْمُ الْقَدَرِ فِي الْاَشْيَاءِ لَا يَفْقَهُ هَذَا الْمَوْقِفُ سِوَ
 الْعَزِيزِ وَمَنْ كَانَ لَا تَعْلَمُ اَوْ اَنْتَ اَنْتَ وَهُوَ شَيْءٌ (فِيهِ الْعَجَبَةُ الْبَاقِيَةُ) اَلْعَزِيزُ فِي النَّفْسِ
 عَزِيزٌ لَعَلَّ السُّؤْلَ اَنْ يَحْكُمَ فِيْكَ تَقْتَضِيْهِ اَنْتَ اَنْتَ حُكْمُ قَلْبِهِ بِمَا قَوْلُهُ حَاكِمٌ عَلَى
 الْعَزِيزِ اَنْتَ اَلْعَزِيزُ عَلِيٌّ بِذَلِكَ فَكُلُّ عَزِيزٍ حُكْمُ قَلْبِهِ بِمَا قَوْلُهُ وَرَبُّهُ كَانَ اَلْعَزِيزُ مَنْ كَانَ فَتَحَقَّقْ
 طَرِيقَ السُّؤْلِ وَفِي الْقَدَرِ مَا جَرَى اَلْاَشْيَاءُ فَكُلُّ عَزِيزٍ حُكْمُ قَلْبِهِ بِمَا قَوْلُهُ وَرَبُّهُ كَانَ اَلْعَزِيزُ مَنْ كَانَ فَتَحَقَّقْ
 اَلْعَزِيزُ اَنْتَ اَلْعَزِيزُ حُكْمُ قَلْبِهِ بِمَا قَوْلُهُ وَرَبُّهُ كَانَ اَلْعَزِيزُ مَنْ كَانَ فَتَحَقَّقْ
 عَزِيزٌ عَلِيٌّ اَلْعَزِيزُ حُكْمُ قَلْبِهِ بِمَا قَوْلُهُ وَرَبُّهُ كَانَ اَلْعَزِيزُ مَنْ كَانَ فَتَحَقَّقْ
 لَا اَشْيَاءَ وَلَا تَقْوَى وَلَا اَمْرٌ مَّتَّحِقٌ يَزِيدُ بِحَقِّهِ عَلَى اَمْرٍ فَتَحَقَّقْ اَلْعَزِيزُ مَنْ كَانَ فَتَحَقَّقْ

[illegible]

[illegible]

اسے طالب! جان سے کہ تحقیق تمنا اشیا میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اشیا میں اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے علم کے اندازہ کے مطابق ہے جو اس کو اشیا کیساتھ اور اشیا میں حاصل ہے۔ ورنہ یہاں سے مراد اشیا کا اجمالی علم ہے جو ذات کو مرتبہ وحدت میں حاصل ہے۔ ورنہ یہاں سے مراد اشیا کا تفصیلی علم ہے جو ذات کو مرتبہ واحدیت میں حاصل ہے۔ اور اشیا کا تفصیلی علم اللہ تعالیٰ کو سموات نے اس اندازہ پر عطا کیا جس اندازہ پر وہ اپنی ذات میں تھیں۔ اشیا کا مرتبہ علم میں نام سموات ہے یا دوسرا نام میاں ثابت ہے مرتبہ واحدیت میں ممکنات کے عیان ثابتہ نے زبان استعداد سے اپنے استعداد میں جزوی حالت اللہ تعالیٰ کو عطا کئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا مرکز اور حکمت کا مرکز سموات کے عطا کردہ علم کے مطابق احکام اعمال و احوال و اسباب ہماری کر دیتے تاکہ صورت غرضہ مجبور میں آکر اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنا کمال حاصل کر سکیں۔ اشیا کے متعلق تفصیلی احکام یعنی احکام اعمال و احوال و اسباب ہماری کر دینے کا نام تمنا ہے۔ اور ان حوالہ کیے وقت میں کرنے کا نام تمنا ہے۔ احوال سے مراد احوال ہیں جو اشیا کے عیان ثابتہ نے زبان استعداد سے اللہ تعالیٰ سے طلب کئے۔ یہاں جزوی جزویہ بغیر زبان کے یعنی اللہ تعالیٰ نے جبراً اپنی عزت سے کوئی چیز بندوں پر نہیں ٹھوس۔ جو کچھ سموات میں ممکنات کے عیان ثابتہ نے تمنا سے زبان استعداد سے طلب کیا اللہ تعالیٰ نے سن و شن بغیر کی پیشی کے عطا کر دیا ہے اشیا پر حکم تمنا ان اشیا کے عیان ثابتہ کی اقتضای کے مطابق ہے اور یہ حقیقت عین ہر قدر ہے لیکن اس راز کو وہ ہی جانتا ہے جو قدرت کامل ہے یا صاحب غوری ہے **يَقُولُ تَعَالَى (يَسِّرْ لَكَ مَا تَحْتَ)** **اَوْ تَقِي (لَكَ مَا تَحْتَ)**۔ اب بندوں کو کون سی چیزیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کسی قسم کا اعتراض کریں کیونکہ جو حالات ان کو درپیش آ رہے ہیں وہ ان کے اپنے طلب کردہ ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کی نسبت بندوں پر غلبہ ہے **يَقُولُ تَعَالَى (يَقُولُ الْحَقُّ لَكَ بِفَعْلَةٍ)**۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک حاکم کسی مسئلہ کے فیصلہ کرنے میں اس مسئلہ کی صورت اور رواد کا حقیقت میں تبارع ہے۔ حاکم اس مسئلہ اور قضیہ کا فیصلہ اس قضیہ کی حقیقت کی اقتضائی کے مطابق کرے کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پس محکوم علیہ یعنی مسئلہ بسبب اس صورت اور رواد کے ہوا اس میں ہے۔ اپنے حکم پر حکم کرنا ایسا ہے کہ وہ حاکم اس محکوم علیہ یعنی مسئلہ پر اس محکوم علیہ کی استعداد یعنی مسئلہ کی صورت اور رواد کے مطابق حکم کرے۔ لہذا حاکم حقیقت میں محکوم علیہ ہے کیونکہ وہ حکم رواد کرنے میں محکوم علیہ یعنی مسئلہ کا تابع ہے۔ تو گویا حاکم حکم ہماری کرنے میں مسئلہ کی رواد اور حقیقت کا تابع ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ بندوں پر احکام ہماری کرنے میں بندوں کے عیان ثابتہ کی استعداد کا تابع ہے۔

پس اسے طالب اس مسئلہ قدس کی تحقیق کرنے کی ضرورت تھی کہ مسئلہ قدس اپنے شدتِ غور کی وجہ سے پہلے ہوا ہے یا
مسئلہ قدس نہیں چھانا ہوا تھا اور اگر لگ اس کو صواب کرتے اور اس کے پاس نہ کیلئے تدریسی کرتے ہیں کوئی چیز
بالن میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آئے ہو کوئی تسلیم کرتا ہے لیکن ایک چیز شدتِ غور کی وجہ سے غور نہ آئے
قابلِ غور ہے قرآنِ آفتاب دو پہر کے وقت شدتِ غور کی وجہ سے نظر نہیں آتی۔ اسی طرح مسئلہ قدس بدلوں
کے نزدیک صاف عیان ہے لیکن مجاہد اس کو نہیں جانتے۔

اسے صواب اس بات کو جاننے کی تحقیق بعد از اس صورتِ شہدہ باقدیرہ صالت ذرا اعتبار الایت
و معرفت اُن مراتب پہنچیں جن پر اُن کی امتیں ہیں پس رُسلِ غور کی غور دیکر جیسے گئے ہیں جن کی اُنکی امتیں
مستحق ہیں انہما کہ نہ کم ہیں جو رسوں ہوا حکامِ شریعت دیا ہے وہاں کی اُمت کی استعداد اور طلب کا مطابق
ہے۔ اور پھر انہوں میں سے جن جن پر فضیلت رکھتے ہیں ان کے رسولوں کو حکمِ رسالت میں ہوجاؤں
ان کی امتوں کے دیگر دوسرے پر فضیلت حاصل ہے بطوریکہ تھیں (وَقَدْ كَرَّمْنَا شُعَبًا مِّنْهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ خُلَفَاءَ لِّكَ
فِي الْبِلَادِ) جن کو جس پر ہم نے فضیلت دی۔ رُسل کی ایک دوسرے پر فضیلت کی ایک وجہ انہوں میں
ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو اپنے علوم و حکام جن کو تحقق اُن کی ذہنیت و
استعدادات سے ہے ایک دوسرے پر تفاضل حاصل ہے بطوریکہ تھیں (وَكُنَّا فَاعِلًا بَعْضُ الْبَشَرِ عَلَى
بَعْضٍ) اور تحقیق ہم نے جن نبیوں کو جس پر فضیلت دی۔ اور حق کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاللَّهُ فَاعِلٌ
بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ) اور اللہ تعالیٰ نے رزق میں تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ رزق دو
قسم پر ہے ایک دنیوی جیسے علوم و غیرہ دوسرے دینی جیسے حکام و غیرہ۔ اُن پر رزق کہ اللہ تعالیٰ انہما
معلوم کیا تھا ان کی کتاب ہے اور وہ انہما معلوم شدت کو استحقاق اور استعداد ہے جس کے مطابق خلقت صواب کرتی
ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اس کی استعدادِ الہی کی پس متعالیٰ ہر قدر رزق دیتا ہے ان کی کتاب و غیرہ دیتا
جدا استعداد نے جان لیا ہذا اُس نعم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حکم کیا اور جیسا کہ سابق میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کو علم وہ ہے جو معلوم نے اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کو ملا کیا جن ملکات کے امتیاز ثابت ہے زمین و آسمان
سے مرتبہ علم میں اپنا استعدادی علم متعالیٰ کو ملا کیا اور متعالیٰ نے اُس نعم کے مطابق احکام جاری کئے ہیں کہ
کو تحقیق کہنا جس کو قدر کہتے ہیں۔ اس میں معلوم کیے جاتے ہیں کہ کسی شے معلوم کو میں جانتا ہوں کہ غور کا تقاضا نہ کرتا
کبھی وقت نہیں کی تحقیق نہ ہوتا تو متعالیٰ کی قدر و علم و ارادہ اور شہادت ہرگز اس کے متعلق نہ ہوتا پس حق

تعالیٰ کی قن و علم و ارادہ و اشیئت قدر کے تاج ہیں۔ یہ ستر قدر انہی علوم میں سے ہے اور مقتضی یہ ستر قدر
 معرفت اس شخص کو سمجھنا ہے جسکو مقتضی نے معرفت تائید کیساتھ غنوص کر لیا ہے۔ ستر قدر کا علم ستر قدر کے علم
 کو راحت آتی اور مذہب الیم و دوزخ عطا کرتا ہے۔ چنانکہ عارف کامل ستر قدر سے واقف ہے اسنے وہ جاننا
 ہے کہ قضا و قدر کی طرف سے جو حالات غنوص پر وارد ہو رہے ہیں وہ ان کے ایمان ثابتہ کی طرف سے نہیں
 ان میں کو بیتی جائز نہیں۔ اسنے کسی چیز میں کو زیادتی کا طالب نہیں یہذا راحت ملی اس کو نصیب
 ہے۔ لیکن بعض حالات مثلاً مرض و تنگی دستی وغیرہ جو اس کی جمع کے بظاہر منافات ہیں کو عیب اپنے میں ثابتہ
 کے معنی دیکھتا ہے تو اس کو سبب بتاتا ہے کہ یہ چیزیں اس سے دفع نہ ہوں گی۔ پس ستر قدر
 کا علم جو غنوص کو عطا کرتا ہے جیسا کہ مذہب الیم و دوزخ عطا کرتا ہے ستر قدر کے سبب تعالیٰ نے اپنی امت کو راحت
 غنوص اور رخصا کیساتھ کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل سعادت غنوص کہاں ہیں اور ان کے ایمان ثابتہ سے تعالیٰ نے
 سے بہل جیسا کہ غنوص کی۔ اہل شقاوت غنوص کہاں ہیں اور ان کے ایمان ثابتہ سے تعالیٰ نے جہاں اپنی
 غنوص طلب کیا پس اہل سعادت غنوص کرتے ہیں۔ اہل شقاوت غنوص طلب کرتے ہیں اور اسی سے ہوتے ہیں جو راہ
 متدین ہوتے ہیں۔ سعادت غنوص کہانی ہو۔ اور شقاوت کا رتبہ اہم افضل ہے۔ سعادت کا رتبہ اہم رحیم ہے اور شقاوت کا رتبہ
 اہم مستقیم ہے۔ حق بے اعتبار اس۔ غنوص کہانی ہو۔ اور شقاوت کا رتبہ اہم افضل ہے۔ سعادت کا رتبہ اہم رحیم ہے اور شقاوت کا رتبہ
 کرتی ہے۔ موجود مطلق سے مراد ذات حق ہے اور موجود مقیہ سے مراد خلق ہے۔ موجود مطلق اور موجود مقیہ دونوں
 کی نسبت پر اللہ تعالیٰ کو ترجیح ہے۔ تعلیمات کا نام مرتبہ ذات میں حیوانات ہے۔ مرتبہ غنوص میں سعادت و شقاوت
 نسبتہ سے مرتبہ شہادت یا شقی میں موجودات یا ممکنات ہے۔ موجود مطلق سے مراد ذات کے سبب مرتبہ
 موجود مقیہ یعنی خلق یا ممکنات عالم کے ایمان ثابتہ سے جو موجود مطلق کا مرتبہ ہے اپنی لسان استوار سے
 جو کچھ ممکن ہے غنوص کیا۔ تعالیٰ نے اس کے مطابق احکام جاری کر دیئے ہیں۔ سب جو کچھ خلق پر وارد ہوا
 ہے وہ ستر قدر کے ماتحت ہے۔ اس طرح احکام جاری کیئے ہیں۔ تعالیٰ بھی ستر قدر کے ماتحت ہے۔ لہذا ستر
 قدر حق اور خلق دونوں پر عالم ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی شے ستر قدر سے زیادہ کامل و زیادہ قوی و زیادہ بزرگ ہو
 کیونکہ ستر قدر ایک ایسی شے ہے جو خلق اور عید دونوں کو شامل ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل شقاوت کے حکام
 اور اہل سعادت کے اور لیکن ستر قدر شقیہ اور سعادت و دوزخ ہے ایک ہی چیز ہے۔ لہذا یہ
 اور کچھ انبیاء و صلوات اللہ علیہم اجمعین کو ہوا ہے۔ خاص و عمومی کے نہیں۔ نہ کرتے تھے۔ نہ کرتے تھے۔ نہ کرتے تھے۔

نظر تھی ہے۔ اور تھے۔ وہ ہانتے تھے کہ مجھ کو عقل نظر فکری سے امور کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہے۔ اور
یہ کہ انبیاء کو ہم عظیم الشان اپنے مجروری عقل سے کئی چیز پہلے نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کے بعد علوم کو داتا
وہی آجی تھا۔ یہی انبیاء ائمہ کے توسط سے انسان حقیقت انبیاء کے ادراک سے قاصر ہے۔ بلکہ امور کی حقیقت
کا ادراک ذاتی اور دلی کی وجہ سے خاص ہوتا ہے۔ پس عارف کو علم کامل نصیب نہیں ہوتا جب تک اس کو
تبعی الہی نصیب نہ ہو اور جب تک اللہ تعالیٰ اس کی قیامی و باطنی آنکھوں سے پردے نہ اٹھا دے۔ جب تک
تجلی الہی نصیب ہوگی۔ اور اس سے حجاب اٹھ جائیگا۔ تو وہ امور کی حقیقت کا ادراک کر لیا۔ اور وقت وہ قدیم
اور حادث اور وجود نفع اور واجب نہ ممکن کا ادراک کر لیا۔ نیز وہ ممکنات کے حقائق و احیان ثابتہ کا
ادراک کر لیا۔ جب دل سے حجاب اٹھ جائیگا۔ تو وہ امور کی حقیقت کا ادراک کر لیا۔ یعنی اس زمانہ کو پاسے کا
ہستے کی حقیقت عقلی ہے جیسے برعزت کی حقیقت سیاحی ہے یا برکیز کی حقیقت ثروتی ہے یا ہر نام
کی حقیقت سونا چاندی ہے نیز وہ ادراک کرتا ہے کہ وہ ہی ذات قدیم بھی ہے اور حادث بھی ہے یعنی اس
ذات کی دو تئیں ہیں ایک بہت متنی ہے دوسری بہت خلقی ہے۔ مراتب تین ہیں اس کا نام بھی ہے
مراتب تین ہیں اس کا نام خلق ہے۔ مراتب تین ہیں وہ وجود قدیم ہے۔ مراتب خلقی ہیں وہ وجود حادث ہے۔
قدیم وہ ہے۔ حادث وہ ہے جو پہلے موجود نہ تھا اور پھر وجود ہوا۔ حق قدیم ہے خلق حادث ہے۔ لیکن
قدیم وہ وجود قدیم بھی قدیم ہے اور حادث بھی حادث ہے۔ نیز وہ عدم اور وجود کا ادراک کرتا ہے۔ عدم وہ ہے
جسے ہکا نہ ہونا ضروری ہے اور وجود وہ ہے جسکا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور عدم محض نا
شے ہے جیسے ترکیب باری تعالیٰ۔ نیز وہ حادث و نفع اور واجب اور ممکن کا ادراک کرتا ہے۔ نفع وہ ہے
جسے ہکا نہ ہونا ضروری ہے اور واجب وہ ہے جسکا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ
ہے۔ ممکن وہ ہے جسکا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہوں جیسی نہ وجود ضروری ہو نہ عدم ابدیہ عالم ہے۔ نیز
وہ حادث ممکنات کے حقائق و احیان ثابتہ کا ادراک کرتا ہے۔ نامین کے نزدیک ہر شے کے وجود ہیں
یکساں ہیں۔ اور وہ اس شے کا علم بھی ہیں۔ ممکن کے بھی وجود کا نام اسکی حقیقت
یا اسکا عین ثابتہ ہے۔

یہ ذکر ان اہل السلام کا سواں طریقہ مخصوص ہے۔ قیامی چکر ایک نے عقلی سے ہوا۔ اور دلی اور حقیقی
تہمت سوال کیا۔ اس نے آپ پر کتاب لکھی۔ اور انہوں نے اسے کہہ دیا کہ یہ کتاب لکھی۔ اور انہوں نے اسے کہہ دیا کہ یہ کتاب لکھی۔

عینان نسب کیے کشف صوب کرتے چکا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے تو سوال کرنے میں اُن پر عتاب واقع نہ ہوتا۔
 اُن کی حوالہ الیٰہ تعالیٰ پر نسب کا یہ قول (اَنَّا نَحْنُ حُذُوْنَا نَعْدُ حَوْتًا) دلیل ہے جب حضرت عزیر علیہ
 السلام شریعت المقدس کے پاس سے گزرے اور شہر کو دیدار دیکھا تو تعجب سے سوال کیا کہ رب تعالیٰ اب
 اس دیدار شہر کو کیسے آباد کرے گا اس سوال کرنے کی کئی روایات ہیں لیکن ایک دوسرے آپ کی سلامہ دلی ہی ہے
 اس سوال کرنے پر جو عتاب نازل ہوا وہ یہ ہے لَیْسَ لَکُمْ تَنْتَوْنَ لَکُمْ رَاحَتًا مِنْ دُیُوْنِ الشُّبُوْطِ اَلَمْ تَوْبَازِ
 دُنَیْکُمْ تَابَعْتُمْ دِیْنَ اَبُوْتِیْ مِنْ اَبُوْتِیْ سَلَامًا لَّکُمْ وَ اَلَمْ تَوْبَازِ دُنَیْکُمْ تَابَعْتُمْ دِیْنَ اَبُوْتِیْ سَلَامًا لَّکُمْ
 اُن کے اس قول (اَنَّا نَحْنُ حُذُوْنَا نَعْدُ حَوْتًا) میں مثل محنت حال برہم علیہ السلام کے ہے یہی اُن کے قول
 کے جو یہ ہے (اَبُوْتِیْ سَلَامًا لَّکُمْ وَ اَلَمْ تَوْبَازِ دُنَیْکُمْ تَابَعْتُمْ دِیْنَ اَبُوْتِیْ سَلَامًا لَّکُمْ) اس کا سبب کہ عزیر علیہ السلام نے سوال
 جو تعجب کے کیا تھا کہ اس قدر معنی کی قدرت تعجب تو ایک عام مومن بھی نہیں کرتا اجداد میں ہو کر تعجب
 کیسے کرتے تھے کہ محنت برہم عزیر علیہ السلام کیوں سوال کا جواب حاصل ہاتھ سے نہ کہ ہاتھ میں تھا اس سوال کا
 جواب حاصل کی ذلت میں ہے لیکن یہی ان کو ملے کہ یہی ہے کہ (اَنَّا نَحْنُ حُذُوْنَا نَعْدُ حَوْتًا) نیز عزیر علیہ السلام
 ملتے ملنے کے معنی کے کی بنا پر کہ گوشت پرست پر حیا پر بھی ہو سبب شخص تھا انھوں نے کہا (وَالْفُلُوْ
 اِلَی الْاَلُوْکَ وَ تَبَعَتْ نَفْسُکُمْ حَاطُوْا ذَکُوْرًا مَّطْلُوْا) پس عزیر علیہ السلام نے معاینہ کیا کہ اجسام معاینہ میں رہتے تھے
 اُن کے ہیں اور متغالی نے زہد کرنے کی کیفیت آپ کو دکھائی۔ نیز عزیر علیہ السلام کا سوال ترقی قدر کے متعلق تھا
 کہ بیت المقدس کا دیدار شہر کیسے اور کس وقت وہ آباد ہو گا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ترقی قدر کے
 واقعہ نہ تھے اور آپ نے ترقی قدر کی معرفت کیسے متغالی سے درخواست کی۔ ترقی قدر وہ داز ہے جس کا اندازہ
 ہوائے کشف کے نصیب نہیں ہو سکتا۔ یعنی عادت کامل کو اشیاء کے عیان ثابتہ کامل نام میں علم نصیب ہو
 پس یہ علم ترقی قدر علیہ السلام کو حاصل نہیں کیا گیا کیونکہ یہ علم اشیاء کے خصائص میں سے ہے یعنی ترقی قدر کا علم
 شخص انفرادی کو نصیب ہے۔ ہر عارف کو نصیب نہیں۔ ترقی قدر کا علم ہر نفس امارت میں افراد کو نصیب ہے۔ ہر نفس
 ربانی علم الہی تک ہے۔ تو گویا ترقی قدر کا علم محالات میں سے ہے اس کو ہوائے متغالی کے اوقات کوئی نہیں
 جانتا کیونکہ ایمان ثابتہ شرائین اول ہیں۔ حقیقی موجودات مرتبہ ذات جنی مرتبہ احدیت میں شہادت حق ہیں اور
 مرتبہ غیبی فیصل یعنی مرتبہ احدیت میں ایمان ثابتہ ہیں یا موجودات کبریاہ میں صورت نام سے اور مرتبہ غیبی
 یا شہادت میں ان کا نام موجودات خارجی یا ایمان خارجی ہے۔ پس ترقی قدر کا علم محالات یا ایمان ثابتہ کیسے

عقاب الہی و درود ہوا تو ہم نے جان بیا کہ تحقیق آپ نے اس طرح کو خوب کیا تھا جیسا آپ نے تعالیٰ سے
 وہ قدرت طلب کی تھی جو مندر کیساتھ متعلق ہو۔ مراد یہ ہے کہ آپ نے تعالیٰ سے نسبت شوین صلب کی
 تھی۔ اور اس نسبت کا وہ ہی توفیق کر سکتا ہے جسکے سے و بود مطلق ہو۔ یعنی جب سبک پر دست نہایت طاری
 ہوتی ہے تو اس کو بشری و بود گوارا ہو جاتا ہے۔ و مرادہ سے فارغ ہو جاتا ہے۔ و روح مقدس جو ہم کیست غیاب
 کر لیتا ہے۔ اس و بود کا نام و بود حقانی یا و بود موبوب کہ یہ ہے۔ اس و بود کیساتھ عدت کو منات کا ملا کہ غیب
 ہو جاتی ہیں۔ پس عزیز عید السہم نے وہ چیز صلب کی جسکا ذوق خلقی اور بشری و بود کیلئے ناممکن ہے۔ و اگر
 منعت کہ وہ کچھ کی کیفیات کا اہلک غیر اذواق کے ناممکن ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب تک کوئی ذرا ہوتا کی
 لذت حاصل نہ کرے۔ اور و بود موبوب حقانی سے مشرت نہ لواتی ہے۔ کہ وہ منات کا ملا کچھ کی خوشبو میں
 نہیں سونگھ سکتا۔ اس مقام پر محض یہ درجہ تک خوشبو میں پہنچتی ہیں۔

وَأَقَامْنَا آلَہُ اور میں نے روایت کی ہے اُن چیز میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے عزیز عید السہم
 بطرف رسی کی ہے۔ اور وہ یہ ہے لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ وَ لَأَنْتَ لَنْ تَنْتَهِ وَ لَیْسَ لَکَ دِیْنُکَ اِلَّا دِیْنُ اللّٰہِ اَلَا تَرْجِعُ
 نہ کیلئے تو اللہ میں تیرا نام دفتر نبوت سے منادوں کا۔ یعنی تیرے طریق خبر کو اٹھاؤنگا اور تجھے وہ علوم اٹھاؤنگا
 جن کا تعلق تیری الہی سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ نبوت اعلام شریعت کی تبلیغ ہے اور نبی کو اللہ تعالیٰ صرف حکام
 شریعت کی خبر دیتا ہے۔ بسا کہ حضرت موسیٰ عید السہم اور حضرت خضر عید السہم کے تھے۔ میں اخترت سے کہ منات
 موسیٰ عید السہم علم اہل سوار سیکھنے کیلئے عدت خضر عید السہم کے پاس گئے۔ اور واپس آئے۔ حضرت خضر عید السہم
 جو شہر ولی ہیں۔ جب حضرت عزیز عید السہم نے عزت کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہم روایت
 ہیں سے ہے۔ اور اگر آپ سوار کریں گے تو ہم آپ کو ہر دست دفتر نبوت سے کام دیں گے۔ اور آپ کو
 نجل الہی ایسی نصیب ہوگی جس سے آپ اس مقام ولایت پر پہنچ جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ نے آپ پر نبی
 کی اور آپ فنائے ہم کے مقام پہنچ گئے وَ تَوَّابٌ عَلَیْمٌ (فَکَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰہِہٖ اِذْ اٰتٰہُمُ مَّاءَ سُرًّیّۃٍ وَّاٰہُمُ مِّنْہٗ اَنْۢیَاسًا
 سوریس سے و تَوَّابٌ عَلَیْمٌ) سوریس کے بعد وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور تمام ٹکڑے راستہ
 سے و تَوَّابٌ عَلَیْمٌ) سب وہ فنا اور بقا اور استقامت سے مشرت ہو کر عید السہم سے و تَوَّابٌ عَلَیْمٌ
 اور دوبارہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی قوم میں بحیثیت نبی مبعوث کیا وَ تَوَّابٌ عَلَیْمٌ (فَکَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰہِہٖ اِذْ اٰتٰہُمُ مَّاءَ سُرًّیّۃٍ وَّاٰہُمُ مِّنْہٗ اَنْۢیَاسًا
 اور اسے عزیز الہی الہی تیرے ہیں۔ راہ کی استعداد کے مطابق اُن کی کیونکر اور کمالی استعداد کے مطابق و تَوَّابٌ عَلَیْمٌ

وقت میں تیرے بیان ثابتہ نے جان استعداد سے ہر علوم طب کے وہ ہم نے مرتبہ علم میں تھے عطا کر دیے اور
 سب تھی انہی اسی کے موافق ہوئی۔ بس اب تو جان یگا کہ تھی انہی کے باعث تو ہر وقت وہ پوزر رک کر یگو ہو
 تیری استداد کے مطابق ہے۔ اب تو اس میں نور کو تو نے طلب کیا یعنی مرقہ میں اور اگر تو اس علم کو اپنے
 میں نہ پاتے تو جان سے کہ یہ علم تیری چینی اُمی کی استداد کے مطابق نہیں یہ علم اس وقت خفیہ ہوتا ہے سب
 ورنہ درتب تھی میں پہنچ کر صفات کا درجہ سے شرف ہو جاتا ہے۔ اب تو نے جان یہ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ سے
 ہر شے کو اس کی استعداد عطا کی ہے بخلاف تعالیٰ لا تَدْرِي مَا فِي قُلُوبِ مَنْ خَلَقَ۔ پس یہ سب اللہ تعالیٰ
 سے کہہ کر یہ استداد نہیں عطا نہیں کی تو وہ تیرا خلق اور جس سے ہے یعنی مرقہ خلق کے علم سے بالاتر ہے اور
 اگر تیری استعداد کے مطابق یہ علم ہوتا تو اللہ تعالیٰ تھے عطا کر دیتا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے (وَلَوْ رَزَقْنَاهُ عَنْ
 شَيْءٍ لَّكُنَّا لَعَرَجُوكَ مِنْهُ لَبِيبًا)۔ اب تو نے اپنے ذات سے اس علم کے سوا سے بندہ یگا اور ہاں ہے میں نے انہی
 کی معرفت بیان نہ ہو کہ میں سب سب تھی انہی کے نسب ہر کی تو تو اس سے تیرے علم سے شرف ہو جائیگا اور
 نہ تھے سوا کی ضرورت ہے کی اور نہ تحقیق کو انہی کی ضرورت ہے کی۔ اور یہ خطاب اللہ تعالیٰ کی معرفت سے
 اور یہ نیا شعر پر عنایت ہے۔ خطاب میں قَالَتْ لَوْ تَشَاءُ لَقَدْ كُنَّا أَهْلَ عِلْمٍ وَكُنَّا نَسْتَفْتِيكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ
 خطاب الہی کی حقیقت کو معرفت ہر چیز بات سے مجھ سے۔ مجھ میں نہ نہ کو انہی سمجھا۔

اسے طالب اس امر کو جان سے کہ رویت ایک ملک ہے جو محیط عام ہے۔ اور اسی لئے ولایت حق
 نہیں ہوتی اور ولایت کیا اسطے خبر عام میں۔ چینی کسی ہستی کا تھی یا نہ وہی تعلق ساتھ اللہ تعالیٰ کے رویت کے
 ہم سے ہر وہ سب تو کیا ولایت سے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات در صفات میں سیر کرنا ہے۔ اسی کو سیر فی اللہ
 کہتے ہیں۔ چاہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات غیر متناہی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے علوم بھی غیر متناہی ہیں۔ جسے غیر متناہی
 کی کوئی حدودیت نہیں۔ یہ سیر مستقیم ہے گویا لارٹ ہاں ایک دائرہ کے گرد محرم رہا ہے۔ اس سیر کی کوئی حد
 نہیں اسی لئے یہ علم ولایت یعنی سیر فی اللہ ہر جگہ ممکن ہوا ہے۔ ہاں کے منتقل ہونے کا سوا ہی
 نہیں عطا ہوتا ہے۔ عمان ولایت عید عام ہے چینی اللہ تعالیٰ ہر ذات کو محیط ہے (مَنْ كَانَ فِي شَيْءٍ فَلَهُ بِهِ عِلْمٌ وَبِهِ
 كَيْدٌ وَإِنَّمَا كُنَّا مِنْ عَمَلِكُمْ مُشَاهِدِينَ)۔ اور ولایت یکساں خبر عام میں چینی ولایت کے ہر ذات ہر تمام الاولیاء
 میں ہر کوئی بے حدیت ہے۔ علم اس سیر میں ہر شے کی خبر ہے۔ چینی اللہ تعالیٰ ہر شے کو عطا ہوا
 اور اولیاء ہر شے کو ہر شے میں اس کے لئے ہیں۔ لیکن قوت تشریح اور ذات منتقل ہونے والی

ہے کیونکہ ہر رسول کی ایک نئی شریعت تھی جو سابقہ شریعت کی اصلاح دیتی تھی اور ہر کلمہ اور عالم جناب محمد پاک صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے نبوت منتقل ہو گئی ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا یقیناً علیہ السلام لا نبی بعثت
 اس حدیث شریفہ سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شریعت نہیں بنی نہیں ہوگا اور نہ ہی حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کیسے کوئی شریعت بنی ہوگا۔ شریعت بنی وہ نبی ہے جو انی شریعت دے اور شریعت بنی وہ نبی ہے جو سابقہ
 شریعت کی پابندی کرے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ نبی شریعت دے۔ نبی شریعت
 دے۔ رسول شریعت میں کوئی فرق نہیں۔ رسول شریعت کا ذکر صریح میں ضرور ہوتا ہے کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ لیکن آپ کے بعد ہر زمانہ میں ایک ایسا فرد نکلا جس نے انبیاء میں حقیقت
 محمدیہ میں صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوگا اور وہ غالی اور کامل کے مقام سے شریعت ہوگا۔ وہ فرد کون ہے؟ ان
 ہے اور ہر زمانہ میں ایک ولی اس منصب پر فائز ہوتا ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 بعد کوئی فرد نہیں ہوگا۔ اس کے لقب سے تعجب نہیں ہو سکتا۔ اور اس حدیث شریفہ کا لائق تکلفی سے
 انبیاء و مرسلین کی کلمہ قذافی ہے کیونکہ یہ حدیث شریفہ عبودیت کا دلائل کے ذوق کے اعتبار سے ممکن ہے۔ عبودیت
 کا کمال نبوت و رسالت ہے جس میں نبوت و رسالت کیساتھ عبودیت کا وجود ثابت ہے لیکن ولایت میں عبودیت غالی فی اللہ
 ہو کر باقی باللہ ہو جاتا ہے۔ اس میں عبودیت کی خوشبو نہیں محسوس ہوتی۔ غالی میں غالی اور رسول میں کمال عبودیت
 ہے۔ اس لئے وہ سب سے زیادہ شریعت کا پورا پورا مجاہد ہے۔ وہی مقام ولایت اور استغراق میں حکام شریعت کی گہائی
 نہیں کر سکتا۔ کمال نبوت و رسالت کے منتقل ہو جانے سے کمال عبودیت کا ذوق بھی منتقل ہو گیا۔ نبی حکام
 شریعت کی اطلاع و توفیق بھی منتقل ہو گئی۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی عہد پر عبودیت قائم کا ملوق جانو
 نہیں کیونکہ وہی بوجہ ولایت اور استغراق کے عبودیت باللہ سے غریب ہو جاتا ہے۔ عہد غیب غالی فی اللہ ہو جاتا ہے
 تو اپنے ملک کیساتھ کسی کو شریعت نہیں کرتا۔ یعنی اس مقام پر عہد کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ رہا ہی اللہ ہی صاحب ہوا
 ہے۔ یعنی نبوت اور رسالت کا تعلق عبودیت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم نبی و رسول نہیں بنیں۔ اللہ تعالیٰ کے
 اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اس اسم کی تفسیر اس نے اپنی ہمت بیان کی ہے۔ یقیناً تعالیٰ لا ائلا و لا اولاد
 (اَصْنُوا) و (اُولُوا الْوَلَدِ الْعَجِیْبِ)۔ اور اب یہ اسم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبیوں پر دنیا و آخرت میں باقی اور جاری ہے جس
 نبوت اور رسالت کے انتظام کے سبب کوئی ایسا اسم جرات سے ان کے باقی نہیں رہا جس سے عہد نقی ہو سکے
 یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ولی نہ ہوگا۔ لیکن ترقی کر جائے۔ خود ذات میں کوئی نہیں ہوگا۔

نبی اور رسول کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتا یہ سب کو دو نام ہر نام پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص نہیں اور
 کہ جسے نادر وہ ہیں سے ہے کہ اب ہر نام پاک کسی نبی و رسول کی ضرورت نہیں۔ اے اللہ تعالیٰ اپنے
 بندوں پر پانچ کو مہربان ہے اسے نبوت و سران میں باقی رکھی ہے۔ یعنی نبوت تشریفی و شریعتی کی ایک نوع
 شریعت خاتمہ برس صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ جبکہ باقی رکھا ہے اور ان کیلئے شریعت میں وراثت باقی رہی ہے
 یَعْلَمُ عَلَيْكُمْ أَنَّكَ كُنْتَ رَافِعًا لِّلْأَنْبِيَاءِ مُحَمَّدًا نَبِيًّا۔ کے وارث ہیں۔ اور نبوت میں میراث ہمارے اس
 کے نہیں ہے کہ وہ انہیں شریعت میں جہاد کریں۔ انہوں نے انہیں شریعت میں جہاد کیا۔ یہی نبوت و کسی
 نبی کو ایسی کام کرتے دیکھ کر شریعت سے خارج ہو تو اس کی ذرا کوم اس کے دل اور حالت ہو چکی ہوتی
 ہے۔ اس کی جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث فرماتے ہیں کہ تَحْلِفُ كَلَامُ مَرْجُومٍ۔ وَ كَلَامُ مَنْ لَّا يَكُونُ
 بِمَا يَحْلِفُ كَلَامًا يَكُونُ اِلَّا مَا يَكُونُ لَدُنَّ نَبِيِّ يَحْلِفُ بِمَا يَحْلِفُ اِنَّهُ وَمَا رَعَيْتُ اِلَّا
 نَبِيًّا۔ اَلْحَقُّ لَدُنَّ نَبِيِّ يَحْلِفُ بِمَا يَحْلِفُ۔ اب ایسی کلام کو عارفین بالہ ہی
 سمجھتے ہیں۔ اور اس سے اس نبی کا مقام اعتبار عالم ربانی اور دل ہو چکے اس کے شکل ہونے سے تمام
 ان کی سے خواہ وہ نبی شریعت ہو یا شریعت ہو یعنی وہ نبی شریعت لیا ہو یا سبقت شریعت کی تیس کر لیا ہو
 ہم میں سب کو کسی اہل اللہ کو یہ کہتے تھے یا تو اسے نقل کیا جاوے کہ وہ کہتا ہے کہ وہایت نبوت کو اس
 ہے تو اس کی وہی مراد ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ یا اگر کوئی اہل اللہ کہتا ہے کہ دل نبی و رسول پہ لوق
 ہے تو وہ اس قل سے مراد نفس و جلی بیتا ہے اور نہ مراد یہ ہے کہ تحقیق ایک رسول ہے جسے ہم اختیار ہی
 ہونے کے باقی نہیں و رسول ہونے کے سے فعل و اتم ہے۔ یعنی ایک شکل کی بہت وادیت اس شکل کا
 بہت نبوت و بہت روایت سے فعل ہے۔ اس قل سے یہ مراد نہیں کہ ایک دل جو ایسی روایت کہ
 بہت ہے اس سے اہل ہے کہ ان تہن کے تمام کر لیا کہ ان میں کوئی نہ کہ کالی شریعت مقام
 ہو جس کے تو ہو گا اس کے کالی نہ رہے۔ اس طالب اس از کو کتب اس کے تمام ہو چکی
 ہو چکی کتب حضرت نبوت تمام پاکسیران پیر و حکیم محبوب نبیانی ہیں۔ یہ ہر عقائد ہر نبی شریعت
 ملے انہیں ہم شریعت نفس میں لیکن ہر کوئی درود و دعا میں شریعت میں ہے۔ اس کے تمام ہو چکی
 اس باب میں کہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شریعت میں۔ کہ چہ بظاہر نامہ الاولیاء میں۔ اس کے تمام ہو چکی
 اللہ علیہ وسلم کے کالی ہیں۔ اور تمام ہو چکی شریعت و مقام اس میں اس کے تمام ہو چکی۔ اور تمام

آرہے ہیں لیکن حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہی ہیں اور خاتم الاولیاء رضی اللہ عنہ کی صورت پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر ہے (تَوْبَهُ تَعَالَى) (وَالشَّعْبُ وَالْوُثَّانِ)۔ پھر جو انبیاء و اولیاء علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں اسے کوئی نبی یا اولیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام مبارک کو ادراک نہیں کر سکتا۔ اگرچہ کُل عارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تعینت فخریہ تھی صاحبانِ تنویر و استقام کا خیر ہوا ہے لیکن یہ ان کی استعداد کے مطابق ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد کے مطابق۔ نیز ہر استعداد ایک خاص تہذیب الہی ہے اللہ تعالیٰ کی تہذیب جو کہ غیر مکرر ہیں اسے استعدادات سب مختلف ہوتی۔ بنا پر یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد مبارک کہی ہو یا دل کو نجیب کریں ہو سکتی۔ ہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کثرت ہیں۔ بارادراک نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی جہن یا فرشتہ ادراک کر سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انیس خلائق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں قرآن مجید الذکر والی انہیں رسول اللہ نبی شریع کا مروجہ روایت اور علم ہے رسول اللہ نبی شریع سے مراد ہر دہر و ہر بیت یعنی صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہیں۔ نبی شریع سے مراد وہ نبی ہے جو سابقہ شریعت کی پابندی کرے۔ اسے فرمایا کہ ہر رسول کا مروجہ روایت اور علم ہے رسول اللہ نبی شریع سے مراد ہر دہر و ہر بیت یعنی صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہیں۔ نبی شریع سے مراد وہ نبی ہے جو سابقہ شریعت کی پابندی کرے۔ ان کے حالات ہیں ان کے حکام کو وہ تو بت و روایت اور علم باللہ سے حاصل کرتا ہے ان کو مصلحت دی کہ انہیں ہے انہیں ان کے حکام میں اتنی راستے کو دخل نہیں دیتا بلکہ وہ حکام دی کہی کا اثر ہوتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ روایات اور نبوت کا اصل گوہر اللہ جو ہر روایت اور علم معرفت ہے اسی سے رسول اللہ نبی کی بہت روایت اس کی بہت رسالت و نبوت سے آتی ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ خیرہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے علم میں زید ذی ظہر کریں نہ کہ کسی اور چیز میں بقولہ تعالیٰ (مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ)۔ ہذا کہ کمال سائنس ہمارے ہے۔ پھر خاتم الاولیاء حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے علم و ولایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا ہے جیسا کہ نص میں ہے۔

ہوا اسے اپنے کی خبر استخراہ سابقہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام پر ثابت ہے۔

اللہ عزوجل نے نبوت و رسالت کی یہ ہے کہ تحقیق کو ہر کتاب کے شریع ہوا۔ دل حضور کے ہاں لایا اور چہذا دل حضور سے باندہ ہوا ہے اور چہ کہ ان کے قتل اس دار دنیا سے ہے ہذا وہ منتقل ہوتے رہے ہیں۔ اب یہ کہ شریع کا تحقق صرف دار دنیا سے ہے۔ ہذا کہ نبوت کا تحقق بھی صرف دار دنیا سے ہے۔ ہذا کہ نبوت و رسالت منتقل ہو جاتا ہے۔ لیکن روایت منتقل ہو جاتا ہے۔ ہذا کہ نبوت و رسالت سے

مُراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ روحانی تعلق ہے جو کبھی قطع نہیں ہو سکتا اگر ولایت منتقل ہو جائے تو البتہ بالقبول
ماہیت کے منتقل ہو جائیگی جیسا کہ رسالت باعتبار ماہیت کے منتقل ہوئی اور اگر ولایت کی ماہیت منتقل ہو
جائے تو ولایت کیلئے کون اسم باقی نہ رہے گا کہ اسم دل باقی رہے گا کہ دل اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔
اس کے بندوں پر اسم دل کا اطلاق اسوقت ہوتا ہے جب وہ صفات الکیہ سے متعلق ہو جاتے ہیں ادا کی
ذاتیں فانی ہو کر اُس کی ذات سے باقی ہو جاتے ہیں اور مقام السقمت و تکلیف پر غائر ہو جاتے ہیں مراد
یہ ہے کہ دل چونکہ اپنی ہستی سے فانی ہوتا ہے اور وجود محبوب الکیہ سے مشرکت ہوتا ہے اسلئے دل کے علاوہ
اُتیاسہ رحمت کرنے پر اُس کی ولایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ ولایت اجداد بادگاہ ہوتی ہے۔ نہیں ضروری کہ
اللہ تعالیٰ کے آل اگر وہماہیت قدر کے سوال سے باز نہ رہیں تو البتہ میں تیرا نام درج نبوت سے کہتے دوں گا
جسے مراد یہ ہے کہ یہ ماہیت قدر کا امر ہے کہ پھر اپنی کشت ساقی الکی کے نصیب ہو گا اور توجہ سے نہیں دراصل کہ
اسمہ کی ہو جائیگا۔ اور اس کے لئے اُس کی ولایت باقی رہے گی۔ اگرچہ حقیقتاً کہ خطاب واسطے ضروریہ اسلم کے لئے
اور خلوت ہے کہ اُن کو بھی الکی سے ستر قدر بعین کشت نصیب ہو جائیگا لیکن ضروریہ اسلم کا قرینہ حال اس
امر پر ولایت کرتا ہے کہ تحقیق یہ خطاب الکی مقام و حیر میں واقع ہوا کیونکہ ولایت کے دو نام مراتب نبوت
اور رحمت ہیں کہ تعلق درود دنیا سے ہے منتقل ہو جاتے تھے۔ قرینہ حال سے مراد حال نبوت ہے۔ نبوت اور
رحمت ماہیت پر درود مراتب ہیں۔ جو شخص اس جگہ کو جانتا ہے وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ تحقیق میں اُس
دل سے اصل ہے جھکے پاس نبوت تشریف اور رسالت تہذیب اسلم رسول الہی سے نبی سے جو جہانہ مرتبہ
رسالت کے۔ نیز اس کے نزدیک یہ بھی ثابت ہے کہ تحقیق یہ خطاب الکی درود ہے نہ کہ درود اور اس کے درون
یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ تحقیق ضروریہ اسلم کا سوال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہے کہ نہ نبی علی خاص ہوتا
ہے اور پھر ولایت خاصہ کے حامل ہے کہ نبی وہ چیز طلب کرے جسکو اللہ تعالیٰ مکر وہ ماننے والا ہے پیر طلب
کرتے جھکے منتقل ہوا نبی جانتا ہو کہ تحقیق اُس کو حاصل کرنا محال ہے۔ یعنی عزیر علیہ السلام کا سوال الہام الہی
یعنی تہذیب اُس ولایت کے نزدیک ضروریہ اسلم کا سوال امر الہی اور الہام الہی سے تھا کہ اُس سوال
کے جواب میں جو خطاب وارد ہوا وہ محال و درود ہو گا نہ کہ درود۔ لہذا مذکورہ سوال کی درود سے ولایت
خطاب الہی (الْحَقُّوْنَ اِسْمُكَ مِنْ دُوْنِ الْخَلْقِ) کو اس درود قرار ہے۔
اور یہ خطاب الہی ایک شریعت پر ضروریہ اسلم کے طور پر تہذیب پر ولایت کرتی ہے یعنی اُس مرتبہ پر

دست کرتی ہے جو نبوت کے دفتر سے نام خارج ہونے کے بعد ان کیلئے باقی ہوگا اور وہ مرتبہ ولایت ہے اور
یہ وہ مرتبہ ہے جو نبیاء و رسل کو در آخرت میں عیب ہے۔ در آخرت احکام شرع کی تبلیغ کا عمل نہیں ہے
اور غلطی خدا میں سے کوئی شخص بھی جنت یا دوزخ میں ان دونوں میں داخل ہونے کے بعد احکام شرع کو
پابند نہیں ہے مگر ہمارے اقتدار احکام شرع کو در بین جنت اور دوزخ میں داخل کیا خدا سے نصیب
کیا ہے کہ قیامت کے دن اصحاب فترت و نابالغ بچوں و دیوانوں پر احکام شرع جاری کئے جائیں گے
جس پر لوگ شہ کے دن ایک جگہ میں جمع کئے جائیں گے تاکہ عدل قائم کیا جاوے اور گناہ کے سبب گناہ
کیا جاوے اور نیک و اہل کثرت و اصحاب جنت کو دیا جاوے اور عیب شر کے دن لوگوں سے عیب
لوگ جمع کئے جائیں گے تو ان میں ایک ہی ہوا غفل ترین ہوگا مہوٹ کیا جائیگا اور ان کیلئے ایک آگ
نشت ہوگی جس کو یہ بھی مہوٹ اس دن لایا جائیگا پھر وہ بھی ان کو کیا کرے گا کہ وہ خود نے تہا ہی ہوت ہوگا
کیا ہے پس ان میں سے بعض اس کی تفسیق کریں گے و بعض اس کی تکریم کریں گے۔ خدا بھی اس
گروہ کو کیا کہ اپنے آپ کو اس آگ میں ڈالو اور جو یہی امانت کو یکا نہایت اوست کہ جنت میں داخل
ہو جائیگا اور جو میری نافرمانی کریگا۔ در عیب عظم کی عذبت کرے گا وہ پاک ہوگا اور دوزخ میں سے ہوگا
پس ان میں سے جو شخص اس نبی کا حکم بھائیگا اور اپنے آپ کو اس شگ میں ڈالے گا وہ میری ہوگا اور خدا
اس کو دیکھے گا یعنی جنت میں داخل ہوگا اور اس آگ کو سرد اور مسکتی دانی پائیگا۔ اور جو شخص اس نبی کی نافرمانی
کریگا وہ عذبت کا مستحق ہو جائیگا پس وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور وہ اس نبی کی امانت کے سبب اس
میں داخل ہوگا اور اس گروہ میں بھی کو بیچ کر ان کا امتحان لینا اسے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی عہد سے اس کے
بعد میں میں بدل قائم ہو جائے۔ اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قول ہے (يَوْمَ يُكْفَتُ عَنْ سَاقِ دَائِيَّوْنَ
اِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ) یعنی اس قول سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن احکام شرع کی پابندی
کی جائیگی اور جنت و دوزخ میں داخل ہونے کے بعد احکام شرع منقطع ہو جائیں گے۔ (يَوْمَ يُكْفَتُ عَنْ
سَاقِ) جس دن پناہ کوئی جائیگی یعنی قیامت کے دن اور آخرت میں سے ایک امر ختم رکھایا جائیگا فرار ہے
ہے کہ اللہ تعالیٰ راؤ توحید اس دن ہر کسی پر فاش کر دیگا۔ (دَائِيَّوْنَ اِلَى السُّجُودِ) اور لوگ سجدے کی عہد
بلاتے جائیں گے۔ در یہ لوگوں میں احکام شرع کی تکلیف و تبلیغ ہوگی جس ان میں سے جن سجدے کی طاقت
نہیں گے اور بعض سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھیں گے۔ اور جو لوگ سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھیں گے یہ وہ

[illegible]

فِي حَتْمِ الْخَدِّ الْأَيْمَنِ نَكَّةً وَلَا يَسْتَقِيمُ عَلَيْهِ إِلَّا يَطْلُبُ الْقَتْلَ وَنَهْضُ الْهَلَاكِ مِنْ جِلْدِهِ
 أَقْبَرُ مِنَ الْمَوْتِ لَمْ يَكُنْ يَكُنْ فِيهَا شَوَاحِصُ لَمْ يَكُنْ تَقَعَتْ مِنْهُ جُلُودٌ وَحَشَا وَمَا كَانَ مِنْ قُوَّةٍ
 لِأَحْيَا وَلَا لِمَوْتٍ فِي حَالِهِ نَفْعٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فِي مَوْتِهِ الْبَشَرُ كَانَ فِيهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمْنُ السُّوْقِ
 وَمَوْتِهِ الْبَشَرُ وَلَا كَوْنِيَّاتٍ جَبَرُوتِيَّةٍ فِي مَوْتِهِ الْبَشَرُ وَأَقْبَرُ مِنْ قُوَّةٍ قَبِيحَةٍ مَا كَانَ مِنْهُ إِلَّا كَوْنِيَّ
 الْخَطَرُ لَمْ يَكُنْ يَكُنْ أَوْ كُنْ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ لَا يَمْنُ الْمَوْتُ إِلَّا لِحَيَاتٍ يَتَلَبَّسُ بِتِلْكَ الشُّرُوكِ
 وَتَحْتَمِلُهَا وَلَا تَقْبَلُ مِنْ جِبْرِائِيلَ بِصُورَةٍ وَتَحْتَمِلُهَا الْخَلْقُ حَيَّةً عَنْ الْعَوْنِ وَالْأَمْرِ كَانَتْ لَا يَسْتَرْجِعُ عَنْ
 كَيْفَتِهِ كَانَ حَيْثُ لَا يَمْنُ السُّوْقِ الْأَحْيَاءُ يَغْتَرُّونَ فِي ذَلِكَ مَوْتَهُ وَالْطَّبِيعَةُ الشُّرُوكِ لَا الْخَطَرُ
 تَمَّ الْمَوْتُ الْبَشَرِيَّةً مِنْ جِهَةِ أُمِّهِ نَكَانَ يُقَالُ فِيهِ عِنْدَ أَحْيَاؤِهِ السُّوْقِ مَوْلَاكُمْ وَيَقَمُّ الْحَيَّةُ
 فِي الْمَقْبَرَةِ حَتَّى تَلْقَى فِي الْكَافِرِ عِنْدَ الْخَيْرِ الْوَحْدَانِ إِذَا رَأَى شَخْصًا بَشَرِيَّةً مِنَ الْبَشَرِ
 يُعْنِي السُّوْقِ وَمِنْ الْعَتَايِ الْإِلَهِيَّةِ أَحْيَاؤُهُ السُّوْقِ الْأَحْيَاءُ الْحَيَوَانِ يَمْنُ السُّوْقِ حَتَّى تَلْقَى
 سَائِرَ الْبَشَرِ بِالْأَكْبَرِ لَا يَمْنُ قَادِرٌ بِغَيْرِهِ إِلَى الْقَوْلِ بِالْخُلُقِ وَأَدَّاهُ اللَّهُ بِمَا كَانَ مِنْ
 السُّوْقِ أَيْ ذَلِكَ نُسَبُّ إِلَى الْخَيْرِ وَالْأَكْبَرِ سَعَوْا اللَّهُ السُّوْقِ أَيْ السُّوْقِ بِمَوْتِهِ بِشَرَفِهِ
 عَنِ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى (عَنْ تَعَالَى الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ مُوَسِّعٌ أَيْنَ مَوْتِهِ) فَجَعَلُوا بَيْنَ الْخَلْقِ
 وَالْخَيْرِ تَكْرِيمًا لِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَمْنُ سَعَوْا اللَّهُ وَلَا يَكُنْ الْبَرَاءُ مِنْ مَوْتِهِ فَقَدْ لَوَّاهُ الْخَيْرِ مِنْ
 الْمَوْتِ مِنْ حَيْثُ أَمْنُ السُّوْقِ إِلَى الشُّرُوكِ الْأَكْبَرِ السُّوْقِ يَمْنُ سَعَوْا اللَّهُ مِنْ مَوْتِهِ وَمَوْلَا بَنِي إِسْرَءِيلَ
 بِالْمَلِكِ الْخَيْرِ السَّامِعِ أَمْرًا لَمْ يَكُنْ الْأَكْبَرُ لِمَوْتِهِ وَجَعَلُوا مَا عَيْنَ الشُّرُوكِ وَمَا تَعَالَى بَنِي إِسْرَءِيلَ
 الْوَحْدَانِ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ فِي الشُّرُوكِ بَشَرِيَّةً مِنْ مَوْتِهِ فَجَعَلُوا بَيْنَ الشُّرُوكِ وَالْخَيْرِ الْأَكْبَرِ
 جَعَلُوا الشُّرُوكَ عَيْنَ الْخَيْرِ حَتَّى كَانَتْ جَبَرُوتِيَّةً عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَوْتِهِ الْبَشَرِ وَلَا تَقَعُ مِنْهُ نَفْعٌ
 فَكُنْ بَيْنَ الشُّرُوكِ وَالْخَيْرِ الْخَيْرُ مِنَ الشُّرُوكِ فَكُنْ كَانَتْ لَا تَقَعُ مِنْهُ نَفْعٌ مِنَ الشُّرُوكِ
 إِلَّا أَنْ تَمُوتَ الْخَيْرُ بَيْنَ أَمْنِ الْوَحْدَانِ فِي يَمْنِ الْخَيْرِ نَظَرُ خَيْرٍ مِنْ حَيْثُ مَوْتَهُ وَالْأَكْبَرِ
 الْبَشَرِيَّةُ الْخَيْرُ مَوْلَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ حَيْثُ الشُّرُوكِ أَيْ الشُّرُوكِ الْبَشَرِيَّةُ فَيَنْسَبُ
 إِلَى جِبْرِائِيلَ مَنْ تَعَالَى مِنْ حَيْثُ مَا تَعَالَى مِنْ حَيَاةٍ أَمَّا فِي فَيَنْسَبُ إِلَى اللَّهِ بِالْشُّرُوكِ
 فَيَقُولُ لَمْ يَكُنْ الْخَيْرُ الْخَيْرُ فَتَقَرُّ بِهِ فَتَقَرُّ بِهِ فَتَقَرُّ بِهِ فَتَقَرُّ بِهِ فَتَقَرُّ بِهِ فَتَقَرُّ بِهِ

وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ
 زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

وَمِمَّا يُكَلِّمُ عَلَى مَا ذُكِّرْنَا فِي أَمْرِ انْفِخِ الرُّوحَانِي مَعَ صُورَةِ الْبَشَرِ الْعَمُودِيْنَ لَوْ أَنَّ رُوحَ
 أَحَدٍ نَفَسَ بِالنَّفْسِ الرَّوحَانِيَّ وَلَا يَبْرُكُ لَوْ كُنَّ مَوْجُودَةً بِصِفَةِ أَنْ تُشَبِّهَ الصِّفَةَ جَمِيعًا مَا يَكُنْ لِرُوحِهِ
 تِلْكَ الصِّفَةُ وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ النَّفْسَ فِي الْمُنْتَفِيسِ لَا يَسْتَلْزِمُهُ فَلَذَلِكَ قِيلَ النَّفْسُ إِلَّا لِهِيَ صُورَةُ
 الْعَالِ فَهِيَ لَهَا كَالْجَوْهَرِ الَّتِي لَا تَلِيْسُ إِلَّا عَيْنُ الطَّبِيعَةِ فَالْعَنَاصِرُ صُورَةٌ كَمَا مِنْ صُورِ الطَّبِيعَةِ وَمَا
 فَوْقَ الْعَنَاصِرِ وَمَا تَوَلَّدَ عَنْهَا فَهُوَ أَيْضًا مِنْ صُورِ الطَّبِيعَةِ وَهِيَ الْأَمْرُ وَالْعُلُوقَةُ الَّتِي فَوْقَ السُّلُوكِ
 السَّبْعِ وَأَمَّا أَرْوَاحُ السُّلُوكِ السَّبْعِ وَأَعْيَانُهَا فَهِيَ خُصْرِيَّةٌ فَإِنَّهَا مِنْ دُخَانِ الْعَنَاصِرِ الَّتِي تَوَلَّدَ عَنْهَا وَمَا
 تَكُونُ عَنْ كُلِّ سَبْعَةٍ مِنَ الْأَرْوَاحِ فَهِيَ مَوْجُودَةٌ وَمِنْ قَوْلِهِمْ طَبِيعِيْنَ وَبِذَلِكَ أَوْسَعُ مَا
 تَعَالَى بِالْإِخْتِصَامِ أَغْنَى الْأَعْلَى لِأَنَّ الطَّبِيعَةَ مُتَقَابِلَةٌ فِي الْأَسْمَاءِ إِلَّا لِهِيَ الَّتِي
 هِيَ النَّسَبُ إِنَّمَا أُعْطِيَ النَّفْسُ الْأَتْرَى الذَّاتِ الْخَارِجَةِ عَنْ هَذَا الْعَصْرِ كَيْفَ جَاءَ فِيهَا الْعُرُ
 عَنْ الْعَالِيَيْنَ فَلَا تَخْتَلِفُ فِي صُورَةٍ مِنْ أَوْجَدَ هُوَ وَابْنُ إِلَّا النَّفْسُ إِلَّا لِهِيَ فِيهَا فَيُشِيرُ
 مِنَ الْعَنَاصِرِ وَلَا يَخْتَلِفُ مِنَ الْبُرُودَةِ وَالرُّطُوبَةِ سَقْلٍ وَبَيَاضٍ مِنَ الْيَبَسِ ثَبَتٌ وَلَمْ
 يَكُنْ لَوَّلُ وَكُلُّ سَوْبٍ بِبُرُودَةٍ وَالرُّطُوبَةِ إِلَّا تَرَانِ أَنْ الطَّبِيعَةَ إِذَا أَرَادَ سَقْلٌ وَادٌّ لِأَحَدٍ يَنْظُرُ فِيهِ
 كَمَا وَجَدَ مَا لَهُ فَإِذَا أَرَادَ سَبَّ عَلِمَ أَنَّ النَّفْسَ قَدْ حُكِلَ فَيَسْتَبِيحُ الدَّوَاءَ لِيَسْرَعَ فِي النُّجْمِ وَ
 لَهَا كَيْفَ سَبَّ لِرُّطُوبَتِهِ وَبُرُودَتِهِ الطَّبِيعَةُ ثَمَرَاتُ هَذِهِ الشَّخْصِ الْإِنْسَانِيَّ فَجَعَلَ طَبِيعَتَهُ يَسَارِيهِ
 وَكَفَّ طَبِيعَتَهُ وَارْتَحَلَ يَدَيْهِ يَسِيرًا فَلَاحِظًا وَهِيَ بَيْنَهُمَا مِنَ الْفُرْقَانِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ
 إِلَّا كَوْنُهُمَا اثْنَيْنِ أَغْنَى يَدَيْنِ لِأَنَّ لَهَا فِي الطَّبِيعَةِ إِلَّا مَا يَسِيرُهَا وَهِيَ مُتَقَابِلَةٌ
 فَجَاءَ بِالْيَدَيْنِ وَلَبَّاهُ بِالْيَدَيْنِ سَكَاةً بَشَرًا لِيَسِيرَ فِيهَا بِذَلِكَ الْجَنَابِ بِالْيَدَيْنِ
 السَّعْيُ لِيَكُنْ رِيحُهُ وَجَعَلَ ذَلِكَ مِنْ عَنَائِهِ بِهَذَا النُّوْمِ الْإِنْسَانِيَّ فَكُلَّ يَدَيْنِ أَيْ عَنِ السَّجُودِ لَهُ
 (مَا سَمِعْتُ أَنَّ سَجْدَةَ سَلَّمَ يَدَيْهِ) ثُمَّ قَالَ (فَمِنْ هَذَا وَشَيْءٌ يَخْتَلِفُ عَنِهَا) (أَمْ كُنْتُ
 مِنَ الْكَافِرِينَ) مِنَ الْعَصْرِ وَكُنْتُ كَذَلِكَ وَتَعْنِي بِالْعَالِيَيْنِ مَنْ عَلَا بِذَاتِهِ مَنْ أَنْ يَكُونُ فِي

تَشَاطُتِ النُّورِيَّةُ مُنْصَرِيًّا وَإِنْ كَانَ طَبِيعِيًّا فَتُخْذَلُ بِنَسَانٍ غَيْرَكَ مِنْ الْأَنْوَاعِ الْعُصْرِيَّةِ لَا
يَكُونُ بِهِ بَشَرًا مِنْ حِينَ قَبْلُ فَخُلُّ نَوْحٍ مِنْ كُنَّ مَا خَلَقَ مِنْ الْأَنْوَاعِ مِنْ غَيْرِهَا شَرًّا بِأَيْدِي
لَا نَسَانٍ فِي السُّمُوتِ فَوْقَ الْهَلَايِكَةِ الْأَمْخِيَّةِ وَالسَّامِيَّةِ وَالْهَلَايِكَةِ الْهَلَالُونَ خَيْرٌ مِنْ هَذَا
نَوْحٍ الْإِنْسَانِي بِأَنْتَ الْإِلَهِي مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعْرِفَ النَّفْسَ الْإِلَهِيَّةَ فَيَعْرِفَ الْعَالَمَ فَإِنَّهُ مَنْ مَرَجَا
نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ الَّذِي خَلَقَهُ فِيهِ وَأَيُّ الْعَالَمِ خَلَقَ فِي النَّفْسِ الرَّحْمَنِ الَّذِي نَفْسُ اللَّهِ بِهِ
الْإِسْمَاءُ الْإِلَهِيَّةُ مَا تَجِدُ مِنْ قَدَمٍ مُطْبُوعٍ أَثَرًا عَاطِلًا بِطَلْعِهِ أَثَرًا عَاطِلًا عَلَى خَبِيرِهِمَا أَوْ جَدًّا فِي
نَفْسِهِ فَإِنَّ أَثَرَهُ كَانَ لِلنَّفْسِ إِنَّهُ كَانَ فِي ذَلِكَ الْجَنَابِ ثُمَّ كَمْ يَبْزِلُ الْأَمْرُ بِتَقَرُّلٍ بِتَقَرُّلٍ
الْفُتُورُ إِلَى الْفُتُورِ مَا أُجِيدَ شَعْرُ

قَالَ كُلُّ فِي عَيْنِ النَّفْسِ : كَالْفُتُورِ فِي ذَاتِ النَّفْسِ
وَالْعِلْمُ بِالْبُرْهَانِ سَفَى : سَكَنَ الْبُهَا بِمَنْ نَفْسٍ
فَعَرَى الَّذِي قَدْ قُلْتُ : رُؤْيَا تَذَلُّ عَلَى النَّفْسِ
فَتُرِيْعُهُ عَنْ كُلِّ غَيْرٍ : فِي تَذَلُّ وَتَذَلُّ مَبْسُورٍ
وَلَقَدْ تَجَبَّاهُ الَّذِي : قَدْ جَاءَ فِي طَلَبِ النَّفْسِ
قَرَأَ نَارًا وَهُوَ نَوْمٌ : فِي لَيْلَتِكَ وَفِي النَّفْسِ
وَإِذَا أَفْرَدَتْ مَقَالَتِي : تَعَرَّى بِأَمَلِكَ مُهْلِكَةً
لَوْ أَنَّكَ يَطْلُبُ غَيْرَ ذَا : لَوْ أَنَّكَ يَطْلُبُ مَا تَحْتَ

وَأَمَّا هَذِهِ الْأُسْطِلِمَةُ الْوَيْسُوتِيَّةُ نَسَانًا قَامَ مَا الْحَقُّ فِي مَقَامٍ حَقٍّ تَقَدَّمَ وَتَقَدَّمَ اسْتَفْهَامًا عَالِيًا
بِهِمَا حَقٌّ حَقٌّ أَوْ لَا عَمَّ بِهِمْ لَا أَوْلَى مِنْ أَمَلٍ ذَلِكُ الْأَمْرُ أَمْ لَا فَقَالَ لَهُ (أَنْتَ قُلْتَ إِنِّي
أَتَجَدُّ فِي رَأْيِي (الْحَقُّ مِنْ دُونِ اللَّهِ) فَلَا بُدَّ مِنْ رَأْيِي فِي الْجَوَابِ لِلْمُسْتَفْهِمِ لِأَنَّهُ لَا تَجَبُّ
لَهُ فِي هَذَا السُّقْمِ وَفِي هَذِهِ الْأُسْطِلِمَةِ الْوَيْسُوتِيَّةِ الْجَوَابُ فِي الشُّرْقِ وَبِجَانِبِ الْجَمْعِ تَقَالُ
وَعَدَمُ التَّزْنِيَةِ (سُبْحَانَكَ) نَسَانًا وَبِأَمَلِكَ الْفَقْرُ السُّوَابِيَّةُ وَالْخَطْبُ (مَا يَكُونُ بَيْنَ)
مِنْ حَيْثُ أَتَى النَّفْسُ دُونَكَ رَأْيِي فَقَوْلِي مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ) أَوْ مَا يَقْتَضِيهِ مُوْتَقِنٌ وَلَا ذَلِيلٌ لِي
كُنْتُ لَمْ تَكُنْ فَقَدْ عَرِفْتُ (لَا تَكُنْ أَنْتَ الْقَائِلُ وَمَنْ ذَلِكُ الْأَمْرُ فَقَدْ عَرِفْتُ مَا قَالُ وَأَنْتَ الْيَسِيرُ لِي)

أَتَكَلِّمُ بِهِ كَمَا أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ فِي الْغَيْبِ رُفِيقِي فَقَدْ كُنْتُ لِسَانَهُ
لَنْ يَنْتَكِلُوهُ بِهَذَا فَبَعَثَ هُوَ يَتَمَعَّنَ بِهَذَا عَيْنَ بَيْنِ الشُّكْرِ وَنَسَبَ الْحُكْلَامَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ تَسَلَّمَ
الْعَبْدُ الْحَقُّ لِمَنْ اجْتَوَابَ بِقَوْلِهِ (تَعَلَّمُوا مَا فِي نَفْسِي) وَالْمُتَعَلِّمُ الْحَقُّ (وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي) فَقَالَ
أُولُو الْأَرْوَاحِ عَنْ هُوَ يَتَمَعَّنُ مِنْ حَيْثُ هُوَ يَتَمَعَّنُ (أَمِنْ حَيْثُ آدَمُ قَائِمٌ وَدُوْدُ أَشَرُ) إِنَّكَ أَنْتَ عِلْمُهُ
الْغَيْبِ (فَجَاءَ بِالْفَصْلِ وَالْعَمَادَةِ تَأْكِيدًا لِلْبَيِّنَاتِ وَاعْتِمَادًا عَلَيْهِ إِذْ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ فَفَرَّقَ
وَجَعَلَ وَدَّ حِدَةً وَكَثْرَةً وَتَمَّ وَخَيَّرَ ثُمَّ قَالَ حَقِّمَا لِيُجَوِّبَ (مَا قُلْتُ لَكُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتُنِي بِهِ)
فَقَالَ لَا أَشِيرُ إِلَى أَنَّهُ مَا مَوَّلُهُ أَدْعِي الْقَوْلَ مَا بَقِيَ الْمُسْتَعْلَمُ وَلَوْ كَرِهَ فَعَلَّ ذَلِكَ لَخَفَّتْ
يَعْنِي عُلُوُّ الْعُقَاتِ وَمَا شَاكَ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ (إِلَّا مَا أَمَرْتُنِي بِهِ) وَأَنْتَ التَّعَلُّمُ عَلَى لِسَانِي وَ
أَنْتَ لِسَانِي فَانْظُرْ إِلَى هَذِهِ الشَّيْئَةِ الرَّؤُوفَةِ إِلَيْهِ مَا أَلْطَفْنَا بِكَ إِذْ قُلْنَا
وَلَا نَكَلَّا (إِنْ أَعْبَدُوا اللَّهَ) نَجَاءً بِإِسْمِ اللَّهِ (اخْتِزَلَتْ الْعِبَادَةُ فِي أَجَادَاتٍ وَاخْتَلَفَتْ بِشَرَائِعِ
وَلَوْ يَشْفِقُ رَسُلًا غَاثًا دُونَ رَسُولِ بْنِ عَمَادٍ بِإِسْمِ الْجَامِعِ لَكُلُّ شَيْءٍ قَالَ (مَرْيَمُ وَرَبُّكُمْ) لَا
تَقُولُ أَنْ نَسَبْتَهُ إِلَى مَوْجُودٍ مَا وَاسَّ بُوَيْبَةَ يَسْتَعِينُ نَسَبُهُ إِلَى مَوْجُودٍ آخَرَ فَيَذَلِكَ فَقَالَ
يَقُولُ (مَرْيَمُ وَرَبُّكُمْ) بِأَلْحِكَا يَتَيْنِ كِنَايَةً الشُّكْرِ وَكِنَايَةً السُّخَابِ (إِلَّا مَا أَمَرْتُنِي
بِهِ) مَا قُلْتُ نَفْسَهُ مَا مَوَّلُهُ وَكَيْسَتْ سَوَى مَوْجُودٍ يَتَمَعَّنُ إِذْ لَا يُؤْمَرُ إِلَّا مَنْ يُصَوِّرُ مِنْهُ الْإِسْتِثْنَاءُ
وَأِنْ لَوْ يَتَمَعَّنُ لَأَتَى كَانَ الْأَمْرُ يَفْزَعُ بِحُكْمِ الْمَرَاتِبِ لِذَلِكَ يَنْقُصُ كُلُّ مَنْ تَهَوَّنَ فِي مَرْتَبَةٍ
مَا يَتَمَعَّنُ حَقِيقَةً تِلْكَ الْمَرْتَبَةُ فَهَرْتَبَةُ الْعَامَّةِ مَوْجُودٌ يَتَمَعَّنُ فِي حُلٍّ مَا مَوْجُودٌ وَتَرْتَبَةُ
الْأَمْرِ لِيَحْكُمَ يَبْدُو أَنْ كُنْ أَمْرٌ يَقُولُ الْحَقُّ (أَقِيمُوا الصَّلَاةَ) فَهَذَا الْأَمْرُ وَالْمَرْكَبَةُ وَالْمَرْكَبَةُ
الْمَرْكَبَةُ الْعَبْدُ يَقُولُ الْعَبْدُ (رَبِّ اغْفِرْ لِي) فَهَذَا الْأَمْرُ وَالْحَقُّ الْمَرْكَبَةُ فَكَيْفَ يَطْلُبُ الْحَقُّ مِنَ
الْعَبْدِ بِأَمْرٍ مَوْجُودٍ مَا يَطْلُبُ الْعَبْدُ مِنَ الْحَقِّ بِأَمْرٍ وَهَذَا كَانَ كُلُّ دُعَاءٍ كَلَامًا وَبَرَاءً
بَدُو أَنْ تَأْخُذَ كَلَامًا بِأَخَرٍ بَعْضُ الشُّكْلِ فَتَنْقُصُ أَوْ تَقِيمُ مَخَاطِبًا بِأَقَامَةِ الصَّلَاةِ فَلَا يُعْمَلُ
فِي وَاقِعٍ فَيُؤْمَرُ الْإِسْتِثْنَاءُ وَيُفْعَلُ فِي وَاقِعٍ فَتَنْقُصُ أَوْ تَقِيمُ مَخَاطِبًا بِأَقَامَةِ الصَّلَاةِ فَلَا يُعْمَلُ
الْإِجَابَةُ وَلَوْ بِالنَّفْسِ ثُمَّ قَالَ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ) وَكَوْنُ يَتَمَعَّنُ عَلَى نَفْسِ مَنْهُمْ كَمَا قَالَ رَبُّكَ وَكَوْنُ
شَيْئًا مَا قُلْتُ فِيهِمْ) لِأَنَّ الْإِجَابَةَ شَيْئًا عَلَى أَمْرٍ مَوْجُودٍ (فَلَمَّا تَوَلَّيْتُمْ)

أَيُّ مَنْ تَعَلَّقَ بِأَيَّامٍ وَتَحَبَّبَ إِلَى حَقٍّ وَتَحَبَّبَ إِلَى حَقٍّ كُنْتَ أَهْلَ الْقُرْبَى (عَلَى مَا دَرَى فِي
فِي مَوَاقِفِهِ كُنْتَ تَهْتَمُّ بِالَّذِي يَقْتَضِيهِ الشَّرَافَةُ فَتَهْتَمُّ بِالْمَنْ تَهْتَمُّ بِهِ فِيهِ
وَجَعَلَ بِالْأَسْرِ الْقُرْبَى لَمْ يَجْعَلْ الشُّهُودَ لَمْ يَجْعَلْ أَنْ يَفْصِلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَرْبِّهِ حَتَّى يَجْعَلَ أَنْ يَجْعَلَ
يَكُونُ عَبْدًا وَأَنَّ الْحَقَّ هُوَ الْحَقُّ وَكَوْنُهُ رَدًّا لَهُ فَبَاءَ بِنَفْسِهِ بِأَنَّهُ شَهِيدٌ فِي الْحَقِّ بِأَنَّهُ شَهِيدٌ
وَقَدْ دَلَّ عَلَى حَقِّ نَفْسِهِ فَقَالَ (عَلَيْهِمْ شَهِيدًا بِمَا دُمْتَ فِيهِمْ) أَيْثُمَّ كَانَ فِي الشُّهُودِ أَدَلَّةٌ وَتَحَرَّمَ
فِي جَنْبِ الْحَقِّ فِي قَوْلِهِ (أَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمْ) لِيَا يَسْتَحِقُّهُ التَّوَكُّلُ مِنْ أَسْتَحَقُّهُ بِأَسْرِهِمْ
أَفْهَمَ أَنَّ رَجُلًا شَهِيدًا بِأَسْرِهِمْ لَمْ يَكُنْ شَهِيدًا بِنَفْسِهِ وَهُوَ شَهِيدٌ فِي قَوْلِهِ (عَلَيْهِمْ شَهِيدًا) أَنَّ
(وَأَنْتَ مَنْ لَمْ يَكُنْ شَهِيدًا) فَبَاءَ بِحَقِّ الشُّهُودِ وَبِشَيْءٍ وَكَوْنُهُ أَكْبَرُ الشُّهُودِ بِأَسْرِهِمْ لَمْ يَكُنْ
الشُّهِيدُ نَالًا شَهِيدًا قُلْتُ مَنْ شَهِيدٌ وَبِحَسَبِ مَا يَقْتَضِيهِ حَقِيقَةُ ذَلِكَ شَهِيدٌ نَسَبَ عَنْ أَنَا لَدَى
هُوَ الشُّهِيدُ مَنْ قَوْمٌ عَيْنٌ حِينَ قَالَ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا بِمَا دُمْتُ فِيهِمْ) قُلْتُ هَذَا لَا يَكُونُ فِي
مَا دَرَى عَيْنِيو كَمَا تَبَيَّنَ أَدَلَّةٌ بِسَانَةٍ وَسَعَةٍ وَبَعْدَ ذَلِكَ كَلِمَةٌ عُسْرِيَّةٌ وَتَحْتَوِي عَلَى كَلِمَاتٍ
وَيُسَوِّدُهَا قَوْلُ عَيْنِي بِرَحْمَةِ اللَّهِ عَنْهُ فِي حِكَايَةِ مَا كَانَ يَدَاهُ مُسْتَدْرِيَةً قَوْمٌ خَوَّلَهُمْ خَيْرٌ
مَنْ أَمَرَ عَلَيْهِمْ وَاسْتَوْفَى بِأَسْرِهِمْ أَرْزَقَ وَتَعَتَّ مِنْهُ فَنَامَ بِذَلِكَ كَلِمَةً يَرَادُ أَنَّهَا تَعْنِي شَيْئًا
حَتَّى يَكُنَّ الْقَضِيَّةُ (أَنْ تَقُولَ لَهُمْ فَإِنَّهُمْ جَاءُوا لَكَ) وَإِنْ تَقُولَ لَهُمْ فَإِنَّكَ كُنْتَ تَقُولُ لِيُزِيلُ الْكَلِمَةَ
هُوَ ضَرْبُ الْقَضِيَّةِ كَمَا أَنَّ هُوَ ضَرْبُ الْقَضِيَّةِ كَمَا أَنَّ (هُوَ الرَّاوِي كَقَوْلِهِ) بِفَسَادِ الْقَضِيَّةِ ذَلِكَ أَنَّ
تَقِيَّتَ مِثْلًا لِمَنْ عَدَّ يُرَادُ بِالشُّهُودِ وَالْمَعْنَى فَقَالَ (أَنْ تَقُولَ لَهُمْ) بِفَسَادِ الْقَضِيَّةِ وَالْمَعْنَى الْحَقِّ
لَدَى شُرَفِيهِ مَنْ الْحَقُّ فَذَكَرَهُ اللَّهُ قَبْلَ حُجُوبِهِ وَبِشَيْءٍ إِذَا احْتَرَزُوا دَسَلُونَ الشُّهُودَ شَدَّ
تَحْتَمَسَتْ فِي تَعْلِيلِ تَصَرُّفِهِ مِثْلَهَا (فَأَقُولُ جَاءُوا لَكَ) فَذَكَرَ الْخَطَابَ بِالشُّهُودِ الَّذِينَ كَانُوا سَيِّئِينَ
وَلَا ذَلَّةً أَهْلًا مِنْ ذَلَّةِ الْعَبِيدِ لَا تَقُولَ لَا تَقُولَ لِيْلَهُمْ فِي أَفْهَمَ لَهُمْ بِحُكْمِهِ مَا يَرِيدُهُ بِحُكْمِهِ
سَيِّئُهُمْ وَلَا شَرِيئَتَهُ فِيهِمْ فَإِنَّهُ قَالَ (عِبَادُكَ) فَذَكَرَ الْأَمْرَ بِالْعَدَايَةِ لَمْ يَكُنْ وَلَا
أَنْ يَكُنْ بِهَلْمٍ وَكَوْنُهُ جَاءُوا لَكَ وَأَقُولُ تَقُولُ لَهُمْ أَيْ لَمْ يَكُنْ تَقُولَ لَهُمْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ
أَيْ لَمْ يَكُنْ مِنْ كَوْنِهِمْ قَسِيمًا (وَإِنْ تَقُولَ لَهُمْ) أَيْ تَقُولُ لَهُمْ عَنْ أَيْقَانِهِ لَمْ يَكُنْ مِنْ كَوْنِهِمْ
يَسْتَحِقُّونَهُ بِشَيْءٍ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَجْعَلَ لَهُمْ غُفْرًا لِيَسْتَوْفُوا عَنْ ذَلِكَ وَيَسْتَوْفُوا مِنْهُ (وَأَنْتَ كُنْتَ

اَسْلَمَ لِحُكْمِ رَبِّهِ اِنَّ اِلَهَهُ يَبْسُطُ رُحْمَهُ اَسْمُهُ السَّمِيعُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيلاً فِي الدُّنْيَا وَ
 الْآخِرَةِ وَذِينَ الْبُقَارِيُّونَ وَ يُعَذِّبُهُمْ اِنَّ اَسْمَ فِي السَّعْدِ وَ كَذَلِكُمْ مِنَ الصَّاحِبِينَ (۳) حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام نے اپنی نبوت کی خبر تم کو دے حضرت مریم علیہا السلام کو دی بِقَوْلِهِ تَعَالَى (مَنْ اَدَّاهُنَّ تَحْتَهُنَّ
 اَوْ تَحْتِ رِجْلٍ قَدْ جَعَلْنَا مَرَاتِلَ تَحْتِ سُرِّيَّاهُ) (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کی خبر اپنی قوم کو
 مال کی گود میں دی بِقَوْلِهِ تَعَالَى (قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اَتَيْنَا الْكِتَابَ وَبَعَثْنَا نَبِيًّا قَوْمًا) (۵) حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام لوگوں کو غیب کی خبریں دیتے تھے بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَ اَنْتُمْ كُنْتُمْ يَكْفُرُونَ) وَمَا شَاءَ خُزُونًا
 فِي بَيْتِهِمْ (۶) شعر

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم ماریم سے پیدا ہوا یا نوح جبریل سے جب جبریل علیہ السلام حضرت بشری
 میں موجود تھے بر خاکی ہے۔ عیسیٰ اور حضرت عیسیٰ السلام کی بہت جہانیت کی طرف نظر کریں تو آپ مریم
 علیہا السلام کی منی سے پیدا ہوئے ہیں اور اگر آپ کی بہت روحانیت کی طرف نظر کریں عیسیٰ آپ کے بہت
 خلق جیور در اسرار الوقی وغیرہ پر نظر کریں تو آپ نوح جبریل سے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن چونکہ آپ جہانیت لا
 روحانیت کے جامع ہیں اسلئے آپ ماریم سے نوح جبریل دونوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اُس جسد مبارک میں قابض ہوئی وہ خواہشات نفسانی سے پاک تھا۔ یہ
 خواہشات نفسانی ہی مومن کیسے تیرے خواہشات غرادیہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہت روحانیت بہت
 بشریت پر غالب تھی اور یہ خواہشات نفسانی مومن کو تیرے کہ لیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف پرواز کرنے سے
 روک لیتی ہیں۔ مگر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحانی و ربانی ہیں۔

(۳) آپ کے روحانی اور ربانی ہونے کی وجہ سے آپ کی روح کی اُس جسم میں اقامت دلاز ہو گئی ہے حتیٰ کہ
 درازی اقامت ہزار سال سے بھی زائد ہو گئی ہے۔ غرادیہ ہے کہ آپ جسم سمیت مومن پر ہیں لیکن آپ کا جسم
 مبارک بشری صفات سے پاک ہے۔

(۴) و (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اللہ تعالیٰ سے ہے نہ کہ اُس کے غیر سے۔ غرادیہ ہے کہ آپ ہیں روح
 مقدس کا نمونہ ہے نہ کہ حیوانی روح کا جو عام انسانوں میں ہوتی ہے۔ پس اسی نے آپ کو زندہ کرتے تھے اور
 متی سے زندہ پیدا کرتے تھے۔ غرادیہ ہے کہ آپ جس صفت کاملہ بقیہ کا نمونہ تھے کہ آپ کی نہایت پختہ
 تعالیٰ سے صحیح ہے کہ اَلَا فِي الْعَدِيِّ بَشَرًا اَلَمْ يَخْلُقْ اَدَمَ مِّنْ صَلَوَاتِهِ اِسْمًا مِّنْ صِفَاتِهِ كَرَمًا

اسیے سے مہزین ہوئیے باعث آپ علی مخلوق یعنی انسانوں میں اور انہی مخلوق یعنی جانوروں میں اثر بخشتے تھے۔
 (۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم کی رو سے پاک کیا یعنی ان کے جسم کو مواد سے فارغ کیا اور ان کو روحانیت کی رو سے مقررہ کیا یعنی حیوانی روح کی بجائے آپ کو روح القدس عطا کیا اور ان کو تکوین میں اپنی منزل کو دیا یعنی انہی صفات کا وہ معارف کے قوت تجوین سے مہزین کر دیا۔

اور اسے طاب اس بات کو جان سے کہ تحقیق خدا تعالیٰ اور اس میں سے ایک امر یہ ہے کہ انداز جس سے کون کون کرتی ہیں اسکو زندہ کر دیتی ہیں اور حیات اس سے ہیں حیات کون ہے اور اسی سے معمری نے بہرین کے نقش ہاں سے ایک شمشیر کی بھری تھی کیونکہ بہرین روح ہیں اور سامری اس سے ذکا و طاقت تھا کہ انداز کا دل کی پاؤں کی خاک مڑے کو زندہ کر دیتی ہے۔ جب سامری نے پہچان لیا کہ واقعی وہ بہرین ہیں اور اس سے ذکا بھی پایا کہ جس چیز کو بہرین شمس کو تاب اس میں حیات حیات کون ہے تو اس نے بہرین کے نقش پاؤں سے شمشیر خاک لے لی۔ لفظ قبضۃً غاد مجہد اور ماد مجہد دونوں کے ساتھ درست ہے غاد یعنی قبضۃً سے مراد اپنے ہاتھ کے ساتھ ہے اور ماد یعنی قبضۃً سے مراد اپنی انگلیوں کے اطراف کے ساتھ ہے جس کو چنگی کہتے ہیں۔ پھر اس نے وہ خاک اس پھڑے میں ڈالی جو اس نے خود بنایا تھا پھر از نو ہو گیا اور اس نے گھسے کی سی آواز نکالی جس کو نثار کہتے ہیں۔ متعالیٰ نے ہر میرزائی روح کیلئے ایک خاص صفت مقرر فرمائی ہے۔ اگر سامری پھڑے کی بیاتے کوئی اور صورت تیار کرتا اور اس میں وہ شمشیر ڈالتا تو وہ صورت زندہ ہو کر اپنی خاص صورت نکالتی اور اس صورت کو خاص نام ہوتا جیسے کہ شتر کی آواز کا نام رُفہ اور سینہ ہل کی آواز کا نام ثواج اور بکریوں کی آواز کا نام یعد اور انسان کی آواز کا نام نطق یا کلام ہے۔ جس حیات الہیہ جو شیا میں سامری ہے لا جوت کے اسم سے مستثنیٰ ہے۔ مرتبہ لا جوت مرتبہ ذات الہی ہے۔ اس مقام میں ممالک خدائی اللہ ہو جاتا ہے اور اس کو ذات حق میں ثبوت غیب ہو جاتی ہے۔ اور وہ مقام کا مرتبہ کبر سے شترت ہو جاتا ہے حتیٰ کہ حیات الہیہ سے بھی جتن ہو کہ امیران عالم بتائیں شمال ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں لیکن سات صفات آئمہ صفات ہیں۔ ان کو آئمہ سبعہ بھی کہا جاتا ہے اور کہ حیات عالم ارواح قدرت سبحانہ کو مہزین ہیں۔ ان سات صفات کی اہم حیات ہے۔ اس سے تمام ہوتے ہیں۔ قدرت مقررہ شمس سے شترت ہو جاتا ہے۔ اور نہ ثبوت رُفہ ملے ہے جس کیساتھ روح القدس قائم ہے۔ عالم شہادت کو ثابت کہتے ہیں۔ یہ عالم ہی ظہور حق ہے۔ و علم ناشوت پھر روح رُفہ کیساتھ قائم ہے اس سے

خواروں میں کہتے ہیں میں حق کہتے ہیں یہی کہ خود ساقی کتاب کے ہے رب کہ کتاب کو پہنچا
کہ جانتے وہ جو ہے ایسے ہی عالم ہو کہ خود حق ہے کہ عالم ناموس یا عالم شہادت کو روح یعنی ذات حق کو
جانتے وہ ہے۔

ہیں یہی صورت الامین جو جبریل ہیں مریم علیہ السلام کے پاس پڑے بشر بن کر آئے تو مریم علیہا السلام
نے خیال کیا کہ تحقیق وہ بشر ہے اور ان کے ساتھ جماع کرنا چاہتا ہے۔ لہذا آپ نے توجہ ہم سے اس بشر سے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بچا دے کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ تحقیق ناظم
مرد کو یہ توبہ جماع نامہائز ہے۔ پس آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سنواری تا قمر حاصل ہوئی اور سنواری تا قمر ہی دعا اور
فریاد کی جتنی زور ہے جتنی جس دعا کیا تو غریب غلب اور درد غیب ہو تو یہ دعا کی قبولیت کی علامت
ہے۔ درہم سے سنواری تا قمر حاصل ہوتی ہے اور سنواری تا قمر دعا کیلئے زور سنواری ہے یعنی سنواری تا قمر دعا
کی قبولیت کی علامت ہے۔ اگر جبریل مریم میں اس وقت اس حالت انتظار میں اور بد قرآن میں بیٹھتے تو سنواری
عین علیہ السلام ایسے محل میں ظاہر ہوتے کہ ان کی صحبت کی کوئی شخص طاقت نہ رکھتا کیونکہ ان کی من
کا وہ محل ان میں سرایت کو تا اور وہ بد خلق پیدا ہوتے۔ چر جب جبریل نے مریم سے کہا "ہولے اسکے
نہیں کہ میں تیرے رب کو بھیجا ہوا ہوں" میں اسلئے آیا ہوں کہ تجھ کو ایک پاکیزہ لڑکا بخشوں تو مریم نے اس
حالت قبض اور بد خوئی سے حالت بسط پائی اور آپ کا سینہ بسط کی وجہ سے کھل گیا۔ پس اس حالت بسط میں
جبریل نے عیسیٰ کو مریم میں پیدا کیا تو گویا جبریل کو اللہ کو مریم کی طرف نقل کرنے والے ہیں جیسا کہ رسول کو اللہ
اللہ کو اپنی آیت کی طرف نقل کرتے ہیں *يُنْزِلُ إِلَيْهِ تَعَالَى (وَكَلَّمَ اللَّهُ مَرْيَمَ وَخَلَقَ لَهُ ذُرِّيَّةً نَافِلَةً)* اور ایسے
اللہ تعالیٰ کا کہہ ہے اس کو جبریل نے مریم کی طرف دل دیا اور عیسیٰ اللہ تعالیٰ کی روح ہیں۔ عالم کی ہر شے
ایک کہہ ہے کیونکہ کوہ کن سے پیدا ہوئی ہے لہذا عیسیٰ بھی ایک کہہ ہے۔ نیز جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
کلمات اپنی اُمت کو پہنچاتے ہیں ایسا ہی جبریل علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ایک کہہ
جسے کو مریم علیہا السلام کی طرف پہنچایا۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح ہیں یعنی روح القدس سے
شرف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میں کمال ہے۔ جیسے جبریل علیہ السلام نے مریم
علیہا السلام کو پاکیزہ لڑکے کی بشارت دی تو مریم میں شہوت نے سرایت کی اور آپ کا سینہ کھل گیا۔ لہذا
جبریل علیہ السلام نے مریم میں پیدا کیا۔ پس عیسیٰ کو جسم تحقیقی پانی یعنی مریم سے اور ولکی پانی یعنی جبریل

سے پیدا کیا گیا۔ اس نفع جبری کی مطلوبت میں وہی پانی نہ ملتا کی جوتی تھی کہ نہ جسم حیوانی کے نفع میں
 مطلوبت جوتی ہے اور نفع میں مطلوبت کی وجہ سے کہ جسم حیوانی پانی کے بڑا پوٹہ ہے۔ لہذا جسم حیوانی اور
 جوہم اور انکسٹن سے پیدا ہو۔ تکوین کی پادشاهی میں ۱۱۔ بخیر میں باب کے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام
 تھا آپ سے جیسے کہ حضرت نور علیہ السلام ۱۲۔ فتاویٰ سے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۳۔ میں باب
 سے یہ معلوم ہے۔ وَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ النَّبِيُّ قَائِمًا مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهِ يَدْعُوهُمْ إِلَى طَاعَةِ اللَّهِ وَكَرِهَتْ لَهُ
 بھرا اور نام فرمایا سے یہ انہوں نے تو ان کی صورت بشری کیوں تھی اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا کہ عیسیٰ شہید
 حضرت ہزاروں و ہزاروں سے ظاہر ہوئے کہ آپ کی میں بشری صورت پر تھی اور بھرا میں ہوتی تھی بشری صورت
 میں ممکن نہ ہو سکتی کہ انسانی صورت میں متشکل ہوتا اسی وجہ سے تھا کہ اس طرح انسانی میں ممکن تھا
 میں رسول کے خلاف تکوین اور ایجاد واقع نہ ہو۔ اور عیسیٰ اس حال میں ظاہر ہوئے کہ آپ جوتی کو زندہ کرتے
 تھے کہ انہیں جوتی آپ روح آتی تھے۔ میں مردوں کو زندہ کرنا حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب تھا۔ اگرچہ ہر انسان
 میں روح آتی کہ انہوں نے لیکن روح آتی کہ انہوں نے انسان میں اس کی استعداد اور قوت جذب کے مطابق
 ہے۔ عالم، منافق میں آفتاب روح الہی کی ایک شمع پڑتی ہے اور تو اس میں انبیاء و اولیاء علیہم السلام
 میں روح الہی کہ آفتاب پوری شہادت ہے۔ لہذا اب یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں روح
 الہی کہ آفتاب ان کی استعداد کے مطابق خوب چمکے۔ اٹھا آفتاب روح الہی کہتے مرآت بہتر منکر
 و عالم حضور نبی کریم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ مثل نور کے مندر کے ہیں۔ دیکھ انبیاء و
 اولیاء علیہم السلام اس مندر کی اندر و جہاں ہیں۔ باقی مدق اس مندر کے قطرات ہیں۔ خاتم المرسلین
 جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم آسمان وایت کے شمس ہیں۔ خاتم الانبیاء حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ ان وایت کے شمس ہیں۔ دو زوہ امام البیت علیہم السلام آسمان وایت کے بروج ہیں۔ محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء علیہم السلام آسمان وایت کے نجوم ہیں۔ محمد بروج و محمد نجوم قر سے نور حاصل کرتے
 ہیں لِقَوْلِهِ تَكُنْ فَيَكُونُ لَكَ أَتَمُّ مَوْجِبًا وَقَدْ جَعَلْنَا لَكَ ذِكْرًا فَاتَّبِعْهُ أَتَمًّا لَّئِنْ لَمْ تَفْعَلْ
 میں اللہ تعالیٰ نے تم کو نیکو فرمایا ہے یعنی کہ بروج سے نور حاصل کرتے ہیں۔ ہر ج کو نیکو
 اسے نہیں فرمایا کہ بروج سے نجوم کو قلعہ بنا کر دست بہرہ یعنی شمس کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان کو براہ راست
 قلعہ بنا کر قلعہ ہے۔

صورت ہیرائیہ میں ظاہر نہ ہوتے، اسی صورت ہیرائیہ سے مراد وہ مفروضہ صورت جو غیر بشری ہوتی۔ اور اگر ہیرائیہ اپنی صورت فوریت میں آتے جو عناصر ارکان سے خارج ہے یعنی مثالی صورت میں آتے بشراً سوچا پورے بشر بن کر جسم عسری کے ساتھ نہ آتے کیونکہ عالم مثال میں منتقل ہونے سے کوئی چیز اپنی اصل طبیعت سے خارج نہیں ہوتی تو بھی عیسیٰ علیہ السلام موتی کو زندہ نہ کر سکتے جب تک اس صورت مجیدہ فوریت ہیرائیہ میں ظاہر نہ ہوتے۔ یعنی اس صورت عسریہ بشریہ کے ساتھ مردوں کو زندہ نہ کر سکتے کیونکہ وہ صورت اُن کی مال کی طرف منسوب ہے۔

اور موتی کے زندہ کرنے کی وقت عیسیٰ کے منتقل کیا جاتا تھا کہ عیسیٰ بشری اور نہیں ہیں وہ بشر اور اُن کی حرف نظر کرنے میں غیرت واقع ہوتی ہے جیسا کہ ایک مانتی جب وہ اپنی نظر فکری سے نہیں ہیں سے ایک بشری کا بعد کو مردوں کو زندہ کرتے دیکھتے تو وہ حیران رہ جاتے کیونکہ موتی کو زندہ کرنا اس کے لیے ہے اور پھر عیسیٰ کا موتی کو زندہ کرنا ایسا تھا کہ مردے زندہ ہو کر کام کرتے تھے جیسا کہ موتی جو بدن کی طرح زندہ ہو کر حرکت کرتے تھے اور ہم نہیں کرتے تھے۔ جب وہ ایک بشری صورت کو صورت کے اندر اپنے سے حیران کیا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے پس انہیں سے جن کو انکی نظر فکری نے حمل کے تول کی طرف پھیرا دیا جنہوں نے کہا کہ مرنے عیسیٰ کی صورت میں حمل کیا ہے اور مردوں کو زندہ کیا ہے۔ اور جنہوں نے یہ سب اس صفت کے جس کو وہ موتی کو زندہ کرتے تھے کہا کہ تحقیق عیسیٰ ہی خود خدا تعالیٰ ہیں۔ اور اسی سے وہ کفر کی طرف منسوب کئے گئے۔ کفر یعنی ستر کے ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو عیسیٰ علیہ السلام کی صورت بشری میں اسی طرح پھیرا کہ وہ اللہ تعالیٰ موتی کو زندہ کرتا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں فرمایا (لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْبَاقِيُّ) تحقیق وہ لوگ کافر ہوتے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے کیونکہ اُن لوگوں نے اس پورے کام میں خطا اور کفر کو جمع کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ عیسیٰ مریم کا بیٹا ہی اللہ ہے حتیٰ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو عیسیٰ علیہ السلام کے تعین میں حصر کر دیا مگر اللہ تعالیٰ خود وصفت منزہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو عیسیٰ کے تعین میں حصر کر دینا ہی خطا و کفر ہے۔ متعین عارفین دینی ستر کے کے نزدیک ستر کا تصور ہے شے و عین شے یعنی اللہ تعالیٰ ہر شے کی صورت اندر ہر شے کو عین ہے (مفہوم ہستی)۔ اگر وہ کہتے عیسیٰ اللہ ہے کہتے عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے تو ان پر کفر لازم نہ آتا کہ ”عیسیٰ اللہ ہے“ کہا ہے کیونکہ ہر انسان اس کیسے ایک برقع ہے اور ہر برقع میں وہی محبوب و امیر مستر

ہے۔ چونکہ عیسیٰ بھی ان پر حقوں میں سے ایک برقع ہے لہذا عیسیٰ اللہ ہے یعنی عیسیٰ کی صورت پر اللہ تعالیٰ کا ظہور
 ہے۔ جیسے بر صورت پر اس ذات کا ظہور ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ یہی عیسیٰ ابن مریم اللہ ہے تو یہ کفر ہے کیونکہ
 اس صریح الٰہیت عیسیٰ کے تعین میں صحر کو دیکھتی ہے۔ اور کہہ "عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے" بالکل بجا ہے۔ اس
 کو سے ہی کوئی کفر و عدم نہیں آتا۔ لیکن جب انہوں نے یہ کہا "عیسیٰ ابن مریم ابن اللہ ہے" تو قوم نصاریٰ
 نے تباہ کیا اور اوبیت کو جیسے کی صورت بشری ناسوتی کے ساتھ تعین کر دیا اور اس کا سبب یہ ہوا
 کہ آپ خودوں کو زندہ کرتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ انسان کمال کی دو جہتیں ہیں۔ ایک بہت ظاہری یعنی
 بشریت اور دوسری بہت باطنی یعنی ربوبیت۔ عیسیٰ علیہ السلام کا فردوں کو زندہ کرنا بہت باطنیت سے تھا
 نہ کہ بہت بشریت سے لیکن قوم نصاریٰ نے آپ کی دونوں جہتوں میں تیز نہ کی۔ "وَهُوَ ابْنُ مَرْيَمَ" اور
 "وَتَحْسَبُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ" لیکن نصاریٰ کے لال (۱) "اِنَّهُ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ" سے سامع نے
 اس صحر کو سراہا کیا کہ انہوں نے الٰہیت کو صورت کی طرف منسوب کیا ہے اور اوبیت کو صورت
 عیسوی کو لیں کہ وہاں ہے یعنی انہوں نے اوبیت کو صورت عیسوی علیہ السلام کے تعین میں صحر کو دیا ہے۔
 اور صرف ایسا ہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس سے بھی تجاوز کیا اور نبوت قبیۃ کو ابتداء میں ہی صورت
 بشری میں عیسیٰ ابن مریم کی صورت ہے صحر کر دیا۔ نبوت ائیم سے مراد مرتبہ الٰہیت ذاتیہ ہے جو
 قدیم ہے اور صورت بشری حادث ہے۔ یعنی قوم نصاریٰ نے قدیم کو بین حادث کہا اور قدیم اور حادث میں
 تیز نہ کی۔ ابن مریم کے لفظ سے بظاہر انہوں نے صورت اور معنی میں تفریق کی لیکن حقیقت میں انہوں
 نے معنی کو صورت کو لیں کر دیا۔ یعنی انہوں نے صورت عیسیٰ علیہ السلام کی بہت بشریت یعنی صورت
 بشری کو بھی قدیم کر دیا۔ مگر انسان کمال اپنے بھی وجود کے لحاظ سے قدیم ہے اور ظاہری صحر ہی وجود
 کے لحاظ سے حادث ہے۔ غرض یہ ہے کہ اوبیت قدیم ہے اور صورت ناسوتی بشری عیسوی حادث ہے۔
 لیکن قوم نصاریٰ نے قدیم کو بین حادث کہا۔ مثال کے طور پر ہیرنیل علیہ السلام پہلے جب صورت بشری
 میں متشکل ہوئے تو نوح اس میں نہ تھا۔ بعد میں ہیرنیل نے نوح کیا۔ پس صورت ہیرنیل اور نوح ہیرنیل
 میں فرق واقع ہوا مگر یہ نوح صورت ہیرنیل سے ہے۔ اور تھیں صورت نوح اور نوح نہ تھا پس صوم ہوا
 کہ نوح صورت کی ذات سے نہیں ہے۔ یعنی نوح حادث ہے اور صورت ہیرنیل کے ذاتیات میں سے نہیں ہے۔
 ہے ہی کہ یہ ذات ہی کا بعد صورت عیسوی پر ہے لیکن ذات ہی قدیم ہے اور صورت عیسوی حادث

[illegible]

اللہ تعالیٰ کا تئیں اول یا غور ازل مرتبہ وحدت ہے اس میں اسرار الہیہ کا نمودار علی الجہانی ہے۔ اس کو نور
محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ اس کی مثال انور کی سی ہے یعنی بیچ انور کی صورت پر جلوہ فرما ہو گیا جس
کے بعد مرتبہ برآمدیت میں اسرار الہیہ کا غور علی تفسیری ہے اس میں انور بڑھ کر ایک درخت بن گیا۔
لیکن یہ دونوں مراتب غور علی کے مراتب ہیں۔ اس میں مرتبہ میں نگذارت عالم کے عین ثابتہ عام ہو گئے
مرتبہ وحریت مرتبہ وحدت کی تفسیر ہے میں ہمہ اعیان ثابتہ حضرت علی (علیہ السلام) کے نور پاک کے ذریعے میں جن
اعیان ثابتہ ہو جو دولت عالم کے علی (علیہ السلام) ہیں کو کُن سے اعیان خود پر کیسے مرتبہ یہ نگاہ بے سلال پیدا ہو گئی کہ
کہ کُن میں کجیوت منسوب ہے کہ کُن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک یعنی میں ثابتہ کیسے منسوب ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے کو کُن کو جملہ برکات کے علی (علیہ السلام) نور پر قائم رہی خاص علی (علیہ السلام) سے برکات کی تمام نعمتیں
صلی اللہ علیہ وسلم پر کا سزا فائز ہو جاتا ہے وہ قوت تکوین سے شرف ہو جاتا ہے۔ یہ سب اسباب کہ
جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دار دنیا میں نمودار ہوا تو انکس مہرمت کا آئینہ سے منور ہو کر ان سب
مہرمت کی اصل یہی قوت تکوین اور کُن ہے۔ چنانچہ حدیث شریفہ میں وارد ہوا کہ جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک شخص کو اُور سے لیا
اور اُسے نہ پہچانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ابذر ہے۔ جب نزدیک آیا تو اسی وہ تھا جس نے
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُن آباد ہے۔ یعنی ابذر کو جا پس وہ بوزخ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
پسیر اللہ نہ فرمایا۔ پس آپ کی کُن اللہ تعالیٰ کی کُن ہے۔ ہذا ثابت ہوا کہ عالم کی تکوین اور اعیان
صلی اللہ علیہ وسلم کی کُن سے جوئی اور اب عالم میں جس کسی کو قوت تکوین سے نوازا ہوا ہے اُس کے
قلب میں حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا غور ہوتا ہے۔

وَآخِرُ الْحَيَاءِ أَنَّهُ أَوَّلُ حَيَاتٍ مَعْنَوِيٍّ يَوْعَلَمُ مِنْ جَمَلِ حَيَاتٍ هِيَ حَيَاتُ الْكَيْفِ ذَاتِيهِ غَيْرِ قُوَّتِهِ
ہے۔ اور اسی حیات معنوی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَمَنْ كَانَ مَيِّتًا فَتَعَيَّنَا لَهُ وَجَعْنَا لَهُ نُورًا
يَكُونُ بِهِ نَارًا) بعد جو شخص کہ مردہ تھا پھر ہم نے اُس کو زندہ کیا اور اُس کے واسطے ایک نور گردا
جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے۔ پس جس کسی نے کسی مردہ شخص کو حیات علیہ کے ساتھ زندہ کیا
یعنی ایک مشدّد عامی متعلقہ علم اللہ اُس کو پُر عطا تو بد شک اُس نے اُس نفس مردہ کو حیات معنوی کہہ
زندہ کر دیا۔ اُس کے حیات معنوی یعنی حیات ہمدرد کا ذکر تھا یہ حیات معنوی یعنی حیات روح کا ایک ہے۔

۱۰ نور تو جس کو شافی ہے یعنی حضرت انسان کو ملحق درجن کو جامع ہے نیز اس شخص بھی
دارقوتہ کی ایک آگ ہے لیکن غن کی صورت پر ہے اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ اللہ تعالیٰ تقسیم نظام سے
منزوع ہے۔ دائرہ کو دراقوتوں میں تقسیم کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ درجہ واحد کیلئے درجہ ہیں۔

(۱۷) اللہ سے غائب: علامت کو ملحق ان درجن کو ممکنات سے غائب ہے یعنی ان کو اللہ صرفت کے واسطے
وقت کو وہاں نما کیلئے خوشبو و شرب ہو کہ جسکی تو طالبان خدا کے واسطے تو حیدر کی خوشبو سے مسخر کرنا
وہ ان کو شرب تو یہ چاہئے گا۔

۱۸) ہم نے جتنی کو ذرا چیز خدا کی ہے جس کے ساتھ فوہم میں لیا ہوتا ہے۔ ان کو ذرا چیز بھی ہو کہ
جتنی سے ملے گی ہوگی ہے۔ یعنی وہ ان کو جتنی سے ملے گی اور جتنی کو ملے گی۔ ہر دو سے زیادہ کے
ساتھ ہے۔ یہ ان کو خود وقت کیساتھ ہے ورنہ نہ وجود نہ نہایت ہی کے ہے۔

(۱۹) اللہ خود جتنی سے اور ہمارے درمیان تقسیم ہوا ہے۔ جس کے غیر اللہ سے نہ تقسیم نہیں ہو
مکتا در ممکنات کے بغیر انسان کا وجود نہیں ہو سکتا۔

۲۰) جو شخص اس کو جاننا ہے اس نے میرے قلب کو حیات عین کیلئے زندہ کر دیا ہیں جو علم اس
نہ تو میرے وقت ہے وہ بھی طالبان خدا کے اول کو حیات حقیقی سے زندہ کر سکتا ہے جس کو علم اس
مکتا در وقت سے غیر ہے وہ طالبان خدا کی ہر درجہ کے ذات نہیں ہے۔

۲۱) ہم جس کی نسبت ہیں درجہ کے عین داران موجودات ہیں انسان کی حقیقت قدیم ہے ورنہ انسان
جو ممکنات اور مرتبہ میں موجود تھا ہم تباہیت فانی میں انسان باقیہ وجود تھا مگر تباہیت میں انسان
علم و حقیقت کے اعتبار سے موجود تھا۔ مگر تباہیت میں یعنی علم نہیں میں انسان بطریقان فانی موجود
تھا۔ پھر علم درجہ میں انسان بطریقان موجود تھا۔ پھر تنزل کر کے انسان علم مثال میں مثال
بہم کے ساتھ موجود تھا اور علم شہادت میں انسان ظاہر ہی غافل وجود کیساتھ موجود ہے۔

(۲۲) اللہ یہ آگنی شان کو حقیقت جو ہمارے دلوں کو زندہ کرتی ہے ہم میں دائمی آگ ہے۔ حضرت
انسان کو ملحق درجہ اور موجودیت کو جامع ہے۔ گاہے اس پر برتریست کا تجلی ہوتا ہے گاہے خیریت
کا۔ ورنہ کو دائمی برتریست کو حاصل نہیں ہوتا لیکن یہ ہم خیریت اور اولیاء صیغہ استخدام کا عمل ہے
یہ ایک مثال دیا کے جس کو گاہے خیریت پر ہوتا ہے اور گاہے خشک ہو جاتا ہے۔ مگر یہ وہ عالم ہے

مخبر پاک علیہ السلام اور آپ کے جس وارثین میں جو بھی شک نہیں ہوگا۔ دائمی
رُبوبیت اور دائمی عبودیت ان کی شان ہے۔

وَمَا يَذُنُ لَكُمْ فِيهِمْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَكُنْ لَهُمْ خُذُوا حُكْمًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
میں ہوا بر خستہ دیگر نہیں آدم کے کہ ان کا تصویر جسم پہلے ہوتا ہے اور بعد میں ان میں روح پھونکی
جاتی ہے۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تصویر جسم اور روح کا زمانہ واحد ہوتا
ہو یہ دلیل ہے کہ نوح جبریل نے عورت عیسوی کو قبول کیا ہے جس زمانہ میں نے خود عالم کو قبول کیا۔
تجلیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی نفس زمانہ کے ساتھ صفت کی سے یَقُولُ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنِّي رَأَيْتُ
نَفْسَ الرَّحْمَنِ عِنْدَ حَبِيبِ النَّبِيِّينَ اور ضروری ہے کہ ہر عورت میں وہ امور پاسے ہوں جو اس صفت
کے لازم ہیں جس سے وہ بیز موصوف سے در حقیقت تو نے پہچان کہ نفس عینی سانس کو ہر نفس میں کیا
چیز لازم ہے۔ اس سے نفس بھی نے خود عالم کو قبول کیا۔ انسان اب سانس میں ہے۔ اذنا کریم
اور جان و دست ہوتا ہے اور اس کے ساتھ موت و حیات۔ وہی سانس کی حیات کے ساتھ
صفت۔ تب عینی سانس کے صفت خارج کی وجہ سے صفت کی صفت موتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔
پس خود کہ نفس انسان کے ساتھ صفت و عورت جسم سے۔ اسی طرح نوح جبریل کے ساتھ روح
عیسوی اور عورت عیسوی لازم ہے۔ عورت عورت کی روح سے۔ اسی طرح نوح عیسوی سے مرد عیسوی
عورت و عورت پیدا ہو جاتی تھی اور مرد سے۔ اذنا کریم کہ نفس زمانہ کو بھی دُجود ہی اور
نفس مقدس کہتے ہیں۔ جب حق تعالیٰ کو اپنے عہد کی عورت پیدا ہوئی تو حق تعالیٰ نے نفس مقدس سے
اپنے عورت کو دُجود خارجی کا لباس پہنایا اور اذنا کریم کیا۔ حق تعالیٰ نے اظہار عین کے ساتھ تجلی کی
اور اپنی رحمت عاقبہ سے عہد خلافت کو فرائض عہد موجودات کو اپنا دُجود عہد کیا۔ پس جیسا کہ نفس انسانی
اذنا کریم کہتے عورت کی عورت قبول کرتا ہے۔ اسی طرح نوح جبریل نے عورت عیسوی کو عورت قبول کیا
اور ایسے ہی نفس زمانہ نے خود عالم کو قبول کیا۔ پس نفس زمانہ خود عالم کہتے ہیں جو ہر عہد میں ہے
یعنی جمیع موجودات عالم کو ہر دُجود و حقیقت حق تعالیٰ ہے یعنی ہر شے کا دُجود ساتھ حق تعالیٰ کے ہے
جیسے کتاب کے جملہ حروف و الفاظ کا دُجود ساتھ سیاہی کے ہے۔ ولینک اذنا کریم نفس زمانہ خود عالم
کی عین طبیعت ہے۔ طبیعت سے مراد معنی اور حقیقت ہے۔ پس اذنا کریم اذنا کریم اذنا کریم اذنا کریم اذنا کریم

ہیں۔ ان کی جیسے میں تفسیر اور تخیل سے اسی لئے نہ کہیں میں جھگڑتے ہیں۔ مرتبہ احدیت ذاتی
 میں تبدل عام آئید باقی و موجود ہیں۔ لیکن اس مرتبہ میں احوال و صفات کو مطلق طور نہیں۔ اس مرتبہ میں خلق
 ہے اور نہیں اسلئے تخیل اور تفسیر و سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس مرتبہ کی مثال پنج کی سی ہے۔
 واں کی اور نہ ایک کلمہ رکنا ہے لیکن جیسے سے درشت نور ہوتا ہے واک اور غار حیدر
 معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کی اور غار کی تیز نہیں۔ لیکن کہ کی اور غار کی میں باقی و موجود ہوتے
 تو درشت پر بھی علامہ نہ ہوتے۔ کیلئے جہاں مرتبہ احدیت ذات کے متعلق کہے وارد ہوتا ہے کہ
 ذات حاکم سے نفی اور بے نیاز ہے۔ نہ کہ تعالیٰ نور کیلئے حاکم کو مطلق ہے لیکن مرتبہ میں در
 جہوں میں کہ حاکم سے بے نیاز ہے کیونکہ کہ ذات خود موجود ہے۔ اور وہ کیلئے جس کو مرتبہ میں
 الہی نور کیلئے کہ ذات خلق کی محتاج ہے۔ اور خلق کو جہاں کے لئے تعالیٰ کی محتاج ہے۔ یہ کہ اس
 آئید میں اتحاد در تقدیر پایا جاتا ہے اسے عالم اپنے نور میں جس قسم کی صورت پر نور اور بھی
 موجود ہے۔ عالم پا کر انہماک کے لئے ہر چیز اسے ان میں ہی آہں میں اتحاد اور تقابل پایا جاتا ہے۔
 مثلاً بعض اشیا میں حرارت غالب ہے اور بعض میں برودت غالب ہے۔ بعض میں برست غالب
 ہے اور بعض میں رطوبت غالب ہے۔ مثلاً یہ ہے کہ اگر جو عناصر جو نفس روحانی کی صورت میں ہیں انہما
 اور تقابل پایا جاتا ہے کیونکہ نفس روحانی میں اتحاد موجود ہے۔ یہ سب اس چیز کے کہ نفس کی سی
 حرارت ہے اگر عناصر میں بھی حرارت پائی جاتی ہے اور حرارت واسطے عنصر کو کلا جہل سے جہاں
 کو نور حاصل ہے۔ اگر کہ رجبہ میں سے پل غلوئی ناربے پھر نور پھر خاک۔ اور سبب اس
 چیز کے کہ ذات حق میں برودت و رطوبت ہے اگر عناصر میں بھی برودت و رطوبت پائی جاتی ہے
 جیسے ہوا و آب۔ برودت و رطوبت سے مشیہ کو تہ نشینی و پستی حاصل ہوتی ہے۔ یعنی تزلزل جہل
 ہوتا ہے جیسے کہ آئید بار و رطب سے اور سبب غلبہ رطوبت کے۔ بنشیں کرتا ہے یا ہوا سبب غلبہ
 کے بنشیں کرتی ہے۔ اور سبب اس چیز کے کہ ذات حق میں برست پائی جاتی ہے۔ اور برست میں بھی
 برست ہے جیسے خاک۔ خاک سبب برست کے بنشیں نہیں کرتی۔ حاصل کو یہ ہے کہ سبب
 یعنی تہ نشینی اور بعض عناصر برودت کو ہے اور قرار و ثبوت خاصہ برست کو اور غلوئی عناصر کو
 اور تزلزل اور بنشیں رطوبت کو خاصہ ہے۔ پس تہ نشینی اور بعض برودت و رطوبت کا خاصہ ہے۔ کیا تو نہیں

ہے۔ یعنی بشر کو جامعیت کا کمال بخشا اسی ذات کا کمال ہے۔ مراد یہ ہے کہ بشر بھڑکیا ہے اور اللہ تعالیٰ
 کا آئینہ ہے اور اس نوع انسانی کو ہی حق تعالیٰ نے اپنی عنایت سے دونوں باتوں سے بنایا۔ باقی عجل
 ملاقات اللہ تعالیٰ نے کہہ گئی ہے۔ یہ صرف انسان ہی کو نصیب حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے دلوں
 باتوں سے بتایا۔ مراد یہ ہے کہ اگرچہ ہر شے میں اللہ تعالیٰ کا ظہور ہے لیکن عجل عنایت الہیہ کا ظہور سوائے
 حضرت انسان کے کسی شے میں نہیں۔ یہ صرف حضرت انسان کو حاصل ہے کہ انسان جمیع صفات
 الہیہ کو جامع ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں کو جس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا فرمایا
 ﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكَافِرِينَ﴾ (تحت تفسیر) کہ پیڑ سے تھوڑے کچھ کو منع کیا کہ اس جہت کو سجدہ
 کرتے ہیں۔ اپنے دونوں باتوں سے بتایا کہ اُن پر تکیہ کیا کہ وہ جہت میں ہے۔ من
 انہی ہے۔ ﴿فَوَكُنْ مِنْ الْكَافِرِينَ﴾ کہا تو اس گروہ میں سے ہے جو غمروں سے جڑ مرتے رہے
 ہیں تو ایسا نہیں ہے۔ وہ غالیین سے ہم وہ فرشتے مراد دیتے ہیں جو ذات فاعل ہیں۔ اور ان
 سے منکر ہیں کہ وہ اپنی عبادت میں غمروں میں گروہ وہ فرشتے ہیں۔ یعنی یہ فرشتے من
 انہی ہیں۔ غمروں نہیں۔ یہ فرشتے جمالی ہیں۔ جو اور مستغرق رہتے ہیں۔ ان کو علم اور بصیرت کی
 کمی نہیں۔ یہ فرشتے آدم کو سجدہ کرنے کے لئے مامور ہیں۔ جو ان کو شوق و محنت میں انعام
 شریع ثواب کے ساتھ تحقق رکھتے ہیں۔ یہ غالیین کا گروہ ہے۔ پس انسان کو دیگر انواع غمروں پر
 سے فضیلت ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کی مٹی کے ساتھ دونوں باتوں سے مباشرت کی ہے
 اور نوع انسانی ان تمام انواع سے افضل ہے جو حق تعالیٰ نے عناصر سے بنیے۔ مباشرت یہی چیز اہل
 پس انسان کو تہہ میں عجل ملاکہ انہی و غمروں سے فوق ہے اور ملاکہ غالیین نفس ہی کے ساتھ اس نوع
 انسانی سے بہتر ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تمام انسان تمام ملاکہ سے افضل ہیں۔ خاص خاص ملاکہ سے
 افضل ہیں لیکن خاص ملاکہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ ملاکہ غالیین اگرچہ غمروں میں لیکن ان کا غلبہ
 صرف عام ملاکہوں پر ہے۔ خواص یعنی انہی و غمروں سے مستقیم ان ملاکہ غالیین سے افضل ہیں کہ
 خواص ملاکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب اہل ہیں اور یہ کہ ان ملاکہ غالیین کو حاصل نہیں۔ وہ تجلی ذات ہیں کہ
 جو اور مستغرق ہیں لیکن ان کو جامعیت کا کمال حاصل نہیں۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب اہل نہیں۔ ان
 حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کو سجدہ کرنے کا شعور ہی نہیں۔ یہ

نہیں کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے خلق ہوئے۔ شریعت معہرو نے مجاہدین اور مجاہدین سے سجدہ کا حکم اٹھا
 لیا ہے کہ ان کو خود نہیں رہنے دے۔ نقاب عذیبین سے جو شریعت شریف کے پابند ہیں۔ خلق نہیں ہو
 خلق آدا کرتا ہے جو شخص یہ ارادہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو شناخت کرے اس کو چاہیے
 کہ وہ عالم کو شناخت کرے کیونکہ جس نے اپنی ذات کو پہچانا پس تحقیق اس نے اپنے رب کو پہچانا ہو
 عالم میں ظاہر ہو جائے۔ مراد یہ ہے کہ عالم فہم راق سے اور حضرت انسان جو خواصہ عالم ہے اللہ تعالیٰ کا
 منبر اتم ہے۔ یعنی عالم نفس رحمن میں ظاہر ہوا۔ مراد یہ ہے کہ عالم کی مخلوق پر اللہ تعالیٰ نے رسم
 رحمن کے ساتھ جتنی کی جتنی اپنی رحمت عالم کے سبب علم کو اپنے وجود سے فوارہ نیز اسماء الہیہ ہر مرتبہ
 احدیت ذات میں بالحقہ موجود تھے اور مرتبہ رحمت میں علم اجمالی کے ساتھ ہر مرتبہ درجہ تہ واحدیت
 میں اسماء الہیہ کو فہم راقی تھیں جو اس مرتبہ میں اسماء الہیہ ہر باب میں کیساتھ اسماء الہیہ ہر باب میں
 ہیں کا فہم راقی تھیں جو اس عالم ہر مرتبہ احدیت میں بالحقہ موجود تھا اور مرتبہ واحدیت درجہ واحدیت
 میں بالحقہ ظاہر ہوا۔ اسماء الہیہ ہر مرتبہ ذات میں بالحقہ موجود تھے اس لئے ان کو فہم راق تھا اور
 ہر رسم فہم راق کو کرب قرار دے اللہ تعالیٰ نے اسماء الہیہ کے کرب کو دور کرنے کے لئے ماضی یا ماضی رسم
 رحمن کے ساتھ جتنی کی اور اسماء الہیہ کو فہم راقی نصیب ہوا۔ اس کو فیضی اقدس بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
 نے ان ماضی فہم راقوں کو ایسا کرنے سے اپنی ذات پر حسان کیا اور اسماء کا کرب دور سے دور ہوا۔
 اس ماضی میں نہیں کہ پچھلا اثر تھا جو اپنی ہی ذات کے لئے تھا اور کرب اثر جناب ہی میں ہی تھا۔
 مرتبہ وحدت فہم راقی اجمالی ہے۔ درجہ واحدیت فہم راقی تفصیلی ہے۔ مرتبہ وحدت میں ذات حق
 نے اپنی ذات میں اپنی ہی ذات کیساتھ اپنے ہی ذات و صفات کا اور اک کلیتہً اجمالی کیا
 اور مرتبہ واحدیت جس ذات حق نے اپنی ذات میں اپنی ہی ذات کیساتھ اپنے ہی ذات و صفات
 کا اور اک کلیتہً تفصیلی کیا۔ یہ ذات حق کا مرتبہ بطون سے فہم راقی تھیں ہے۔ یہ ذات حق کا پہلا
 فہم راقی ہے۔ اس کو فہم راقی کہتے ہیں۔ لیکن اس فہم راقی سے اسماء الہیہ کی فہم راقی نہ ہوتی۔ فہم راقی
 پھر ہمیشہ ذات حق کو تہذیب ہوتا رہا تاکہ اسماء کے فہم راقی کو دور کیا جاسے حتیٰ کہ آخری مرتبہ تک جو پایا
 گیا۔ مراد یہ ہے کہ ذات حق نے مرتبہ واحدیت سے اسماء راق میں تہذیب فرمایا۔ عالم ارواح سے عالم
 مثال میں پھر علم ہر مرتبہ میں تہذیب فرمایا۔ ان مرتبہ کو مرتبہ ہر کہلاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ

نے ایک ایسا جامع مظہر بنایا جو ان چھ مراتب کا جامع ہے اور وہ حضرت انسان ہے یعنی ظہور عالم سے کمال
الہیہ کی مُراد پوری نہ ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تاکہ اسماء کبریٰ کا ظہور قائم
اور اُن کا کرب دور ہو جائے اور اُن کی مُراد پوری ہو۔ پس حضرت انسان اس شجرۃ الکون کا قُرب ہے اور
اللہ تعالیٰ کا مظہر اتم ہے۔ ہر شجر

(۱) پس تمام موجودات اللہ تعالیٰ کی عین ذات میں موجود تھیں جیسے کہ روشنی آخر شب کی تاریکی میں
پہچال ہوتی ہے۔ تمام موجودات مرتبہ احدیت ذاتیہ میں باقوۃ موجود تھے جیسے کہ سارا درخت صبح
میں باقوۃ موجود ہوتا ہے۔ پھر مجملہ موجودات کا ظہور ظلی مرتبہ عجم میں بطور اعیان ثابت کے ہوا۔
تو موجودات کا ظہور اعیان خارجیہ کی صورت پر ہوا۔ آخر شب کی تاریکی میں روشنی بالقوۃ منسوج
ہوتی ہے۔ مُراد یہ ہے کہ آفتاب کے بطون کو تمام تاریکی شب ہے اور آفتاب کے ظہور کا نام صبح
دن ہے۔ یہ ظاہری آفتاب رات کو بطون میں ہوتا ہے اور دن کو ظہور میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی آفتاب
عالم مرتبہ اور تبت ذاتیہ میں بطون میں تھا اور مرتبہ شہادت میں ظاہر ہے۔ مُراد یہ ہے کہ عالم میں رتبت
حق ہے۔

(۲) اور ظلم معرفت عقلی دلائل کے ساتھ ایسے ہے جیسے اُنکے وہاں بسبب غفلت کے دن کے
انحراف میں اُونگھتا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ اہل ظواہر جو معرفت الہی عقلی دلائل سے حاصل کرنا چاہتے
ہیں وہ معرفت الہی سے ایسے ہی بے بہرہ ہیں جیسا کہ یک غفلت سے اُونگھنے والا شخص اُس حالت
میں ظلم وادراک سے بے بہرہ ہوتا ہے۔ دن کے آخری حصہ میں اُونگھنے سے مُراد یہ ہے کہ انسان صبح
دن خوب غفلت سے اگر کام کرے تو دوپہر کے بعد وہ تھک جاتا ہے اور اُس پر اُونگھنا غالب آجاتی ہے۔
اُونگھ کی حالت میں انسان کو نہ اپنی غیر رہتی ہے نہ کسی اور چیز کی۔ پس عقلی دلائل و دلائل اولیٰ کے
اور کچھ نہیں۔ ان دلائل سے معرفت الہی نہیں ہوتی۔ معرفت الہی ہر اسے ذوق و وجدان کے حامل
نہیں ہوتی۔

(۳) اور تحقیق جو حقیقت ہم نے ذات الہی کے متعلق بیان کی ہے۔ اہل ظاہر اُس کو خوب اور خیال
دیکھتا ہے جو چند لمحوں پر دلالت کرتا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ خواب میں جو کچھ ہم دیکھتا ہے وہ اُس پر پورے
طرح یقین نہیں رکھتا۔ اُس کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ایسے ہی اہل ظاہر اس مسئلہ درست اور

کوشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس پر یقین نہیں رہتا ہے

(۳) پس الہی ظاہر ناموس کو میرا قل اس طرح غلوں سے راحت بخشتا ہے جس طرح سُورہ میں کی تلاوت
راحت بخشتی ہے۔ سُورہ میں کہ شانِ نزول یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ
قریش کو دعوتِ اسلام دے رہے تھے کہ اس اثنا میں ابنِ مکتوم صحابی حاضر نہیں ہوا اور کوئی ہستہ
دیانت کیا۔ ایک کافر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اس کو ناگوار گزرا اور اس نے تیری
یہ حالت بقولہ تعالیٰ (عَبَسَ وَ تَوَلَّى)۔ مراد یہ ہے کہ الہی ظاہر میری کلام سے اسطرح تیری پڑھاتا
ہے جس طرح اس کافر نے ابنِ مکتوم کی کلام سے تیری پڑھائی۔ یعنی انسرین سے عبس و تَوَلَّى کی
امثالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت کی ہے۔ یہ سر اسر فلان ہے کہ کہ یہ ام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوق
عظیم سے بڑا ہے۔ فامنی عیامن رنہ انہ فلان اپنی کتب اللہ تعالیٰ متحق ایچھے صلی اللہ علیہ وسلم میں
فرماتے ہیں: لَوْ جِئْنَا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ وَ تَوَلَّى الْكَافِرُونَ الَّذِي كَانَ قَدْ أَلْفَى عَلَى نَفْسِهِ وَ سَلَوُ قَالَهُ الْوَلَدُ
تَشْرَاهُ وَ لَيْسَ أَلَا يَهْدِيهِ تَوَلَّى تَوَلَّى تَوَلَّى تَوَلَّى تَوَلَّى تَوَلَّى تَوَلَّى تَوَلَّى تَوَلَّى تَوَلَّى تَوَلَّى
و تمام نے بیان کیا۔ تھری پڑھانے سے بندہ اپنے غفہ و غم کا ازالہ کر لیتا ہے، اور غم سے راحت
میں آتا ہے۔

(۵) و (۱۱) اور تبتی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے راستے تہلی کی ہو آگ کی چنگاری کی طلبِ
ایہ تہا یہ عزت تو سنی یہاں سیم کی طرف اشارہ ہے جب کہ وہ اپنی ابیر کیلئے آگ کی تلاش میں
کہ اللہ پا گئے۔ آگے آپ نے ایک مناب کا درخت دیکھا جس میں سے آگ نکل رہی تھی۔ ہم
آپ درخت کے نزدیک گئے تو درخت سے آواز آئی: اِنَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فَخَلُّوا فَعَلِمْنَا نَقَضَ آيَاتِنَا
و اِسْتَكْبَرْتُمْ فَمَنْ يَمْلِكُ اَنْ يَّجْعَلَ لَكُمُ الْوُجُوهَ اَنْ تَكُونُوا مِنْ اَشْجَارٍ اَوْ اَنْ تَكُونُوا
اَنْ تَكُونُوا اَشْجَارًا اَوْ اَنْ تَكُونُوا اَشْجَارًا اَوْ اَنْ تَكُونُوا اَشْجَارًا اَوْ اَنْ تَكُونُوا اَشْجَارًا
کہ ہمارے بادشاہوں میں وہ ہی فرد ہے، اور جو کچھ ازل میں وہ ہی فرد ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر ایک
انسان کی صورت پر ذات ہی کا نمود ہے۔

۱۱۔ پس جب اُن نے میری کلام سمجھ لی تو اُن میں ام کو جان سے گا کہ تو معرفت حق کو متاثر ہے۔
اسے سببِ اسباب تو اس پر تفسیر پر ایمان سے آیا تو تو جان سے گا کہ یہ نعم معرفتِ ذاتِ ہر وہ
سے حاصل ہوتا ہے۔ ذکرِ حقِ دہلی سے ہے۔

[illegible]

پر متفقانی میں متکلم ہے (وَلَا اَعْلٰی مَا فِیْ غَیْبِکَ) اور میں نہیں جانتا تیرے غیب میں کیا ہے پس اللہ
 تعالیٰ نے علم کی غنی ہودیت عیسیٰ سے باعتبار ہودیت عیسیٰ کی ہے نہ باعتبار اس علم کے کہ تحقیق عیسیٰ
 قائل و ذوال اثر ہے۔ قائل و ذوال اثر اس عیسیٰ علیہ السلام کی بہت روایت ہے۔ عیسیٰ عیسیٰ علیہ السلام
 سے علم کی غنی آپ کی بہت ہودیت سے کی گئی ہے نہ کہ آپ کی بہت روایت سے۔ (وَلَا اَعْلٰی مَا فِیْ غَیْبِکَ)
 عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کیونکہ تو ہی قائم الخیوہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
 فصل و عباد کو اپنے ساتھ بیان کی تاکید اور اس بیان پر اکتفا کیلئے کہے ہیں۔ غیر منفس کو اس کو
 فصل کہتے ہیں اور اہل جبر و عباد کہتے ہیں۔ سنی جو اللہ تعالیٰ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔ عیسیٰ
 علیہ السلام نے مقام فرق و مقام جمع و مقام وحدت و مقام کثرت و مقام وسعت و مقام تنگی بیان
 کیا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے جواب میں متغالی کہے ہیں۔ اہمیتیں بیان کی ہیں بہت
 ہودیت و بہت۔ ہودیت۔ مقام جمع میں اس ذات کا نام ہے۔ در مقام فرق میں اسی ذات کا
 نام عید ہے۔ مقام جمع میں وہ عالم غیب ہے۔ در مقام فرق میں وہ عالم غیب الہی ہے۔ وحدت
 مقام جمع ہے۔ اور کثرت عالم مقام فرق ہے۔ مقام جمع میں وہ ذات قادر مطلق اور متصرف فی الاکوان
 ہے۔ در مقام فرق میں وہ ذات مجزا و مستحیر ہے۔ پھر اس بات کی تکمیل میں عیسیٰ علیہ السلام نے یہ
 فرمایا (مَا تَلٰکَ بَعَثُوْا اِلَیَّ اَنْ اَنْزِلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سَمٰوٰتٍ اَنْ اَنْزِلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سَمٰوٰتٍ) میں
 آپ نے وہ غنی کی یعنی اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ تحقیق عیسیٰ خود وہاں نہیں ہیں مگر وہاں
 تعین عیسیٰ ذات حق میں مناسب ہے۔ وہاں عیسیٰ سے ہی نہیں جو نسبت کے ساتھ کام کرتے بلکہ سبکی کی
 صورت پر ذات حق جوہر نام ہے لیکن رسول کہ اس کے لئے۔ قول (لَا مَا اَمْرٌ لَّیْسَ بِکُمْ)
 اُنہوں نے حکم کیا کہ تم کو ساتھ اس کے میں دب کی خاطر قول حق کو ثابت کرتے ہیں اور اپنی بہت ہودیت
 کو ثابت کرتے ہیں۔ مقام جمع میں ہونے کے بعد در مقام فرق سے کام کرتے ہیں۔ یہ منہ مرتب
 ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسا نہ کہتے تو وہم ہم حقائق کے ساتھ متفق ہوتے۔ عیسیٰ اس
 بہات سے پاک ہیں یعنی آپ ہم حقائق سے واقف ہیں۔ اسی سے ارشاد فرمایا (لَا مَا اَمْرٌ لَّیْسَ بِکُمْ)
 بغیر تادیب تمام ہودیت کو ثابت ہے لیکن اس میں رد یہ ہے کہ تو ہی میری زبان پر حکم ہے اور تو ہی
 میری زبان ہے۔ اسے عادت۔ اس غیر و سی اچھی کی طرف غور کو کہ وہ کیسی اعلیٰ اور آتی ہے۔ عیسیٰ

یہ اسلام نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے اپنی قوم کو کہا (اِنَّ الْعَبْدَ لِلّٰهِ) تم اللہ تعالیٰ کی عبادت
 کرو۔ پس حضرت جیسے غیر اسلام نے بوجہ بندوں کے اختلاف عبادات و اختلاف شرائع امت کو اللہ
 تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کے کسی غصہ میں اس حکم کی عبادت کا حکم نہ دیا بلکہ اس حکم اللہ جو جامع جمیع اسماء
 ست کی عبادت کا حکم دیا۔ مراد آپ کی یہ تھی کہ امت اس ذات کی عبادت کرے جو جمیع اسماء و صفات
 کو جامع ہے۔ جو جمیع مذاہب کی جامع ہے اور جو جمیع شرائع کو جامع ہے۔ یعنی آپ نے امت کو
 اشارہ کیا کہ آپ کی امت کسی ایک خاص مذہب ایک خاص شرع ایک خاص اسم ایک خاص تہذیب نہ ہو
 اور نہ ہی کسی مذہب اور کسی شرع کو رد کرے بلکہ جمیع عبادات و جمیع مذاہب و جمیع شرائع کو حق جانے
 کہ انکو اسم اللہ جامع کی ہے۔ یعنی آپ نے امت کو توحید کی طرف اشارہ کیا کہ اس ذات کو ہر شے
 ہر تہذیب ہر انسان ہر شرع اور ہر عبادت میں دیکھنے کی کوشش کرو اور اس کو کسی ایک خاص تہذیب خاص
 عبادت خاص شرع خاص تہذیب نہ کہو بلکہ ہر صورت میں اسی بیحدت کو دیکھو۔ آگے فرمایا (مَرْئِيَّ وَرَبِّيَّ)
 پروردگار میرا اور پروردگار تمہارا۔ اور یہ نام معلوم ہے کہ تحقیق اسم اللہ کی کسی ایک موجود کی طرف نسبت
 ربوبیت کے ساتھ کسی دوسرے موجود کی طرف نسبت کا مین نہیں ہے۔ اسی شے یعنی نے اپنے قول
 (مَرْئِيَّ وَرَبِّيَّ) کی تہذیب اس امر کی تفصیل کی ہے یعنی دو ضمیریں علیحدہ علیحدہ استعمال کیں ایک ضمیر
 مستقیم کی اور دوسری ضمیر مخاطب کی۔ مراد یہ ہے کہ قول (اِنَّ الْعَبْدَ لِلّٰهِ) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 نے اپنی امت کو توحید کی تحیم دی اور اشارہ فرمایا کہ اس وجود کی عبادت کرو جو جامع جمیع اسماء و صفات
 ہے یعنی جس وجود کا ہر صفت پر اللہ ہے۔ یعنی اس وجود کو کسی ایک آفتاب یا عورت یا عقید یا حصر
 نہ کہو بلکہ اس وجود مطلق کی عبادت کرو جو ہر صفت ہر تہذیب اور ہر انسان کا ہیولا اور جو ہر
 اور مین ہے۔ اس کے بعد اپنے قول (مَرْئِيَّ وَرَبِّيَّ) میں مخاطب کی تحیم دی یعنی اگرچہ وہ
 وجود ہر انسان پر وجود نما ہے۔ اور ہر انسان کا مین ہے لیکن ہر انسان میں اس وجود کا نمود اس انسان
 کی استعداد کے مطابق ہے۔ یعنی ہر انسان کا رتبہ صفت ہے۔ کسی انسان کا رتبہ اسم لادی ہے۔ وہ
 وہ انسان اسم لادی کا مرتبہ اور مغیر ہے۔ کسی انسان کا رتبہ اسم مطلق ہے۔ اور وہ انسان اسم مطلق
 کا مرتبہ۔ اور مغیر ہے۔ کوئی اسم مستقیم کا مرتبہ اور مغیر ہے۔ اور کوئی اسم مستقیم کا مرتبہ اور مغیر ہے۔
 مراد یہ ہے کہ ہر انسان کا رتبہ اسم لادی ہے۔ اس سے ایک خاص اسم ہے اور وہ اس اسم کا مغیر ہے۔

کوئی نیک ہے کوئی بد ہے کوئی جنتی ہے کوئی دوزخی ہے کوئی گل ہے کوئی خار ہے کوئی مایہ زاد
 تیرے کوئی صاحب کن فقیر ہے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا (تَوَاقُّوْا مَرْءَیْکُمْ) میرا رب اور تمہارا رب، یعنی
 اسے میری قوم، اگرچہ وہ ذات ہم سب کا عین ہے لیکن میرا رب اور ہے اور تمہارا رب اور ہے میں
 اسم اللہ کا مغیر ہوں اور تم اسماء الٰہیہ میں سے کسی ایک ایک خاص اسم کے منظر ہو۔ یعنی اس قول میں
 ایک تو یہ اشارہ ہے کہ ہر انسان کا رب ایک خاص اسم ہے اور وہ انسان اُس اسم کو مرئوب اور
 مغیر ہے۔ دوسرے اس میں یہ اشارہ ہے کہ اُمت کو اپنے نبی کی بجاہری نہیں کوئی چاہیے نبی اسم
 اللہ کا مغیر ہے۔ اور اس میں صفات کا وہ اہمیت کا منظر قائم ہوتا ہے اور امتی جو اسماء الٰہیہ میں سے کسی
 ایک خاص اسم کا مغیر اور مرئوب ہے اس میں صفات الٰہیہ کا منظر قائم نہیں ہوتا بلکہ عام انسان میں صفت
 الٰہیہ کا منظر اُس انسان کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ آفتاب کی روشنی حد سے علم پر پوری
 ہے لیکن کسی مکان میں روشنی زیادہ ہے کس میں مختصری ہے۔ اگر مکان کا روضہ کس میں سے روشنی
 آ رہی ہے تنگ ہے تو روشنی غور کی ہے اور اگر مکان کا وہ روضہ فراخ ہے تو روشنی زیادہ ہے اور
 جس مکان سے چھت نہ جاتے اُس میں آفتاب لٹ لٹ کر کے پوری تاب سے چھتا ہے۔ وہ مکان ان
 کی چھتیں عشق الٰہی کی آمد ہی سے نہ ٹھکی ہیں وہ انبیاء اور یہ صیہم سندس کے دیوار ہیں جہاں صفات
 کا وہ الٰہیہ کا منظر قائم ہے۔ (رَبِّیُّنَا اَحْسَنُ رِیْثَہٗ) اگرچہ کہ تم کیا ٹوٹے ٹوٹے ساتراں کے عین میں سے
 کہہ ہی کو کم کی ہے جس کا ٹوٹے ٹوٹے حکم دیا ہے ہاں جیسی میرا شمع نے اپنے فنی کو مود ثابت کیا ہے
 اور اللہ تعالیٰ کا مود ثابت کیا ہے۔ مود ہونا ہوا ہے عبودیت کے نہیں ہے عین جیسی یہ سلام نے
 اپنے لئے عبودیت ثابت کی ہے کیونکہ کوئی شخص کس کیسے مود نہیں کیا جاتا جب تک اس کے عشق
 یہ قصد نہ ہو کہ وہ اُس امر کی فرمانبرداری کرے اگرچہ وہ اُس امر کی فرمانبرداری نہ کرے۔ عین اللہ تعالیٰ ہم
 ہے اور عبد مود ہے لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ عبد غور ہی اُس امر کی اطاعت کرے۔ یہ ہر طرف
 تعالیٰ کا تصور ہے کہ عبد اُس امر کا مود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء نہیں کہ عبد اُس امر کی ضروری اطاعت
 کرے کیونکہ اُس امر کی اطاعت عبد کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عبد کی استعداد پر منحصر ہے۔ البتہ اللہ
 تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنی عبادت کا امر کیا ہے لیکن توفیق عبادت جس کو بخشی ہے۔ امر کرنے میں
 امر کو یہ غیاں ہوتا ہے کہ مود کا اُس امر کی تمہیں کوئی چاہئے امر کو یہ منشاء نہیں ہے کہ مود اُس امر کی

ضروری اساعت کرے چونکہ اگر اس حرکت سے واقف ہے کہ وہ نور غنی بہرہ اور معذرت سے ملے اور اگر اسی
 بندوں پر ان کے نبی کی زبان پر حکم مراتب نازل ہوتا ہے یعنی نبی لوگوں کو امر اچھی یکساں پہنچاتا ہے
 لیکن مظہر جمال کلم شری کی اساعت کرتا ہے اور مظہر جمال اس امر کی اطاعت نہیں کرتا۔ اصل حقیقت یہ
 ہے کہ مظہر جمال کا ذہن اس امر ہادی ہے اور مظاہر جمال کا ذہن اس امر کی اطاعت نہیں کرتا۔ اصل حقیقت یہ
 کلم کے مطابق نازل ہوتا ہے اور ہر شخص اس مرتبہ کی حقیقت کیساتھ زمین ہے۔ گرجے مظہر جمال اور مظہر
 جمال دونوں کیلئے کلم شری نازل ہوتا ہے لیکن اس کی قیاس صرف مظاہر جمال کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی استعداد
 اس امر کی مستحق ہے جسے ثابت ہوا کہ وہ نور کا ایسا مرتبہ ہے کہ ہر امور میں اس امر کا کلم اس امر کی استعداد
 کے مطابق ظاہر ہوتا ہے یعنی ہر امر اس کے سر کی فرمانبرداری نہیں کر سکتا اور ایسے ہی امر کا ایسا مرتبہ ہے
 کہ اس کا کلم ہر امر میں ظاہر ہوتا ہے یعنی ہر امر پر یہ بات ظاہر ہے کہ وہ نور اس امر کی قیاس میں مستحق ہے۔
 اور ضرور ہے۔ امر سے مراد نبی ہے جو کلم شری کو لوگوں تک پہنچانے کے واسطے وہ ایک غیر عارف شخص
 اس واسطے واقف نہیں۔ یَقُولُ الْحَقُّ کہ جس شخص نے فرمایا ہے (اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) تم نماز کو قائم کرو۔ تو
 مستحق اس امر ہے اور اکیس دینے کے واسطے اور عبد مہر اور زکات ہے۔ عبد کہتا ہے (رَبِّ اَعِزَّنِیْ) اسے
 میرے رب۔ امیری مغفرت کر۔ میں عبد آہر ہے اور مستحق اسے اجابت دہا حسب کتاب لہذا احتساب
 ہوتا ہے۔ جس پر کلم مستحق اپنے عہد کے ساتھ حسب کتاب ہے وہ بیحد وہ جز ہے جو عبد
 مستحق سے اپنی دعا کے ساتھ حسب کتاب ہے۔ مستحق عبد سے اپنے کلم کی اجابت حسب کتاب ہے
 اور عبد مستحق سے اپنی دعا کی اجابت حسب کتاب ہے۔ عبد کا ظاہر خلق ہے اور عبد کا باطن حق ہے
 لہذا اگر بھی خود ہے اور نور بھی خود ہے سائل بھی خود ہے اور مسئلوں بھی خود ہے لہذا عبد کی ہر دعا
 مستجاب ہے۔ اور دعا کا مستجاب بننا ضروری ہے اگرچہ معمولی اجابت میں تاخیر واقع ہو۔ اجابت دعا
 میں تاخیر بھی کسی حرکت پر مبنی ہوتی ہے اور اس میں عید ہی کا فائدہ ہوتا ہے۔ اور جس دعاؤں کی اجابت
 حق اللہ کی خدمت میں ہوتی ہے وہ وہ دعا میں ہوتی ہیں جن کو اللہ بڑے حق میں مستجاب کرتا
 ہے اور ہم اس کو نہیں جانتے۔ مستحق نفع الغیب ہے اسلئے ازراہ کرم ہماری کسی دعا میں جن کو
 معمولی ہمارے حقے باعث ضرر ہوتا ہے نہ کہ دیتا ہے۔ اور دعاؤں کی اجابت میں تاخیر سے واقع
 ہوتی ہے۔ یہی بعض کفایت بندوں سے کلم شری کی اجابت میں تاخیر واقع ہوتی ہے۔ یعنی وہ نماز

کو قائم کرنے کیساتھ مخاطب ٹھہراتے گئے ہیں لیکن وہ وقت مقرر پر نماز نہیں پڑھتا ہے اور قتل میں
تاخیر کرتا ہے۔ وہ کسی دوسرے وقت میں نماز پڑھتا ہے اگر وہ اس بے فائدہ دور میں مہم پر مرق کی اجازت
ضروری ہے اگرچہ اس میں تاخیر واقع ہو۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا (وَكَذَلِكَ فَتَلْهَىٰ أُلُوهًا
كُودًا تَلْهَىٰ أُلُوهًا مِمَّا قَدِ افْتَرَيْنَا لَهُمْ آلِهَةً مِنْ دُونِهِمْ فَلَا يَفْقَهُونَ شَيْئًا مِنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ
وَأَبْنَاءُ النَّاسِ يُجْزَوْنَ كُنُفَاهُمْ فَذُكِّرُوا هُنَا) (شعرا: 22-25) اور میں ان کے
کو اپنی مستندہ تہذیب تیری ہی گواہی تھی۔ (شعرا: 26-27) میں ان پر گواہی دیتا ہوں کہ میں ان
میں تھا کیونکہ انہیں صیغہ معلوم اپنی امتوں پر گواہی دیتی ہے کہ وہ ان کے درمیان ہیں۔ (شعرا: 28-29)
پھر یہ آیت نے اپنی عزت کو لیا اور آیتوں کو تم سے چھپایا اور کہہ کر ان سے چھپایا (وَكَذَلِكَ
فَتَلْهَىٰ أُلُوهًا مِمَّا قَدِ افْتَرَيْنَا لَهُمْ آلِهَةً مِنْ دُونِهِمْ فَلَا يَفْقَهُونَ شَيْئًا مِنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ
وَأَبْنَاءُ النَّاسِ يُجْزَوْنَ كُنُفَاهُمْ فَذُكِّرُوا هُنَا) (شعرا: 22-25) اور میں ان کے
جسمانی میں یعنی تو ان پر گواہی دیتی ہے کہ ان کی صورتوں پر گواہی دیتی ہے ان کی شکل اور ان کی عمر سے
وہ ان کو دیکھتا تھا اور ان کی ذوق سے وہ ان میں صاف تھا۔ میں ان کی ذات کو دیکھتا تھا اور ان کی
کیسے متعلق کو مشاہدہ کرتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت متعلق ہے۔ نیز جیسے نے عقول کیسے اہم رتبہ
استعمال کیا اور اپنے سے شہید استعمال کیا۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان
فرق نہ ہو کہ معلوم ہو جاتے کہ عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کا رب ہونے کے متعلق ہے لہذا عیسیٰ اپنے نفس کی واسطے اہم شہید ہوتا ہے اور اسے عقول کے اہم
رتبہ داتے۔ نیز عیسیٰ نے قوم کو اپنے نفس پر مقدم کیا اور فرمایا (فَلْيَايِسُوا آلَ ثَمُودَ) (شعرا: 30-31)
کیسے عیسیٰ کا مقدم میں ایسا ہے اور واسطے رب کے ہے۔ اور قوم کو استعمال کی جانب میں استعمال سے
مذکور ذکر کیا اور فرمایا (فَلْيَايِسُوا آلَ ثَمُودَ) (شعرا: 30-31) یہ ہے کہ عقل کو عید پر رتبہ میں مقدم حاصل ہے۔ نیز عیسیٰ نے
سنا دیا کہ اگرچہ اہم رتبہ عقل کیسے ہے لیکن عقل کیسے وہ اہم ہے ثابت ہے جو عقل نے چنی ہے
کیسے گردنا اور وہ اہم رتبہ ہے جو آپ نے اپنے قول (فَلْيَايِسُوا آلَ ثَمُودَ) میں استعمال کیا ہے لہذا کہا
فَلْيَايِسُوا آلَ ثَمُودَ (شعرا: 30-31) میں عیسیٰ نے اہم رتبہ کے واسطے اہم رتبہ کے واسطے اور انسانی
یعنی قومیت کیسے ہے۔ عقل عیسیٰ اہم رتبہ اپنی قوم پر شہید تھا اور وہ بھی جب کہ ان کے عقول
سے ہیں جب عقل پرست ہونے سے اب تک شہید اور حاضر ہے۔ میں عقل پر مشہور ہے اس کی حقیقت

تعالیٰ نے ہر انسان کی ہر شے میں رکھا ہوا ہے لیکن دار دنیا میں عوام الناس کے ثوب پر عظمت بشریت کا
 حجاب چھا جاتا ہے اور روحانی کمال کم ہوجاتا ہے۔ روزِ عشر ہر انسان کے دل سے وہ حجاب اٹھا دیا جائیگا
 اور وہ مشاہدہ حق سے مشرف ہوگا لیکن مشاہدہ سے ذات صرف عشاق ہی حاصل کریں گے۔ آگے پیشی میر
 السوم نے عرض کیا (فَوَلِّصُوْا بِلَدِّكُمْ) پس میری علیہ سلام سے قہر کی خاطر صیغہ واحد مخاطب کو استعمل
 کیا یعنی اگرچہ اس ضم کو توحید کا شوق نہیں لیکن ہر شے کی حقیقت تو ہی ہے درختیں وہ تیرے ہی بندے
 ہیں یعنی تو ہی ان میں تصرف ہے کہ تو ہی ان کی صورت پر جود نکالتا ہے۔ اور عبودیت کی ذات سے بڑھ
 کر اور کوئی ذات نہیں کیونکہ جس انسان کو یہ شوق نہیں کہ وہ ربوبیت اور عبودیت کا جامع ہے اور وہ اپنے
 آپ کو محض عبودیت میں گرفتار کرتا ہے وہ چاہے جہالت میں گنبد میں گنبد ہے کیونکہ اس کو اپنے کمال
 ربوبیت کی خوشبو نہیں پہنچی۔ نیز وہ تیرے عباد ہیں یعنی ان کا اپنی ذاتوں میں کوئی تصرف نہیں بلکہ وہ ان
 پرستِ زندہ ہیں اور ان میں ان کے مولود کو تصرف ہے۔ وہ ان کا مولیٰ وہ ہے جس کا ان کے بارے میں کوئی
 شریک نہیں یعنی ان میں صرف تیرا ہی تصرف اور تیرا ہی ثبوت ہے۔ میری جیسی نے کہا ربنا لا تفرج
 بندے۔ صیغہ واحد مخاطب اس نے سے آپ کی مراد یہ ہے کہ ان میں صرف تیرا ہی تصرف ہے۔ اور کہ
 (اِنْ تَعُوْا لِلْحَمْلِ) میں مذاب سے مراد ان لوگوں کو ذیوں کو ذاب ہے اور اس سے ذیوں کو ذیوں کو ذیوں کو ذیوں
 کہ تیرے بندے ہیں جس میں ان کی ذاتیں بہت کی جتنی ہیں کہ وہ ذیوں ہوویں اسے تو ان کو اور ان
 نہ کہ کہ تو ان کو اس سے زیادہ کیا ذیوں کر یگا کہ وہ عبودیت میں گرفتار ہیں۔ مراد یہی ہے کہ سب کی
 یہ ہے کہ ان میں محض تیرا ہی تصرف ہے۔ اور یہ محض عبودیت میں اسے ان کو مذاب ذکر نہ کرنا
 ان کو یہ ہی مذاب کافی ہے کہ ان کے دل پر تو نے ثوب ڈالے ہوئے ہیں اور یہ وہیم غیرت کے
 باعث توبہ سے فائدہ نہیں اور نہ ہی گرفتار ہیں۔ آگے عرض کیا (وَرَنْ تَقْطِرُ لَكَ) اور
 اگر تو ان کی مشغرت کرے۔ نعت میں غفر بہت ستر اور چھپانے کے ہے یعنی اگر تو ان کو ذوق مذاب
 سے بچا دے کہ وہ لوگ احکامِ الہیہ کی مخالفت کے باعث مذاب کے مستحق ہیں تو عبودیت
 مراد یہ ہے کہ اگر تو ان کیسے ایک ستر بنائے تو ان کو ذوق مذاب سے بچا دے اور وہ ستر ان کو مذاب
 سے باز رکھے تو تیرے سے کچھ دشوار نہیں (فَوَلِّصُوْا بِلَدِّكُمْ) کیونکہ اس مذاب ان سے ہے یعنی تو
 تو رکھتا ہے اپنے اس عباد سے جس کی تو ملکیت کرے مذاب کو منع رکھے۔ اور یہ اہم ترین ایک

ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو یہ اہم عطا کرتا ہے تو حقیقی کام معزز رکھا جاتا ہے
 اور اس بندے کا نام جس کو یہ اہم عطا کیا گیا ہے عزیز رکھا جاتا ہے۔ اور حقیقی اس بندے جس کی حمایت
 کرتا ہے اس چیز کو روکتا ہے جس کا اہم منتقم و اہم مستحب ارادہ کرتے ہیں یعنی اس عہد سے انتقام و عدا
 کو روکتا ہے۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام غیر منفصل انت سے دے کہ ان کے بیان کی تاکید ہو اور اس سے
 بھی تاکر آپ کو یہ قول (إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) بھی سابقہ قول (إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ)
 اور (كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلِيمُ) کے ہم وزن ہو۔ یعنی آپ نے کام کو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں
 تحقیق پیش کیا۔ یہ اسے کہ رب تعالیٰ مطلق کام سن کر خوش ہوں کہ یہ کہ رب تعالیٰ کو عیسیٰ علیہ السلام
 سے سوال (وَأَنْتَ كُنْتَ لِلنَّاسِ خَيْرُ النَّاسِ تَخْذُذْنِي وَأُفِيهِ الْفُتُورُ الْمَدُونِ) اور اعتراض و عتاب کے جواب
 میں سابق میں کلمہ میسور (إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ
 الْحَكِيمُ) کے مطابق وفاق بیان کئے گئے ہیں۔ اب یہ کہ در عالم حضور نبی کریم جناب نور پاک علیہ السلام
 میرے دھم کے اس کو میسور کو ساری رات گھر رکھنے کا سبب اور حکم بیون کی ہوتی ہیں۔ حضور نبی پاک صلی
 اللہ علیہ وسلم نے اس کو رات ایک پوری رات غروب تک اسے کی کہ آپ اُمت کی سخرت کیتے
 اپنے رب تعالیٰ سے سوال و امداد کرتے تھے۔ آپ بار بار اس کو کہہ کر اس سے کہتے تھے کہ آپ ہاں
 سوال حقیقی سے سن ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی ہی بار جوابت سوال کو فرمودہ سن دیتے تو ہرگز جواب
 نہ کرتے۔ حقیقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُمت کے اراخ معاصی پیش کرتا تھا جس کے باعث
 عذاب کے مستحق تھے۔ حقیقی یہ گناہ گار کے گناہ تھی پیش کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ
 پر یہ گناہ کے بار میں سفارش فرماتے تھے (إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ
 الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) مگر تو ان کو عذاب کرے گا تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے گا تو تیرے
 قوت وادارہ حکمت وادارہ ہے۔ انہیاد میم نسیم اللہ تعالیٰ کے مازدار ہیں۔ چنانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیتے
 تھے کہ ان تعالیٰ فصاحت اُمت کو معاف کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسلئے آپ نے فصاحت اُمت کی سفارش
 کیتے ان کی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے معاصی اُمت پیش کرنے میں کوئی ایسی چیز دیکھتے ہو
 تعظیم و ایثار حق کو واجب شہوتی ہیں اگر آپ دیکھتے کہ حقیقی فصاحت اُمت کا عذاب کرنا ہوتا ہے
 ہیں تو آپ حقیقی کی عرضی کو منتقم رکھتے اور اپنی خوشنودی کو حقیقی کی خوشنودی پہ ایثار فرماتے یعنی جیتے

توفیق دیتا ہے۔ یہی اس امر کے تحقق و ہوا کی وجہ است کا پختہ ارادہ رکھنا ہے اور اس بندے کی حاجت یہی
 کرنا چاہتا ہے۔ لہذا یہیں کہی بندے کو دعا کی توفیق ہی جاتی ہے اس کو اس خیر و برکت کہ ہوا اس دعا کو شرف
 ہیں و رنگ نہ جاننا چاہیے۔ یعنی جس کو دعا کی توفیق نصیب ہو جاتے وہ سمجھے کہ اسے بہت دعا میں و رنگ
 و توفیق نہ ہو گی۔ نیز بندہ کو چاہیے کہ اپنے بیچ سوال میں دعا میں موافقت میں ہمیشگی کرے جیسا کہ بشارت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پر مفسریت کی ہے کہ اے اللہ کے پیغمبر پر موافقت کی، بندہ
 کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا مانگے حتیٰ کہ اس حاجت دعا تمام ہی یا ہر ایک کا دل سے سوچے۔ اللہ تعالیٰ
 اس پر قادر ہے کہ جس طرح سے تو چاہے یا جس طرح سے وہ چاہے تیری دعا کی قبولیت تجھ کو سنا دے۔
 پس اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو تیرے معافی سوال کی جزا دے گا تو تیرے تمام ہی کافروں کو اپنی اہدیت سنا دے گا
 اور اگر تجھ کو تیرے معافی سوال کی جزا دے گا تو تیرے باطنی کافروں کو اپنی اہدیت سنا دے گا۔

فَصْنُ حِكْمَةٍ رَحْمَانِيَّةٍ فِي حِكْمَةِ سَلَامِيَّةٍ

(رَبِّهِ) يَهْدِي الْكِتَابَ (وَنُصْلِيكَ وَرَبِّهِ) أَوْ مَقْصُودُهُ (بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) فَاصْطَلَحَ
 بَعْنُ النَّاسِ فِي تَقْدِيمِ اسْمِ سَلَامِيَّةٍ عَلَى اسْمِ اللَّهِ وَكَانَ يُكْرَهُ كَذَلِكَ وَكَانُوا فِي ذَلِكَ يَتَوَقَّعُونَ
 لَا يَنْبَغِي مِمَّا لَا يَنْبَغِي بِمَقْصُودِهِ سَلَامِيَّةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَبِّهِ وَكَيْفَ يَلْبِغُ مَا قَالُوا وَبِطَعْنِ
 تَقُولُ فِيهِ (رَبِّهِ) أَلَيْسَ الْكِتَابُ كَوْنِي (أَوْ يَكْرَهُ عَلَيْهِ) وَاصْطَلَحَ عَلَيْهِمْ عَلَى ذَلِكَ وَجَبَتْ
 تَقْوِيَةُ كُسْرٍ كِتَابَ تَقُولُ اللَّهُ مَعَهُ سَلَامٌ وَمَا مَرْفَعُهُ حَتَّى تَسْمَعَ الْأَكْثَرُ وَفَرَحَ
 مَقْصُودُهُ فَكَذَلِكَ كَانَتْ تَقُولُ بِطَعْنِ كَوْنِهِ تَوْثِيقٌ لِمَا وَتَقَاتُ لَهُ تَقَاتُ بِطَعْنِ يَحْبِسُ الْكِتَابَ
 عَنْ الرِّحْوَانِ بِحُرْمَةِ فَاصِصٍ تَقْدِيمِ اسْمِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى اسْمِ اللَّهِ وَلَا تَخْلُفُ عَنْهُ فَاتَى
 مُلَيْنٌ بِالرَّحْمَنِ رَحْمَةُ الْإِمْتِنَانِ وَرَحْمَةُ الْوُجُوبِ الشَّانِ فَصَالِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَاتَى
 بِالرَّحْمَنِ وَآوَجِبَ بِالرَّحْمَنِ وَهَذَا الْوُجُوبُ مِنَ الْإِمْتِنَانِ فَدَخَلَ الرَّحِيمُ فِي الرَّحْمَنِ وَتَوَلَّى
 تَقَاتُ (مَكْتَبَ مَلِكِيَّةٍ) مُبَعَّدًا رِيحًا وَكَانَ لَكَ يَلْبِغُ بِمَا أَكْرَهُ الْعَقْلُ مِنَ
 الْأَمَانِ الَّتِي يَأْتِي بِهَا هَذَا الْعَبْدُ حَقًّا عَلَى اللَّهِ وَأَوْجِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ يَسْتَحِقُّ بِهَا هَذَا السَّلَامَ
 أَعْنِي تَعْلِيلُ الْوُجُوبِ وَمَنْ كَانَ مِنَ الْعَبِيدِ وَبِذَلِكَ الْكِتَابَةِ فَإِنَّهُ يَصْرُفُ عَنْهُ هُوَ الْعَادِلُ مِنْهُ

لَا تَقْرَأُ مُنْقَسِرًا عَلَى شَيْءٍ مِنْهُ وَأَنْتَ تَقْرَأُ مُنْقَسِرًا عَلَى شَيْءٍ مِنْهُ
 فَلَمْ يَكُنْ رَأْفًا مِنْ قَبْلِ الْعَقْلِ وَالشُّرُوءِ وَالْعَبْدِ وَالْهَوِيَّةِ مُنْدَرِجَةً فِيهِ أَمَّا فِي أَشْيَاءٍ لَا تَقْرَأُ
 وَلَا تَقْرَأُ عَلَى عَيْنٍ مَا قَلَّمَ وَرَبِّهِ خَلَقَ بِهِ كَانِ الْإِسْمُ الْقَدِيمُ وَالْأَخِيرُ الْعَبْدُ وَالْمَوْلَى بِهِ تَقْرَأُ
 تَقْرَأُ كَانِ وَتَقْرَأُ عَلَى عَيْنٍ مَا قَلَّمَ وَرَبِّهِ خَلَقَ بِهِ كَانِ الْإِسْمُ الْقَدِيمُ وَالْأَخِيرُ الْعَبْدُ وَالْمَوْلَى بِهِ تَقْرَأُ
 الْعَقْلُ بِرَأْفَتِ الْأَوَّلِ وَالْأَخِيرِ وَالْقَدِيمِ وَالْبَاطِنِ وَهَذَا لَا مَعْرِفَةَ لَا يَغِيبُ عَنْهَا السُّلَيْمَانُ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ بَيْنَ مَنْ مِنَ السُّلَيْمَانِ الَّذِي لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ يَعْنِي السُّلَيْمَانُ بِهِ فِي عَالَمِ السُّلَيْمَانِ وَالْقَدِيمِ
 الْأَوَّلِ الْحَسَنُ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتَيْتُ سُلَيْمَانَ وَمَا قَلَّمَ بِهِ فَمَعْنَاهُ اللَّهُ تَعَالَى قَلَّمَ
 مِنَ الْعَصْرِ بَيْنَ النَّاسِ جَمْعًا بِأَسْمَاءٍ يُطَهِّرُ بِهِ فَمَعْنَاهُ بِأَخْرَاجِهَا وَرَبِّهَا بِأَسْمَاءٍ مِنْ سَوَابِغِ الْحَيَاةِ
 حَتَّى يَجْمَعَ قَيْنَبُ بِهِ وَلَهُ أَنْ يُسَمِّيَهُ فَذَكَرَ حَوَالَةَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَذَكَرَ اللَّهُ
 عَالِمًا فَلَمْ يَفْهَمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَا قَدَّمَ عَلَيْهِ وَلَا قَلَّمَ بِذَلِكَ سُلَيْمَانَ ثُمَّ قَوْلُهُ (مُلْكًا) قَلَّمَ
 يَفْهَمُ قَوْلَهُ أَنَّ يَرْيَدُ حُكْمًا مَا وَرَأَيْتُ لَكَ شُؤْرًا فِي مَطْلَعِ حَبْرٍ وَخَبْرٍ بَيْنَ السَّاحِلِ
 قَوْلُهُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى أَنَّهُ مَا اخْتَصَرَ إِلَّا بِأَسْمَاءٍ مِنْ ذَلِكَ وَبَعْدَ يَتِ الْعَصْرِ بَيْنَ الْأَوَّلِ
 الْخَمْسَةِ إِلَّا بِالْقَدِيمِ وَقَدْ يُخْتَصَرُ بِالسُّلَيْمَانِ وَالْقَدِيمِ وَتَقْرَأُ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي
 حَوَالَةِ الْعَصْرِ بَيْنَ السُّلَيْمَانِ وَالْقَدِيمِ وَالْقَدِيمِ وَالْقَدِيمِ وَالْقَدِيمِ وَالْقَدِيمِ وَالْقَدِيمِ
 يَقْلَمُ أَنَّ لَا يَكُنْ لَهُ مَنْ أَحَدٌ قَلَّمَ قَوْلًا قَالِ مَا مَحْكَمَتِي اللَّهُ مِنْهُ عَيْنًا
 أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدَّمَ وَحَبَّبَ السُّلَيْمَانَ بِهِ ثُمَّ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدَّمَ قَوْلًا سُلَيْمَانَ قَالَهُ
 قَوْلًا عَيْنًا مِنْ هَذَا أَنَّ الَّذِي لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِ بَعْدَ سُلَيْمَانَ الْقَدِيمِ بِذَلِكَ عَيْنًا
 الْعَمُومُ وَلَيْسَ عَرَضًا مِنْ هَذِهِ السُّلَاةِ لَا الْخَلَامُ وَالشَّرِيَّةُ لَنَا سَوَابِغَيْنِ سَتَيْنِ ذَكَرَ
 هُمَا سُلَيْمَانُ فِي الْإِسْمَيْنِ الَّذَيْنِ تَقْصِيرُهُمَا بِمَقَانِ الْعَوَابِ السَّرْحَيْنِ السَّرْحَيْنِ الْقَبِيحَةِ وَحَسَنَةِ
 الْوَجُوبِ وَالْخَلْقِ وَالْحَقِّ وَالْمَقَانِ فِي قَوْلِهِ (وَأَرْحَمِينَ وَسِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ) عَنِ الْأَسْمَاءِ وَالْأَوَّلِ
 الْمُنَى حَقًّا عَلَى السَّبَبِ كَمَا تَقَرَّرَ بِمَا فَتَحَ نَتِجَةُ حَقِّهِ الْإِمْتِنَانِ بِالْأَسْمَاءِ الْإِلَهِيَّةِ وَالشَّيْءِ
 السَّرْحَيْنِ السَّرْحَيْنِ عَلَى قَبْلِ الْبُحْرَيْنِ فَكَانَ الْأَخْلَاقُ أَنَّ قَوْلَهُ يَتْلُوهُ أَمَّا مَا وَجِبَ عَلَى
 قَبْلِ الْإِمْتِنَانِ فَتَوَجَّهَ السَّرْحَيْنِ عَيْنُهُ تَقَى مِنْ أَمْتِنَ وَمَا تَقَرَّرَ إِلَّا عَوْرًا أَنَّ الْأَوَّلَ مِنْ

حُكْمُهُمْ فِي تَقْوِيلِ مَا قَالُوا مِنْ تَقَالُيبٍ فِي الْعُلُومِ هِيَ يُقَالُ إِنَّ هَذَا أَعْلَمُ مِنْ هَذَا
 كَقَوْلِهِ الْقَيْنِ وَهَذَا هُوَ مَقْلُوبٌ تَقْوِيلُ الْإِسْمَاءِ لَا تَقْوِيلُ الْعِلْمِ فَإِنَّ الْعِلْمَ بِالشَّيْءِ
 مُتَعَدِّدٌ عَنْ الْإِسْمَاءِ وَالْإِسْمَاءُ مُتَعَدِّدٌ عَنْ الْقُدْرَةِ مِنْ دُونِ الْعِلْمِ لَا تَقْوِيلُ أَنْ
 قَالَهُ يُعَيِّنُ الْإِسْمَاءُ كَقَوْلِهِ تَقْوِيلُ بِأَشْيَاءٍ وَالْإِسْمَاءُ لَا قَالَهُ تَقْوِيلُ الْقُدْرَةِ لَا تَقْوِيلُ
 تَقْوِيلُ بِهِ وَلَا حُكْمٌ يُقَدَّرُ عَلَى الْإِسْمَاءِ وَلَا الْإِسْمَاءُ عَلَى الْعِلْمِ وَتَقْوِيلُ الْإِسْمَاءِ
 الْعِلْمُ وَالْإِسْمَاءُ الْقُدْرَةُ دُونَ الْعِلْمِ فَهَذَا صَافِيَةٌ فِي الْغَيْبَاتِ الْإِلَهِيَّةِ وَكَسَالِ تَقْوِيلِ
 الْإِسْمَاءِ وَخَلْقِهَا وَتَقْوِيلُهَا عَلَى تَقْوِيلِ الْقُدْرَةِ وَكَذَلِكَ تَقْوِيلُ الْإِسْمَاءِ وَتَقْوِيلُهَا
 الْإِلَهِيَّةُ عَلَى دَرَجَتِهَا فِي تَقْوِيلِهَا عَلَى بَعْضِ كَرَامَتِهَا تَقْوِيلُ مَا قَالَهُ فِي الْعِلْمِ مِنْ أَنَّ
 يُقَالُ هَذَا أَعْلَمُ مِنْ هَذَا أَوْ آخَرِيَّةُ الْعَيْنِ وَهَذَا أَنَّ شَيْءًا مِنْهُ لَا يَكُونُ إِذَا تَقْوِيلُهَا
 بِجَمِيعِ الْأَشْيَاءِ وَتَقْوِيلُهَا بِكُلِّ شَيْءٍ مِنْهَا فَهَذَا مِنْ تَقْوِيلِهَا عَلَى الْعِلْمِ هِيَ كَقَوْلِهِ
 جَمِيعُ الْأَشْيَاءِ فَجَمْعُهَا عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا يَحْتَاجُ إِلَى تَقْوِيلِهَا عَلَى الْعِلْمِ فَهَذَا يَكُونُ قَوْلُ
 زَيْدٍ أَنَّ هَذَا أَعْلَمُ مِنْ هَذَا أَوْ آخَرِيَّةُ الْعَيْنِ وَهَذَا أَنَّ شَيْءًا مِنْهُ لَا يَكُونُ إِذَا تَقْوِيلُهَا
 وَتَقْوِيلُهَا عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا فَهَذَا مِنْ تَقْوِيلِهَا عَلَى الْعِلْمِ هِيَ كَقَوْلِهِ
 هُوَ أَعْلَمُ مِنْ هَذَا أَوْ آخَرِيَّةُ الْعَيْنِ وَهَذَا أَنَّ شَيْءًا مِنْهُ لَا يَكُونُ إِذَا تَقْوِيلُهَا
 هَذَا وَتَقْوِيلُهَا عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا فَهَذَا مِنْ تَقْوِيلِهَا عَلَى الْعِلْمِ هِيَ كَقَوْلِهِ
 عَنْ كَذَا بِتَوْجِيهِ النَّاسِ عَلَى نَفْسِهِ كَالْأَيَّةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ الْإِسْمَاءِ فِي حَقِّهِ حِينَئِذٍ
 صَحْبُهُ شَيْءٌ فَتَقْوِيلُهَا (وَقَوْلُهُ شَيْءٌ بَعْضِيٌّ) فَتَقْوِيلُهَا بِصِفَةِ تَقْوِيلِهَا كَقَوْلِهِ بِصِفَةِ
 تَقْوِيلِهَا كَقَوْلِهِ أَنَّ هَذَا أَعْلَمُ مِنْ هَذَا أَوْ آخَرِيَّةُ الْعَيْنِ وَهَذَا أَنَّ شَيْءًا مِنْهُ لَا يَكُونُ إِذَا تَقْوِيلُهَا
 فَتَقْوِيلُهَا كَقَوْلِهِ أَنَّ هَذَا أَعْلَمُ مِنْ هَذَا أَوْ آخَرِيَّةُ الْعَيْنِ وَهَذَا أَنَّ شَيْءًا مِنْهُ لَا يَكُونُ إِذَا تَقْوِيلُهَا
 وَتَقْوِيلُهَا عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا فَهَذَا مِنْ تَقْوِيلِهَا عَلَى الْعِلْمِ هِيَ كَقَوْلِهِ
 فِيهِ أَعْلَمُ مِنْ هَذَا أَوْ آخَرِيَّةُ الْعَيْنِ وَهَذَا أَنَّ شَيْءًا مِنْهُ لَا يَكُونُ إِذَا تَقْوِيلُهَا
 كَقَوْلِهِ مَنْ يَقُولُ أَنَّ الْعِلْمَ هُوَ أَعْلَمُ مِنْ هَذَا أَوْ آخَرِيَّةُ الْعَيْنِ وَهَذَا أَنَّ شَيْءًا مِنْهُ لَا يَكُونُ إِذَا تَقْوِيلُهَا
 لَا تَقْوِيلُهَا عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا فَهَذَا مِنْ تَقْوِيلِهَا عَلَى الْعِلْمِ هِيَ كَقَوْلِهِ

مِنْ تَعْبِيدِ يَدِ الْخَلْقِ مَعَ الْإِنْفَاسِ وَلَا عِلْمَ لِأَمْرِ بِهَذَا الْقَدَرِ بَلِ الْإِنْسَانُ لَا يَشْعُرُ بِهِ مِنْ تَقْدِيرِ اللَّهِ
فِي كُلِّ نَفْسٍ لَا يَكُونُ ثُمَّ يَكُونُ وَلَا تَقُولُ ثُمَّ تَقْفِي الْمُدَّةَ فَلَيْسَ ذَلِكَ بِمَعْنِيَةٍ وَإِنَّمَا شَرُّهُ
تَقْفِي تَقْدَامَ الرُّتْبَةِ الْحَلِيَّةِ وَفِي الْعَرِيبِ فِي مَوَاضِعَ مَخْصُوصَةٍ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ كَثَرُ التَّوَدُّعِ
ثُمَّ انْطَرَبَ :

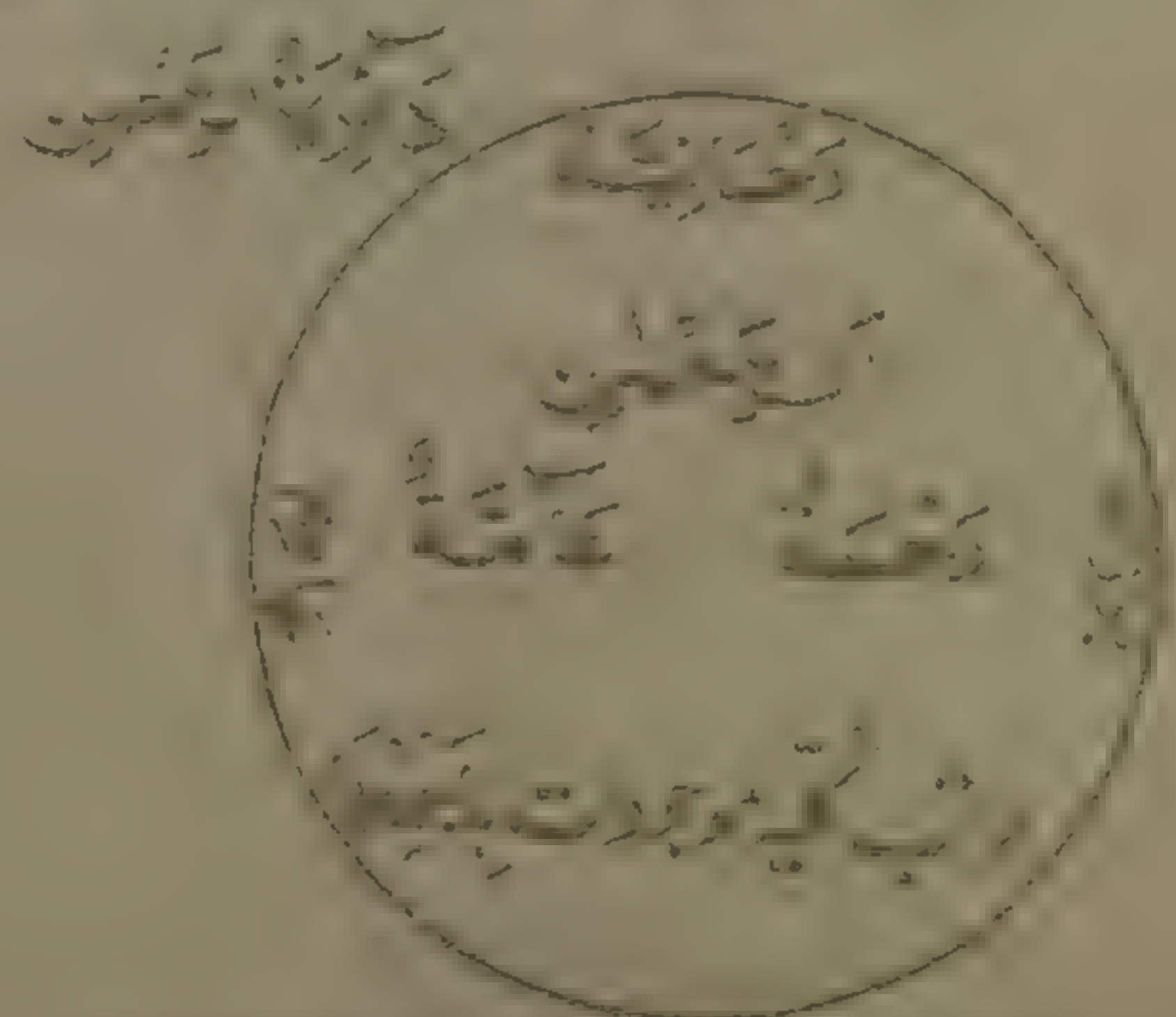
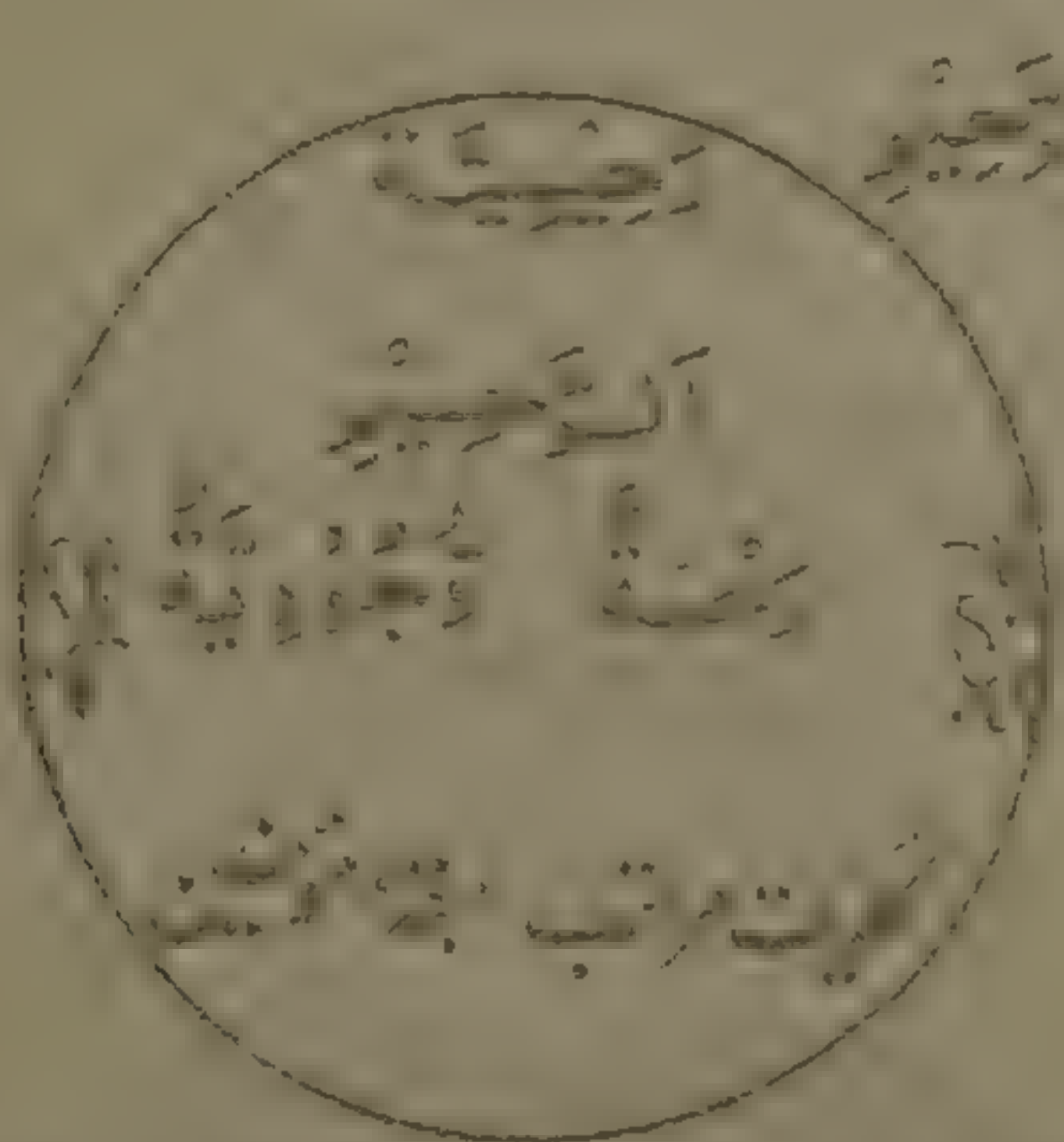
وَنَزَعَانُ الْهَرْدَ عَيْنُ نَرَمَانِ انْطَرَبَ نَهْلُؤُنِي بِمَا تَشِيءُ وَقَدْ جَاءَ بِشَرِّ الْأُمَّةِ كَذِبُكَ تَجِدِي
أَخْبِرْ مَعَ الْإِنْفَاسِ نَرَمَانُ الْحَدَمِ زَمَانُ وَجُودِ الْوَيْلِ كَتَجْوِيدِ الْأَقْرَابِ فِي دَرْبِ الْأَشَاعِيرِ وَإِنْ
مَسْئَلَةُ حَقُولِ عَرِشِ بُلْقِيْسَ مِنْ أَشْكَالِ الْبَسَائِنِ الْأَجْنَدِ مِنْ عَرَفَ مَا ذَكَرْنَا لَا إِنْفَاقَ فِيهَا تَعْلِيْمَ
فَلَوْ يَكُونُ لَا يَمُوتَ مِنَ الْفَقْرِ فِي ذَلِكَ لَا حَقُولُ التَّجْوِيدِ فِي مَعْبُورِ سُلَيْمَانَ عَيْنُ مَرْكُومَ حَتَّى
فَقَمَ نَعْرِشُ مَسَافَةٍ وَرَأَيْتُ لَهُ أَرْضَهُ دَلَّ خَرَقَتَهَا بِعَيْنٍ فَلَمَّا مَا ذَكَرْنَا وَكَانَ ذَلِكَ عَنِ يَدِ
بَعْضِ الْأَعْرَابِ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُونُ عَظَمَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي تَحْوِيلِ الْحَاظِرِينَ
مِنْ بُلْقِيْسَ وَاصْطَحَابِهَا وَنَبِيٍّ ذَلِكَ كَوْنُ سُلَيْمَانَ هَيْبَةَ اللَّهِ تَعَالَى بِهِ وَكَانَ قَوْلُهُ وَكَانَ
لِيَدَاؤُهُ سُلَيْمَانَ وَالْهَيْبَةُ مَعَهُ الْوَقْفُ بِكُرُوقِ الْأَنْجَمِ لَا يَفْزَعُ الْعَبَاوَةَ لِيُذَكِّرَ بِالْإِسْقَاطِ
فَلَوْ تَقَعَتْ أَسْتِ بِقَتْلِهِ وَالْعَجَبُ تَبَرُّقَهُ وَشَرِبَتُهُ لَدَا بَقَعَهُ وَأَقَامَ بِقَتْلِهِ تَقْوَاهُ تَقْوَاهُ
سُلَيْمَانَ) مَعَ نَقِيصِ الْعُكُودِ (وَصَفَا أَيْنَا حُرُوقًا وَوَيْلًا) كَانَ عِلْمُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ
اللَّهُ وَجَّهَ سُلَيْمَانَ عِلْمُ اللَّهِ فِي الْمَسْئَلَةِ إِذْ كَانَ هُوَ نَحَاكِيهُ بِمَا دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ سُلَيْمَانَ رَجُلًا
الْعَرَبِ فِي مَقَامِ مِدْقِ حَتَّى أَنْجَحَتْهُ بِحُسْنِ الْوَالِدِ يَحْكُمُ بِهِ اللَّهُ فِي حُسْنِ
لَوْ تَوَلَّى بِفَقْرِهِ أَوْ بِمَا يُوسَى بِهِ سِرُّهُ لَمْ يَكُنْ أَخْبَرَانِ وَالْخُفْلُ بِهَذَا الْأَعْمَرِ الْمُتَعَلِّقُ بِالْأَمْرِ
سَمَ كَوْنِهِ عِلْمًا وَحُكْمًا فَاعْلَيْتُ هُوَ الْأَمَّةُ الْحَسَنِيَّةُ مُرْتَبَةً سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْإِسْلَامِ
وَمُرْتَبَةً دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتَبَاعُلُهَا مِنْ أُمَّةٍ وَنَسَا مَا أَتَى بِبُلْقِيْسَ عَرِشَهَا مَعَ عِلْمِهَا بِبَحْرِ
السَّافَةِ وَاسْتِعَالَهِ انْتِقَالِهِ فِي قَوْلِكَ الْمُدَّةَ عِنْدَهَا (قَالَتْ كَذَلِكَ هُوَ) وَنَسَا قَتْلَ يَدَا
ذَكَرْنَا مِنْ تَعْبِيدِ الْخَلْقِ بِالْأَمْسَالِ وَهُوَ مَدَدٌ لَا مَرْحَلَةً ذَلِكَ فِي مَوَاقِفِ
الْمُتَجَرِّدِ عَيْنُ مَا أَتَى فِي مَوَاقِفِ الشَّعْرِ مِنْ حِكْمَتِهِ عِلْمُ سُلَيْمَانَ سُلَيْمَانَ لَوْ
وَهَكَذَا فِي الْعَرِيبِ (قِيلَ لَيْتَ دَخِلَ الْعَرِيبُ) وَكَانَ مَرْحَلَةً أَمْسَالِ الْأَمَّةِ فِيهِ عِلْمُ سُلَيْمَانَ

رَأَى حَسْبَهُ لَعْنَةً (مَنْ مَاتَ) (وَكُشِفَتْ عَنْ سَائِقِيهَا) حَتَّى لَا يُعْيِبَ الْبَاقُ تَوْبَهَا قَبْلَهَا بِذَلِكَ عَلَى
 أَنْ عَرَفَ مَا أَتَى مِنْ رَأَى حَسْبَهُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ وَهَذَا غَايَةُ الْإِنْفَاتِ نَزَلَتْ أَعْلَاهَا بِذَلِكَ إِمَّا بَعَثَكَ
 فِي قَوْلَانِ (كَأَنَّهُ هُوَ) فَقَالَتْ وَنَدَّ ذِكْرَ (رَبِّ رَأَى) فَكُنْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ يَلُو رَبِّ
 (أَعْلِيَيْنِ) أَيْ (إِسْلَامِ سُلَيْمَانَ) يَلُو رَبِّ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ سُلَيْمَانَ وَرَأَى الْفَادَتِ لِرَبِّ الْفَادَتِ
 وَسُلَيْمَانَ مِنْ (أَعْلِيَيْنِ) فَمَا تَقَيَّدَتْ فِي (أَعْلِيَيْنِ) وَكَأَنَّهَا تَقَيَّدَتْ السُّوسُ فِي (أَعْلِيَيْنِ) فِي (أَعْلِيَيْنِ)
 بِخَيْرِكِ خَيْرٌ عَوْنٌ وَرَأَى قَالَ (رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ) وَإِنْ كَانَ يَنْتَحِقُ بِهَذَا (إِلَّا نَفِيًا) وَبِالْقَبِيلِ
 مِنْ (أَعْلِيَيْنِ) لَا يَقْوَى تَوْبَهَا فَكَانَتْ أَعْلِيَيْنِ مِنْ (أَعْلِيَيْنِ) فِي (أَعْلِيَيْنِ) وَكَانَ فَرَحُهُ
 تَحْتَ حُجْرَتِهِ حَيْثُ قَالَ: مَتَى رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) أَمْسَتْ بِهِ بَنُو (مُوسَى) فَفَقَرْتُ
 وَرَأَى خَصْرَ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ) وَكَانَ (إِسْلَامِ
 يَلْقِيَسَ) (إِسْلَامِ سُلَيْمَانَ) إِذْ قَالَتْ (مَعَ سُلَيْمَانَ) فَتَقَيَّدَتْ مَعَ يَلْقِيَسَ مِنْ (أَعْلِيَيْنِ) (إِلَّا نَفِيًا)
 بِهِ لَحْظَةً (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 فِي (أَعْلِيَيْنِ) وَبِالْقَبِيلِ فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 مَعَ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 مِنْ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 يَلْقِيَسَ مِنْ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 كَوْنِ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 لَا يَلْقِيَسَ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 هُوَ مِنْ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 السُّوسُ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 لَيْسَ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 وَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 الْفَادَتِ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)
 مَعْبُودُ (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ) فَكَانَتْ رَأَى (أَعْلِيَيْنِ)

اسلام نے اپنے نام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے مقدم رکھا کہ اس نام کی حرمت کی وجہ سے وہ نامہ کو نہ پھاڑے
یہ اُن کی توجیہ ہر امر نامہ مناسب ہے۔ بتیس کا نامہ کو نہ پھاڑنا توفیق الہی سے ہے۔ وہ ازلی سعید تھی اسے
اللہ تعالیٰ نے اُس کو اُس نامہ کی تعلیم کی توفیق بخشی۔ اس میں نام کے مقدم یا و تراوے کا کچھ اثر نہیں
چنانچہ اُس نامہ کے حق میں بتیس کا قول اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ بتیس نے کہا (رَبِّیْ اُتِّیْتُكَ بِمَنْجَبِ
مَكْرُوْتٍ) جتنی وہ نامہ بتیس کے نزدیک بزرگ ہے۔ پس یہ توفیق الہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل میں اُس
نامہ کی غفلت ڈال دی۔ اور ہوائے س کے نہیں کہ اُن مسترین نے کسریٰ شاہ ایران کے جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک پھاڑنے کو اس پر عمل کیا ہے۔ عین اُن کا زعم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
چوتھ نامہ مبارک اللہ تعالیٰ کے رسم سے شروع کیا تھا۔ اور بعد میں اپنا اسم مبارک اور اس کے بعد کسریٰ کا نام
لکھا تھا۔ اسلئے شاہ فارس نے نامہ مبارک کو پھاڑ دیا۔ شاہ فارس خود اس تھا اور اُس کے دل میں اللہ اور اس کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ تھی۔ نامہ مبارک کا عنوان یہ تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ
رَسُولِ اللّٰهِ ابْنِ کَسْرِیٍّ غَنِیْمٍ فَارِسِ۔ ان مسترین نے کھابہ کہ تا جبر ایران نامہ مبارک کا عنوان کُتبتے ہیں گ
گور ہو گیا اور متکبرانہ جہ میں کہنے لگا۔ میرے نام کے پہلے کسی دوسرے کا نام لکھنا سنت کُتبتی ہے۔ یہ کہہ کر
بغیر اس کے کہ نامہ مبارک کا عنوان کُتبتے غلام مبارک چاک کر کے چھینک دیا۔ حالانکہ یہ نامہ ہے اُس نے نہ
مبارک سارا پڑھا اور اُس کے عنوان کو اپنی طرح بچا نا اور بعد میں نامہ مبارک پھاڑا۔ اب ان مسترین کا زعم
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک مقدم رکھا اور بعد میں اپنا اسم مبارک اور بعد میں کُتبتا
کا نام، اسلئے شاہ ایران نے نامہ مبارک پھاڑ دیا اور سلیمان علیہ السلام نے اپنا نام مقدم رکھا اور اللہ تعالیٰ
کا بعد میں، اسلئے بتیس نے نامہ نہ پھاڑا۔ یہ اُن کا زعم ہر امر غلط ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے بھی نامہ پیشہ
اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع کیا تھا۔ فرق یہ ہے کہ شاہ ایران ازلی شقی تھا اسلئے اس کو نامہ مبارک
کی تعلیم کی توفیق نہ ملی اور بتیس ازلی سعید تھی سلیمان علیہ السلام کی ازلی مشکوہ تھی اسلئے اُس کو نامہ کی
تعلیم کی توفیق نصیب ہوئی۔ اگر بتیس کو توفیق نہ ملتی تو وہ بھی ایسا ہی کرتی اور صاحب نامہ کی حرمت
بوجہ سلیمان علیہ السلام کے اسم کے مقدم ہونے اور اللہ تعالیٰ کے اسم کے نامہ کے پھاڑنے سے مخالفت
نہ کرتی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اسم سے آپ کے اسم کی تاخیر نامہ کو محفوظ رکھتی۔ مگر یہ ہے کہ نامہ کے عنوان
کا نامہ کے نہ پھاڑنے میں کئی دخل نہیں ہے۔ یہ بتیس پر نہیں الہی ہے کہ اُس کو نامہ کی تعلیم کی توفیق

غیب ہو گئی۔ یہیں تک کہ ان مغتربین کا رتبہ جو کہتے ہیں کہ شیطان غیر مستقیم نے نامہ میں اپنا عہدہ اللہ تعالیٰ کے رحم پر مقدم رکھا۔

پس شیطان اپنے نامہ میں دو مرتبیں لیا، ایک رحمت امتنانی اور دوسری رحمت ربوبی۔ رحمت امتنانی اسم رحمن کی رحمت ہے اور رحمت ربوبی اسم رحیم کی رحمت ہے۔ اسم رحمن کی رحمت اللہ تعالیٰ نے جمیع کائنات کو اپنی ذات سے پیدا کیا جن اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اپنا وجود عطا کیا۔ یہ رحمت علامہ ہے۔ پس اسم رحمن کی رحمت اللہ تعالیٰ نے جمیع مخلوق پر احسان کیا۔ اسم رحیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے طبقہ مومنین کو اپنی رحمت خاصہ و مجربہ سے نوازا اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق بخشی۔ ان مومنین پر امتثال امر الہی واجب ہے اور اللہ تعالیٰ پر ان کے اعمال صالحہ کی جزا میں رحمت واجب ٹھہری۔ اسم رحمن کے معنی ہر جمیع مخلوقات ہے اور اسم رحیم کے معنی ہر مومنین اور انبیاء و نبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور یہ رحمت ربوبی بھی رحمت امتنانی۔ رحمت ربوبی سے سب کو نگر رحمت ربوبی کا حق ما قدا اعمال صالحہ کے ہے اور اعمال صالحہ کی توفیق بھی اسم رحمن کی رحمت سے ہے۔ پس اس اعتبار سے اسم رحیم بھی اسم رحمن میں داخل ہے جیسا کہ خاص عام کے ضمن میں واضح ہوا ہے۔ لیکن حتمی حکم لکھیں ہے۔ اس پر کوئی ہیز واجب نہیں لیکن از روئے کمال شفقت و رحمت اس ذات سے کہ طبقہ مومنین کو اپنی رحمت رحیمیہ خاصہ و مجربہ کے باعث اپنی دوست قریب سے نوازا اور ان پر رحمت کرنی اپنے آپ پر واجب کہیں بقولہ تعالیٰ (مُكْتَبٌ عَلٰی غُلَامٍ بِالْحَقِّ) اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندے پر اس کے عمل صالحہ کے عوض اس پر رحمت کرنی اپنی ذات پر واجب کر لی ہے۔ آیہ مذکورہ میں رحمت سے مراد رحمت ربوبی ہے جیسا کہ مومنین پر اعمال صالحہ واجب ہیں اور رحمت ربوبی سے مومنین کیلئے ان اعمال صالحہ کی جزا بھی اپنی ذات پر رحمت خاصہ و مجربہ واجب کر لی ہے۔ اسم رحمن اور اسم رحیم کے معانی میں تفریق کرنے کیلئے ہر دو اسماء کے درمیان تفریق لکھتے ہیں۔



پس اسم ظاہر و اسم آخر عبد کیسے ہے کیونکہ عبد تعجبی اخیر ہے اور ظہور اللہ تعالیٰ ہے۔ لہذا ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کے اسماء ظاہر و آخر عبد کے بغیر ثابت نہیں ہوتے۔ عبد کے بغیر حقیقی ظاہر نہ تھا پھر اس کے سبب ظاہر ہوا۔ پس اس کا ظہور بغیر عبد کے موقوف رہتا ہے اور اس طرح عبد کے بغیر عمل کا تصور حقیقی کے لئے موقوف رہتا ہے۔ یعنی حقیقی بغیر عبد کے وجود کے نہ ظاہر ہو سکتا ہے اور نہ کوئی فعل و عمل کر سکتا ہے کچھ حقیقی کا اسم باطن و اسم اول بھی خلق اور عبد کیساتھ ثابت ہے۔ مرتبہ احدیت ذاتیہ میں کسی اسم کا ظہور نہیں۔ حقیقی کے اسماء اول و آخر و ظاہر و باطن عبد کے عین ثابتہ ہیں علیٰ طورہ ثابت تھے اور حقیقی کے اسماء اول و آخر و ظاہر و باطن عبد کے عین خارج اور شہادت میں ثابت ہیں۔ عبد کا ظاہر حقیقی کا ظاہر ہے اور عبد کا باطن حقیقی کا باطن ہے۔ عبد کا اول حقیقی کا اول ہے اور عبد کا آخر حق تعالیٰ کا آخر ہے۔ مراد یہ ہے کہ حقیقی کا تین اول بھی عبد ہے اور لباس اخیر بھی عبد ہے۔ ضرورتی سے علیہ و علم و ہود کے لحاظ سے سب سے اول و ظہور کے لحاظ سے سب سے آخر ہیں۔ مراد یہ ہے کہ خلق یعنی موجودات اسماء آئینہ کے مظاہر ہیں۔ اول آخر ظاہر اور باطن ایسے اسماء ہیں کہ ان سے باہر کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ یا کوئی شے اول ہے یا آخر یا کوئی شے ظاہر ہے یا باطن۔ **هَذَا أَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ** کا لفظ ہی اول حقیقی ہی آخر حقیقی ہی ظہور حقیقی ہی باطن ہے مراد یہ ہے کہ جو اسے حقیقی کے کسی چیز کا وجود ہی نہیں ہے۔ اگرچہ ہم سب موجود ہیں لیکن ہمارا وجود ساتھ حقیقی کے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ موجودات اسماء آئینہ کے مظاہر ہیں لہذا اول و آخر و ظاہر و باطن کے بھی مظاہر ہیں۔ عبد چونکہ شجرۃ اکون کا ثمر ہے لہذا اسم اللہ کا مظہر ہے اور اسکو جامعیت کا کمال حاصل ہے۔ یہ حق اور حقیق دونوں کا جامع ہے۔ اس کا ظاہر حقیق ہے اور اسکا باطن حق ہے۔ ظاہر کے لحاظ سے اسم آخر اور اسم ہی ہر کا مظہر ہے اور باطن کے لحاظ سے اسم اول اور اسم باطن کا مظہر ہے۔ جامعیت کو پورا پورا کمال صرف سرکار دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔ باقی انسانوں میں یہ کمال ان کی استعداد کے مطابق ہے۔ پس جب تو خلق کو دیکھے کہ تو حقیقی کے اسماء اول و آخر و ظاہر و باطن کو دیکھے گا یعنی حقیقی کو دیکھے گا مراد یہ ہے کہ خلق ظہور حق ہے اور حق باطن خلق جیسا کہ صوفیاء بھی ہیں اور سنیوں میں حدیث شریف وارد ہے **إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ عَلَيْهِ** **سَلَامٌ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ السَّلَامَ عَلَيْكَ يَا أَوَّلَ السَّلَامِ عَلَيْكَ يَا آخِرَ السَّلَامِ عَلَيْكَ يَا ظَاهِرَ**

ظاہر میں تھا۔ ایسی حکومت آپ کے بعد کسی نبی یا رسول کو نصیب نہیں ہوئی۔ تو کچھ سیمان کو علاحدہ
 وہ سب کچھ جناب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے۔ ہوا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 کو ہر نہ کیا۔ بلکہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا سب سے سیمان علیہ السلام کو اس کی خوشی بھی نہیں پہنچی۔ بلکہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسکینی پسند ہے۔ آپ تخت پر نہ اٹھیں بظاہر اڑتا پسند نہیں فرماتے اور نہ ہی جنوں
 اور ہندول کو بظاہر میں جوتے ہیں۔ اس کو کوثر کو جناب پسند نہیں فرماتے۔ ورنہ ہر شے حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ماتحت ہے۔ *يَقُولُ يٰ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّكَ اَنْتَ اَمْرٌ مِّنْ جَبْرِ مَكْرُومٍ*۔
 اس باطنی حکومت کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیمان علیہ السلام سے خارج کیا ہر شے اس کی مسکینی
 آپ ہی جانتے ہیں لیکن اس زمین نے ہر شے انقدر سمجھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری شان و شوکت
 کو پسند نہیں فرماتے۔ آپ مسکینی کو پسند فرماتے ہیں۔ *يَقُولُ يٰ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّكَ اَنْتَ اَمْرٌ مِّنْ جَبْرِ مَكْرُومٍ*۔ تو غنی
 مسکین و محتسوفی فی ذلک الساعۃ۔ حدیث جنریت سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیروں
 پر بھی اللہ تعالیٰ نے غلبہ بخشا ہو۔ تبارک و تعالیٰ کہ ایک مدت ایک دیو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ
 کے پاس اس روم سے آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آئی۔ سے نال کرے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ اس کو
 پڑاں اور سب کے متولوں میں سے کسی ایک ستون کیسا تھوڑا عہد دیں حتیٰ کہ کچھ ہو جائے اور مدینہ منورہ
 کے لیے اس کے ساتھ تمیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیمان علیہ السلام کی دعا یاد کرانی اور اللہ تعالیٰ
 نے اس دیو کو وقت کیساتھ ڈال دیا۔ حضرت سیمان علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! مجھے ایسا ملک عطا
 کر جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو اور وہ ملک موجودات پر ظاہری حکومت تھی۔ سیمان علیہ السلام بظاہر
 جنوں کو بیڑیاں لاتے تھے اور قید کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنریت کو باندھنے
 سے روکا اور کہا اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم! آپ رختہ عیالین ہیں۔ آپ کا نصب بہت ہی
 سست و آہستہ ہے۔ آپ ہر مومن کو پکڑنے کے لئے تشریف نہیں لاتے بلکہ آپ ہر مومن کو پھیلانے کے
 لئے تشریف لاتے ہیں۔ قید ہیں اور سیمان کا کہہ رہے ہیں۔ وہ قید سے آزاد کرنا آپ کی شان ہے۔ یہ وہی
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیو کو آزاد کر دیا۔ نیز جو کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں آپ نے ان
 سب کو ظاہر نہیں کیا اور سیمان کو جو کمال حاصل تھا اس نے پوری طرح ظاہر کر دیا۔ سیمان نے اپنی کوئی
 ثروت باقی نہیں رکھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود انکوں ہجرت دکن کرنے کے اپنی حق تعالیٰ کوست کا

اغبار ہی نہیں کیا۔ لاکھوں سلیمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چوٹی کا حکم رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ تیرالی شان عطا کی ہے کہ آپ کی امت کے بعض کُل افراد سلیمان علیہ السلام سے درجہ میں افضل ہیں۔

بخشد بہ مورے ز سَخا ملک سلیمان! ۛ شانِ جہان اند کہ ایاں مُحمّد (س)

پھر سلیمان علیہ السلام کا قول (مُذَكًّا) ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے ملکوں میں سے ایک ملک مانگ لیا ہے۔ آپ نے سب ملک نہیں مانگے۔ لفظ مُذَكًّا عام نہیں ہے۔ پس ہم نے جان لیا کہ آپ نے ایک خاص ملک کا ارادہ کیا ہے۔ یعنی آپ نے ممالک تو حید میں سے ایک خاص ملک مانگا ہے مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنی استعداد کے مطابق کمالات حقیقی میں سے ایک خاص کمال مانگا ہے اور ہم نے دیکھا ہے کہ جو ملک سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا اُس ملک کے ہر جہز میں تحقیق کئی لوگ شریک ہیں۔ یعنی جو کمالات آپ کو نصیب ہیں وہ من و عن کئی اور اہل اللہ کو بھی حاصل ہیں۔ ایسا کوئی کمال نہیں ہو آپ کو حاصل ہے اور آپ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔ پس ہم نے جان لیا کہ تحقیق سلیمان علیہ السلام اُس ملک خاص کے ساتھ بہ ہیئت نقیض تھے یعنی آپ کو جمیع کمالات تو حید حاصل نہیں تھے بلکہ ایک خاص کمال تو حید حاصل تھا جس سے وہ عالم میں تصرف کرتے تھے۔ جمیع کمالات تو حید پر مادی ہونا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اور حدیث بغریت سے ہم نے اس بات کو جان لیا کہ تحقیق سلیمان علیہ السلام صرف ظہور تصرف کیساتھ نقیض تھے یعنی وہ کمال اور ملک دوسروں کو بھی حاصل ہے لیکن اس کمال کے ظہور کی سوائے آپ کے کسی اور کو اجازت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس ظاہری کرم و قدر کو پسند نہیں فرمایا۔ پس وہ ملک تو حید یعنی کمال اور اُس ملک کا ظہور جہن ظہور کمال صرف سلیمان علیہ السلام کیلئے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلیات غیر مکرر ہیں، بقولہ تَعَالٰی (مَنْ يَوْجُ عَوْفَى شَاہِت) پس ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے ایک نئی شان سے تجلّ کیا ہے اس لئے جو کمال مجموعی طور پر ایک انسان کو حاصل ہے من و عن وہ ہی کمال دوسرے کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ ملک یا کمال جو سلیمان علیہ السلام کو حاصل تھا وہ اُن ہی کے ساتھ نقیض ہے۔ پس وہ کمال بالظہور اور ظہور کمال آپ کیلئے نقیض ہے۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بغریت میں یہ نہ فرماتے (فَاَمَّا مَلِكِي) اللہ و جہل کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اُس کے اُوپر قدرت بخشی، تو البتہ ہم کہتے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کہیں جن کا ذکر نہیں ان نے ان دو اسموں میں کیا ہے جن کی تفسیر لسانِ عرب میں رتھن اور تھیم ہے۔ رتھت
 و تھیمی کو اللہ تعالیٰ نے مقید کیا ہے یعنی صفتِ حیثیت کے مظاہر صرف مؤمنین ہیں۔ دولتِ قرب سے اللہ
 تعالیٰ نے صرف طبقہ مؤمنین کو نوازا ہے۔ عوام الناس کو اس میں حصہ نہیں۔ رتھت امتحانی کو اللہ تعالیٰ نے
 مطلق اور عام کیا ہے اور جمیع موجودات کو اس رتھت یعنی حیثیت سے نوازا ہے یعنی جمیع موجودات کو اپنی
 ذات سے پیدا کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر شے کی صورت پر ذاتِ حق کا ظہور ہے جیسے جمیع حروف کی صورت پر
 سیاہی کا ظہور ہے اور یہ اس کی جہتِ عامہ ہے جس میں جمیع کائنات کو سیر حاصل ہے۔ اسماءِ الٰہیہ مرتبہ
 حیثیت ذاتیہ میں بالحقہ موجود تھے لیکن ان کو ظہور کیلئے کرب و اضطراب تھا۔ مستحالی نے فیضِ قدس سے
 رتھن کے ساتھ اپنی ذات پر تھتی کی اور اسماءِ الٰہیہ کا ظہور ہم میں فرمایا۔ اسماءِ الٰہیہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت
 اور نسبتوں کے متعلق ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ہر اسم ایک خاص صفت کا ایک ہے لیکن اسم اللہ جانِ بیحد ہوا
 و بیست ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسماءِ الٰہیہ کا کرب و اضطراب دور کرنے کی خاطر ان کو پہلے مرتبہ ہم میں ظہور
 بخشا۔ اسماءِ الٰہیہ کا ظہور بھی ہم میں عالم کے عیان ثابہ ہیں۔ پھر رب تعالیٰ نے فیضِ قدس سے اسماءِ الٰہیہ
 کو ظہور عطا ہی بخش یعنی ان کو مرتبہ ہم سے مرتبہ نہیں شہودی میں لیا۔ مراد یہ ہے کہ اس عالم کے عیان ثابہ
 کو وجود اور ظہور کا لباس بخشا پس مستحالی نے اسماءِ الٰہیہ پر امتحان اور احسان کیا یعنی ہم ابی عالم کو ان کا
 مظاہر بنایا پس ہم ابی عالم اس رتھت امتحانی کا نتیجہ ہیں جو مستحالی نے اسماءِ الٰہیہ اور نسبِ الٰہیہ پر
 ہر اسم کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے اور ہر اسم کی ایک خاص حقیقت ہے۔ مراد یہ ہے
 کہ عالم کی صورت پر اسماءِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔ اسماءِ الٰہیہ نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور جنات ہیں۔ جنات
 ہوا کہ عالم کی صورت پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور جنات کا ظہور ہے اور یہ اس کی رتھتِ عامہ ہے جس میں
 کائنات کا ہر ذرہ شریک ہے۔ یہ رتھت اسم رتھن کی طرف منسوب ہے اور اسی رتھت کا ذکر اس
 آیت میں کیا گیا ہے (ذَٰلَکَ حَقِّقَ وَ یَعِثُّ لَکَ نَاقَۃً) اور میری رتھت نے ہر چیز کو سما لیا ہے۔ ثناءِ الٰہیہ
 اور مستحالی نے رتھت کو اپنی ذات پر واجب کیا۔ ہمارے عیان ثابہ کو ہمارے عیانِ اندر جہ کی حقیقت
 پر ہمارے لئے ظاہر فرمایا اور ہم کو آگاہ کیا کہ تھتی ہمارے ثبوت یعنی حقیقتِ مستحالی ہے۔ مراد یہ ہے کہ
 پہلے رتھت حیثیت سے ہم کو اپنی ذات سے پیدا کیا اور پھر رتھت حیثیت سے ہم کو دولتِ معرفت
 سے نوازا اور ہم کو عالمِ فرادیا کہ ہم مرتبہ علم سے مرتبہ عیان میں آئے گئے ہیں۔ اور علم اللہ تعالیٰ کی صفت

ہے۔ جملہات ہر ذمہ ذات سے مختلف نہیں ہو سکتیں اس لئے صفات ہیں ذات ہیں انہما رحمہم اللہ تعالیٰ کی
 ذات ہے۔ ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی ذات سے ظاہر ہوتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و
 باطن پر ہیں ذات اس نے ہیں اپنی معرفت حق کی تاکہ ہم جانیں کہ متعالیٰ نے رحمت اپنی ذات پر
 واجب اپنی ذات ہی کیلئے کی ہے پس رحمت متعالیٰ سے خارج نہیں ہوتی۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے جس پر
 احسان کیا میں کسی غیر پر احسان نہیں کیا بلکہ اپنی ذات پر ہی احسان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہوا و ان
 کوئی مرسوم نہیں ہے۔ مگر وہ یہ ہے کہ حقوق کی صورتوں پر خالق کو نمود ہے جیسے حروف کی صورتوں پر سیاق
 کو نمود ہے۔ اگرچہ ہر انسان کی صورت پر ذات حق کو نمود ہے لیکن ہر ایک ہر شخص میں ذات حق نے ایک
 حق شان سے تین کی ہے یقولہ تعالیٰ (مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا) ہر انسان میں اس کا نمبر قدرت تمام ہو
 جس سے ایک دل کو جو ہم نصیب ہو دوسرے وہی کو کہ ہم نصیب نہیں۔ اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ ہر
 شخص آدمی سے زیادہ عالم ہے۔ اگرچہ ہر انسان کی حقیقت ذات احدیت لیکن مراتب اور درجے علوم ہیں
 بڑا فرق ہے۔ مثال کے طور پر تھوڑی پانی ہے کمال میں پانی ہے۔ پھر بھی پانی ہے۔ پھر بھی پانی ہے۔ اور
 حق بھی پانی ہے لیکن سب کے کلمات میں بڑا فرق ہے۔ نیز ایک شخص دوسرے سے فضل ہے۔ دوسرے
 سے ناقص ہے۔ نیز کمال سے ناقص ہے۔ اور دریا سے ناقص ہے۔ پس اگرچہ ہر انسان کی حقیقت متعالیٰ ہے
 لیکن سب کے علوم میں تفاوت ہے۔ اے مثال فرماتے ہیں: وَمَقْنَاةٌ مَعْنٰی رَاقٍ مِّنْ تَفَاضُلٍ شَيْءٌ كَمَا هِيَ
 ایسے ہی ہے جیسے تفاضل عدت آئینہ کا ہے۔ اگرچہ عدت نصیب آئینہ یا آئینہ سبب سب ذات حق کی
 عدت ہیں لیکن ان میں بعض پر فضیلت و فضل ہے۔ آئینہ سبب سے مراد حیات علم ارادہ قدرت
 حق اور کلام ہیں۔ اب حیات سب سے فضل ہے کیونکہ حیات کے بغیر کسی صفت کا وجود ہی نہیں
 ہو سکتا۔ حیات کے بعد علم کا مرتبہ ہے کیونکہ علم سب عدت کی تیز کرتا ہے۔ ارادہ علم سے ناقص ہے اور
 قدرت ارادہ سے ناقص ہے۔ اب اسی لئے کیا تم ارادہ و تحقق علم کے حق سے ناقص ہے یا نہ کسی شے
 کے تحقق علم ارادہ پر حاکم ہے اور ارادہ قدرت پر حاکم بغیر کس کے۔ مگر وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شے
 کی یہ ارادہ کرتا ہے تو اس شے کو بین و بے بیان استیلا سے اللہ تعالیٰ کو ہم حاکم کرتا ہے اس کے بعد
 اللہ تعالیٰ اس علم کے تحقق اس شے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو گویا ارادہ علم کے تحت ہے لہذا صفت علم صفت
 ارادہ سے فضل ہے۔ سب جب اس شے کی یہ ارادہ کرتا ہے تو اس کی قدرت حرکت ہیں

آتی ہے لہذا ارادہ قدرت پر حاکم ہے یعنی صفت قدرت صفت ارادہ سے ناقص ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب تک علم ارادہ کو مَحْضٌ و مَخْصُوس نہ کرے تب تک ارادہ اُس شے کے ساتھ متعلق نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم میں فیض فرماتا ہے کہ فلان شخص کو فلان شے عطا کرنی ہے بعد میں اُس کے متعلق ارادہ کرتا ہے جب ارادہ پہنچتا ہے تو اُس کی قدرت حرکت میں آتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قدرت کا ارادہ پر کوئی حکم نہیں اور ارادہ کا حکم پر کوئی حکم نہیں بلکہ ہر حال میں ارادہ علم کے تابع ہے اور قدرت ارادہ کے تابع ہو۔ لہذا اس کو ثابت ہوا کہ غلات الہیہ میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی شے پر ارادہ کا تعلق اُس شے کیساتف قدرت کے تعلق سے کامل افضل اور نہ یادہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ ارادہ قدرت پر مقدم ہے ایسے ہی صفات الہیہ صبح و بصر کا حال ہے یعنی صبح بصر پر مقدم ہے۔ اور ایسے ہی اسماء الہیہ کے درجات ہیں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اگرچہ تمام اسماء ایک ہی ذات کے ہیں۔ اور ایسے ہی خلق کا حال ہے کہ خلق اسماء الہیہ کے مظاہر ہیں اور چونکہ اسماء الہیہ میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اس لئے ان میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اگرچہ ساری خلق کی حقیقت اور فیض ذات احدیت ہے۔ لہذا الہیہ کا ہر انسان میں اُس انسان کی استعداد کے مطابق ہے اور چونکہ انسانوں کی استعدادات مختلف ہیں اس لئے صفات الہیہ کا ہر انسان میں مختلف ہے۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ نزدیک سے زیادہ ظلم ہے۔

وَحَقًّا اَنْ اَوَّلَ مَا بَدَا لِيْ اَنْ اَرَا اِسْمَ اَبِيْ كُوْجِبُوْا اُس کو بعض پر مقدم کرتا ہے باقی جمیع اسماء الہیہ کیساتف بھی موصوم کرتا ہے اور ان تمام اسماء کیساتف تو اُس کی تعریف کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ بعض کو بعض پر تقدم حاصل ہے مثلاً عیٰ کو عالم پر عالم کو خیر پر خیر کو قادر پر تقدم حاصل ہے۔ سب اگرچہ ایک اسم کو باقی تمام اسماء الہیہ پر تقدم حاصل ہے لیکن حقیقت میں ہر اسم کی حقیقت ذات الہی ہے۔ یعنی اُس اسم میں فہم تو ہے اُس خاص صفت کا ہر اُس اسم کی طرف منسوب ہے لیکن ہر نام کو قدرت اور حقیقت اُس اسم کی ذات الہی ہے اس لئے مجہد اسماء الہیہ اور مجہد صفات الہیہ اُس اسم میں ہوتا ہے۔ مندرج ہیں۔ ایسے ہی خلق میں صفات الہیہ کے غلبہ کا حال ہے۔ اگرچہ ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے لیکن ہر ایک میں گل کی حیثیت ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگرچہ نزدیک سے زیادہ ظلم ہے لیکن چونکہ ہر کی حقیقت ذات الہی ہے اس لئے ہر میں غلبہ کمالات الہیہ با حقہ مندرج ہیں۔ یعنی ہر ایک

کرتے مستم ہیں ان سب کے کلمات ٹھہریں بالحقہ مندرج ہیں اگرچہ وہ کلمات تفصیل اور ظہور کی رو سے نہیں ہوتے بلکہ
 ہیں ثابت ہوا کہ ہر چیز میں کُل کے کلمات بالحقہ مندرج ہوتے ہیں پس عالم کی ہر جزو مقامی عالم کے حقائق متفرقہ کے
 قول ہے ہرادیہ کہ جمیع عالم کے جمیع حقائق متفرقہ عالم کی ہر جزو میں بالحقہ مندرج ہیں۔ عالم کی حقیقت ذات الہی ہے
 اور عالم کی ہر جزو کی حقیقت بھی ذات الہی ہے۔ پس ہر جزو عالم میں ذات الہی کے بقول کلمات بالحقہ مندرج ہیں۔
 ذات الہی کے کلمات جمیع عالم کے جمیع حقائق میں لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ جمیع عالم کے جمیع حقائق متفرقہ ہر جزو عالم میں بالحقہ
 مندرج ہیں۔ ہذا یہ قول کہ ذیہموسے علم میں آتا ہے اس قول کو ضرور نہیں دیتا کہ ہدایت حق نزدیک و دور کا معنی ہے اور ہدایت
 حق کا ظہور ہرادیہ کی نسبت اکمل و اعظم ہے جیسا کہ احوال الہیہ اگرچہ آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں لیکن
 کہ احوال الہیہ مختلف کے غیر ہیں۔ یعنی بقول احوال الہیہ کی حقیقت واحد ہے اگرچہ معنی کہ معنی پر فضیلت حاصل ہے اور وہ حقیقت
 ذات الہی ہے۔ مثال کے طور پر عالم فریہ پر مشتمل ہے اور فریہ قادر پر مقدم ہے اگرچہ سب احوال مختلف کے ہیں۔ پس
 احتمال کہ احتمال کسی شے سے بہت عالم ہو سکے اس کے فریہ و قادر ہو سکے دنیاہ نام اور وسیع ہے اور اگر عالم فریہ اور قادر کا معنی
 ہوا کہ یہ ہیں ہے یعنی ہر نام کسی شے تو ان میں ہیں ہے پس اسے میرے دوست! ایسا نہ ہو کہ تو اسکا میرے ہیں یا نہ ایک عالم
 نہ جانتے۔ ایک مرتبہ میں تو اس کو ثابت کرے اور ایک مرتبہ میں تو اس کی نفی کرے ہرادیہ ہے کہ اگرچہ
 ممکن ہے یکے مرتبہ غور ہے حقیقی۔ اور مراتب کو آپس میں تداخل ہے لیکن تو اس کو فرد کو کسی ایک مرتبہ
 میں نتیجہ ہو کہ ہر مرتبہ میں اس کو دیکھ۔ اگرچہ مراتب ظہور و امتناعی ہیں لیکن مراتب بھی حالت ہیں۔ پس
 مراتب اسواریت ہے۔ یہ غیب و غیب اور معلوم و معلوم مراتب ہے۔ اس میں احوال الہیہ بالحقہ مندرج ہیں
 لیکن احوال و عزت کا ظہور نہیں۔ اور ہر مراتب و عزت ہے۔ یہ احوال و صفات الہیہ کے لئے ظہور بھی اجمالی کہ
 مراتب ہے۔ رتیبہ مراتب و اعزیت ہے۔ یہ احوال و صفات الہیہ کے لئے ظہور بھی تفصیلی کہ مراتب ہے۔ یہ تمام مراتب عالم
 اور ان سے بالاتر ان مراتب عالم مثال ہے۔ چنانچہ مراتب عالم شہادت یا عالم اجماع ہے۔ مثال مراتب حضرت
 ان کی ہے ہر جامع و یکجہ مراتب ہے۔ چنانچہ مراتب حقیقی ہیں اور ان کے ہیں مراتب غلطی ہیں۔ مراتب
 احدیت خالص و اقصیٰ مراتب ہے۔ مراتب وحدت و مراتب واحدیت ذات حق کو ظنی تھیں ہے۔ عالم اور ان
 و عالم مثال و عالم جسم ذات حق کا ظہور بھی شہادی تھیں ہے۔ مراتب و تھیں ہیں وہ ذات ذات کے نام
 سے معلوم ہے اور مراتب تھیں ہیں اُن ذات کو نام عہد ہے۔ مراتب و تھیں ہیں وہ تمام ان ذات سے مختلف
 اور ان سے مراتب تھیں ہیں وہ تمام ان ذات سے مختلف ہے۔ ذات کو ان وہ ہے ہر مراتب کو نگاہ

رکے اور اُس ذات کا اثبات ایک مرتبہ میں اُس وجہ سے کرے جیسا اُس نے خود کیا ہے اور اُس ذات کی
 نفی ایک مرتبہ میں اُس وجہ سے کرے جس طرح سے اُس نے خود کی ہے۔ اس میں آیت قرآنی (لَیْسَ کَشَیْءٍ
 شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ) کی طرف اشارہ ہے جو حتمی کے متعلق نفی اور اثبات کیلئے ہمارے آیت ہے
 (لَیْسَ کَشَیْءٍ شَیْءٌ) اُس کی مثل کوئی شے نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مماثلت سے نفی کی ہے۔
 اس نص آیت میں تشبیہ کی نفی ہے اور تنزیہ کا اثبات ہے۔ (وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ) اور وہی کُنْ
 وہ اور دیکھنے والا ہے۔ اس نص آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اُس صفت کیساتھ ثابت کیا ہے
 جو ہر شے اور ہر بعیر کو شامل ہے۔ اور ہر شے میں کوئی ایسی شے نہیں جو ذی حیثیت
 نہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ ہر شے کی صورت پر اُسی ذات کا نمود ہے۔ پس اس نص آیت میں اللہ تعالیٰ
 نے اپنی تنزیہ کی نفی کی ہے اور تشبیہ کا اثبات کیا ہے۔ پس عارف کامل وہ ہے جو عظیم مراتب کو
 رکھے اور مراتب تنزیہ و تشبیہ میں تمیز کرے اور جان لے کہ سب مراتب اُسی وجود واحد کے ہیں۔ وہ نہ تو
 رُکوع اور اُس سجدہ میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ذی حیثیت نہ ہو لیکن دارِ دُنیا میں بعض لوگوں کے
 ادراک سے یہ حقیقت پوشیدہ ہے۔ دارِ آخرت میں یہ راز ہر شخص پر فاش ہو جائیگا کیونکہ دارِ آخرت دارِ
 حیات ہے اور یہی دارِ دُنیا بھی دارِ حیات ہے لیکن بندوں پر دارِ دُنیا میں ہر شے کا ذی حیثیت
 ہونا پوشیدہ ہے۔ اور یہ اسلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اختصاص اور مفاضلت نہ ہو جائے۔ مزاج
 ہے کہ دارِ دُنیا میں ہر شے کا ذی حیثیت ہونا صرف عارف باللہ ہی دیکھتا ہے۔ عوام الناس اس حقیقت کو
 نہیں پہنچتے۔ دارِ آخرت میں ہر کوئی اس حقیقت کو پہنچا کیونکہ جمادات بھی انسانوں کے افعال پر گواہی
 دیں گے۔ یہ بندوں میں تفاضل پر جو اُس علم باطن کے ہے جس سے حقائق عالمِ ادراک کئے جاتے ہیں
 جس جس کا ادراک بند اور وحی ہے اُس میں نمونہ حق یعنی علم حق کا نمود زیادہ ہے بہ نسبت اُس شخص
 کے جس کا ادراک بند اور وحی نہیں ہے۔ پس اسے سب اسباب تفاضل و تفاوت مراتب خلق کے
 اصل حقیقت سے مجرب نہ ہونا چاہیئے کہ تو کہنے لگ جائے کہ یہ کون صحیح نہیں ہے کہ خلق حق کی قربت
 ہے یعنی حق کی حقیقت خلق ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگرچہ خلق کے مراتب میں تفاوت و تفرق ہے لیکن
 خلق کی صورت پر حق جلّ و علائم ہے۔ اور پیشتر میں نے تجھ کو دکھایا ہے کہ اگرچہ اسماء الٰہیہ میں تفاضل ہے یا
 جاتا ہے لیکن تو اس امر میں شک نہیں رکھتا کہ جمیع اسماء حتمی کے ہیں۔ اور ان اسماء کے مظاہر

مربوبت سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اسماء الہیہ کا ظہور خلق پر ہے اور خلق میں حق ہے یعنی
ظہور حق ہے۔

پھر سب کہ شیخان محمد ان لوگوں کے ہیں جن کو رحمت نے ایسا دکھایا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ
اپنے اسم کو اللہ تعالیٰ کے اسم پر مقدم کریں جیسا کہ بعض مستشرقین کا زعم ہے۔ مراد یہ ہے کہ حضرت شیخان علیہ
السلام رحمت امتحانی اور رحمت وجودی میں دونوں رحمتوں کے مظہر ہیں۔ آپ عارف باللہ ہیں۔ اسماء الہیہ
کی معرفت سے واقف ہیں۔ وہ کیسے مربوب کو رب پر اور موم کو اسم پر اور مظہر پر اور موم کو رحمت
پر اور بندہ کو رب پر مقدم کر سکتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ وہ اسم رحمت اور اسم رحیم کو موم میں شیخان
پر مستم۔ مومن تاکہ موم کی راتم کیساتھ نسبت یحییٰ ہو۔ جب اسماء الہیہ کا ظہور خلق کی صورت پر ہے تو وہ
اسماء الہیہ کو حاصل ہے نہ کہ خلق کو۔ پس ان مستشرقین کا یہ ذلم علم حقائق و عرفان کے خلاف ہے۔ یعنی ہر
چیز تاثیر کی مستحق ہے اس کو مقدم کرنا اور ہر چیز تقدیم کی مستحق ہے اس کو مؤخر کرنا۔ علم و عرفان کے خلاف ہے۔
عارف کا یہ وہ ہے جو ہر شے کو اور ہر شخص کو اس میں رکھے۔ ہر شے کو مستحق ہو۔ نیز ہر نبی ہر کار دو عالم
جذاب نظر پاک حق اللہ علیہ وسلم کا ذاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کو علم شریعت پڑھا کر ہدایت
فرماتے تھے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخان علیہ السلام آداب شریعت سے ناواقف ہوں جبکہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِّنْ بَالٍ لَا يَبْدِئُ بِهِ بِسُورَةِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَوْ قُلْ
يَسَىٰ بِرُؤُوسِ ظُلُمَاتٍ مَّرْكُومٍ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سے شروع نہ کیا جاتے منع ہوتا ہے۔

اگے بتائیں گا کہ شروع ہوتا ہے۔ اور یہ چیز بتائیں کی دانائی اور اس کے کمال علم میں سے ہے کہ
اس نے اپنے اصحاب کے سامنے اس شخص کا ذکر نہیں کیا جس نے شیخان کا نام اس کی طرف ڈالا۔
اور بتائیں کہ اس نے اس سے عطا کیا وہ اپنے اصحاب کو اس امر پر آگاہ کرنا چاہتی تھی کہ تحقیق اس کی رسالتی
ان میں تک ہے جن کا طریقہ وہ نہیں جانتے۔ اور یہ بتائیں کی دانائی تعظیم الہی میں سے ہے کہ وہ
سلطنت کو انتقام سنہال سکے کیونکہ جب اہل سلطنت ان طریقوں سے بے خبر ہوں جن طریقوں سے
خبریں بادشاہ تک پہنچتی ہیں تو وہ اپنے تعمرات میں خود بخود ڈرتے ہیں یعنی وہ تک ہیں موم و موم
نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے برکام کی خبر بادشاہ تک پہنچ جاتی ہے۔ پس وہ ڈر کر ہر
وہ کام کرتے ہیں کہ بادشاہ تک اس کام کی خبر پہنچ جاتی ہے تو اس کام کے بدلے جاکت سے محفوظ

کوئی زمانہ ذکر نہیں لیکن انسان کا اپنے مقام سے کھڑا ہونا ایسا نہیں ہے یعنی قیام کے واسطے حرکت بھر
 جیسی حرکت نہیں۔ پس آصف بن برخیا تحریر میں ہیں سے زیادہ کامل تھا کیونکہ تحت بقیس کے اسناد
 کے متعلق آصف بن برخیا کا قول اور فعل ایک زمانہ میں واقع ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آصف بن برخیا
 صاحب کن دلی تھے۔ اور فرمایا (أَنَا أَيْتُكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَزُوْغَا رَأْسَيْكَ عَذْرَاؤُكَ) اور دیکھا تو تھنت پاس
 دھرا تھا (عَوَالِدُ بَعَالِي) (فَلَمَّا سَاوَاہُ فَسْتَوَتْ رَأْسُہَا) پس سیمان علیہ السلام نے تھنت بقیس کو اپنے پاس کہا
 ہوا میں اُس زمانہ میں دیکھا جب آصف بن برخیا تھنت کو لانے کے متعلق آپ کو عرض کر رہا تھا۔ یہ نہیں
 کہ سیمان علیہ السلام نے کشت میں تھنت کو اپنے مکان میں بغیر انتقال کے دیکھا بلکہ تھنت کو اُسی زمانہ میں
 اپنے پاس دھرا دیکھا۔ اور ہمارے نزدیک انتقال تھنت زمانہ واحد میں نہیں ہوتا بلکہ یہ اہرام و ایباد ہے۔ یعنی
 آصف بن برخیا نے اُن واحد میں تھنت کو مکان سابق سے مہدم کیا اور مکان لاحق میں موجود کر دیا۔ مکان
 سابق سے فنا کر دیا اور مکان لاحق میں بقا کر دیا۔ اس اہرام اور ایباد کو ہوائے عادت کا ل کے کوئی نہیں
 جانتا اور یہ اہرام اور ایباد اللہ تعالیٰ کے قول ذیل سے ثابت ہے (بَلِّغْهُمْ فَاِیَّہِمْ خَلْقَ حَبِیْدٍ)
 لکہ وہ لوگ خلق حبید سے شک میں ہیں۔ یہ تجدد و امثال کا مستند ہے۔ عارفین باللہ کے نزدیک اہرام نیست
 ہر شے کو فنا کر دیتا ہے اور اہرام فی اُن میں ہر شے کو بقا کر دیتا ہے۔ یہ ارنا اور زندہ کرنا اس حرکت
 سے ہے کہ حوام الناس اس ہر کو نہیں پاسکتے لیکن مدت ہائے اہرام اور ایباد کثرت علم و کمال و اذعان و اہرام
 میں اپنی بصیرت سے ادراک کرتا ہے۔ شعور آتش یا شمع پیراغ اہرام اور ایباد کی مثال ہے۔ تیل قندیل
 ہو کہ ادھرتی میں چراغ ہے۔ یہاں قندیل جلتا ہے لیکن دھند قندیل اُسی اُن میں اُس کی جگہ سے لیتا
 ہے۔ یہ قندیل کے جل جانے پر شعور فنا ہو جاتا ہے اور دوسرے قندیل کے پہنچنے پر شعور بقا ہو جاتا ہے
 لیکن یہ قندیل بقا اس حرکت سے پیلا ہے جاری و ساری ہے کہ یہ ظاہری آنکھ اس راہ کو نہیں پاسکتی
 اسی لئے حوام الناس خلق حبید کے متعلق شک میں ہیں۔ نیز اُن کا شک اس وجہ سے ہے کہ اُن پر کوئی
 ایسا زمانہ نہیں گذرتا جس میں اُس شے کو نہ دیکھتے ہوں جس کو وہ قبل اُس زمانہ سے دیکھتے ہوں یعنی
 وہ ہر شے کا وجود اس ظاہری آنکھ سے استقامتی دیکھتے ہیں۔ اور جب تھنت بقیس کے حاضر کرنے کا واقعہ
 ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا تو اُس تھنت کے عدم کا زمانہ یعنی اپنے مکان قریب سے اہرام تھنت
 کا زمانہ اُس تھنت کو سیمان کے پاس موجود ہونے کے زمانہ کا مین ہو گا اور یہ امر تعبیر خلق کے قبل

سے ہے جو عالم میں ہر دم باری و ساری ہے۔ اور اس قدر کا کسی کو علم نہیں یعنی تجرید خلق کے زمانہ کا کسی کو
 شعور نہیں بلکہ اس بارہ میں انسان کو اپنی ذات کے متعلق بھی شعور نہیں کہ تحقیق وہ ہر آن میں معدوم ہوتا ہے
 اور پھر موجود ہوتا ہے۔ لَا یَسْكُونُ شَيْءٌ يَكُونُ میں لفظ شُؤْ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اسے متوہم یا توہم نہ کہہ
 کہ غلط فہمیت کا متعلق ہے کیونکہ تیرا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ تجرید خلق کے متعلق کہا گیا ہے
 کہ اشیاء پہلے معدوم ہوتی ہیں پھر مجدد ہوتی ہیں۔ لفظ "بھڑ" (شُؤ) سے وہم گذرتا ہے کہ معدوم ہونے اور
 موجود ہونے میں زمانہ پایا جاتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ معدوم کر ایجاد پر تقدم زمانی نہیں ہے بلکہ تقدم ذاتی ہے
 جیسے کہ علت کو معلول پر تقدم حاصل ہے۔ اور اس بجز بھی لفظ ثم و تہوہریت کے تقدم کا متعلق ہے اور
 عرب میں متوہم کو مخصوص لفظ میں ان ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے
 كَهْمَةٍ لَوْ كَانَتْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ دینا تھا پھر وہ نیزہ متوہم ہوا اور دین ایک حرکت
 کہ نام ہے جو نہایت اُردو نیزہ اور متوہر بناتی تھی۔ عرب لوگ تہوہ نیزہ اور متوہر اسی کی طرف منسوب
 کرتے ہیں۔ اب نیزہ سے کو حرکت دینے کا زمانہ اُس نیزہ کے حرکت کرنے کے زمانہ کا ہیں جسے علامہ شاعر
 نے فتوٰ ثم استعمال کیا ہے۔ فتوٰ ثم ثابت و حرکت کا متعلق نہیں ہے۔ ایسے ہی تجرید خلق کو معلوم ہے کہ
 ہر آن ممکنات کا معدوم اور ایجاد ہوتا ہے لیکن اُن کے ہر دم کا زمانہ اُن کے وجود کا زمانہ ہے نیزہ تجرید خلق
 نہایت عالم میں ہے ذات حق میں نہیں ہے جیسے کہ فرقہ اشعریہ و مہتمن میں تجرید کے قائل ہیں۔ اور چونکہ
 تحت جہنم کے مشول کو مسئلہ مشکل ترین مسائل میں سے ہے اس لئے اس مسئلہ کو وہ ہی سمجھتا ہے جو ہمارے
 اُس بیان کو جو ہم نے اُس کے متعلق فقہ میں اب ذکر کیا ہے ماننا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تحت جہنم کے
 مشول کا مسئلہ وہ ہی سمجھتا ہے جو تجرید خلق یعنی تجرید مثال کو سمجھتا ہے۔ تحت جہنم کو عام کر کے جہنم
 کیسے کوئی بندگی نہیں ہونے اس کے کہ اُس نے سیدان علیہ السلام کی مجلس میں تحت کو تہذیب کیا جو شخص
 تجرید خلق کو سمجھتا ہے اُس کے نزدیک نہ تحت جہنم نے مسافت قطع کی اور نہ تحت کیسے زمانہ نہیں گزرا
 اور نہ اُس نے زمین کو چھوڑا۔ احسان تحت جہنم کی کرامت سیدان علیہ السلام کے اصحاب کے زوہر و توحید
 میں آئی تاکہ اصحاب جہنم جو مجلس میں حاضر تھے اُس کے محبوب ہیں سیدان علیہ السلام کی محبت ہے اور
 سیدان علیہ السلام کے زوہر و مسافت بن برزخیا کو یہ تعریف اور کمال سیدان علیہ السلام سے نصیب ہوا اور سید
 علیہ السلام کو تہذیب کمازت اچھے فعل مضیہ سے نصیب ہوئے کیونکہ آپ دائرہ غیبیہ اسلام کیسے اللہ تعالیٰ کی

بخشش میں یقیناً (وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ) اور ہم نے داؤد کیسے سلیمان بخشا۔ اور داؤد کی بخشش
 برحق قسم میں عطا ہوئی ہے نہ بطریق بڑا وفاق یا استحقاق یعنی عیسٰی شخص کا ہر اعمال سے تعلق ہے نہ جیت
 سے بلکہ اس کا تعلق حسن نفس الہی سے ہے۔

داؤد اور داویدیت شریعت نیست! یہ کجہ شریعت داویدیت

پس سلیمان علیہ السلام غرت سابقہ و کثرت باطنیہ کا ذکر کیا۔ داؤد کیسے ایک غریب تھے۔
 اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے کمال عزم کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ کہ لیکن سلیمان علیہ السلام کو ہم
 اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ظاہر ہے (فَفَقَدْنَا سُلَيْمَانَ) پس ہم نے مسئلہ داویدیت سلیمان کو سمجھا دیا۔
 عیسٰی السلام کا فیصلہ داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے خلاف تھا۔ ان کے دونوں کو ہم نے حکم دیا کہ کیا تم یقیناً
 کہو: اَلَا اِنَّكَ لَحُصْنٌ وَّعِصَىٰ اِسْرَٰءِیْلَ کہ ذکر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں فرماتا ہے: اِنَّكَ لَکَیِّنٌ
 بِدَاۤءِ خُسْرٰیۤنِ فِی الْحُوْلٰتِ اِنَّ نَفْسَکَ فِیۡ غَضَبٍۭ اَلْقَیۡمِ وَ کُنَّا یَحْکُوۡمُوۡنَ سُلَیۡمٰنَ یٰۤاِدٰۤرَہٗ اَوۡرَہٰیۡمَ
 جب کہ کھیتی کے جھڑے کا فیصلہ کرنے کے عیب ایک قوم کی بکریاں اُس کو دے دیتیں اُن کا وہ فیصلہ ہنس
 اور تھوڑے عرصے میں اُس فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ کیا اور
 لشکر کے بڑے بکریاں کھیتی والوں کو دیاں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ابھی بڑے تھے۔ اُنہوں نے یہ حکم
 یہ خدا اس لشکر لا ادا کیا کہ بکریاں کھیتی والے عیہا دیں اور اُن کا دودھ پیتے۔ یہ بکریاں دسے کھیتی والوں کو
 دیں اور عیب کھیتی والی اس وقت پر اُسے دے کھیتی دے کھیتی سے ہیں اور بکریاں وہیں کر دیں۔ ان کا کہنا
 کہ یہ داؤد کا حکم عطا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو عطا کیا تھا۔ یعنی اس مسئلہ میں داؤد علیہ السلام نے اپنی
 شریعت کے مطابق فیصلہ کیا تھا اور اس مسئلہ میں سلیمان کو حکم اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ یہ خود مختار اس فیصلہ
 میں ہر واسطہ حاکم تھا اور سلیمان مختار جہتی ہیں حسن ترجمان حق تھا۔ سلیمان مختار جہتی ہیں مترجمی ذات
 کو میں فانی تھا اور بت اللہ کے مقام سے شریعت تہ۔ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی حکم الہی اپنی شریعت
 کے مطابق تھا لیکن اس مسئلہ خاص میں اللہ تعالیٰ کا اپنا فیصلہ وہ تھا جو سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ وہ فیصلہ
 جو کہ شریعت کے خلاف تھا۔ اسے مختار نے وہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ اگر وہ ہی فیصلہ داؤد علیہ السلام
 کرتے تو وہ فیصلہ شریعت داؤد کی کے خلاف نہ ہوتا اور لوگ حق راہی کہتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بہت
 نصیب کی طرح تھا جو کہ فیصلہ میں اس حکم الہی کی پیروی کرتا ہے۔ اُس کو یہ وہی حکم الہی نصیب

ہوتا ہے یا اس رسول کی مانند تھا جس کو بذریعہ وحی کوئی حکم آتی پہنچایا جاتا ہے۔ ایسے لقب لینے کو بدیہی ۱۱۰
 فعلی بہتہ کہتے ہیں ایک خبر ہے کہ وہ بھی علم اور حکم شرعی کے مطابق فیہدیتا ہے۔ یہی اس امت کو
 علی اللہ علیہ وسلم میں بعض اولیاء و شیعہ ان علیہ السلام کا لقب رکھتے ہیں اور جن داؤد علیہ السلام کا لقب اس
 اس امت مبارکہ کو کسی شخصیت خائب کوئی ہے کہ اس امت کے جس اولیاء کو سابقہ اس میں یہم اسیم کے
 مرتبہ اس میں ہیں بلکہ جس کو سابقہ اس میں یہم اسیم پر نفیست حاصل ہے عقوہ فیکو سلاو انہ بنی خا
 اللہ رانہ ساقا علم یا نبیا و اولادہم لا یصلوہم الا علیہم و آلہم و اصحابہم اولیوم یقسطہم من اللہ
 و انکرا انہ آ اور جب ہمیں سنا ہے کہ ایک تو لہو مسانت پر انور کھٹے ہوئے اور پتہ کرکے
 اس امت ہمیں میں انتقال کنت کو اس جتے ہوئے کہ (کنا لہو) کو یا کہ یہ وہی کنت ہے جس میں
 اول اس کے کہیں علم پر اس نے ہم سے اس میں اس کی تصدیق کی جو ہم نے اس کے کنت کے
 متعلق در شاو لریہ ہے کہ اس کے کنت کو یہ کنت ہے جو تہویر حق بالامثال میں سے ہے اگرچہ وہ ہمیں
 وہی کنت تھا لیکن ہمیں اس کو کوئی کنت نہیں دینا یہاں منتقل نہیں ہوا کہ کنت اس میں
 کیا گیا ہے اور یہاں بتا کیا گیا ہے۔ اسی لئے ہمیں نے کہا کہ یہ کنت اسی کی مثل ہے۔ یہ لایا کہ ہم
 اگرچہ ایک چیز ظاہری ہے لیکن اس میں وہی و حق و انوار و سلیم ہوتی ہے لیکن عند اللہ ان میں اس کا وجود انوار میں
 ہے۔ ہر کنت اس میں تبدیری ہے۔ چنانچہ تہویر و ہدایت کی مثل ہوتی ہے اس لئے کہ ہدایت و انوار میں
 ہوتا ہے۔ ہاں ہمیں نے عالم میں تبدل و اشک کی تصدیق کر دی ہے اس سے طالب ابھی وہ ہے کہ اس
 تہویر میں تہویر و ہدایت اس کو ہدایت ہے ہر زمانہ انہی میں ہوتا ہے اگرچہ تو اپنے وجود کو انہی میں
 ہے لیکن حقیقت میں ہر کنت تہویر و ہدایت ہوتا ہے اور اس میں ہدایت و ہدایت کی مثل لیا ہوا ہے
 اس کی ہدایت۔ انوار اللہ آ میر تقی تقی شیعہ کے کہیں ہدایت سے وہ تہویر ہے ہدایت اس نے اس پر
 کیا۔ حضرت شیعہ علیہ السلام میں ہیں جتے تھے۔ آپ نے ہمیں کو عمل کے اندر ہدایت و ہدایت
 لکھا اذہل الشریعہ۔ ہاں میں جتے ہوئے تھے۔ عمل ہدایت اس میں لائی گئی تھی اس میں
 کنت اور ہدایت یہ تاکہ اس سے اسے معلوم ہوا کہ ہدایت ہدایت ہے۔ ہدایت ہمیں نے اس کو
 انہی میں کیا کہ فرشتہ ہدایت اس نے جتنا ہدایت کو ہدایت اس کے چہرے میں
 پیچھے بقولہ تعالیٰ (فکنا انہ حسیبہ نجیہ) لکھتے تھے۔ انہی میں ہدایت ہم نے کہا ہے

[illegible]

اسے کہا (اَللّٰهُمَّ مَوَدَّةَ سَيِّدَانِ بَيْنَهُمَا رِبًّا اَعْلٰیٰ) ہیں اس لئے کہ لئے تھے جوئی و دوستی ہم دونوں کا
 پروردگار بت اور ہمیں نے مالوں میں سے کسی ایک خاص عالم کی تخصیص نہ کی۔ مگر یہ ہے کہ اس نے بت تعالیٰ
 کو کسی ایک خاص جنس یا کسی ایک خاص تہذیب میں تہذیب میں تہذیب کیا۔

اور لیکن وہ تفسیر میں کہ یہ تفسیر میں علیہ السلام مقتضی ہیں اور ہمیں کی وجہ سے ان کو دوسروں پر غلبہ
 حاصل ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایک ایسا ملک مگر دانایہ ہو آپ کے بعد کسی کو نصیب نہیں
 ہوا۔ ثواب کا نعمت آپ کے امرت موقوف ہو نہایت بقولہ تعالیٰ (لَنَسْلِفَنَّ قَاذِیَ السَّوْیَةِ تَغْرِیْرَ یَا مَرْوَانَ) پس ہم
 نے تہذیب ان کیلئے ہو کر مگر کہ دی ہے اور وہ اس کے امر کیسے تہذیب ہے۔ یعنی تہذیب ان علیہ السلام کو باطن
 جنت یا نعمت کی غزوات نہیں انہیں امر سے انبیاء کو مرہم کر دیتے ہیں۔ یہ تفسیر تہذیب کے ساتھ مقتضی ہیں
 مگر سب بنی آدم کو نصیب ہے بقولہ تعالیٰ (لَنَسْلِفَنَّ نَحْنُ قَاذِیَ السَّوْیَةِ قَاذِیَ الْاَکْمَرِ مِنْ سَیِّدَتِہَا)
 اور اللہ تعالیٰ نے بہت سے دوسرے کے ساتھ ان کے ساتھ ہیں بہت سے مقرر کر دیا ہے اور تہذیب اللہ تعالیٰ
 نے ان کے لئے ہیں ہواؤں و بہاروں اور ان کے ساتھ دوسری چیزوں کو ہماری سے مقرر کرنے کا ذکر کیا ہے۔
 ان میں بہت سے کہ ہماری سے تہذیب مطلق ہماری سے نہیں ہے بلکہ امرائیں سے ہے۔ مگر یہ ہے کہ ہم
 میں سے تہذیب انہیں اس شخص کیلئے ثابت ہے جو صاحب بہت اور صاحب نعمت ہے اور حضرت ایمان
 علیہ السلام کیلئے ایمانی جنت کی شرط نہیں۔ کہ معنی امر سے کہہ دیتے تھے۔ اور ہم نے کہہ دیا ہے کہ ہماری سے
 تہذیب انہیں بہت ایمانی ہے اور وہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم تحقیق پہنچتے ہیں کہ واقعی ہر ایمان والی اللہ کے
 نیکوں کی ہمتوں کے لئے ہیں جب کہ ہم تحقیق میں قائم ہیں۔ اور تحقیق ہم نے اس امر کو کہ اللہ کے طرف
 میں حاکم کیا ہے۔ تہذیب ان کو اختصاص بہت میں حاصل ہے کہ اس کو ہر تہذیب امر سے بغیر بہت و بہت
 باطن کے تہذیب مطلق حاصل تھی۔ اور اسے طلب اللہ تعالیٰ ہم کو اور کچھ کو اپنی روح کیسے تہذیب بننے اس
 امر کو جان سے کہ ہمیں کسی بندہ کو خواہ وہ کون ہو تہذیبانی معانی میں خلاصیہ ہو تو وہ معانی اس کو ایک بہت
 میں نشان نہیں کرتی اور اس جنت سے اس خلاصہ حساب دیا جائیگا۔ اگرچہ تہذیب ان علیہ السلام نے یہ
 تہذیب مطلق بہت تعالیٰ سے طلب کی تھی اور ظاہر میں ذاتی معرفت اس امر کو مقتضی ہے کہ تحقیق کچھ کچھ ان کو
 دنیا میں ہی ہوئی ہے وہ چھ معانی کی کئی ہر چیزوں کیلئے معرفت میں ذہنیہ کی کئی ہے۔ اسنے معرفت میں نہ
 تعالیٰ ان سے اس خلاصہ حساب کر لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سے اس خلاصہ حساب نہ لیا جائیگا بقولہ

تَعَالَى (هَذَا سَعَادَةٌ) اَوْ اَنْصِفَ بِغَيْرِ حَسَبٍ) یہ ہماری بخشش ہے آپ تو احسن کر یعنی عطا کر رہے ہو
بھوکہ حساب نہیں اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا علیہ السلام کو اس عطا پر کچھ حساب نہ ہوگا۔ اور یہ جو ہم
سے کہا ہے کہ جو کوئی اس نصیبانی عطا کی مثال عطا سے شرف ہو اس کا بھی دوا آخرت میں حساب نہ ہوگا اس
پر پھر تعالیٰ کا قول (هَذَا سَعَادَةٌ) دل سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ یہ ہماری عطا ہے اس سے
مخصوص ہے اور نہ کہا کہ تیرے غیر کیسے مخصوص ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہماری یہ عطا عام ہے اس میں سیدنا علیہ
السلام بھی داخل ہیں اور اگر اہل اللہ جن کو تنبیہ اشیا نصیب ہے سب کے سب داخل ہیں لیکن ہم نے
ذوق عرفان سے جاننا کہ سیدنا علیہ السلام کا وہ سوال میں تنبیہ حق کیسے سوال ان کے رب کے آخر سے عطا اور وہ
نصیب کی طلب امر الہی سے واقع ہوئی تو طالب کو اس کی نصیب پر اجر قائم ہے اگر نیز رب تعالیٰ ہر
اس کی بہت بڑی نکتہ اور اگر چاہے تو روک لئے بندہ طالب نے اس چیز کو پورا کیا جو اس پر واجب
حق میں اپنے رب سے سوال کرنے میں اس نے رب تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل کی جس کی سیدنا علیہ السلام اپنے
رب کے حکم کے بغیر نہیں اپنے نفس سے اٹھا کر سوس کرنا اور عقائد اس سے جدا کرنا اور اس سے حساب کرنا۔ سروری
مؤمنان جیسے شیائیں ہماری رہتی ہے بڑے متکون اللہ تعالیٰ کے سے اللہ تعالیٰ سے حال لیا ہوتا ہے بیچارہ اللہ تعالیٰ
خدا ہے نبی بنیاد پر کعبہ صلوٰۃ والسلام کو فرمایا (قُلْ ذَرِیَّتُ رِزْقًا عَلَیَّ) اسے حسب پاک سے ملے گا یہ
وہم، فرمائیے اسے میرے رب: میرا ہم زیادہ کہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمان الہی کی تعمیل کی خاطر اپنے
زیادتی علم کیسے سوال کرتے تھے حق کہ اگر بیداری میں آپ کے پاس دوا دیا جاتا تو آپ اس کی
اولیٰ جگہ کے ساتھ کرتے جیسا کہ آپ نے اپنے خواب کی تاویل کی۔ خواب کو واقع ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے خواب مبارک میں دیکھا کہ آپ کو ایک دودھ کا پیالہ دیا گیا ہے۔ آپ نے اس میں سے نوش
فرمایا اور جاتی دودھ ٹھہر بن خطاب کو عطا کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے اس کی کیا تائید
فرمائی۔ فرمایا ہم۔ اور یہاں یہ کیا اور واقع ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب عراج میں سیر کرانی
گئی تو فرشتہ آپ کے پاس دو برتن لایا ایک برتن میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی۔ آپ نے دودھ
پیا۔ فرشتے نے عرض کیا کہ آپ نے شراب اور ہم کو پیئے۔ رب تعالیٰ آپ کی سفیل آپ کی امانت کو
بھی زمین اسلام اور علم نصیب فرمادے۔ ہیں دودھ جو وقت نماز ہر دوسرے وہ علم کی ثروت ہے کہ جو کہ آپ کو
دودھ کی ثروت میں بخش ہوا ہے جیسا کہ بھرتی ہو کر بشری ثروت میں مریم کیسے متکفل ہو۔ اور یہ اللہ

جو اگر حضور علیؑ سے علیہ وسلم بیداری میں بھی دُورہ کی تاویل کر لیا کرتے تھے اس میں آپؐ کا اشارہ یہ تھا کہ یہ لاہری انجیلیں شیاد کی فہرست دیکھ رہی ہیں۔ شیاد کی حیثیت پر غور رکھنی چاہیے۔ بظاہر سب انسان ہم نگوں ہیں لیکن درجہ ہیں جن ولی ہیں بعض عاجز اور حقیر ہیں لیکن جن صاحب کئی فہرستیں نیز ہم جیسی کاغذ واپنی استعداد کے بموجب بہت گویا ہر کوئی عالم ہیں گو اپنے خیال کے مطابق دیکھ رہے ہوں۔ ہر اوقات عالم خیالی خدائیں ہیں۔ ایک شخص جب غریغ میں ہے کہ آج ہے تو اس کو ہر شے غریغ نظر آتی ہے اور جب کہ وہ ہی شخص ہنر خیک کہتا ہے تو اس کو ہر شے ہنر نظر آتی ہے۔ جب وہ کی آنکھ پر ڈال دیا جیٹک گت بات تو ہر شے اور نظر آتی ہے۔ ایک شخص راستہ میں رہتا ہے تو وہاں ہی دیکھتا ہے اور اگر اسی کو سبیل گت ہے جگہ ثابت ہے کہ کائنات عالم خیالی خدائیں ہیں اور ان کی حیثیت تک پہنچنے کیلئے ہر شے کی تاویل کرنی چاہیے۔ اس کی حقیقت کے متعلق حضور علیؑ و علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسانی دنیا کا کوئی شے نہیں ہے جو سب میں جس وقت مری کے ہو شیاد اور بیدار ہوں گے۔ سو بیٹے پاک ہیں حضور علیؑ و علیہ وسلم نے اس بات پر تفسیر کی ہے کہ جو کچھ انسان حیات دنیا میں دیکھتا ہے وہ انہم کیلئے ہنر اور غیب کے ہے اور غیب خیال ہوتا ہے۔ وہ اس کی تاویل ضروری ہے۔ مراد یہ ہے کہ لاہری انجیلوں سے معرفت شیاد کی غلامی ضروری ہے۔ غرا آتی ہے۔ معرفت کے بعد وہ اس سے محاب اٹھ جاتیں گے اور غریغ تو جوتے کی اور ہر کوئی شیاد کی حیثیت تو دیکھ لے گا۔ مراد حضور علیؑ و علیہ وسلم کی یہ ہے کہ اولیاء اللہ اگرچہ دنیا میں ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ کی معرفت کے بعد دیکھیں گے۔ شعر

اے ہوائے اس کے نہیں کہ تمام عالم خیالی ہے اور ان حقیقت کے وہ حق ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنے خیال میں عالم کو ایک شخص تصور کر لیا ہے حالانکہ عالم کیلئے کوئی اپنا ذاتی شخص وجود نہیں بلکہ عالم کو قیوم اور وجود اور نام شخص کے حادث ہے۔ اور صرف اے غایب عالم نہیں بلکہ عالم حق ہے جیسے کہ کتاب کتاب نہیں بلکہ یہی ہے۔ کتاب اور معرفت ہر علم یہی ہے۔ کتاب عالم کا دیکھنا تھا۔ سیاحتی استحقاق ہے۔ حقیقت میں کتاب سیاحتی کا نام ہے اور سیاحتی ہی کا وجود ہے۔ کتاب کا اول سیاحتی کا نام سیاحتی ہے۔ عالم سیاحتی سیاحتی ہے۔ ہر شخص نے اس کو تو یہ گویا یا اس نے معرفت کے بعد امور جمع کرنے ہ

حضور علیؑ و علیہ وسلم کی معرفت کر یہ تھی کہ ہر وقت آپؐ کو دُورہ پیش کیا جاتا تھا آپؐ دعا فرماتے

تھے "اے رب! ہمارے واسطے اس میں برکت ڈال اور اس سے ہم کو زیادہ دے یعنی زیادہ دولت" کیونکہ آپؐ کی
 محبتِ بَیِّنہ دیکھتے تھے اور ہم میں زیادتی کی وجہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے۔ اور جب آپؐ کو وہ
 کے ہوا کوئی اور شے پیش کی جاتی تھی تو آپؐ فرماتے تھے "اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دے وہ اس
 سے بہتر کھد" پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے سوال کے سبب کچھ عطا فرمایا اور اُس نے سوال ابراہی سے
 کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ دارِ آخرت میں اُس شخص سے اُس عطا پر محاسبہ نہ کرے گا۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ
 نے سبب سوال کچھ عطا فرمایا اور اُس نے سوال، بغیر ابراہی سے کیا، تو اُس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے
 پیروں سے "اگر چاہے تو اُس عطا پر اُس سے محاسبہ کرے اور اگر چاہے تو اُس عطا پر اُس سے محاسبہ نہ کرے"
 اور میں اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر علم میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ علم سے علم پر محاسبہ نہ کرے گا
 کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم نبی پاکؐ پر اتار دیا وہی حکم کے سوال کے مستحق فرمایا ہے وہ حکم میں آپؐ کی
 امت کیسے ہیں یہ بتاؤ: تَعَالَى (لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ) البتہ یقیناً جنابِ اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ہر شے سے نیک پیروی ہے۔ اور اُس شخص کیسے جو اللہ تعالیٰ کی امرت سے حق
 رکھتا ہے اُس پیروی سے اعظم کو نسی پیروی ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ خوش نصیب وہ مومن ہے جو حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی طرح زیادتی نہ کرے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔ اور اُسے طالب، اگر تم تجھے تمام سُنیان سے
 کما حقہ آگاہ کریں تو تو اُس کو ایک ایسا امر دیکھے گا کہ اُس کی اطلاع تہ کو وہشت دنوں کی یہ خبریں ہوتی
 کے اکثر علماء، سنیان کی حالتِ ابدِ مکانت سے جا ملے ہیں اور جو کچھ وہ سُنیان کے مستحق گمان کرتے ہیں
 وہ فی الحقیقت غلط ہے۔ یعنی انہی غلامِ گمان ہے کہ حضرت سیدان غیہ التَّوْحَم نے اپنے اسم کو اسمِ نیک
 پر اتم کیا۔ یہ غلط ہے۔ اسکا جواب: جہاں میں دیا گیا ہے نہ رانہ میں شیعان بتیس کا قول ہے۔ دوسرے
 انکا گمان ہے کہ حضرت سیدان علیہ السلام کی خوش نصیبی کہ موت کے بعد عباد کی ایک کمر کیا گیا ہے کہ جو کچھ ان پر ایمان
 کے کرنے سے آپؐ کی حق مبارک زمین پر کہہ دیں تَعَالَى (لَقَدْ كَانَ نَبِيًّا وَلَقَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُذُ عَلَىٰ
 نَفْسِهِ) (الْأَنْبِيَاءُ ۱۰۷)۔ یہ غلط ہے۔ اس کا غلط جواب تشریح ہوئی ہیں
 کیا ہے۔ نہ آپؐ کی خوش نصیبی کہ عباد کی ایک کمر کیا گیا ہے نہ ہی آپؐ کی خوش نصیبی کہ
 کہ گمان نے کما حقہ ایمان ہی کہہ۔ خسر کا فاعل مَنَّا تَعَالَى سے نہ کہ حضرت سیدان علیہ السلام

قِصَّةُ حُسْنِ جُودِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ أُدِيَّةٍ

(أَمَّا أَتَى لَكَ كَانَتْ الشُّبُورُ وَوَسَّيْتُ لَكَ خَيْرًا مِمَّا لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ الْأَكْثَابِ أَمِنْ
 نُبُوَّةِ الشُّرَيْعِ كَانَتْ عَطَايَا لِي لَمْ عَلَيهِمْ سَلَامٌ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ كَانَتْ لَيْسَتْ حِزَاءُ
 لَا يَطْلُبُ عَلَيْهَا وَأَلَسَ حِزَاءُ غَرَضًا وَأَرِيَا حُسْرًا عَلَى طَرِيقِ الْإِنْفَالِ فَقَالَ تَعَالَى (وَعَبَّكَ
 لَمْ أَطْلُقْ وَتَعَبُّوكَ) يَعْنِي (إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ وَتَحَانَ فِي الْيُوبِ) (وَوَعَبَّكَ أَعْلَسَ وَتَحَانَ فِيهِمْ)
 قَالَ (إِنْ حَقَّ مُوسَى) (وَوَعَبَّكَ مِنْ رَأْسِي) (أَخْرَجْتُ مِنْ نِيَّتِي) (إِنْ بَلَغَ ذَلِكَ فَالَّذِينَ تَرَاهُمْ
 أَوْ لَمْ يَكُنْ لِي مِنْ تِلْكَ الْأَخْرَجُ فِي مُسِيرِ الْخَوَالِيسِ أَوْ أَعْتَرَعَا وَكَيْسَ) (وَالْأَشْجَةُ لَوْ كَانَتْ مَبْرُكًا
 فِي حَقِّكَ) (وَلَقَدْ شِئْنَا دَاوُدَ مِنْ فَتْرَةٍ) فَلَمْ يَقْبُرْ بِهِ حِزَاءُ يُعْلِيهِ مِنْهُ وَلَا أُخْبِرَ أَسْأَلُ
 الْمَلِكُ هَذَا النَّبِيَّ فِي حَقِّكَ حِزَاءُ وَلَسْتَ تَطْلُبُ الْحُكْمَ عَلَى ذَلِكَ بِتَعَمُّلِ طَلَبَةٍ مِنْ أَلِيكَ أَوْ
 لَمْ تَكُنْ مِنْ بِيَدِ حُكْمِكَ أَوْ دَيْشُكَ أَوْ لَنْ عَلَى مَا أَنْعَمَ بِهِ عَلَى دَاوُدَ فَكُنْ فِي حَقِّكَ دَاوُدَ
 مَعَهُ بِنَسَبَةٍ أَوْ لَمْ يَكُنْ فِي حَقِّكَ إِلَيْهِ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ بِعَدَبِ النَّعَاةِ مَنْهُ فَقَالَ تَعَالَى (وَالْمَلِكُ أَلِ
 دَاوُدَ شُكْرًا وَتَقَبَّلَ مِنْ عِبَادِي الشُّكْرَ) وَإِنْ كَانَتْ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَدْ شُكِرُوا بِاللَّهِ
 تَعَالَى عَلَى مَا أَنْعَمَ بِهِ عَلَيْهِمْ وَوَعَبُّوا فَكُنْ بِحُكْمِ ذَلِكَ مِنْ قَلْبٍ مِنَ الْمَلِكِ شُكْرًا بِمَا أَنْعَمَ
 مِنْ تَقَرُّبِهِمْ لَكَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ أَلِيكَ قَبِيلُهُ وَصَلَّى حَتَّى تَوَسَّاهُ مَتَّ قَدْ مَا شُكِرَ إِلَيْكَ عَقْرُ
 لَمْ يَكُنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ دُونِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَكُنْ قَبِيلُكَ فِي ذَلِكَ قَالَ أَلَا أَكُونُ حِينَئِذٍ شُكْرًا
 وَحِينَئِذٍ لِحَقِّكَ لَوْ كَانَتْ (وَلَكِنْ لَنْ عِبَادًا شُكْرًا) فَالشُّكْرُ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ قَبِيلُ قَالُوا لَمْ يَكُنْ
 اللَّهُ تَعَالَى بِمَا عَلَى دَاوُدَ أَنْ لَمْ يَطَّأُوا أَسْمَانِيَّ وَيُوحَنَّا مِنْ حُسْرٍ وَبِالْإِصْبَانِ تَقَطَّعَتْ عَنْ
 النَّالِي بِذَلِكَ رَحِمَ دَاوُدَ عَنْهُ بِجُودِ هَذَا الْأَسْمِ وَالْإِسْمِ وَالْأَيْمَنُ وَالْوَادُ وَحَتَّى اللَّهُ تَعَالَى
 مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَكُنْ بِحُسْرٍ وَبِالْإِصْبَانِ فَوَسَّلَهُ بِهِ وَفَعَّلَهُ عَنْ الْعَالِيَةِ فَجَمَعَ
 لَمْ يَكُنْ الْعَالِيَةِ فِي أَسْمِهِ حَتَّى جَمَعَ إِلَيْهَا وَبَيْنَ الْعَالِيَةِ مِنْ طَرِيقِ الْمَعْنَى وَلَمْ يَكُنْ
 ذَلِكَ فِي أَسْمِهِ فَكَانَ ذَلِكَ خَيْرًا مِمَّا رَحِمَ عَلَى دَاوُدَ أَمِنْ الشُّكْرِ عَلَيْهِ بِأَسْمِهِمْ
 لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمْ سَلَامٌ مِنْ جَبْرِ إِلَيْهِ وَكَذَلِكَ فِي أَسْمِهِمْ أَعْلَسَ فَلَمْ يَكُنْ حِزَاءُ اللَّهِ تَعَالَى

قَالَ فِي حَقِّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيمَا آتَى عَلَى طَرِيقِ إِذْ نَعَزَ عَلَيْهِ تَرْجِيمَ الْجِبَالِ فَقَدْ
 التَّسْبِيحَ فَتَسْبِيحُهُمْ يَتَّبِعُهُمْ لِيَكُونَ لَهُ عَمَلُهُمْ كَذَلِكَ الطَّيْرُ وَالْمُفَاعَةُ وَالْقَوْاةُ وَنَحْوُهَا
 بِهَا وَأَمَّا الْعِصَّةُ وَفصل الْعِصَابِ ثُمَّ الْبَيْتُ الْعُكْبَرِيُّ وَالْمَكَاثَةُ الزُّمَانُ الْيَوْمُ
 اللَّهُ بِهَا التَّنْوِيحُ عَنْ خِلَافَتِهِ وَكَوَيْفُ ذَلِكَ مَعَ أَحَدٍ مِنْ بَنِي إِسْرَافِيلَ وَكَانَ
 فِيهِمْ خُلَفَاءُ فَقَالَ (يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ مِنْ قَدَمُنَا فَخُذْهَا بِالْحَقِّ وَلَا
 تَتَّبِعِ الْهَوَى) أَيْ مَا يَخْطُرُ لَكَ فِي حُكْمِكَ مِنْ غَيْرِ وَهِيَ الْأَرْضُ (فَيُعْطِيكَ عَنْ سَبِيلِ الْمَوْنِ
 أَوْ عَنْ طَرِيقِ الْمَوْنِ) أَوْ فِي بَعْدِ الرُّسُلِ ثُمَّ تَأْتِي سُبْحَانَهُ مَعَهُ فَقَالَ (إِنَّ الْأَرْضَ
 يُعْطُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ يَكُونُ عَذَابُ شَرِّهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) وَكَوَيْفُ ذَلِكَ وَكَانَ
 مِنْ سَبِيلِ ذَلِكَ عَذَابُ شَرِّهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تَأْتِي مَدَامُكَ مِنْ بَنِي إِسْرَافِيلَ
 ثُمَّ تَأْتِي دَاوُدَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي الْأَرْضِ مِنْ خَلِيفَةٍ وَكَوَيْفُ
 فِي بَنِي إِسْرَافِيلَ الْخَلِيفَةُ فِي الْأَرْضِ وَكَوَيْفُ ذَلِكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي الْأَرْضِ
 فِي حَقِّ دَاوُدَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ
 أَنَّهُ عَيْنُ ذَلِكَ الْخَلِيفَةُ الْوَيْفُ نَعَزَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَاذْكُرْ بِكَ وَخَيْرَاتِ الْحَقِّ عَنْ يَدِهِ إِذَا
 أَخْبَرَ وَكَذَلِكَ فِي حَقِّ بَنِي إِسْرَافِيلَ (إِنَّ هَذَا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ) وَكَوَيْفُ ذَلِكَ وَكَانَ
 كَمَا نَقَلَهُ أَنَّ الْأَمَّةَ عَمَّا نَقَلَهُ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ
 الْخَلِيفَةُ ثُمَّ يَنْبَغِي دَاوُدَ مِنْ الْخَلِيفَةِ أَنْ جَعَلَهُ خَلِيفَةَ عَلَيْهِ وَكَانَ يَسْأَلُكَ
 اللَّهُ فَقَالَ لَهُ (فَاذْكُرْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ) وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ
 فَيَكُونُ خَلِيفَتُهُ أَنْ يُعْطَى عَنْ كَانَ فِيهِ تَبَيَّنَ ذَلِكَ لَا أَنَّهُ كَاتِبٌ مِنَ اللَّهِ وَكَانَ يَسْأَلُكَ
 فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ
 بِهِ وَكَانَ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَتُهُ مِنَ اللَّهِ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ
 وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ
 وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ
 وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ فِي حَقِّكَ وَكَانَ يَسْأَلُكَ

أَمَلَهُ أَتَمَنُّونَ عَنْهُ حَقَّ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَمِعُوا وَفِيْنَا عَنْ يَأْخُذُ لَا تَوْنُ لَمْ يَكُنْ خَلِيفَةً حِينَ
الْمَوْتِ بِمَعْنَى ذَلِكَ الْمُحْكَمُ فَتَكُونُ أَسَاكِلَ لَهُ مِنْ حَيْثُ كَانَتْ الْمَوَدَّةُ لَا يَرِثُوهَ قَوْلُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا
وَسَمِعُوا قَوْلَهُ فِي الْقَدْرِ هُوَ مُتَّبِعُهُ بِعَدَمِ مُعَاذَةِ فِي الْمُحْكَمِ كَيْفَ يَكُونُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا كَانَ قِيَامُهُ
وَكَيْفَ يَكُونُ مُعْتَصِدًا مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَمِعُوا فِي قَوْلِهِ (أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِإِذْنِهِ فَعَمَلُوا)
وَهُوَ فِي حَقِّ مَا يَقْرَأُ مِنْ صُورَةٍ أَوْ أَخَذَ مِنْهُنَّ مَوْزُونٌ هُوَ قَوْلُهُ بِمَنْزِلَةٍ مَا سَمِعُوا لَا يَكُونُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ مِنْ شَرْعٍ مِنْ تَقْدِيمٍ مِنَ الرُّسُلِ بِحُكْمِهِ قَوْلَهُ لَا تَقْبَلُوا مِنْ حَيْثُ تَقْرَأُ بِرُكُونٍ حَيْثُ
لَهُ شَرْعٌ بِخَيْرٍ لَا قَبْلَهُ وَحَدَّثَكَ أَخَذَ الْخُلَيفَةَ حِينَ الْمَوْتِ عَيْنٌ مَا أَخَذَ لَا مِنْهُ الرُّسُلُ الْقَوْلُ
فِي وَجْهِهِ الْمُسْتَفْتِ خَلِيفَةُ الْمَوَدَّةِ بِمَعْنَى أَنَّ هُوَ خَلِيفَةُ رُسُلِ اللَّهِ لَا بِهَذَا الْقَوْلِ الْمَوْجُودِ
لَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ عَنِ الْخُلَيفَةِ عَنْهُ حَقَّ حَيْثُ لَا يَكُونُ عَلَيْهِ أَنْ يَكُنْ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ بِهَذَا
عَنِ الرُّسُلِ فَتَكُونُ خَلِيفَةً مِنَ الرُّسُلِ أَمَّا الْقَوْلُ بِالْمَحْكَمِ الْمَشْرُوعِ فَلَا عَلَيْهِ ذَلِكَ رُسُلُ اللَّهِ
عَنِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْبُقُ الْأَمْرَ فَيَكُونُ خَلِيفَةً فِي حَقِّهِ يَأْخُذُ ذَلِكَ مِنْ مَقُولِ الرُّسُلِ وَرَسُولِ
مَا كَانَتْ لَهُ الرُّسُلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَعْرِفُونَ مَقَرَّ مُسْتَقْدِمٍ لِمَذَلِكِ رَأَى رُسُلُ قَائِمٍ بِرُكُونِهِ لَا
وَهَذَا الْخَلِيفَةُ يَكُونُ بِمَعْنَى بَيِّنَةٍ لَا يَكُونُ لَمْ يَكُنْ سَوَاءً قَوْلُهُ قَوْلًا لَا يَكُونُ مِنَ الْجَوَابِ وَالْمَحْكَمِ
فِي الشَّرْعِ رَأَى مَا شَرَعَتْ رُسُلُ خَلِيفَةٍ لَمْ يَكُنْ فِي الْقَوْلِ بِهَذَا مُسْتَقِيمٌ فَكَيْفَ يَكُونُ بِهَذَا رُسُلُ
رُسُلٍ وَبِهِمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ يَكُونُ أَيْلَافُ اللَّهِ لَا يَزِيدُ عَلَى قَوْلِهِ مِنْ مِثْلِ مَا قُلْنَا فِي الْإِلَافَةِ
الْبَرِّ بِالسَّلَامِ الرُّسُلُ أَمَّا رَأَى وَأَقْرَبُ ذَلِكَ أَنَّكَ أَوْ تَسْمَعُ حُكْمًا كَانَ قَدْ قَرَأَ أَمْرًا
بِعَيْنٍ بِرُسُلِ رُسُلٍ يَكُونُ ذَلِكَ بِأَنَّهُ خَالَفَ قَوْلَهُ هُوَ يَكُونُ وَجَهَاتِ الْإِلَافَةِ الْأَوَّلَى
وَالْمَوْجُودِ فَكَلِمَتُ قَوْلِهِ فَكُلُّ مَنْ قَرَأَ مَا أَخْبَرَنَا اللَّهُ قَوْلًا فِي حَقِّهِ بِالْعَبْدِ يَزِيدُ
عَلَيْهِ ذَلِكَ كَانَ رُسُلًا قَبْلَ سَوِيَّةٍ لَا يَكُونُ بِمَعْنَى تَقَرُّرًا أَوْ يَزِيدُ بِهَذَا حُكْمِهِمْ أَنْ
يَكُونُوا بِهَذَا حَقِّهِ بِمَا شَاءَ وَخَلِيفَتُهُ يَوْمَ يَكُونُ هَذَا الْمُسْتَقِيمُ وَالْمُسْتَقِيمُ أَوْ يَزِيدُ
عَنِ الشَّرْعِ الْإِلَافَةِ قَدْ تَقَرَّرَ بِالْإِلَافَةِ لَا يَكُونُ الْقَوْلُ الْإِلَافَةُ بِهَذَا حُكْمُهُ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَكَانَ الْمُسْتَقِيمُ بِالْإِلَافَةِ حَقًّا فِي حَقِّهِ فَيَكُونُ أَمْرًا مِنْ الْإِلَافَةِ وَكَيْفَ كَذَلِكَ
وَأَنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَا يَكُونُ بِهَذَا حَقًّا وَكَيْفَ كَذَلِكَ فَكَلِمَتُ الْخَبَرِ مِنَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَيْفَ

[illegible]

وتم ذاتِ فردوس ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فردیت کے منبر ہیں۔ اسی لئے حکمتِ فردیت کا حقِ خود من
مذہبِ اہم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اسے واجبِ احبات کو بطریق تحقیق جان سے کہ چنانکہ نبوت و رسالت اختصاصِ انبیاء سے ہے اس
سے اس میں اکتساب کو کوئی دخل نہیں۔ نبوت سے مراد نبوتِ تشریعی ہے نہ کہ نبوتِ تشریف۔ حضورِ علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مبارکہ کے لئے افراد بھی نبوتِ تشریف سے مشرف ہیں اس لئے وفات کی گئی ہے کہ نبوت
سے مراد نبوتِ تشریف ہے اور اس کے صاحبِ انبیاء عظیم السلام ہیں۔ ان انبیاء عظیم السلام کی واسطے اللہ
تعالیٰ کی اطاعت بھی اسی قبیلِ موجب سے ہیں۔ وہ ہر انہیں ہیں اور نہ ہی حق تعالیٰ ان پر ان سے ہر صاحب
کتاب سے عین انبیاء عظیم السلام کو معیار ان کے اعمال کے جہاں نہیں ہیں اور نہ ہی حق تعالیٰ ان سے
ان معیار پر کچھ مومن دیکھتا ہے۔ ہیں اللہ تعالیٰ کا ان کو ان معیار کا بطریق انعام و افضل ہے
جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (وَحَبِّبْنَا لَكَ مَا شِئْتَ) یعنی واسطے (ایہا ایم غیبی) کے ہم نے اس
کو محبوب کر دیا۔ اور قلب کے حق میں فرمایا (وَدَعَبْنَا لَكَ الْخَلْقَ وَشَدَّائِمَ بِحَسَنَةِ كَيْفٍ) اور ہم نے اس
نسبت سے ان کو اس کے گروہ سے بچنے اور ان کے برابر ان کیساتھ اور سمجھنے۔ اور مومن کے حق میں
فرمایا (وَدَعَبْنَا لَكَ الْخَلْقَ فَادْعُ نَبِيَّ) اور ہم نے اپنی رحمت سے مومن کو اسکو بانی (اور
بنشہ۔ وہ ان کو اس کی بیش سعادت بھی ہیں۔ پس وہ ذاتِ اول ہیں۔ نبیاء کی متولی ہوئی وہ ہی ذات
تک میں ان کے علوم اور اثرِ اول میں متولی ہوئی۔ اور نہیں ہے کوئی متولی مگر اہم واجب۔ اول میں
انبیاء عظیم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نہیں تقدس سے مستعد ہیں کہ خدا فرمائی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لئے
لئے اول میں متولی ہوتا ہے۔ ہر میں نہیں مقدس ستار کے اعین تاجہ کو احیان مذہبہ کا پس پنا
اور ان کے علوم اور اثرِ اول رہی ہیں انہیں نہیں اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اہم واجب ان کے متولی
ہے۔ اللہ تعالیٰ بذریعہ اہم واجب جو چیز کسی کو عطا کرتا ہے اس کے مومن ہیں وہ بندہ سے کوئی مل
شکر قلب نہیں کرتا ہے۔ یاد رہے کہ آپ نے بیس سوال نہیں فرمایا کہ جو مومن ہیں ان کی ہر مین
فہم اور شکرِ مظلوم ہے۔ اور وہ فد کے حق میں فرمایا (وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ مَا شِئْتَ) اور تحقیق ہم نے وہ
کہ اپنے عزائم سے بزرگی دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس معیار کی ہر کسی ہر کسی کو وہ نہیں فرمایا کہ اس کو وہ دے
سے طلب کرے اور نہ ہی اس بات کی خبر دی کہ تحقیق وہ معیار کسی ہر کسی کی ہر اسے اور جب اللہ تعالیٰ

نے اس ملا پر عمل کیا تو شکر طلب کیا تو اس داؤد سے کیا لیکن داؤد کے ذکر میں تحریر میں نہیں کیا تاکہ اس داؤد
 اس نعمت پر شکر یہ داکر سے جو تعالیٰ نے داؤد پر انعام کی۔ پس وہ نعمت داؤد کے حق میں بطریق نعمت
 و افضل طلب ہے اور اس کی آل کے حق میں بوجہ طلب معاونہ اس طریق کے بواسطہ بخلاف تعالیٰ درمخلوق
 اَلْاَوَّلُ شُكْرًا وَ اَلْاٰخِرُ قَبِيْلًا مِّنْ يَّكَوْنُ شُكْرًا سَلَامٌ عَلٰی دَاوُدَ اَتَمُّ بِطَوْرِ شُكْرٍ يَّهِيَ نِعْمَتِ عَلٰی كُرْدِ اَوَّلِ مِیْرَے
 بندوں میں سے شکر کو نیوالے قدر سے ہیں۔ مگر چہ انبیاء و پیغمبر السلام اللہ تعالیٰ کے اخلاص و مواجبات پر
 شکر یہ بنا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے یہ شکر یہ طلب نہ کرتا تھا۔ انہوں نے اپنی ذاتوں پر فیض خودی
 شکر و انعام بغیر مرا آجی واجب کر یا بیجا کہ بنایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تمام بارگاہی میں اس قدر
 نعمت سے بہت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں اقدم مبارک و رحم کر جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً
 اپنی انست کے اچھے بچے گناہوں کی معافی پر شکر یہ قرار جب معاف رہی اللہ تعالیٰ منہ نے حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے اتمام مبارک پر درم دیکھے تو اپنے کپڑے پہڑ دیتے اور عرض کیا کہ اسے حبیب پاک صلی اللہ علیہ
 وسلم آپ کے استدر تکلیف میں فرماتے ہیں: فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور ایسے
 اللہ تعالیٰ نے فراموشی کے حق میں فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْكُرُكَ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ اَشْكُرُكَ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَیَّ
 میں سے شکر کو نبوت قلیل ہیں۔

پہلی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے داؤد کو بخشی وہ یہ ہے کہ آپ کو وہ نام عطا فرمایا جس میں ہر حرف و فصل
 میں سے کوئی حرف نہیں ہے۔ حروف متصرفہ ہیں: اَلِفَ ذَالِ تَے زَے وَاوَ ہِیْ حروف متصرفہ
 ہیں۔ حروف اتصال کو ہے جو اپنے حرف واحد سے ملتا ہو پس حروف اتصال اور اتصال کا اعتبار نسبت
 ہر حرف کے ہے لیکن یہ نسبت حروف متقبل کے ہر حرف اتصال کو قبول کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے
 داؤد کو ایسا نام عطا فرمایا کہ جس میں کوئی حرف اتصال نہیں ہے۔ عالم سے ہر حرف حیدر و گویا میں ہر حرف
 سے بغیر کسی اور شے میں نفع کر کے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان کے مرتبہ کی خبر دی کہ وہ ختم سے نبی ہیں
 اور حق کے ساتھ وہ عمل ہیں۔ آپ کے اسم میں وہ حروف متصرفہ دل رحمت و راز ہیں۔ ہر اسم کی اپنے
 معنی کے ساتھ منہ بہت ہے۔ اور اس درم کہ حروف اتصال ہی ہر حرف ہے۔ اور بنایا شکر پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ہر مبارک حروف اتصال اور اتصال دونوں سے رکھا گیا۔ دل حروف اتصال ہے اور اس کے ہر
 حروف اتصال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حروف اتصال کے ساتھ اپنی ذات پاک

سے متصل کیا اور حروف انفصال کیا تو عالم سے آپ کو متصل اور جدا فرمایا۔ بڑا اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ
 علیہ وسلم کو اپنے نام پاک میں دونوں حالتوں 'نور' سے انفصال اور عالم سے انفصال کا جامع بنایا لیکن داؤد
 کو ان دونوں حالتوں کا جامع بطور معنی بنایا نہ کہ بطور ظاہر۔ مراد یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام کا نام تو صرف آپ
 پر اشارہ کرتا ہے کہ آپ عالم سے جدا ہیں لیکن آپ کو عالم سے جدا ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ
 آپ کامل باللہ ہیں۔ جس آپ کے نام میں صرف دونوں حالتوں انفصال عن العالم و اتصال بالحق کی
 جامعیت نہیں پائی جاتی بلکہ اشارہ ہے جامعیت آپ کے نام میں پائی جاتی ہے اور جناب
 پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک میں یہ دونوں حالتوں کی جامعیت ظاہر پائی جاتی ہے۔ اور یہ ہے
 معنی اسم پاک میں دونوں حالتوں کی جامعیت جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظام اور فائدہ
 علیہ السلام پر آپ کی نفیست کی وجہ سے ہے۔ یہی حضرت علیؑ علیہ وسلم کو یہ انتظام جہات سے
 کامل طور پر حاصل ہے۔ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو داؤد علیہ السلام پر نفیست جہات سے آپ کے
 اسم مبارک میں مذکور ہوا دونوں حالتوں کی جامعیت کی وجہ سے ان کے ہر مقام سے آپ کے واسطے
 خدمت نفس و دل ذات کے لوازمات معانی کے لوازمات اصل کے لوازمات کمالات کے لوازمات
 تجریدات کے لوازمات نسب کے لوازمات انفاق کے لوازمات حسن کے لوازمات لطافت کے لوازمات
 عشق کے لوازمات معشوقی کے لوازمات فقر کے لوازمات فنا کے لوازمات اقصیٰ قوت کے لوازمات اوت
 کے لوازمات قرب کے لوازمات قرب کے لوازمات قرب کے لوازمات قرب کے لوازمات قرب کے لوازمات قرب کے
 لوازمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم داؤد علیہ السلام سے افضل ہیں۔ بلکہ اصل غیبت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم آسمان و ارض کے شمس ہیں اور حضرت نور علیہ السلام پاک صلی اللہ تعالیٰ و آسمان و ارض کے شمس
 یقولون (وَأَشْشِبْنَ رَحْمَتًا وَأَشْشِبْنَ رَحْمَةً) اور وہ زندہ اور ہمارا جیت ہیں اسم اسم اسم
 کے برکت میں شمس اللہ تعالیٰ (وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَشَهِدْنَا بِالنَّجْمِ) اور ہر سال
 انبیاء علیہم السلام آپ کے صحابہ ہونے کے واسطے آسمان و ارض کے نجوم ہیں (وَلَقَدْ جَعَلْنَا
 بِمَوَاقِدِ الشُّعْرِ) اب شمس کی قرین اور نور کی نور پر نفیست ظاہر ہے یعنی ہر کار و عالم حضور
 پاک جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے حضرت سلطان نور اششبن جناب شیخ سید عبدالحق جیلانی
 رضی اللہ عنہ اور داؤد علیہ السلام کو ساتھ انبیاء علیہم السلام پر نفیست حاصل ہے۔ اور

درویشی کی بیرونی ذکر فی الذکر میں سے ثابت ہوا کہ آپ سارے عالم کیلئے فیض تھے چنانچہ ان کے
 بھی بادشاہ تھے اور دنیا کے بھی بادشاہ تھے۔ انبیاء سابقہ عظیم الشان میں سے کوئی بھی نبی صمدی نہیں ہے
 غیبت نہیں ہوا۔ یہ ثمرات صرف داور علیہ السلام کو حاصل ہے۔ نیز فی الذکر میں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ داور
 علیہ السلام کی حکومت صرف زمین پر ہے آسمان پر نہیں لیکن سرکارِ دو عالم جنابِ محمد پاک صلی اللہ علیہ
 وسلم کی حکومت عرش سے نیک فرشتوں سے ہے ﴿لَا يَلْفُظُونَ سَمْعًا وَلَا يَلْفُظُونَ بَصَرًا﴾ ﴿لَا يَلْفُظُونَ سَمْعًا وَلَا يَلْفُظُونَ بَصَرًا﴾
 جیتے ہوئے اور اسے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں
 ہے سارے کا داور آپ کے تحت کرنا گیا ہے۔ سب داور علیہ السلام کو حکم و راستہ کو لوگوں میں فیض
 کی نیابت کریں اپنی بلاش کی بیرونی ذکر میں سے ثابت ہے کہ فیض داور علیہ السلام سے ہی ہے۔ ان کے
 نسائی حضرت علیؓ نے سببِ مظلومی نہ فرما کر داور علیہ السلام سے کہا کہ اسے گوارہ نہیں ہے اللہ
 سے کہہ کر داور علیہ السلام کی موت میں پہلے میں کوئی کہہ نہیں سکتے۔ یہ سببِ مظلومی نے داور علیہ السلام کے
 مرتبہ کو اٹھایا اور فرمایا ﴿لَا يَلْفُظُونَ سَمْعًا وَلَا يَلْفُظُونَ بَصَرًا﴾ ﴿لَا يَلْفُظُونَ سَمْعًا وَلَا يَلْفُظُونَ بَصَرًا﴾
 لوگوں سے کہہ کر داور علیہ السلام کی موت میں پہلے میں کوئی کہہ نہیں سکتے۔ یہ سببِ مظلومی نے داور علیہ السلام کے
 درجہ کو اٹھایا اور فرمایا ﴿لَا يَلْفُظُونَ سَمْعًا وَلَا يَلْفُظُونَ بَصَرًا﴾ ﴿لَا يَلْفُظُونَ سَمْعًا وَلَا يَلْفُظُونَ بَصَرًا﴾
 یہ کہ یہ سبب کے مرتبہ کا پاس ہے کہ ہم تو یہاں پر ہیں لیکن تعظیم سبب کو دی۔ اور اگر تو کہے کہ ہم پر سلام
 کی غفلت ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ نے نفس وادوں سے تاہم کہیں گے کہ تعالیٰ نے غفلت اور انہی جو نفس وادوں
 کی ہے اس کی مثل نفس وادوں نہیں کی۔ ہوائے اس کے نہیں کہ وہ تعالیٰ نے انہی کو فرمایا اور انہی کے ہاں
 ﴿فِي الْأَرْضِ مِنْ خَلْقَةٍ﴾ تحقیق میں زمین میں ایک نسل بنائے والا نہیں اور یہ ہیں فرمایا کہ تحقیق میں ہم
 کو زمین میں غلبہ بنائے والا نہیں۔ جہاں نفس وادوں میں آدم علیہ السلام کا نام نہیں ہو گیا اسے یہ خدا کی
 نہیں کہ غلبہ سے مراد آدم علیہ السلام ہی آدمی۔ ہو سکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی آدمی
 مراد ہو کہ اس اسم غائب میں غیر کا احتمال بھی ہو سکتا ہے لیکن داور علیہ السلام کیلئے غلبہ غلبہ
 ہے جس میں غیر کے احتمال کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ نیز اگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَا يَلْفُظُونَ سَمْعًا وَلَا يَلْفُظُونَ بَصَرًا﴾
 ﴿فِي الْأَرْضِ مِنْ خَلْقَةٍ﴾ تو یہ آں اس آں کی شے نہیں ہے جو داور علیہ السلام کے حق میں فرمایا ﴿لَا يَلْفُظُونَ سَمْعًا وَلَا يَلْفُظُونَ بَصَرًا﴾
 ﴿فِي الْأَرْضِ مِنْ خَلْقَةٍ﴾ یہ آں غفلت سے کہہ دیا اس کی مثل غفلت نہیں ہے۔ آں آں سے ثابت ہے کہ

آگے ثابت کیا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو اشیاء کے احوال پر جاننے والے تھے امتیازات کے احوال و مقامات سے
آپ کو بہرہ نہ تھا کیونکہ اس امر پر کوئی شخص وارد نہیں۔ پس ممکن ہے کہ آدم کی غفلت سے یہ فراموش ہو کہ وہ
اُن لوگوں کا خلیفہ ہیں جو آپ سے قبل زمین میں رہتے تھے نہ یہ کہ وہ تکمیل بھی کیا تھے شرف ہو کر اُن کی
خلق میں اللہ کی طرف سے اُن میں نام نہ تھے۔ اور اگر واقعی خدا نسبت آدم غفلت و اذی کی شکل ہے تو
ہمارا کلام اس امر پر ہے کہ غفلت و اذی کی شکل غفلت آدم کی تخصیص و تخریج نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کہنے زمین میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیچے ہیں اور وہ اس میں لیکن آپ کی غفلت
بنا ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ وہ نہ ملنا و نہ ہی لگنا
کرتے ہیں جو مقام اس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے مشروع فرمایا ہے۔ وہ شروع تشریف سے باہر
نہیں جاسکتے لیکن اس جگہ ایک باریک راز ہے جس کو سوائے اُن عارفین اللہ کے جو ہدیٰ بھی ہیں
کوئی نہیں جانتا۔ یعنی اس راز کو صرف وہ کمال افراد جانتے ہیں جو مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے معرفت
ہیں۔ وہ اریک و ازل حکم کے اقتدار کرنے کے متعلق ہیں جس کے ساتھ وہ خود حکم کرتے ہیں اور وہ حکم
اُن احکام میں سے ہے جو جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیسے مشروع ہیں۔ پس جناب زعم الاس صلی
اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خلیفہ وہ شخص ہے جو قرآن مجید و حدیث شریف سے حکم اخذ کرتا ہے و اس
اجتہاد سے حکم اخذ کرتا ہے جس کی اصل قرآن مجید و حدیث شریف سے ہے اور ہم کہہ رہے ہیں کہ وہ
شخص بھی ہے جو حکم مشروع کا اللہ تعالیٰ سے اخذ کرتا ہے۔ پس وہ شخص اس حکم کے اخذ کرنے میں شک
یہوت سے غیب ہے لہذا اس خلیفہ کیسے اخذ حکم کہ وہ اور اس مسکن و ہی جگہ ہے ہر اس کے
صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ تھا جس وہ خلیفہ یعنی ولی ظاہر میں جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شیعہ
ہے کہ نہ اس کو حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم شرعی کے خلاف نہیں ہو سکتا جیسا کہ جیسے جیسے
اسلام نازل ہوں گے تو تشریف محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی حکم کریں گے یعنی جیسی اللہ ہی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ولی کی صورت تشریف محمدی کے مطابق حکم ہادی کریں گے۔ اور وہ خلیفہ حکم
ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اس طرح کرتا ہے جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سجد
نبیوں کی پیروی کرتے تھے (قَوْلِهِ تَعَالَى ذُو كَرَّمَكَ النَّبِيُّنَ فَذُرُوا اللَّهَ فَهُوَ شَرُّهُنَّ) یہ لوگ
بنی کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہیں آپ بنی کی ہدایت کی پیروی کریں۔ فرمادہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

انہی احکام کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے کرتے تھے لیکن پھر کچھ بسن احکام سابقہ انبیاء و عیسیٰ السلام کے احکام کے
 مطابق تھے یا دوسرے الفاظ میں سابقہ انبیاء و عیسیٰ السلام کے بسن احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کہتے یہاں رکے
 گئے اسلئے ارشاد ہوا کہ آپ ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔ یہ نہیں ارشاد ہوا کہ آپ سابقہ انبیاء و عیسیٰ السلام
 کی پیروی کریں۔ اس میں تنقیص شن پائی جاتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ آپ ان کی ہدایت کی پیروی کریں کیونکہ
 ان کی ہدایت بہت ہی سچی اور ان کے احکام حقیقہ احکام تھے۔ اور وہ غیبی ہوتے تھے۔ ان سے
 احکام نازل ہوتے تھے۔ ان احکام کی محنت میں غلطی ہے اور ان میں خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق
 ہے۔ اس غیبی حکم بنزد اس شخص کے ہے جس کو خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ رسل کے احکام
 شریعی سے بدل رکھا کیونکہ اس نے خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم شروع کو کہاں رکھا۔ وہ غیبی
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اعتبار سے پیروی کرنا ہے کہ آپ نے حکم شروع کو ثابت اور کہاں کہتا ہے
 نہ اس اعتبار سے کہ وہ حکم۔ بقدر اس کی شروع میں مشروع قرار دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 اہمیتی میں کو سابقہ رسل کی شراعت سے بڑھ کر نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں کچھ
 ہے اور اسی کو اتباع کرنا ہے۔ وہ یہاں اس غیبی حکم کا اللہ تعالیٰ سے حکم انکار کرنا اس حکم کا عین ہے جو
 خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اخذ کیا ہے۔ اسان کشف کیا کہ اس غیبی حکم کے متعلق ہم کہیں
 کہ اللہ تعالیٰ کا غیب ہے اور اس غیب کی حیات ہم کہیں گے کہ وہ بناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب
 ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت فرمائی تو آپ نے کسی شخص
 کیلئے اپنی طرف سے مخالفت نہیں اور عین مذکور آپ جانتے تھے کہ تعین آپ کی امت میں سے
 ایسا شخص ہوگا جو اپنے مذہب سے مخالفت نہ کرے۔ پس کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب ہوگا اور حکم مشا
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت نہ کرے اور فرما یہ ہے کہ خلفائے امت کو یہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان
 لگانی سے مشرتاب ہیں۔ احکام شرعی اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور وہ احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 شریعت کے عین مطابق ہیں۔ پس چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے تھے اس
 لئے مخالفت کو اپنی امت پر حرام نہ فرمایا اور نہ ہی مخالفت کو اپنی امت کیلئے منع فرمایا کیوں کہ
 آپ کمال قرب کی استعداد سے واقف تھے۔ جو اس حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے غرض میں بہت غیبی
 ہیں جو احکام غیبی کو اس وجہ سے ادا کرتے ہیں جس سے خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم و سابقہ رسل

علیہم السلام ان احکام کو حاصل کرتے تھے۔ لیکن خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ان احکام میں ختم
 الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جو انبیاء اور اذیاء کے پیشوا ہیں ان کی نفیست کو اچھی طرح پہچانتے ہیں کہ تین ختم
 الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان احکام انبیاء میں زیادتی کے قابل ہیں اور یہ فیض ان احکام میں زیادتی کے قابل
 نہیں۔ اگر ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اس فیض کے زہن میں ہوتے تو زیادتی احکام کے قابل ہوتے لیکن
 اللہ تعالیٰ اس فیض کو جو احکام میں کوئی ایسی چیز میں نہیں کرتا جو خاص طور پر جناب ختم الرسل صلی اللہ
 علیہ وسلم کے لئے مشروع نہ ہو۔ اس فیض نے ہر میں ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو مشروع سے حفاظت نہیں
 ہے اگرچہ وہ احکام پر درست شدت تھی سے کرتا ہے۔ اب سابقہ رسل علیہم السلام میں اللہ تعالیٰ
 کے فیض میں اور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اللہ تعالیٰ کے فیض میں۔ ان میں
 کے فیض اور سابقہ رسل علیہم السلام میں فرق یہ ہے کہ فیض پر جناب ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام
 شریعت سے کوئی حکم زندہ نازل نہیں ہوتا لیکن سابقہ رسل علیہم السلام کی شریعتیں وہی تھیں جیسا
 کہ فیض علیہم السلام کو جان نہیں دیتا کہ جب یہ خیال کیا کہ توفیق ایسی کسی کے احکام میں زیادتی
 نہیں کریں گے ایسا کہ ہم نے فیض خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے حقوق ذکر کیا ہے کہ وہ شریعت
 فکری میں اللہ علیہ وسلم میں کی پیش نہیں کرتا تاہم ایسی کے احکام میں اس کی توجہ کا حق
 کیا۔ لیکن جب ایسی نے ہمیشہ۔ ہوں ہونے کے نوموں کے جن مقرر کردہ احکام میں بددعویٰ کیا تو یہ
 اس امر کو بددعویٰ کے کہ کوئی حق میں نے ان کے اس مسئلہ کی مخالفت کی ہو کہ ایسی کے حق میں
 دیتے تھے ان کا کہہ دیا یعنی علیہم السلام کے حق میں یہ تھا کہ شریعت اور احکام میں۔ ان میں نہیں کرے
 اور یہ احکامات کو بددعویٰ کے کیونکہ ہر رسول نئی کتاب اور شریعت دیتا ہے۔ جیسے رسل علیہم السلام
 کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ ان کی کتابیں ہیں اور قرآن مجید۔ باقی رسل پہچانی کتاب
 نازل ہوئی ہیں ہر اس کتاب کا نام مجید ہے۔ اسی بنا پر یہ دے جیسی کو حق کو اچھا دیکھا کہ ہم کہہ سکتے
 نے اپنی کتاب نازل کی جیسی کے قصہ میں اس میں اور ان میں ہر دیکھنا ہے کہ جیسی رسول خدا سے
 احکام کو سونپا گیا کی وجہ سے کہنے کے قابل تھا۔ بیشک کسی حکم میں کی کہ جیسی کہہ دیا کہ ہم کہہ سکتے
 فیض ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منصب نہیں جیسا کہ شریعت فکری میں اللہ علیہ وسلم کی کہہ
 پیش نہیں کر سکتا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب فیض اس امر کا ہوتا ہے کہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی

مقرر کردہ شریعت میں کی پیش کر کے تو پر حضور علی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت شریف میں کی پیش اور
 اختلاف کیوں پایا جاتا ہے؟ اسی کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ بعض ائمہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے احکام شریعت
 مقرر کئے ہیں اور ان کا اجتہاد کتابی احادیث پر مبنی تھا مگر احادیث مندرجہ کتب میں بعض بعض مقامات
 پر اختلاف پایا جاتا ہے اسلئے ان کے اجتہادی احکام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ سب کا اجتہاد
 احادیث پر مبنی تھا اسلئے سب کا حق یہ ہیں اور قابل عقیدہ ہیں۔ سب پر اختلاف اجتہادی شریعت میں ہے
 لیکن وہ شریعت شریف جس کے ساتھ جناب امیر اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ سب کے لئے ہے اس
 میں کی پیش نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ اگر اجتہاد کثرت پر مبنی نہیں ہو کہ کتب پر مبنی ہے۔ نیز وقت میں
 قلب اور جو اصول معنی شدہ ہیں وہ علم کو دینی صحیحی ہوتا ہے کہ علم اجتہادی و حکم نفسی و امری و فیہ کما
 ہے۔ اسلئے اسلئے کہ جن آلات قلب پر شاد ہے کہ قول و خبر ہوتا ہے جو حکم میں کسی حدیث
 شریف کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تحقیق ذوق قلب اجتہاد سے ہے مگر کونسا یہی
 ہے اور جو اس کے نہیں کہ قلب پر شاد ہم وقت ہے اس کے نزدیک۔ یہ کثرت و کثرت شریعت
 سنواری پاک معنی شدہ علیہ وسلم ہے ثابت نہیں۔ اگرچہ حدیث شریف مندرجہ کتب پر مبنی ہے۔ بہت ہی قہر
 الیہ کہ اسی کے مطابق حکم کرتا۔ اگرچہ حکم کسی حدیث شریف کے متعلق نہیں ہو کہ حدیث میں کثرت
 ہے۔ ان میں راوی عادل و راوی بی علم و راوی بی علم کے نزدیک۔ جن احادیث پر صحاح
 میں شریعت کی باتیں ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور جن احادیث پر
 غریب شمار ہونے کے باعث ماہرین متذکرہ میں ہیں انکو فیحدی صحیح ہیں اور جناب راویوں خلاصہ میں
 میں اسلئے ثابت ہیں۔ علمائے فہم کے نزدیک حدیث صحیح کو معیار یہ ہے کہ اس حدیث میں راویان
 عادل اور راویوں عادل راوی نہ کلمہ صحیح ہو سکتا ہے اور ذہنی نقل علی الاطلاق سے صحیح
 ہو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ہے کہ راوی فہم راوی ہو کسی حدیث شریف کے معانی سمجھنے میں۔ اپنے اہم کے تحریر
 میں ضرور بالضرور ہوتا ہے یعنی جب ایک راوی خود سے راوی سے ایک حدیث شریف منقول ہے تو وہ اس کے
 حامل اپنے ہر ایک کے مطابق سمجھتا ہے۔ یہ سب سے کہ حدیث شریف کا اصل مفہوم اس نے سمجھا ہو یا نہ
 ہے کہ راوی اس حدیث شریف کو کلمے نقل کر رہا ہے کہ وہ راوی عادل حدیث شریف کا اصل
 معنی نقل کر رہا ہے۔ جس سے ثابت ہو کہ اس حدیث صحیح میں کثرت ہے۔ لہذا قلب

قتل و لہو کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ ثعلب ارشاد ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے ہر زمانہ میں واحد ہوتا ہے
اور دیگر ہر ادب اللہ جو تلقین و ارشاد کے منصب پر مامور ہوتے ہیں اُس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اسی طرح ثعلب
جہاں اُس کے پیڑ و سلم کا انتظام ہے اسی ہر زمانہ میں واحد ہوتا ہے اور مجاہد و یاسے مستور اُس کے ماتحت ہم
کرتے ہیں لیکن اُس جگہ فیض منہوی سے مراد ثعلب ارشاد ہے کیونکہ دینی احکام کا اخذ کرنا اُسی کے متعلق ہے۔
اور جن اوقات یہ دونوں منصب ایک ہی شخص کے پیڑ و سلم دیتے ہوتے ہیں۔ ذرا شک نہ کرو خلافت ظاہری
یعنی بادشاہت میں خلیفہ اقدس کی نظر خلیفہ امیر کا قتل کرنا لازمی ہے اگرچہ خلیفہ اقدس کا یہ مقام نہ ہو مگر اگرچہ
اُس میں اللہ تعالیٰ سے احکام نازل کرنے کی اہمیت نہ ہو نیز اگر وہ بادشاہ عادل ہو تو واقعی وہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔ و بادشاہوں میں سے ایک کو قتل کرنا اُس سے ضروری ہے کہ ایک ملک میں یکے
دست و بادشاہوں کا وجود عالم میں دو مسجودوں کے وجود کا تمیز پیدا کرتا ہے۔ یعنی کوئی جہاں شخص دیکھ چکے
کہ کتاب ہے کہ اگر ملک میں دو بادشاہ ہو سکتے ہیں تو عالم میں دو مسجود بھی ہو سکتے ہیں حالانکہ ان دو گانے قریب
ایک دوسرے (وَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) اگر آسمان اور زمین کے درمیان ہوائے اللہ تعالیٰ کے کئی مسجود ہوتے تو البتہ آسمان
اور زمین دونوں بگڑ جاتے۔ مراد یہ ہے کہ تعدد و اِلٰہ کو وجود تو حید باری تعالیٰ کے نفوت ہے۔ مثال کے طور
پر اگر دو مسجود ہوں اور زبان گفتگو ہوں تو ایک صاحب یہ ہے کہ ایک لاکھ دوسرے میں جلدی ہے کیونکہ کسی امر میں یہ
دوسرے سے متعلق ہے اور کسی امر میں دوسرے پہلے سے متعلق ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو کسی کے حکم کی اطاعت
کرتے نہ اِلٰہ نہیں ہو سکتا۔ پس وہ دونوں مسجود نہیں ہیں۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر باغرض اُن دو مسجود
کا آپس میں اختلاف ہو تو ان دونوں میں سے ایک ہی کا حکم عالم میں جاری ہوگا۔ پس جس مسجود کا حکم جاری
ہے حقیقت میں اِلٰہ وہی ہے اور جس کا حکم جاری نہیں ہے وہ اِلٰہ نہیں ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آسمانوں و
زمینوں میں ایک ہی اِلٰہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور عالم میں اُسی کا حکم جاری ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے ہم جانتے ہیں کہ تحقیق ہر حکم ہر آن میں جو عالم میں جاری ہے تحقیق وہ حکم اللہ
تعالیٰ کا حکم ہے اگرچہ وہ حکم اُس حکم کے خلاف ہے جو ظاہر میں مقرر ہے اور جس کا نام شرع ہے کیونکہ حقیقت
میں حکم نہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر امر جو عالم میں واقع ہوتا ہے اس کے خلاف نہیں کہ وہ حقیقت میں
کے حکم کا ہونا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حکم شرع مقررہ کے حکم کے مطابق ہو اگرچہ قرآن و شرع میں حقیقت اِلیٰ
سے مقرر ہے۔ مراد یہ ہے کہ بندوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے قوانین شرع تو یکساں مقرر کئے ہیں لیکن اُن پر عمل کی

توفیق بعض کو بخشی گئی ہے اور بعض کو نہیں۔ حاصل کام یہ ہے کہ تو انہیں شرع بھی اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں اور بندوں کے اعمال بھی اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ پس شرع کا مصلح تقرر نافذ ہوا ہے کیونکہ مشیت کا ثبوت میں ہر وقت قرار داد شرع کیساتھ تعلق ہے نہ کہ عمل کیساتھ پس کو شرع مقرر داتی ہے۔ پس مشیت الہی کیسا سلیم سلطنت ہے۔ اور اس لئے عارف کامل ابو طالب کی نے مشیت کو ذات الہی کا عرش گردانا ہے کیونکہ مشیت بہ سبب اپنی ذات کے حکم کا تقاضا کرتی ہے۔ یعنی جیسا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہو کر عالم میں احکام جاری کرنا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ مشیت کے تقاضے سے عالم میں احکام جاری کرتا ہے بقولہ تعالیٰ (فَإِذَا تَقَالَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ)۔ مقتضی کی مشیت اس کے حکم کے تحت ہے اور اس کا حکم معلوم کے تحت ہے۔ اور اسے واجب معلوم ڈبے یعنی تیرا میں ثابت ہے۔ ہذا عالم میں کوئی شے بخیر مشیت الہی کے نہ موجود ہوتی ہے نہ معدوم ہوتی ہے۔ ہر وقت ہر شے کی مخالفت ہو جائے اس شخص کے کی جتنے جسکا ہم نصیحت رکھا جاتا ہے تو وہ امر بالاسطہ ہے ترک کوئی نہیں ہے۔ امر بالاسطہ وہ امر ہے جو انبیاء و کرم کے واسطہ سے آیا ہے۔ لہذا کیا ہے۔ لہذا دوسرا مقررہ شرع یا تو ان شرع ہے۔ امر تکوینی وہ امر ہے جو اللہ تعالیٰ کی ایجاد کے مطلق نافذ کیا گیا ہے اور اعمال کا تحقق اس امر تکوینی کیساتھ ہے۔ ہر تشریحی امر بالاسطہ ہے اور ترک کوئی امر ہے واسطہ ہے۔ ترک کوئی یا امر مشیت ہے واسطہ کے اعتبار سے ہو کہ مقتضی کرتا ہے ہرگز کسی شخص نے اس امر کی مخالفت نہ کی۔ یعنی جو اعمال اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ پر اس کے سین ثابتہ کے مطابق مقرر دیئے ہیں ان کا نمود ضرور ہو کر رہتا ہے۔ بندہ کو متذکر نہیں کہ ان مقتدرہ افعال سے سر پھرنے کے۔ پس مخالفت امر واسطہ یعنی امر تشریحی میں واقع ہوتی ہے۔ اسے واجب اس نکتہ کو سمجھنے والے اور حقیقت ہی امر مشیت یعنی امر تکوینی ہر وقت بین نفس کی ایجاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے نہ اس شخص کی طرف جیسا کہ دونوں افعال پر وہ فعل ظاہر ہوتا ہے پس محال ہے کہ وہ فعل موجود نہ ہو۔ مگر یہ ہے کہ جو فعل کسی کے سین ثابتہ میں مقتدرہ ہے وہ ہو کر رہے گا خواہ وہ شخص عام ہو یا ولی ہو۔ یہ ہی وجہ ہے کہ غایا اور یا سے بھی سرزد ہو جاتی ہیں۔ لیکن ہر فعل محل خاص میں وقوع پاتا ہے یعنی ہر فعل جو اللہ تعالیٰ نے کسی کے سین ثابتہ میں مقتدرہ کیا ہے اس میں خاص حکمت ہے۔ کسی وقت اس فعل کا نام امر الہی کی مخالفت ہی نصیحت رکھا جاتا ہے اور کسی وقت اس فعل کو ہم ہر جہی کی مخالفت اور مخالفت رکھا جاتا ہے۔ اور ان غریب ذلت اس فعل کے توجہ ہوتی ہے یعنی جیسا کہ فعل دیکھا ذکر۔ اگر فعل امر تشریحی کے تحت ہے تو

اُس کی تحریف ہوگی اور اگر نفس اور تشریح کے خلاف ہے تو اُس کی مذمت ہوگی۔ اور جب حقیقت میں عمل
 کا تحقق ساتھ مشیت الہی کے ہے جیسا کہ ہم نے ثابت کیا، تو اسوجہ سے خلق کا انجام آخرت میں سعادتی
 عرصہ ہے۔ جو اور بات ہے کہ ہر کہی کی سعادت منتفوع کی ہے۔ خلق میں ضرور اس مقام کی کوئی تیز نہیں ہوا
 یہ ہے کہ مومن کی سعادت جنت میں ہے اور کافر کی سعادت دوزخ میں ہے۔ یعنی مومن کا کمال اور راحت
 جنت میں ہے اور کافر کا کمال اور راحت دوزخ میں ہے۔ ہوا بھرا لدا بارش میں پھتا اور پھوتا ہے اور خشک
 لکڑی آگ میں آہستی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی مقام سعادت کی تعبیر اس طرح سے کی ہے کہ تحقیق رحمت ہر
 شے پر دیکھو اور تحقیق رحمت الہی غضب الہی پر سبقت سے گنتی ہے۔ فراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں
 ہر انسان کے ساتھ خواہ وہ کافر ہو خواہ وہ مومن ہے اپنی رحمت کیساتھ معاملہ کرے گا۔ باقی رحمت مقسم
 ہے۔ سبقت کسی بندے کو غضب الہی ہو جسکا حکم ملتا فریضی غضب الہی سے ہماری کیا ہوا سبقت حکم
 مقسم یعنی رحمت الہی حکم ہماری کو ہے۔ لہذا اس بندے کو رحمت پہنچتی ہے کہ نہ سوائے رحمت کے کوئی
 آہری شے نہیں ہو غضب پر سبقت کرے۔ پس سَبَقَتْ رَحْمَتُهُ غَضَبُهُ کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ اسے
 ہے کہ رحمت اُس بندہ پر رحمت کی طرف داخل ہوا ہے اپنا حکم کرے۔ نیز رحمت ہر انسان کیلئے نہایت
 میں وقت ہے۔ ہر ملک اپنی نہایت کی طرف پہل دے لے لہذا ضروری ہے کہ وہ نہایت ہو تو کیا تو داخل
 ہوا نہایت ہو تو نہایت ہے لہذا ضروری ہے کہ ہر بندہ رحمت الہی سے داخل ہوا اور غضب الہی سے بڑا
 ہو۔ پس ہر داخل پر رحمت کو حکم ہماری ہے اگرچہ وہ رحمت رحمت کے مل کے مطابق ملاتی ہے ہوا
 جنت سے داخل ہو جاتا ہے۔ اور کافر دوزخ کیساتھ داخل ہو جاتا ہے۔ مومن کو رحمت جنت میں اور کافر کو رحمت
 دوزخ میں نصیب ہو جاتی ہے۔ شعر

(۱) پس جو شخص اہل ایمان میں نہایت باشد سے وہ اُس پہن کا مشاہدہ کرتا ہے جس کو ہم نے بیان کیا۔ فراد یہ ہے
 کہ نہایت اہل ایمان ہر کا مشاہدہ کرتا ہے کہ خلق کا انجام آخرت میں سعادت کی طرف ہے۔ اور اگر اُس نہایت
 کو اس راز کی سمجھ نہیں تو اُس راز کو وہ ہم سے حاصل کرے۔

(۲) پس انکوت میں وہ بھی پہنچے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اسے تو اُس پر اعتماد کر اور اُس میں تو ہماری
 طرح صاحب مال بن ہوا۔ پس اس راز کو تو اپنی طرح مجھ سے دریافت کرے۔ حال تک جرتی کو جا۔ فراد یہ ہے کہ
 اس معاملہ کو آنکھ سے مشاہدہ کرے۔

(۳) اور جو کچھ ہم نے آپ لوگوں کے لئے بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر مکشوف ہوا ہے۔ اور
 تمہاری طرف ہم سے وہ چیز پہنچی ہے جو ہم نے تم کو اپنی ذات سے بخش ہے۔ یعنی جو کچھ ہم اللہ تعالیٰ سے لیتے
 ہیں وہ ہی آگے منت کی پٹریا ہے۔

نہ یکن داؤد علیہ السلام کا وہاں ہم کہنا بقولہ تعالیٰ (وَإِنَّا لِلَّهِ الْعَٰدِيْنَ) سخت دلوں کے نرم کرنے
 کی طرف اشارہ ہے۔ زبردست عذاب دلوں کو اس طرح نرم کرتا ہے جس طرح آگ وہے کو نرم کرتی ہے۔
 ہوا سے اس کے نہیں کہ ٹوبہ نہایت سخت ہیں۔ تسکوت کے اقتدار سے وہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں
 کیونکہ ٹوبہ پتھروں کو توڑ دیتی ہے اور پتھر ناکہ دیتی ہے اور یکن ان کو نرم نہیں کر سکتے۔ اور داؤد علیہ السلام کے
 لئے نہ تعالیٰ سے ولا جہت اس لئے نرم کیا کہ آپ اس سے زراہل بنائیں اور دشمن سے نکال دیکھتی ہیں۔ یہ
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے داؤد علیہ السلام کو تسبیح تھی کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کی مخالفت اس شے کی ذات ہی کے
 ساتھ کرتا ہے کیونکہ نہ اس سے ہے کہ ٹو اس کے ساتھ اپنے آپ کو نیز و تور و چھری اور بھال سے نہ
 ہے لویا ٹو نے کہے کہ جب تیرا بار اس کے مطابق بنایا کہ پاک سلی نہ ہو و علم نہ ہو و اذکار
 احوال و عادات آجی نہیں تیرے ساتھ تھی سے پناہ دیتا ہوں پس اسے غالب اس راہ سے کرتا ہوا ممکن ہوا
 میں ہے۔ تو اس کو غیر نہیں پس متعالیٰ جن آپ مخالفت کرتا ہے اسے آپ سے استداد کرتا ہے۔
 مرتبہ جوں میں اس انہم نسبت سے اور مرتبہ غلبہ میں اس کو انہم محمد بنے ہیں جو اپنی تہمت کی طرف توجہ ہو
 دھا کرتا ہے کہ اسے رہتا میری مخالفت کہ اور میرا یہ نواداد تین تیرے ساتھ ہے۔ تیرے بغیر میرا وجود آبی
 نہیں سکتا جیسا کہ صورت و اخلاق کا وہد بغیر میا ہی کے ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہ دشمنین اللہ کی ذور سے
 کیونکہ اگرچہ متعالیٰ منتقم ہی ہے لیکن وہ رحیم بھی ہے۔ یعنی اس کی رحمت اس کے غضب پر بہت کیٹی ہے۔
 مراد یہ ہے کہ ہم کو بروقت اس کی رحمت سے امید رہنا چاہیے اور سب کہ عباد اللہ اسی کیساتھ ہے تو
 اس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں کہ خلق کو انہم آخرت میں سعادت کی طرف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس میں
 ہمراہ کے غم کی توین بخشے وادے اور مبالغہان خدا کی خودی مدد کرنے والا ہے۔

فِي حِمِيٍّ نَفْسِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ يُؤْنِسِيَّةٍ

اَعْلَرَاتِ غَزْوِ الشَّافِ الْاَنْسَانِيَّةِ بِحَدِّهَا دُخَا وَجْهًا وَنَفْسًا عَالِيَةً تَعَالَى عَنْ مَوَازِيهِ

[illegible]

سَوِيٌّ فِي مَنَاسِكِهِ وَفِي حَقِّهِ وَفِي مَا أَحْسَنَ مَا قَالَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ أَكْبَرُ
بِأَمْرِ خَيْرٍ لَكُمْ وَأَكْبَرُ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا أَعْدَاءَكُمْ فَتَقْتُلُوا بِيَدِهِمْ وَيَقْتُلُوا بِأَمْرِهِمْ قَالُوا
لَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ وَذَلِكَ لِأَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ إِلَّا شَافَتْ قَرَارَةً مِنْ أَعْيُنِ اللَّهِ لِيَذَرَ
تَحْلُوبَ بَيْتِهِ فَإِنَّهُ تَحَاكِي جَلِيْسٍ مِنْ ذَكَرَهُ وَالْجَلِيْسُ مَشْبُودٌ بِذِي الْكَبْرِ وَهِيَ سَوِيَّةٌ وَهِيَ الْأَكْبَرُ
الْحَقُّ الْقَوِيُّ هُوَ جَلِيْسُهُ فَلَيْسَ بِذِي الْحِكْرِ فَإِنَّ ذِكْرَ اللَّهِ سَاكِرٌ فِي جَمِيعِ أَعْيُنِهِ وَالْقَبِيحُ لَا يَسْتَكْبِرُ
بِلِسَانِهِ خَاسِئَةٌ فَإِنَّ الْحَقَّ لَا يَسْكُونُ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ إِلَّا الْجَلِيْسُ اللِّسَانُ خَاسِئَةٌ فَيَرَاهُ فِيهِ
مِنْ حَيْثُ لَا يَرَاهُ إِلَّا نَسَانٌ بِمَا هُوَ رَأَى بِهِ وَهُوَ يُبْكَرُ فَأَنْهَى هَذَا السُّوءَ فِي ذِكْرِ الْعَاقِلِينَ
فَإِذَا احْتَسَبُوا مِنَ الْعَاقِلِينَ عَاقِلٌ بِمَا شَهِدَ وَأَمَّا هَذَا الْجَلِيْسُ فَأَوْثَقُ مِنْهُ وَالْعَاقِلُونَ مِنْ أَهْلِ
خَلْقِهِ لَيْسَ بِذِي الْحِكْرِ هُوَ جَلِيْسُ الْعَاقِلِينَ فَإِنَّ الْأُنْسَانَ كَثِيرٌ لَا يَسْمَعُ فِي الْعَرَبِ وَالْحَقُّ
أَحْمَدُ فِي الْعَرَبِ كَثِيرٌ لَا يَسْمَعُ إِلَّا بِبَيْتِهِ حَكَمًا أَنَّ الْأُنْسَانَ كَثِيرٌ بِالْأَحْبَادِ وَمَا يَنْتَرَمُ مِنْ أَمْرِ
خَيْرٍ وَلَا ذِكْرٍ خَيْرٌ أَحْمَدُ جَلِيْسُ الْخَيْرِ وَالْأَكْبَرُ مِنْهُ وَالْأَخِيرُ كَثِيرٌ بِالْأَحْبَادِ
أَمَّا كَيْ لَا تَبْدَأُ أَنْ يَطْلُونَ فِي الْأُنْسَانِ خَيْرٌ مِنْهُ كَثِيرٌ فِي حَقِّ جَلِيْسٍ ذِي الْكَبْرِ
فَيَعْنُ بَأَقَى الْأَحْبَادِ بِالْأَحْبَادِ وَالْحَقُّ عَدَمٌ هَذَا وَهُوَ الشَّافَةُ بِالنَّسَبِ مَوْثِقًا لَيْسَ بِشَيْءٍ
وَأَمَّا هُوَ فَخَيْرٌ مِنْ نَيْبِهِ لَا يَكُونُ لَيْسَ الشَّوْشَرُ أَنْ يَأْخُذَ بِالْحَقِّ كَيْ لَا يَكُونَ يَرْجُوهُ
فَإِذَا أَفْعَدَ أَعْيُنَهُ مَوْتِي وَهُوَ حَقٌّ فَيَرْجُوهُ الشَّوْشَرُ مِنْ جِوْشِ الشَّارِ ثُمَّ لَيْسَ بِشَيْءٍ
مِنْ ذَلِكَ بَلْكَ يَوْجُودُ الْغَيْبِ فَلَا يَهْوِيهِ بَلْكَ أَنْ لَا يَطْلُقَ أَحْبَادًا وَأَمَّا كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ
الْحَقِّ فَكَيْسِيَّةٌ فِي الشَّارِ لَا بُدَّ بِشَيْءٍ مِنَ الشَّارِ بِقَدْرِ نَيْبِهِ وَمَنْ لَا يَسْقُطُ أَنْ تَحْلُوبَ بَيْتِهِ
وَأَمَّا مَا عَلَى مَنْ وَهَبَ هَذَا فَيَعْنِيهِ أَنْ يَكُونَ الْكَبَرُ بَيْتًا مُبْتَدَأًا وَهُوَ جَلِيْسُ الْخَيْرِ
أَلْفٌ فِي النَّاسِ فَإِنَّهُ خَيْرٌ مِنَ السَّلَامِ تَعَذَّبَ بِرُؤْيَا بَيْتِهِ وَبِأَمْرِ تَقْوَاهُ فِي بَيْتِهِ وَتَقْوَاهُ مِنْ الْأَعْيُنِ
تَوْبَهُ مِنْ جَاءَهُ مَا مِنَ الْأَعْيُنِ وَمَا عَلَيْهِ مَرَادُ اللَّهِ فِيهَا وَهُوَ فِي حَقِّهِ قَبِيحٌ وَهُوَ فِي حَقِّهِ
وَسَبَدٌ بِرُؤْيَا السَّلَامِ مَا تَمَّ شُهُودُ الصُّورَةِ الْوُجُودِ فِي حَقِّهِ وَهُوَ كَثِيرٌ فِي عِيُونِ النَّاسِ مَا شَرَعَ
أَوَّاحِدٌ يَتَوَخَّعُ فِي عِيُونِ النَّاسِ بِرُؤْيَا هَكَذَا هُوَ الْحَقُّ الْأَلْفُ فَإِنْ شُكَّ قُلْتُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فِي
مِثْلِ هَذَا الْأَمْرِ وَإِنْ شُكَّ قُلْتُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فِي النَّفْسِ أَيْ فِي الْفِعْلِ وَالْحَقُّ فِي الْحَقِّ يَشْتَرِكُ

فَاَعْيَنَ الشَّاهِدُ بِحُكْمٍ مِزَاجَ النَّافِلِ اَوْ بَتَنَوَّعٍ مِزَاجَ الشَّاهِدِ بِشَوْنٍ رَجَحِيٍّ وَكُنْ هَذَا سَائِفٌ
 فِي السَّعَاتِ فَلَا اَنْ سَيِّئَتْ اَوْ اُسْقُتْ اَوْ اَمْسَتْ مَيِّتٌ كَانَ اَوْ اَمْسَتْ تَحْتَوِي كَانَ اِذَا مَا كُنْتَ اَوْ قُتِلَ
 يَرْجِعُ اِلَى اَللّٰهِ لَمْ يَشْعُرْ اَللّٰهُ بِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا شَرَّ وَلَا شَرَّ مَ قَتَلَهُ فَا لَمْ يَكُنْ فِي تَبْصُرَتِهِ فَلَا فُتُوَانِ فِي
 حَقِّهِ شَرَّ مَ قَتَلَهُ لَمْ يَكُنْ وَحَدَّثَهُ بِمَوْتِ أَحَدٍ بِأَنْ عَمَّا كَلَّا يَعْلَمُ أَنَّهُ تَهَوَّنَا بِمِزَاجٍ رَاجِحٍ اَلَيْكَ مَعْنَى أَنَّ
 فِي قَوْلِهِ (وَالَيْكَ يَرْجِعُ كُلُّ شَيْءٍ) اَلَيْكَ يَرْجِعُ يَتَعَمَّقُ اَلْمَعْنَى اَلَّتِي فِيهَا اَلْمَعْنَى اَلَّتِي فِيهَا اَلْمَعْنَى اَلَّتِي فِيهَا
 لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ بِنَ هُوَ يَكُنْ عَيْنٌ ذَا لِكِ اَلْمَعْنَى اَلَّتِي فِيهَا اَلْمَعْنَى اَلَّتِي فِيهَا اَلْمَعْنَى اَلَّتِي فِيهَا
 يَرْجِعُ اَلْمَعْنَى اَلَّتِي فِيهَا

یہ حکمت نفیہ کا نفس کچھ یونسیہ کے بیان میں ہے

پھر کہ حکمت کو ہدیہ کا انتہام حدیث شریف اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِسِرِّهِمْ پر ہوا جس میں دعائت
 کی گئی ہے کہ انسان کا نفس یعنی ذات میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسے محبت و ہدیہ کے بعد حکمت
 نفیہ کا ذکر لایا گیا ہے۔ محبت نفیہ کو حضرت یونس علیہ السلام کی طرح منسوب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ
 نفس الہی شکم انسان میں اس طرح ہر شے سے ہے چھوٹے حضرت یونس علیہ السلام شکم میں رہا ہے۔

اسے غالب! اسے ذکر و بان لے کہ تین اس نعمت انسانی کو ہر روح و جسم اور نفس کیساتھ ملتی
 ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت پر پیدا کیا۔ حضرت انسان کا ایک جسم ہے اور ایک روح مخلوق ہے۔ روح
 مخلوق کے ساتھ انسان کی صورت قائم ہے اور وہ روح مخلوق روح القدس کے ساتھ قائم ہے۔ روح
 القدس کا دوسرا نام نفس ہے۔ نفس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ روح مخلوق روح القدس کی شمع
 ہے۔ روح القدس سے مراد الہی روح ہے کہ وہ عالم بظاہر پاک مٹی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ہے بحیثیت
 تحریر علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جو حیثیت احدی ہے بشری آفتاب کے ہے اور نور و روح اُس آفتاب کی
 شمعیں ہیں۔ ہر جسم روح کیساتھ قائم ہے اور ہر روح نفس الہی یعنی روح القدس کے ساتھ قائم ہے۔ ہر
 روح میں روح القدس کا حضور اُس روح کی استعداد کے مطابق ہے۔ کوئی انسان بھی ہر جسم اور روح
 مخلوق کیساتھ ملتی ہیں۔ روح مخلوق بشری شمع کے ہے اور شمع کو وہود بغیر آفتاب کے نہیں ہو سکتا۔ لہذا

کیس قدر ہمت کی جاتے ہیں حتی المقدور قتل کی سزا نہ دی جاتے۔ داؤد نے بیت المقدس کے بنانے کا ارادہ کیا
 اس نے اس کو کئی بار بنایا۔ ہر بار جب بنا کر اس سے غارخ ہوا تو وہ گم ہو جاتا۔ بالآخر اس معاملہ کی اللہ تعالیٰ
 کی ارگاہ میں شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حرفت و حسرت کو تفتیش میرا یہ گھر اس آدمی کے ہاتھ پر قائم
 نہیں ہوتا جس نے آدمیوں کا خون بہایا۔ داؤد نے عرض کیا: اے میرے رب! کیا وہ میری فوری قیدی ہو
 میں نہ ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا یہ لوگ میرے بندے نہ تھے؟ پھر عرض کیا: اے میرے رب! ان
 گمراہ بچہ و اس شخص کے اقدار سے رکھا ہو نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حرفت و حسرت کو تفتیش تیرا بیٹا اس
 گمراہ بچے کو اس حکایت سے یہ مقصود ہے کہ اس نشأت انسانی کی حفاظت کی جائے اور اس کا قائم رکھنا
 اس کے مرنے سے پہلے۔ کیا تو دین کے دشمنوں کو عرف نہیں دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں ہدیہ
 اور صلح کو ان کی حیات باقی رکھنے کیے فرما کر فرمایا ہے: یعنی اگر اس گمراہ بچے کو قید نہ کریں تو جزیروں سے گھر گئے
 ہیں۔ (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا ذٰلِکَ الرَّسُوْلَ فَاَنتُمْ تَعْلَمُوْنَ) اور اے حبیب ہاں میں اللہ تعالیٰ
 کو کفر طبع کیے چھوڑیں تو آپ بھی طبع کیے چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ کیا تو اس شخص کو نہیں
 دیکھتا ہے کہ جس پر تمہارا سبب ہوا گئے اللہ تعالیٰ نے دارے عقول کیے اس سے خون بہا دینا ان کو
 معاف کرنا مشروع قرار دیا پھر اگر وہ انکار کرتے ہیں دارے عقول خون بہا لینے یا معاف کرنے سے انکار
 کرے تو اس وقت وہ قتل کیا جاتا ہے۔ کیا تو حجتان کی حرفت نہیں دیکھتا کہ جب دارے عقول کے کئی ہوں
 اور ان میں سے ہر ایک ایک خون بہا لیا ہو پھر راضی ہو اور باقی دشمن جو اسے قتل کے وہ کہہ نہ سکتا ہیں
 تو اس وقت سبقتاں اس ایک شخص کی جس نے معاف کیا گئے رعایت کرتا ہے۔ اس کو ان لوگوں پر ہمارے
 معاف کیا ترجیح دیتا ہے۔ درحقیقت جو جس کے قتل نہیں کیا جاتا ہے۔ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرفت
 نہیں دیکھتا کہ آپ نے صاحبِ قہر کے حق میں فرمایا کہ اگر دارے عقول صاحبِ قہر کو قتل کرے گا تو وہ
 قاتل کی مانند ظالم ہوگا۔ رسول میں عربی حشر کے سینہ بند کو کہتے ہیں اور وہ پھر اسے قہر دیتا ہے۔ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نہ تھا اس میں ایک شخص دار کیا۔ اس کے قاتل کا پتہ نہ تھا۔ دارے عقول نے شہر عقول
 ایک شخص کے وقت میں پایا اور اس شخص کو قہر میں قتل کرنا پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر
 دارے عقول صاحبِ قہر کو قتل کرے گا تو وہ قاتل کی مثل ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس میں
 ثبوت شرعی ہو یعنی حاکم و نہایت ثبوت شرعی ثبوت نہیں ہے۔ ارادہ ہے کہ جب تک قریب ثبوت ہے

نہ ہو تب تک کوئی شخص قصاص میں قتل نہ کیا جائے۔ اکثر شرعی ثبوت شکل میں ہوتا ہے اسے سمجھو مگر اس پر
 دستِ حق نہ عداً قاتل کو رعیت بخشی ہے۔ یہ شہر فریاد ہے کہ نشأتِ سانی کو قتل کیا جس کے دم گنت
 جہت ہے کیا تو فرمانِ خداوندی کی طرف نہیں دیکھتا ہے (وَجَزَّوْا سَيِّئَاتِهِمْ بِمَا قَاتَلُوا قَاتِلًا) اور برائی کو بد
 مثل برائی سے۔ یعنی قتل برائی برائی ہے یہی ہیں اس کا بدلہ قصاص بھی برائی ہے۔ یہی مقتولان نے قتل سے
 بُرائی گردانا ہے۔ یعنی اگرچہ یہ فعل مشرور ہے لیکن اذراستے معرفتِ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ یہ نص کرنا ہے
 اللہ تعالیٰ بھی قاتل کو رعایت دینا چاہتا ہے اور اس امر کو پسند کرتا ہے کہ وہ بے قتل قاتل کیسے کرے
 اُس کو صاف کر دے (يَقُولُ تَعَالَى) فَضْلًا عَلَى الْكَافِرِينَ وَتَجْزِيَةً عَلَى الَّذِينَ قَاتَلُوا قَاتِلًا (یوسف علیہ السلام) جو
 کوئی ممانعت کرے اور سزا سے سزا میں کاٹ دے تو سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا
 ہے۔ صاف کرنا ضرور ہے یعنی اس میں زمین کی سزا ہے۔ نیز وارث مقتول کو قاتل کو قتل کے قصاص
 میں قتل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ناموس میں خدا کریم ہے۔ نہ تو مقتول کے ورثوں کو سزا دے اور قاتل کو
 صاف کرنے کی ترتیب دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر مقتول کو مالی ہمت و کون میں نیاد (اور یہ میر
 اسلام کا شہد ہے) (وَسَوْفَ حَكَمَنَّ الْقُرْآنُ وَالرَّسُولُ بَيْنَكُمْ بِالْحَقِّ) پس جو شخص سزا اور حق
 کرے اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے کیونکہ قاتل اللہ تعالیٰ کی محنت پر ہے۔ ہذا میں نے قاتل کو صاف
 کیا اور اُس کو قتل نہ کیا۔ لہذا اس پر ہے اس کی سزا ہے قاتل ہے۔ یعنی حیثیت میں اور مقتول کو صاف
 کرنا ہے کیونکہ قاتل کو مقتول سے اپنے غم کیسے پیدا کیا ہے۔ اور مقتول اس کا ظاہر کیا کہ بغیر انسان کے
 کے ظاہر نہیں ہوا۔ یعنی مقتول انسان ہی کی محنت پر قاتل نے انسان کی مخالفت کی تھی
 اُس نے مقتول کی مخالفت کی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ قاتل کو ایک فعل مذموم ہے اسے قاتل کی
 مذمت کے لائق ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں (وَمَا يَذُنُّ لَكُمُ اللَّهُ فِتْنَةً إِلَّا لِمَنْ يُرِيدُ) انسان اپنے حیلے کے ذمہ
 نہیں ہے بلکہ بوجہ اپنے فعل کے مذموم ہے اور اُس کا فعل اُس کی ذات نہیں ہے اور سزا کو اُس کی ذات سے
 متعلق ہے۔ اگرچہ یہ ہے کہ انسان کے افعال نیک و بد ہو سکتے ہیں لیکن انسان کی ذات میں ان افعال سے تعلق
 ہے۔ محروم سیرے و ڈیڑھے ہو سکتے ہیں لیکن سیانہ نہ یہی ہے نہ ڈیڑھا ہے۔ چونکہ انسان ارجمند ہے
 اللہ تعالیٰ کا لہجہ ہے۔ اسے ہر نفس حقیقی سزا توں ہی کیسے ہے۔ یعنی اُس شخص نے قاتل سے کتنی
 میں بعض افعال کی وجہ سے انسان مذموم ہے۔ لیکن ان افعال کی وجہ سے مقتول کی ذات میں انسان مذموم

کہ ہر نفس خدا کی اخلافت اللہ تعالیٰ کی معرفت کرے کہ اس کی توفیق سے نرزد ہو اسے اور ہر نفس بد کی اخلافت اپنی
 معرفت کرے اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ کرے۔ اگر نفس بد کی اخلافت اللہ تعالیٰ کی معرفت کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے جو عطا ہوگا اور اگر
 اپنی معرفت کرے گا وہ نام و نشان ہوگا تو کرم علیہ السلام سے ہا بیگا۔ قاتل و قتل سے مراد انسان ہے اور ہر نفس
 سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ نیز کسی چیز کی اخلافت کو نہ اپنی غلطی فرسٹ کر خاطر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذہم ہے مراد
 یہ ہے کہ اگر ایک چیز کسی کی جمع کے خلاف ہو اور وہ اس کی اخلافت کرے تو ایسی اخلافت اللہ تعالیٰ کے نزدیک
 ناجائز ہے۔ مذہم وہ شے ہے جس کی اخلافت شرع شریعت نے کی ہے کیونکہ شرع شریعت کی اخلافت کسی شخص
 پر مبنی ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا نہ سمجھتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عذر عطا کیا ہے۔ اور ایسے ہی امور
 وہ شے ہے جس کو شرع شریعت نے کسی شخص کی خاطر ناجائز قرار دیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قصاص کو مشروع
 نہیں کیا اس میں شخصیت یہ ہے کہ یہ نوع انسانی باقی رہے اللہ تعالیٰ کی نکرہ سے تجاوز کرنا اسے کو باز
 رکھا جائے۔ مبنی قاتل بہت قصاص میں قتل کیا جائے تو وہ بہت بڑا ہے اور بھلائی اور فساد سے
 باز رکھتا ہے۔ اور بڑا ہی قتل ہے مگر نوع انسانی کو یہاں تک خلیفہ ہو جاتا ہے بقولہ تبارک (وہ کلمہ فی حق)
 حیو لا یلایا (لا یلایا لا یلایا لا یلایا) اسے سمجھو۔ تم کو قصاص میں نہ ملے گا۔ اور بقا ہے اس پر پختہ رہو۔
 اور لا یلایا۔ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے کے منہ میں جوتے کی خلیات سے واقف ہیں۔ یہ تو بدعت ہیں جو شرع
 آئینہ کے سمرا اور سعادت کلیہ سے واقف نہ کرانے کے ہیں۔ اسے صاحب اب جو وقت گزرنے پہنچا کہ تعلیق
 اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے انسانی کی روح کے بقا کی اخلافت کی ہے کہ یہ بھلائی، دل و جسم ہے کہ وہ بھی
 یہی ہے انسانی کی لہجہ کی کرے کیونکہ قیر سے اسے اسے غایت اخلافت میں سعادت ہے۔ محنت اس میں
 یہ ہے کہ جب شک و گمان زندہ ہے اس کو سعادت کمال حاصل کرنے کی امید ہے اور انسان کی حیرت کی منت
 فانی ہے کہ کہ وہ دنیا میں بھلائی کی معرفت حاصل کرے۔ جس شخص نے بھلائی انسانی کے جسم کرنے کی
 کوشش کی اس نے انسان کو اپنا کمال حاصل کرنے سے باز رکھا۔

اور کیا عذر توں ہے جو ہر نفس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و تمجید نہ کرے۔ اور کیا عذر توں ہے جو اس چیز کی خبر
 دے جو قوم سے ہے، بات سے، نفس و ہر جو کہ تم اپنے انھوں سے مراد ان کی کہ انھوں سے مراد
 تمہاری کہ ان میں سے جو بھلائی کے حریف ہیں، تمہاری کہ اللہ تعالیٰ کو اگر بھلائی میں سے جو بھلائی
 عبادت اللہ تعالیٰ کے ہر جو کہ بھلائی سے غفلت و ہر جو کہ بھلائی سے غفلت و ہر جو کہ بھلائی سے غفلت

کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے لیکن وہ بڑی طرفین سے ہم پیدائش انسانی سے حاصل ہوتی ہے وہ تو اس جہاد کو
 فطرت کہہ دیتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاد کا نتیجہ بخت ہے اور ذکر الہی کا نتیجہ خود مشاہدہ ذات الہی ہے
 کیونکہ مقتضای ذکر الہی جیس ہے لِقَوْلِهِ تَعَالَى اَنَا جَلِيسٌ مِنْ ذِكْرِى اَوْ جِئْتُ بِمِثْلِهِ شَهِيدٌ ہوتا ہے جیسی
 وجہ یہ ہے کہ جہاد سے معرفت الہی نصیب نہیں ہوتی ذکر الہی کے باعث ذکر مذکور تک پہنچ جاتا ہے ذ
 ذات الہی اور ذکر کی غنیمت اس سے ہے کہ تحقیق اس نشأت انسانی کا مرتبہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے کوئی نہیں
 جانتا اور ذکر الہی وہ جو ذکر محبوب کرتے۔ ذکر محبوب وہ ہے جو انسانی ذکر نہ ہو بلکہ ذکر کیا تو غریبی
 ہو۔ یہ ذکر دو قسم کا ہے۔ ایک ذکر شفی دو سرا ذکر الہی۔ ذکر شفی ہاں انفاں ہے اور وہ اذکار کا ذکر ہے
 ذکر الہی کہ عیب کا ذکر ہے۔ دونوں اذکار سے مراد یہ ہے کہ شجرہ کون پر ذات الہی کا غور ہے اور اس وقت
 کا فرائض خاصہ موجودات حضرت انسان ہے۔ ہر دو اذکار کے ساتھ مراقبہ و محبت اور ذکر محبوب ہے۔ جس
 ذکر محبوب وہ ذکر ہے جس کے ساتھ فکر تو حید بھی شامل ہو۔ لہذا ذکر محبوب کے ساتھ ذکر مقتضای کو پہنچا
 ہے کیونکہ مقتضای اپنے ذکر کا ہمیشہ ہوتا ہے اور ہمیشہ ذکر کیلئے مشہود ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ذکر ذکر الہی
 سے اپنی حقیقت کو پالیتا ہے اور اس راز کو پالیتا ہے کہ ذکر الہی مذکور ہے معنی انسان کی محبت اور اس
 پر تحقیق بلکہ مشاہدہ ہے۔ وحق الہی اور عیب ذکر الہی کے مقتضای کو مذکور کیا ہو اس کا جیس ہے تو وہ ذکر نہیں ہے
 کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر عباد کے جمیع ایذا میں ساری ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ذکر الہی کے
 بیٹھ جاتا ہے اور دل میں قرار پکڑتا ہے تو دل صاف ہو کر معرفت سے متور ہو جاتا ہے اور ذکر الہی حقیقت
 کو پالیتا ہے۔ معرفت کا مقدمہ یہ ہے کہ ذکر اپنے رُوم رُوم سے ذکر الہی منشا ہے اور جس ذکر کو ذکر الہی مذکور
 بلکہ نہ پہنچائے حقیقت میں وہ ذکر الہی نہیں ہے معنی اس کے ذکر کیا تو حید فکر تو حید نہیں۔ اس کا ذکر انسانی
 ہے۔ وہ ذکر جس کا ذکر نفس انسانی ہو اس نشأت انسانی کے مرتبہ کو نہیں پاسکتا کیونکہ انسانی ذکر الہی کے
 مقتضای معنی انسان کا جیس ہوتا ہے اور انسان ذکر مقتضای کو اس بحر سے دیکھتی ہے کہ وہ نقا ہون کے
 ساتھ فتنے ہے نہ اس بحر کے ساتھ جس سے انسان دیکھتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان بحر رُوم و حقیقت لہو کے
 ساتھ دیکھتی ہے نہ کہ چشم بحر کے ساتھ۔ اسے طالب اس بات کو کہے ذکر ناظرین ہیں میرا ہے اور یہ ہے کہ
 ذکر کے وقت انسان ثلاث حاصل کرتی ہے اور اگر یہ ذکر قلب اور روح تک پہنچ جاتے تو قلب اور روح
 الی لذت حاصل کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ذہنی ذکر سے جو لذت حاصل ہوتی ہے کیا وہ لذت الہی ہے یہ

نہیں کہ وہ صافی ذکر معرفت آجی حاصل کر لیتا ہے۔ یہ لذت ہی غافل کیلئے مشاہدہ حق ہے۔ پس غافل کا
 جو بجز ذکر ہے وہ بلا شک عاجز ہے اور حقیقی اُس بجز کا جیسے ہے لہذا خود بجز حقیقی کو دیکھتا ہے یعنی
 وہ بجز ذکر سے حاصل کرتا ہے۔ اور غافل کی جو بجز ذکر آجی سے غافل ہے وہ بسبب اپنی غفلت کے ذکر
 نہیں ہے جس حقیقی اُس بجز غافل کا جیسے نہیں ہے۔ فرد یہ ہے کہ انسان کے ایک بجز کے ذکر ہونے سے
 یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کے دوسرے بجز میں ذکر ہوں کیونکہ انسان کثیر ہے احدیت الذات نہیں ہے یعنی
 ہر ایک کی کہہ انسان واحد ہے لیکن اس کے ہر بجز کی خاصیت علیحدہ علیحدہ ہے۔ جسم کی اور خاصیت ہے
 اندام کی اور خاصیت۔ حقیقی احدیت الذات ہے لیکن فقط ہر سبب اسما و اشیاء کے کثیر ہے جیسا کہ انسان
 اپنے کے ساتھ کثیر ہے۔ پس انسان کے ایک بجز کے ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کے دوسرے بجز
 میں ذکر ہوں لہذا حقیقی غافل انسان کے بجز ذکر کا جیسے ہوگا اور باقی بجز غفلت میں ہوں گے۔ ہر چیز
 کو علیحدہ علیحدہ ذکر ہے۔ نفس میں معنی انسان کا ذکر اور جسے قلب کا ذکر اور روح کا ذکر اور ہے اور سزا کا ذکر
 اور نفس کا ذکر اور ہے۔ روحانی کا ذکر اور اس کے یہ مقام ذات ہے یعنی ذکر ذکر میں جو ہوتا ہے اور غفلت
 کے وجود میں نہ لگتی حقیقی روح ذات ہے۔ منسوخ کیا ہو خدا ہو خدا اور خدا ہو خدا انسان کا کوئی نہ کوئی
 بجز حقیقی کا ذکر ہو پس حقیقی اُس بجز کا جیسے ہوگا اور باقی انسان بجز کی غفلت اپنی غفلت کیساتھ
 کرے گا۔ اگر انسان سے اسکا فرد انسان کی ہی جاتے تو ہر فرد اُس انسان کا ملے گا بجز بجز ہوگا۔ اور اگر
 ایک فرد بھی ذکر ہے تو اُس کی نفس بجز افراد کی اللہ تعالیٰ مخالفت کرتا ہے۔ یہ آجی وجہ ہے کہ یہ عالم ادبیا
 کی عین قلم ہے۔ ان ہی کیلئے آسمان سے سینہ پرست ہے۔ ان ہی کے لئے زمین بجز آگاہی ہے۔ اسی بنا
 پر حدیث شریف میں وارد ہوا کہ تیب تک دوئے زمین پر ایک شخص بھی اللہ کو نہ کہنے والا ہے قیامت
 قائم نہ ہوگی **يَقُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَقُومُ سَاعَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ سَبْعَةِ اَلْاَمْرَيْنِ مَنْ يَقُولُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ**

ابتدا باب میں ذکر ہوا تاکہ اس نشأت انسانی کے ہم کرنے کو حق صرف حقیقی ہی کو پہنچا کر
 اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ ہم کے ہر انسان معدوم معنی ہو جاتا ہے۔ اس توہم کے دفعہ کیلئے
 فرمایا **وَكَايَسُوْا اَللّٰهُ** حقیقی اس بجز انسانی کی تخریب میں تعارف کرتا ہے اور یہ کہ ہم موت
 ہے۔ اسی بجز معدوم کرنا نہیں ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ تخریب ہے جس میں روح کی جسم سے
 تخریب ہے اور خیر کے اجزاء کی بھی تفریق ہے۔ یہ ذکر عام مسلمانوں کا ہے۔ انبیاء و اولیاء و شہداء و صالحین

انسانوں میں جن عاجز و حقیر ہیں اور بسن صاحب کُن فقیروں میں۔ پس اگر تو پہلے تو کہہ کر اللہ تعالیٰ اس امر کی مثل یعنی آتش ابراہیم علیہ السلام کی مثل تہی کرتا ہے۔ یعنی تہی اہی ناظر کی نظریں اٹلا کے مزاج کے مطابق نوع بنوع معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں تہی اہی استعداد کے تحت ہے۔ اور اگر تو پہلے تو کہہ کر عالم ناظر کی نظریں تہی تہی کی مثل ہے یعنی تہی اہی کے نوع بنوع ہونے سے مزاج ناظر نوع بنوع ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں استعداد تہی اہی کے تحت ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے جنین کے بڑھنے سے رتم خود بخود بڑھتا چلا جاتا ہے یعنی تہی اہی استعداد مطلق کرتی ہے پس یہ دونوں صورتیں ہم متعلق ہیں جائز ہیں۔ فیض، قدس سے اللہ تعالیٰ نے مکاتبات عالم کے امین ثابتہ کو استعدادات مل گئیں اور فیض متقدس سے استعدادات کے مطابق امین ثابتہ کو امیان خارجہ کا لباس پہنایا۔ پان فیض اللہ تعالیٰ ذاتی ہے اور فیض متقدس تہی اہی اسمانی ہے۔

اگر یہ بات بدلتی کہ تحقیق نیت یا مقول یعنی کوئی بھی نیت ہو وہ یا مقول بہ وقت مر جاوے یا قتل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہیں شخص کہتے ہیں موت کا حکم نہ کرے اور نہ ہی کسی کا قتل قصاص میں مشروع ٹھہرتا۔ یعنی قتل سے یا موت سے انسان یا نفعی مہودم نہیں ہو جاتا۔ انسان سے مراد حضرت روح ہے۔ قتل یا موت سے انسان کا یہ مرکب مہودم ہو جاتا ہے اور اسے ایک بیٹ روحانی مرکب مل گیا جاتا ہے۔ حضرت انسان عالم شہادت سے عالم ملکوت یعنی عالم اُردا کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ہر شے اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور کوئی شے اُس کی بہ نسبت کم نہیں ہوتی۔ مراد یہ ہے کہ عالم اجسام بھی خود ہی ہے اور عالم ارواح بھی خود ہی ہے۔ روحانی خود پر ہی وہی جہود ہے اور جسدی مغربی خود پر ہی وہی جہود ملتا ہے۔ پس مقتولی نے بہ سب اپنے اس علم کے کہ اُس کا عبد اُس سے فوت نہیں ہوتا قتل کو مشروع ٹھہرایا اور موت کے ساتھ حکم کیا۔ موت کے بعد ہندو شریک کی معرفت رجوع کر جاتا ہے جیسا کہ شاہ باری تعالیٰ ہے (وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْوَاتُ) اور قاضی مولا علی کی معرفت رجوع کرتے ہیں۔ آئیہ کریمہ سے مراد یہ ہے کہ ہر امر میں ہر فعل ہر وقت اور ہر ذات کی مخالفت میں تعالیٰ کی معرفت ہے یعنی مختبرات اور مختبرات فیہ محتوی ہے۔ مراد یہ ہے کہ رویت اور غیر رویت دونوں اللہ تعالیٰ کی شائمی ہیں۔ پس مقتولی سے! ہر کوئی ایسی شے نہیں جس کا وہ میں نہ ہو بلکہ مقتولی کی رویت یعنی تحقیق اُس شے کا عین ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر شے کی معرفت ہے مقتولی کا نور ہے۔ جیسے ہر جہود ہے۔

[illegible]

[illegible]

لَا يَكُنْ لَكَ دُونَهُ مُلْكٌ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 أَمْرِ مَقْصُودٍ لَّا يَكُنْ لَكَ دُونَهُ مُلْكٌ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 مَّيْمَنَتِكَ نَبِيٍّ تَقِيْمُ مِنَ النَّحْبِ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 كِتَابٍ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ كِتَابٍ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 الْكَلَامِ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ الْكَلَامِ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 يَقُوْمُ فِي حِكْمَتِهِ مَا يَشَاءُ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ يَقُوْمُ فِي حِكْمَتِهِ مَا يَشَاءُ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 هُوَ السَّمْعُ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ هُوَ السَّمْعُ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 الْمَسْكَاةِ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ الْمَسْكَاةِ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 فِي رُوحِ الْخَيْرِ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ فِي رُوحِ الْخَيْرِ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 هَذَا لَا يَكُنْ لَكَ دُونَهُ مُلْكٌ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ هَذَا لَا يَكُنْ لَكَ دُونَهُ مُلْكٌ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ
 يَخْلُقُ لَكَ إِلَّا اللَّهَ ۚ وَيَعْرِفُ عَصَمُهُمْ بِحَقِّهِ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ يَخْلُقُ لَكَ إِلَّا اللَّهَ ۚ وَيَعْرِفُ عَصَمُهُمْ بِحَقِّهِ ۚ وَأَنْتَ أَزْكَىٰ مَنْ يَخْلُقُ مِنْ أَمْرِ يَبْتَلِيكَ بِبَلَاءٍ عَنِ فَتْنَةٍ مِّنْ

حکمت غیبیہ کا نفس کو الیوبیہ کے بیان میں ہے

حکمت غیبیہ کے بعد حکمت غیبیہ لانے کی حکمت یہ ہے کہ حکمت نفسیہ کا اختتام پورا ہو۔ اس امر پر
 ہوا کہ انسان موت کے بعد بالکلیہ معدوم نہیں ہوتا بلکہ وہ اس قدر کی طرف رجوع کر جاتا ہے کہ وہ
 شہوت سے مشغول ہو کر عالم غیب میں پہنچ جاتا ہے۔ اسے حکمت نفسیہ کے بعد مرتبہ غیب کے مرتبہ
 ہونے لگے ہیں۔ حکمت غیبیہ کو حضرت علیؑ سلام کی طرف منسوب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ
 جب آپؐ بلا میں غیب سے مبتلا ہوتے تو آپ کے چالیس ہزار بھیڑ بکری باغی گھوڑا اونٹ گائے
 بیل مویشی سب جب سے ایک ایک لے کر جلاتے۔ ہر عام اسباب اسے بیت کمر و سادات
 فرش فردش سب ایک غیبی آگ سے جلیں گے۔ یہ بیٹے بہن بیلیاں معجم کے پاس پڑھتے تھے غیب
 سے ایسی بات نازل ہوتی کہ معجم کے مکان کی چھت نیچے گر پڑی۔ ساری اولاد ڈب کہہ مری گئی۔ پھر حضرت
 گھوڑا بیل سب ایک ایک لے کر جلاتے۔ ہر عام اسباب اسے بیت کمر و سادات

عارف کون اللہ تعالیٰ کو تعین انسانی میں حس نہیں کرتا بلکہ اس کا عقیدہ ہے اِنَّهُ مُنَوَّرٌ بِأَنْوَارِ شَعْرِ
 عَيْنِ نُوْرٍ شَعْرِ یعنی اللہ تعالیٰ ہر شے کی محدث اور ہر شے کا عین ہے (فتوحات باطنیہ) اور اسی کی طرف
 اللہ تعالیٰ نے متیقن موسوی اور عیسوی گروہ کے حق میں فرمایا (وَلَوْ اَنْذَرْتُمْ اَنْتُمْ اَشْرَافُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَنْبِيَاءِ
 وَكَانَ اَنْذَرُكُمْ اَنْتُمْ اَشْرَافُكُمْ فَوَقَّيْتُمْ وَحِينَ تَحْتِ اَرْجُلَيْكُمْ) اور اگر وہ تو ریت اور نیل
 کے حکم کو قائم رکھتے اس کے بعد متقنون نے ان کا حکم کی تنکیر اور تعظیم کی اور فرمایا (وَكَانَ اَنْذَرُكُمْ اَنْتُمْ اَشْرَافُكُمْ
 وَحِينَ تَحْتِ اَرْجُلَيْكُمْ) اور یہ کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے کہ تو ریت اور نیل کے حکم کو
 قائم رکھو ان کے دلوں کی نالی یا کسی دلی کو نہ ان کی نالی پر نازل کئے گئے ان سب پر اگر وہ قائم رہتے تو
 بہت بڑا اپنا فوق سے اور اپنے پاؤں کے تحت سے کھاتے۔ فوق سے اور تحت سے مستحالی ہی کہتے
 والے یہ کہ فوق اور تحت کی نسبت مستحالی ہی کی طرف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول پاک
 صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پر ارشاد فرمایا اِنَّكُمْ اَنْتُمْ اَشْرَافُكُمْ فَوَقَّيْتُمْ وَحِينَ تَحْتِ اَرْجُلَيْكُمْ
 یعنی رزق فراہم ہے انسانی رزق سے فراہم ہے جو آسمان سے نازل ہو موسوی اور عیسوی قوم پر
 نازل ہوا تھا اور انسانی رزق سے فراہم ہوا تھا جو زمین سے سیلاب ہوتی ہیں۔ یہ ظاہر کے لحاظ سے ہے
 اور جمال رزق ہے۔ حقیقت کے لحاظ سے یعنی رزق یعنی اللہ تعالیٰ رزق فراہم ہے۔ فوق سے یعنی رزق
 وہ نجوم اور اسرار ہیں جو مٹی میں اس میں ملتا ہے۔ تحت سے لہذا عانی رزق وہ علوم اور اسرار ہیں
 جو خاک اپنی کوشش سے حاصل کرتا ہے۔

اَنْتُمْ اَشْرَافُكُمْ اَنْتُمْ اَشْرَافُكُمْ اَنْتُمْ اَشْرَافُكُمْ اَنْتُمْ اَشْرَافُكُمْ اَنْتُمْ اَشْرَافُكُمْ اَنْتُمْ اَشْرَافُكُمْ
 معنی اللہ علیہ وسلم کا رزق وہی ہے جس کی ذات الہی کیساتھ جو وجود ہوتا تو آپ کو اللہ تعالیٰ
 و امیر مخلوق نہ رہتا کہ ہر حق کو وجود ساتھ عبادت کے لئے نہ رہتا ہے کیا تو نہیں دیکھتے کہ جب ایک ہندو
 موت بھی کیساتھ مر جاتا ہے تو اس کے جسم کے اجزا متفرق ہو جاتے ہیں اور اس کی کونسی اس میں نہیں
 سے معلوم ہوتی ہیں۔ ارادہ ہے کہ جو کہ خود تعالیٰ اللہ علیہ وسلم وجود و قرب الہیہ سے شرف میں اور عبادت کو راتیں
 اپنے معنی اللہ علیہ وسلم کے وجود و قرب الہیہ کے جسم کے اجزا متفرق ہو جاتے ہیں۔ معنی اللہ علیہ وسلم کے لئے
 ظاہری موت حقیقت ایک پردہ ہے درحقیقت جس دگ ہوتے ہی کہ خود تعالیٰ اللہ علیہ وسلم کئے موت۔
 حیات میں کوئی فرق نہیں۔ آپ کا ہندو ہندو فرقہ کہ ایک نورانی امت تین دیکر ہے اس لئے کہ

[illegible]

اللہ تعالیٰ ہر شے کو جانتے والا ہے یعنی حقیر صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اقدس پر اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کو جان
 رہا ہے کیونکہ علم الہی کا ظہر قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے یَقُولُ تَعَالَى (خود غریق) اسی شخص
 تَعَالَى بِحَسْبِ الْكُفُورِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهُ تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى
 تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى تَعَالَى
 کی صورت پر اللہ تعالیٰ ہی مشہور ہے۔ اسی محبوب لہری نے جو کہ غفلت سے مادی تیری ہی عاشق ہوا اسے
 ہر شے پر خود ہی جتنی ہو گیا تاکہ جس شے کا کوئی شخص عاشق ہو کر حقیقتاً میرا ہی عاشق ہو اور اس شخص پر
 تجھ ہی کو دیکھے۔ کج فہم علماء اس امر کا تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسی ذات کو اپنے بخودی عشق و فکر سے پتے کی
 کوٹھنسی کہتے ہیں اور یہ ہم مل جاتے ہر شے میں مستحق کا مشاہدہ ہوا اسے عشق الہی اور سوا کے پیر کا علی کی
 تربیت کے حاصل نہیں ہوتا یہ مریختت علم اذواق ہے نیز یہ علم عشق الہی سے حاصل ہوتا ہے۔ عشق
 الہی اللہ تعالیٰ کا عیہ ہے۔ یہ علم اپنے عشق و فکر سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ شیخ گوان کی تربیت سے حاصل
 ہوتا ہے۔ یہ علم لڑائی ہے اور صحیح علم ہے۔ وہ سوئی اس علم وہ جان کے بعد علوم فن و دکان ہیں۔ وہ ہر
 علم نہیں ہیں کیونکہ سہ

علم وہ ہے جس سے آواز بخودی باخود کا علم ہے خود بخودی :

وہ خود سے علم جب رخ یار کا : : : : : جہل اس سے ٹوب ہے نور کا

سے تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا : وَادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ إِنَّكَ تَكُونُ مِنَ الْمُذْمُومِينَ
 بِطُغْيَانِ الْعَذَابِ وَكَرِهْتُمْ بِرُوحِيَّتِكَ وَكَرِهْتُمْ لِبَارِئِ وَشَوَابِئِ اور یاد رکھو کہ ہر سے بندے آپ کو
 جب پہنچے کہ آپ کو پکارا کہ مجھ کو شیطان نے ایسا اور تکلیف دگا دی۔ اپنے پاؤں سے لات مارا یہ نہانے کو
 اسی طرح کہ غصہ پھر ہے۔ یہی یوب عید السلام کی طرف رو پینے کا پانی آپ حیات تھا۔ بلا ہر اس سے آپ
 کا جمال صفت فیض ہوئی اور حقیقت میں اس سے آپ حیات علم تشکی کو دور کرنے کے لئے تھا۔ تشکی کو ہر
 وہ تشکی کہ غصہ تھا جو آپ کو شیطان سے پہنچا تھا۔ شیطان سے طرد ہوا۔ ان کے متعلق ہے۔ یعنی آپ کو
 علم حقائق و امور کا علم تھا اور مشاہدہ ذات حق کو کس عشق تھا۔ دلیل محبوب مہر نے ان خیال
 ہر وقت و ہر جگہ ہر وقت و ہر جگہ کی کڑی دل پر پتہ نہیں۔ آتش عشق دل میں شعلہ زان تھی۔ وہ ہر
 اور ان کے دل میں یہ ثابت قدم رہے یَقُولُ تَعَالَى (وَقَالَ وَحْدَهُ مَكْرِبُ وَطَرِيقُ الْبَدَنِ طَرِيقُ الْبَدَنِ)

بعید کی ہر چیزیں ملک سکتی۔ لہذا ثابت ہوا کہ کسی شے کے منتحق ثرب یا بُعد کی انصاف ہر شخص کی استعداد کے مطابق ہے۔ نیز اس میں ایک اور اشارہ ہے کہ طالبِ ثرا ابتدا میں اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ سے بعید جانتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جائے لیکن جب اللہ تعالیٰ اس پر حقیقت کا انکشاف کرتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسے ثرب اللہ بعد دونوں فلو ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ بندے کے قریب ہے نہ بعید کیونکہ قُرب اور بُعد کیسے دو وجودِ ضروری ہیں لیکن یہاں ایک ہی وجود ہے اور وہ وجود اللہ تعالیٰ کا ہے۔ یعنی بندے اور اللہ تعالیٰ کا وہ ہی تعلق ہے جو انطا اور سیاہی ہے۔ سیاہی نہ فضا کے قریب ہے نہ بعید بلکہ فضا کی صورت پر سیاہی ہی کا انداز ہے اور فضا کا وجود ہی ساتھ سیاہی کے ہے۔ وَاللّٰهُ لَا یَاۡتِیْہِ سَآۡءٌ اَمَّا اَیُّہُ عَیُّوۡنُہُ اِنَّہٗ عَلٰی سَمٰوٰتِہِۭ وَ اَرْضِہِۭ لَہٗ شَہٰدٌ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیۡدٌ کے تحت میں بلا حوالہ اور اسرارِ ہمارے سے بیان کئے گئے ہیں، ہم کو اُن سے قربت حاصل کرنی چاہیے آپ کا قصہ گو یا ایک کتاب ہے جس کو اُمّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ اُمّت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ایوب علیہ السلام کے احوال و سمر پڑھ کر اُن کی پیروی کریں کہ یہ امر اس اُمّت میں کہ کے ثمرات کیسے ہے۔ یعنی اس اُمّت میں ہمارے کہ اس قصہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے جانوں پر کس قدر صبر کیا اور پھر انعامات و کرامات کی آپ پر کس طرح بارش ہوئی؟

حضرت ایوب علیہ السلام نے باختر امرجی سے بلائے دنیہ کیلئے دُعا مانگی تھی (تَقُوِي تَعَالَى) (دُعا مانگے)
 اَيُّوبَ اِذَا نَادَى رَبَّهُ اِنِّى مُسْتَغِيْرٌ لِّلضُّرِّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِيْمِيْنَ)۔ اور خود رفع ضرر کیلئے دُعا مانگے
 کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایوب کی صبر کی تعریف کی ہے (يَقُوْلُ لَهُ تَعَالَى) (اِنِّى رَجِلٌ ذُو عَصَا يَدُهَا ذَاتُ مِخْلَبٍ
 رِجًا اَوْ اَبًا) ہم نے اُس کو صابر پایا وہ نیک بندہ تھا اور وہ سوار رہنے والا تھا پس ہم نے جان
 یا کہ تحقیق جب بندہ رفع ضرر کیلئے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اُس کی دُعا اُس کے صبر میں ضرر
 نہیں کرتی ہے بلکہ حضرت ایوب علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے کہ وہ عابد تھے نیک بندہ
 تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بڑے رنج و غم کرنے والے تھے (تَقُوِي تَعَالَى) (يَعْنِي الْعَبْدُ لَا خَلَا اَوْ اَبًا)۔
 یعنی تحقیق میں اللہ تعالیٰ کی طرف رنج و غم کرنے کی عبادت تو درکنار بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کی تعریف
 کی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف رنج و غم تھے کہ اسباب کی طرف۔ جب بندہ کسی

کرم کی نظر اللہ تعالیٰ کی طرف نہ دیکھ کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی خاص سبب کے ذریعہ کرتا ہے
 خواہ وہ سبب ظاہری ہو یا باطنی اور یہ اس کی ہمت میں داخل ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے جب
 مرض کے ذریعہ کیٹے دُعا کی تو سختی نے فرمایا کہ نہ میں پرستِ بدو ات بلکہ ظاہری سبب تھا لیکن
 چشمہ اپنی قدرت کا طے پیدا کر دیا۔ پھر اس چشمہ میں بنانا اور اس کا پانی پینا ظاہری سبب تھا اور
 خوبصورت تازہ چھو بنانا اپنی قدرت کا طے تھا۔ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے کرم کر سکتا ہے لیکن اسکی
 نیت یہ ہادی ہے کہ وہ ہر کام کسی خاص سبب کے ذریعہ کرتا ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس سے
 رجوع کرتا ہے کہ کسی اور چیز کے زائل کر دیا اسے کئی اسباب ہوتے ہیں اور مسبب الاسباب ایک ہی
 ذات ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ بھی اس الم کو کسی ایک خاص سبب کے ذریعہ زائل کرتا ہے لیکن بندہ
 کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا کسی ایک سبب خاص کی طرف رجوع کرنے سے بڑی ہے کیونکہ ہر
 اوقات اس الم کے ذریعہ کیٹے وہ سبب خاص اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ موافقت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ
 کے علم میں اس الم کے ذریعہ کا سبب کوئی اُحد ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ بندہ کو نفس اللہ تعالیٰ کی طرف
 رجوع کرنا چاہیے۔ اسباب وہ خود پیدا کر دیتا ہے۔ اور اگر بندہ جناب الہی میں کسی مشکل کی آسانی کے
 لئے دعا کرے اور ساتھ ہی کسی ایک خاص سبب کی طرف رجوع کرے تو ہو سکتا ہے کہ وہ سبب کو اگر
 خود البتہ قدرت کا اس سبب اہام الہی سے کسی ضرر کے ذریعہ کیٹے دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس
 سبب کی طرف اشارہ کر دیتا ہے تو حکم الہی میں اس ضرر کے لئے مُنہرب ہے۔ جب ایک خاص نفس دُعا
 کے بعد اپنی دولت سے کسی ایک سبب کی طرف رجوع کرتا ہے یا سبب عقدا کیساتھ موافقت نہیں کرتا
 تو اس کا اہم دور نہیں ہوتا اور وہ بندہ اس وقت کہتا ہے کہ تمیقن اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول نہیں
 کی۔ حقیقت میں اس بندے نے اللہ تعالیٰ سے دُعا ہی نہیں کی بلکہ اس نے اس سبب خاص کی طرف
 میلان کیا جس کو وہ اور وقت تقریبی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ابھی اس بلا کا وقت باقی ہے اور
 غل وقت غل سبب کے ذریعہ یہ الم دور ہو گا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ غارتہ کوئی کہ پناہینے کہ
 علی بصیرت کسی ضرر کے ذریعہ کیٹے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں جب اس کا دل شجاعت سے کہ
 اب اس حقیقت کا وقت فتم ہو چکا ہے اس وقت ہم بھی سے اس ضرر کے ذریعہ کیٹے دُعا کرتے۔
 اس سے پیشتر دُعا نہ کرے اور سبب اہام الہی سے دعا کرے تو جس سبب کی طرف اللہ تعالیٰ اہام

کہ جس کی حالت رجوع کرے۔ اُس وقت بجاؤ اور بائیں۔ ایک عام مومن ہر وقت دعا کر سکتا ہے لیکن
 سبب کی طرف توجہ نہ کرے۔ کچھ دن اُس بلا کا مزہ چکے اور اُس کا استقبال کرے۔ سبب بلا کے
 فائدہ کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے کسی نہ کسی واسطہ سے وہ سبب بتا دیں گے جو اُس بلا کے دفعہ
 کیلئے عجز الہی میں مستزہ ہے۔ پھر نہ اُپ ب نہیں تھے اسلئے حکمت الہیہ کے مطابق عمل کیا یعنی بلا کے زمانہ
 میں آپ نے دعا نہ کی بلکہ سبب جان لیا کہ بلا کا نہ تہ ہے اُس وقت اہام الہی سے ضرر کے دفعہ کیلئے
 دعا کی اگرچہ وہ جانتے تھے کہ ایک گروہ کے نزدیک میرے مراد شکوئی سے نفس کو روکنا ہے۔ یعنی اس
 گروہ کے نزدیک اپنی تکلیف کی شکایت نہ عقلمانی کی طرف یہاں نہ فتن کی طرف۔ حضرت اُپ ب یہ
 استقام نے چونکہ امرا سے دعا مانگی تھی اسلئے ثابت ہوا کہ دفعہ بجا کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا میر
 کے منافی نہیں۔ ہمارے نزدیک میر کی یہ تعزیت نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک میر کی تعزیت یہ ہے
 کہ غیر اللہ کے پاس شکایت کرنے سے نفس کو روکے نہ کہ اللہ کی طرف شکایت کرنے سے نفس کو روکے
 کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ادعا میں دعا کرنے سے بندہ کی عاجزی اور محتاجی ثابت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی
 راجحیت ثابت ہوتی ہے اور یہ امر بندہ کیلئے کہانی ہے نہ کہ نفس۔ پس دعا گریہ محبوب ہے حق کی نظری
 کی شکوئی کے باعث رن استقام کے مقام سے کہتا ہے۔ ہر ایک یہ امر ایسا نہیں ہے۔ عید کی شکایت
 حضرت اللہ تعالیٰ کے پاس کے غیر کے مقام رضا بقضاء میں ضرر نہیں کرتی کیونکہ حیثیت میں غیر اللہ کا
 وجود نہ ہے۔ اسباب کی طرف رجوع حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہے۔ شکایت رضا بقضاء میں
 ضرر نہیں کرتی بلکہ رضا بقضاء میں ضرر کرتی ہے اور ہم کو رضا بقضاء متحقق ہو کر نہیں ہوا۔ نقصی سے مراد
 ضرر و الم ہے اسلئے نقصی تنہا کا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب عارف کیلئے ایک بے مقدار کراہت اور
 عارف بڑی ہو پر اُس بجا کا استقبال کرتا ہے اور اُس بجا کو قضا و الہی جان کر اُس پر راضی ہو جاتا
 ہے۔ یہ رضا بقضاء ہے۔ اب اس بجا کی وجہ سے جو درد اُس کو پہنچتا ہے وہ اُس تنہا کا
 نقصی ہے۔ اب عارف کو یہ حکم نہیں کہ وہ درد پر ابدانہ یاد تک راضی رہے کیونکہ یہ عشاء و بیداری اور
 مسکن الہی کے شہوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بلا کے بعد کشت نفس اور نرمی قف کی کولی ہے یقیناً
 عارف الہی سے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے (وَمَا تَشَاءُ إِلَّا أَنْ يَرْضَىٰ) اسلئے سبب اُس بلا کا وقت ختم ہو جاتا ہے
 تو اللہ تعالیٰ دعا کرتا کہ ہر کو ریتا ہے کیونکہ یہ امر بھی اُس کی تقاضا میں داخل ہے۔ غافلہ کے وقت

کا جواب بھی اُنٹہ جائیگا اور وہ جو بھی دُور ہو جائیگی۔ نیز تیرے سوال کرنے سے تیری عاجزی اور انحراف
 ثابت ہو جائے گا اور تجھے پتہ چل جائیگا کہ تو اُس کے فعل سے یا دالہی میں مشغول ہو تا ہے اور اُس کے
 فعل سے مقامات الہیہ حاصل کرتا ہے۔ تو محض غیور و ہمد اور مغرور ہے۔ تیرے لئے حسن بخودیت ہے
 اور غیوریت ہی تیرا کمال اور تیری حقیقت ہے۔ اگرچہ حق خلق کی خلعت پر جلوہ نما ہے اور حق میں خلق
 ہے لیکن خلق میں حق نہیں یعنی بندہ میں کمالات الہیہ کا ظہور ہو گا اور تاثر نیاں۔ یہ مشکلات کی آسانی
 کیلئے اللہ تعالیٰ یعنی اپنے شہ کا دل کا محتاج ہے۔ اں اگر کسی بانیب کا قلوب ہستی دیکھنے دہشت میں
 مل جائے اور روح القدس کو اُس کی محبت پر ظہور ہو جائے تو وہ ہی صفات کا طر الہیہ سے موصوف
 ہو جاتا ہے۔ بہر حال عبد کے کمال رُبوبیت حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے بلکہ اپنے دُور دیکھنا
 ہی اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اس کو دُور بالذات قائم نہیں بلکہ اس کو دُور ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہے۔ یہی
 انفراد دُور کیلئے سیاہی کے محتاج ہیں۔ پس عبد کی حقیقت انتہا ہے۔ پس اُسے طالب احسب تیرے
 سوال کرنے سے اللہ تعالیٰ تجھ سے ایذا دُور کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ایذا بھی دُور ہو جاتی ہے کیونکہ تو اُس
 کی ظاہری محبت ہے۔ مراد یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی عبد کی محبت پر ظاہر ہے اسلئے عبد کی ایذا ہی اللہ
 تعالیٰ کی ایذا ہے۔ یعنی جب کسی بلا کے باعث ایذا پاتا ہے تو اُس کی وہ ایذا سبب اللہ تعالیٰ کو ایذا
 ہے۔ حجت الیہ آمارف کی ایذا اللہ تعالیٰ کی ایذا ہے اسی لئے جب وہ کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو ایذا
 الہی میں اُس بلا کے ذریعہ کیلئے سوال کرتا ہے تاکہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ ایذا سے فارغ ہو جائے نہیہا کہ جب
 بعض عارفین بھوکے رت توڑ دیتے۔ ایک عادت بھوک کی وجہ سے روزہ اتقا۔ ایک جہاں نے جس کو اس
 حق معرفت میں ذوق حاصل نہ تھا اُس کو اس دُورنے پر عتاب کیا۔ اُس عادت نے بواب دُور کی
 تھالی نے بٹھے اسی لئے بھوکا رکھا ہے تاکہ میں بدوں اور اُس نے بٹھے اسی ضرر میں اسی لئے بھوک
 کیا ہے کہ میں اپنی ذات سے اس ضرر کے ذریعہ کیلئے تھالی سے سوال کروں۔ اُس عادت کا جواب
 الہی میں ضرر کے ذریعہ کے لئے سوال کرنا اُس کے مبارک ہونے میں منافی نہیں ہے۔ اس میں بھوک یہ ہے
 کہ عادت کو جو بھوک کی وجہ سے بحیث حق حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کو تکلیف تھی۔ اسی لئے عادت دُور
 تھا تاکہ اللہ تعالیٰ اس ایذا سے فارغ ہو جائے۔

ہم نے جان لیا کہ میرے مراد سوائے اُس کے اللہ کچھ نہیں ہے کہ وہ غیر اللہ کی طرف متوجہ

سے نفس کو روکنا ہے۔ آپ سوال یہ فرمادے ہوئے ہیں کہ جب عالم میں غیر اللہ کا وجود ہی نہیں اور بعد اسباب
 میں ہی ہیں تو پھر غیر اللہ سے کیا مراد ہے۔ غیر اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے دُجورہ میں سے ایک خاص جُزئی
 وجہ ہے یعنی ایک عام انسان ہے جو اپنی ہستی کی تیر میں مُقید ہے اور صفات کا وہ اُتیہ سے موصوف
 نہیں ہے۔ دُجورہ ماہر اور تجربے۔ دُجورہ مسائل کی کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو
 خلقت کو فریادوں میں مقرر کیا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دُجورہ میں سے ایک خاص منظر خاص ہے۔
 وہ وہ نہایت ذات ہے یعنی انسان کامل اللہ تعالیٰ کے لئے برائے تمام ہے اور صفات نئی اللہ تعالیٰ
 کا جامع ہے۔ پس مسائل کو پہلے کر کہ اپنے سے دُجورہ مندر کے لئے اللہ تعالیٰ کو اس وجہ خاص میں
 انسان کامل سے پکارے جیسا کہ حسن حسن میں حدیث شریف ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 اللَّهُ أَحَدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ لَا يَلْبَسُ ثِيَابًا لَا يَمُوتُ وَلَا يَنَامُ لَا يَأْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ لَا يَمَسُّهُ شَيْءٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَتَرَفَعُ عَنِ الْعَرْشِ يَتَجَلَّى عَنِ الْكَوْنِ يَتَبَرَّأُ مِنَ الْخَلْقِ يَتَوَكَّلُ عَلَى الْوَحْدَانِ يَتَوَكَّلُ عَلَى الْوَحْدَانِ يَتَوَكَّلُ عَلَى الْوَحْدَانِ
 اللہ کے بند و میری مدد کر دے اللہ کے بند و میری مدد کر دے اللہ کے بند و میری مدد کر دے اللہ کے بند و میری مدد کر دے
 سے مراد انبیاء اور اولیاء ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر انسان اپنے سے دُجورہ مندر کے لئے اپنے شیخ کامل کو
 پکارتے اور اگر اُس کا کوئی رفیق نہیں تو کسی دلی کو ان کے پاس فریاد کرے۔ اولیاء میں ایک جماعت
 خواتین کی ہے۔ خواتین کا نفس منی فریادوں میں ہے۔ اولیاء کی جماعت کے سردار عالی سرکار جناب
 حضرت خورشید اعظم پاک پیران پیر دستگیر محبوب عثمانی میرزا علی الدین شیخ سید عبدالعزیز جیلانی رضی
 اللہ عنہ ہیں۔ آپ کا لقب خورشید خورشید اور خورشید اعظم ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی دلی فقر نہ آئے تو
 دُجورہ راست عالی سرکار جناب حضرت خورشید اعظم پاک پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی طرف مندر کو
 کے فریاد کرے۔ اُس کی شکل آسان ہو جائیگی۔ بعد اقطاب عالمین رضی اللہ عنہم کا مقید ہے کہ سرکار
 دو عالم جناب خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید
 میں حضرت خورشید اعظم پاک رضی اللہ عنہ دُجورہ اعظم ہیں۔ میں مائل کو انسان کامل کی بارگاہِ فریاد
 کرنی چاہیے نہ کہ دُجورہ دُجورہ کے پاس ہیں کا نام اسباب ہے۔ اگرچہ دُجورہ اسباب ہی حقیقت
 میں انسان کامل کے اجزاء ہیں لیکن اُن میں جو صفات کا وہ اُتیہ کا نہیں ہے اس لئے وہ
 قید ماہات نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔ لہذا عبادت کا اُتیہ ہی سے اپنی ذات سے دُجورہ فریاد
 سال کرنا اس حقیقت سے اُس کو گلاب میں کرتا کہ جیسے اسباب عثمانی کے ہیں اُن ہی اللہ ہر سبب کی

ایک خاص حیثیت ہے۔ ہدایت حق سے مراد انسان کامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہر آیت جہت ہے انسان کامل کے ہوا ہر سبب باریک انسان یا فرشتہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی ایک خاص اسم کے مظہر ہیں اور انسان کامل اسم اللہ جو جامع جمیع اسماء و صفات ہے کا مظہر ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگرچہ ذات بہتر و صحت سے واقف ہے اور ہر سبب کو بین ذات سمجھتا ہے لیکن رفیع مرتبہ کیلئے وہ اپنے شیخ کامل ہی کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اُس کا شیخ کامل اُس کو کسی اور ولی کی طرف کسی خاص مصیبت کی خاطر اشارہ فرمادے۔ اور یہ مذکور طریقہ وہ ہے جس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے مگر ادب بنیاد پر اسرار الہیہ کے امین ہیں، کوئی لازم نہیں پڑتا۔ مراد یہ ہے کہ ہوائے او یا اللہ کے اس راز کو کوئی نہیں جانتا کہ خلق کے فریاد و اس میں اذیت کا گہرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باطنی سعادت کے امین ایسے ہیں کہ ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ البتہ ان میں سے بعض بعض کو جانتے ہیں۔ اسے طالب! ہم نے تجھ کو تحقیق نصیحت کر دی ہے، پس اسی پر عمل کر اور خاص حق سبب نہ توڑے سے سوال کر نہ کہ غیر سے۔ خاص حق سبب نہ توڑے مراد حضرت انسان کامل ہے جو حق تعالیٰ کے لئے ہر آیت قائم ہے۔

فَصْحِكَةُ جَالِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ يَحْيِيَّةٍ

هَذِهِ الْحِكْمَةُ الْأَوَّلِيَّةُ فِي الْأَمْرِ وَالْأَمْرِ سَائِلٌ يَتَى أَنْ يَتَمَلَّ بِمَا فِي كَلِمَةٍ يَحْيِيَّةٍ
لَهُ مِنْ قَبْلِ سَيِّئَةٍ فَجَمَعَ لَهُ بَيْنَ حُصُولِ الصِّدْقِ الَّتِي فِيهِمْ مِنْ عِبَرٍ مِنْ شَرِّكَ وَكَذَلِكَ
يَا ذِكْرُهُ وَبَيْنَ الصِّدْقِ بِذَلِكَ فَسَاءَ يَتَى فَكَانَ لَا شَيْءَ يَحْيِي كَالْعِلْمِ الَّذِي لَمْ يَلَمْ
أَدَمَ حَيٌّ وَكَذَلِكَ يَتَمَلَّ وَتَوَحُّدًا حَيًّا وَكَذَلِكَ يَسَامُ وَكَذَلِكَ لَا يَتَمَلَّ وَبَيْنَ فَجَمَعَ اللَّهُ
رَأْسَهُ قَبْلَ يَحْيِي بَيْنَ الْأَشْيَاءِ الْعَالِمَةِ مِنْهُ وَبَيْنَ الْقِسْفَةِ الرَّائِدَةِ كَلِمَةً وَبَيْنَهُ مَنْ قَالَ
(فَلْيَتَمَلَّ مِنْ لَدُنْكَ وَرَبِّكَ) فَقَدْ تَمَّ الْحَقُّ عَلَى ذِكْرِهِ وَكَذَلِكَ فَكَانَ مَتَّ سَيِّئَةٍ وَكَذَلِكَ
مَنْ الدُّرْدِ فِي تَوَلَّاهَا وَكَذَلِكَ بَيْنَ فِي الْجَنَّةِ) فَكَذَلِكَ يَتَمَلَّ بِمَا فِي قَضَا حَاجَتَهُ وَكَذَلِكَ
يَحْيِي حَتَّى يَكُونَ رَأْسُهُ تَدْرِكُهُ رَأْسُهُ كَلِمَةً مِنْهُ نَبِيَّةٌ كَلِمَةً يَأْتِيَنَّ فَكَذَلِكَ يَحْيِي
الشَّرِّ بَقَاءً ذِكْرًا لِلَّهِ فِي تَوَلَّاهَا وَكَذَلِكَ سَيِّئَةٍ أَوْ يَتَمَلَّ بِمَا فِي قَضَا حَاجَتَهُ وَكَذَلِكَ

کبریا کرے گا تو جہاں ابھی کا تھکا رہو گا اور اس حکمت کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف منسوب
 کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ پر ہر وقت جہاں ابھی درود تھو۔ موت ابھی سے آپ کثرت دیتے رہتے تھے
 کہ ادری عن انہی من اللہ علیہ وسلم قد اذن یحییٰ علیہ السلام دعائاً نہ حین غث
 کانت قد اذنات معکوا طہ و عذابہ فاجابہ عیسیٰ علیہ السلام کانت قد اذنات من فضل اللہ
 و رحمتہ لہذا ہی اللہ لیسما ان احسنہ خلقاً فی یمنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ میں میرے استاد نے عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے ہنسنے پر قصاب کے طور پر فرمایا کہ کیا آپ نے قصاب
 کے طور پر قصاب سے عذاب ہو گئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس
 کی رحمت سے بے یار ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے کی کرم و فضل میں سے بکریاں پروردگار پروردگار سے بکریاں کی گلیں
 یہ حکمت جو یہ اسماء میں ہوں حکمت ہے کہ تین کے درویشی اور عافیت میں ایک ہے جہاں ہوں
 ہے جہاں۔ جہاں میں ہوں ہر قدم سے بقدریہ تعالیٰ لا کھن منہ فیکما کان قیلاً و جہہ دہشت ذوالجبر و کرم
 مراد یہ ہے کہ جہاں بہ نسبت جہاں کے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے اور حمد و عافیت میں سے عافیت ہر
 کو اولیت حاصل ہے۔ آفتاب میں سیزش میں ہے اور روشنی بھی لیکن روشنی کی بہ نسبت سوزش کا
 کے زیادہ قریب ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آیہ ذکر میں ذکر و جلال و لا کرم فرمایا۔ جہاں
 اولیت دی اور کرم کو بعد میں ذکر فرمایا۔ دوسرے اس حکمت جو یہ کہ اسماء میں اس سے اولیت
 حاصل ہے کہ یہ حکمت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور اسماء میں حضرت یحییٰ علیہ السلام
 کو اولیت حاصل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے کسی شخص کو نام نہیں دیا کہ کا بقولی شواکس
 (تو نبیسن تذہبن فیکم سیکم)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام بھی رکھا یعنی آپ کے سبب ذکر کیا کہ ذکر
 ہوئے۔ آپ اسم باسٹوں میں۔ آپ کیسے اللہ تعالیٰ نے درستی میں کی ہیں۔ ایک تو آپ کو اولیت
 حاصل ہے جس سے وہ شخص ہو گا کہ اپنے جیسے ایسا فرزند ہو گا جس کے سبب اس کا ذکر ہو گا
 اپنی نسبت ذکر کیا علیہ السلام کا ذکر آپ کے سبب نہ ہو گا اور دوسری نسبت خود آپ کا اسم یحییٰ ہے کہ
 پہلی نسبت ذکر کردہ کا اور آپ کے اسم سے ہوتا ہے پس آپ کا نام یحییٰ ہم ذاتی کے نزدیک
 ہم ذاتی ہم عالی ہے یعنی آپ شخص کو معرفت ابی اسب سے ہوتی ہے اولیت کے آثار اس کے چہرے
 پر آتے ہیں۔ دل کے اولیات چہرہ کو نورانی کر دیتے ہیں یعنی دل کو چہرہ ہی نور ذاتی بن جرت

آپ کے بعد اورو گمراہ نہ ہو جائیں لِقَوِّهِ تَعَالٰی (وَرَافِیْ خُفِّكَ السَّوَابِیْ مِنْ دَرَاوِیْ)

آگے اللہ تعالیٰ کے آل (وَسَلَّمَ عَلَیْهِ یَوْمَ لَا یَدْرُکُ یَوْمٌ یُّمُوتُ وَ یَوْمٌ یُّحْیٰی) اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے آل (وَسَلَّمَ عَلَیْ یَوْمَ یُیَدِّیْ وَ یَوْمَ اَمُوتُ وَ یَوْمَ اُحْیٰی) کو مراد لیا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی سلامتی کی بشارت دی ہے اور اپنے آل میں اس کو مستم رکھا ہے۔
یعنی یہ سلام ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے اور جس دن میں ان جی کر اٹھ کھڑا ہو۔ گویا
تعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات میں اور موت میں جی ہر حال میں اللہ تعالیٰ
کی سلامتی کیساتھ سلامت اور حیات میں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حیات الہی ثابت کی ہے اور
آگے لکھا ہے کہ آپ میری سلامتی کیساتھ سلامت ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام حیات الہی سے
مشرّف ہیں۔ بیشک سب الہیہ میں سے حیات سب سے موقمِ صفت ہے۔ اگر آپ حیات الہیہ سے
مستبعد ہیں تو دیگر صفات کو د کہ آپ میں پایا جاتا تھا ثابت ہوا۔ نیز حیات سے کسی طرح کا دور
ثابت ہوتا ہے۔ پس حیات اللہ تعالیٰ کا ذاتی وصف ہے جس حیات سے ذات الہی ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ میں حیات اللہ تعالیٰ کا اسم یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات الہیہ کا وہ سے مشرّف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کلام الہیہ الہی ہے
اگرچہ روح اللہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو اس (وَسَلَّمَ عَلَیْ یَوْمَ یُیَدِّیْ وَ یَوْمَ اَمُوتُ وَ یَوْمَ اُحْیٰی)
حیات اور سلامتی سے دور میرے چہرے میں پیدا ہوا اور جس دن میں مرے اور جس دن میں زندہ ہو کر
موتوں کو اٹھائیں۔ لیکن یہ عیسیٰ کے حق میں اللہ تعالیٰ کا قول اتحاد میں بھی اکمل ہے اور
مستقامت میں بھی اکمل ہے۔ ورنہ صورت سے بڑا پاک ہے۔ مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
پہلے یہ کلام کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ نے اس آل میں بھی کہا
اور حیات میں اپنے لئے سلامتی ثابت کی ہے۔ ہذا آپ نے اشارہ فرمایا ہے کہ آپ حیات الہیہ اور
مشرّف ہیں اور صفات کو د کہتے سے موصوف ہیں۔ گویا آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتحاد یا اتصال
میں جوڑ دیا گیا ہے۔ اتحاد سے مراد یہ ہے کہ اتحاد یا اتصال نہیں ہے بلکہ یقینیت والا اتحاد ہے
یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ سے کہ اتحاد میں مل گیا ہے۔ ہذا لفظ کو سیما ہی کیساتھ حاصل ہے۔ آپ نے اپنی کلام
سے ہی اشارہ فرمایا ہے کہ روح اللہ میں آپ کی ضرورت پر مبنیہ نما ہے۔ لیکن ایک طرف تو اس میں

آپ کی کام نبردگ سے یہ چیز تاویلات کیہ تاویلات کرتا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق یہ لکھنا
 تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "سے رواں بنی کسی تاویل کے یہ چیز ثابت ہے اور ہر شخص کو اس پر اختیار ہے نیز
 ایسی کے حق میں ہوں کہ کام کرنا فرق نہایت نہایت یعنی عقل کے زمانہ میں ہی ان کی عقل کا بل اللہ تعالیٰ
 کہاں کہ جسے جوتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے عقل ہی میں آپ کو اپنی کیا۔ لیکن ایک ہم جیسی کے لئے
 یہ وزم نہیں کہ جو حق پر قادر شخص خود کو کسی حالت میں جو عقلی میں اور حضرت میں اپنی اس
 کام میں جو جو۔ اگرچہ حالت کا بل ہوتا ہے کہ عقلی ہے۔ اسلام اپنی اس کام میں چتے ہیں لیکن
 ایک ہوں تاویلات کے نزدیک عقل کا عقل ہے کہ جو کہ جیسی علیہ السلام نے عقلی میں ہی نبوت کا ہوا
 کیا جس کی تصدیق مستحکم میں ہوتی ہے۔ تاویلاتی طرف سے عقلی علیہ السلام کے حق اللہ تعالیٰ کی شہادت
 ہے جس اللہ تعالیٰ کا اسلام اپنی عقلی کے بوسیت عقلی کا سلام اپنی نبوت ہوا اس طاقت سے عقلی ہے
 کہ اگر اس میں عقلی کی کوئی گنجائش نہیں۔ حالت و غیر حالت سب اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور
 وہ معلوم حقیقت میں ہیں اللہ تعالیٰ کی عقلی حقیقت کی حالت سے تاویلات پر عارفانہ کوئی کے نزدیک قرآن
 کمال عقلی ہے۔ اسلام کے قریب عقلی پر دولت کرتے ہیں اور اس عقلی کی پہاڑی پر وہ حالت عقلی
 کہ جو آپ سے پہاڑی میں اپنی ان کی پاکیزہ امور شہادت ہو کہ اسلام کیا عقلی ہے۔ ہاں عقلی کے
 ایک اسی کام کی کافی میں عقلی کی گنجائش ہے کہ آپ اپنی ان کی پاکیزہ کے درگاہ میں ہے
 بہت گوارہ ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کہہ رہے ہیں کام کرنا اسلام علیہ
 السلام کی کرامت ہے کہ جو آپ حالت اللہ میں تھے اور مریم علیہا السلام نے آپ کی عروہ تارہ کیا۔
 ائمہ سے آپ کو تامل کرنا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی پاکیزہ پر گوارہ گوارہ شک کہ جو کے درخت کا
 نہ ہوا ہے کہ جو آپ کے تارہ کو لانے سے بغیر خود بغیر بختی دینے کے تو تارہ عقلی ہوتی کہ جس کی
 عیسا کہ مریم علیہا السلام نے جیسی علیہ السلام کو بغیر تارہ بغیر عروہ بغیر عقلی فقار و عمار کے بنا۔ اور یہ بھی
 مریم علیہا السلام کی کرامت ہے۔ ہیں عقلی ہیں عقلی علیہ السلام کو تامل کر دینا اور شک کہ جو
 ہونے سے تارہ عروہ ان کا کہہ دو عقلی مریم علیہا السلام کی کرامت ہیں۔ اب اگر ایک شی کہہ کہ میری
 نعت پر مثال اور فقار یہ ہے کہ یہ دروازہ کام کرے۔ چنانچہ اس کے عقار پر اس دروازے کو کام کیا
 اللہ اپنی کام میں کہا "تو کہتے کہتے تھے کہ وہ ہوں عقلی ہے" پس دروازے کو کام کرتے تھے

[illegible]

جیسے کہ سیاہی نے ٹھہر کر دھرت کو اپنا وجود دکھا کر دیا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شے پر ازادستہ و بورد
 نکر و وسیع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بظاہر و باطن ہے اور باطن پر کھنکھانہ وسیع ہے۔ وہاں شہ
 بان میں خیر اور خیر ہے ان پر تو رحمت بظاہر و باطن ہے۔ وہاں اشیاء میں شہ پائیا جاتا ہے ان میں بھی
 کوئی نہ کوئی خوبی اور برکت ہے جو عوام الناس نہیں جانتے۔ حقیقت کے لحاظ سے وہ بھی رحمت ہی کے لئے
 رحمت ہی ہیں اس لئے ان پر بھی رحمت کا حکم صادر کیا جائیگا۔ بادشاہ جاگیریں بھی معاف کرتا ہے اور دربار
 پر آتا ہے۔ جو بادشاہ کی اطاعت کرتے اس کو جاگیریں بھی دیتی ہیں اور جو بادشاہ کے احکام کی نافرمانی کرتے
 اس کو دربار پر پھانسیا جاتا ہے۔ سب دربار بھی ایک دروازہ کا حکم رکھتی ہے جو سرکٹوں اور دروازوں کو لگا کر
 بادشاہ کی اطاعت کی طرف راغب کر دیتی ہے۔ لہذا دربار جاگیر دونوں رحمت ہی کی جاگیر و ذروتے
 وجود ہیں بظاہر رحمت ہے اور دار ازادستہ تحقیق رحمت ہے۔ اور تحقیق غضب کا ہے
 اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے کچھ کو دربار پر وہ غضب ہی بھی اس کی رحمت پر مشہود ہے۔ مثال کے طور پر
 بادشاہ ایک شخص کو رشوت کی سزا میں جیل خانہ میں قید کر دیتا ہے۔ جب وہ قید کی مشقت اٹھاتا ہے
 تو اسے اپنا گناہ سامنے نظر آتا ہے۔ وہ دل میں مستغیر ہوتا ہے اور بتاب لیتی رہتی ہے کہ گناہ ہے کہ نہیں
 اب مجھے اگر دوبارہ لازمت میں لگنی تو میں ہرگز رشوت نہ لوں گا۔ دن رات بتا رہا ہے اور لڑائی لڑتا ہے
 اس کی تو بد بختی ابھی میں منظور ہو جاتی ہے۔ رتبہ تعالیٰ قید خانہ میں ہی اس کو اپنی محبت نصیب کرنے
 میں دروازہ عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ دن رات عبادت کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا سکونت
 نصیب ہو جاتا ہے۔ جب قید سے رہا ہوتا ہے تو اپنے آپ کو اولیاء کے زمرہ میں پاتا ہے۔ شہانہ (اللہ)
 بد بختی خانہ کی قید سے درحقیقت میں بد بختی کو قریب ہے۔ یہی ثابت ہے کہ ہر غضب میں اس کی
 رحمت پر مشہود ہے۔ وہ ذات سراپا رحمت ہے درحقیقت سے رحمت ہی کا عہدہ ہوتا ہے۔ اگرچہ کوئی چیز
 بظاہر غضب سے لیکن حقیقت میں وہ رحمت ہے۔ فرمادیا ہے کہ اس کا غضب بھی برکت اور رحمت ہی
 ہے۔ لہذا اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لیتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نسبت رحمت
 نسبت غضب پر سبقت لیتی ہے۔ فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ایک عارضی چیز ہے اس غضب
 میں کوئی برکت ہوتی ہے اور اس غضب کو انہم انعام و اکرام ہوتا ہے لہذا وہ غضب غضب حق
 جیسا کہ رحمت ہے۔ دیکھو کہ ان کے درمیان کتنا فرق ہے۔ یہ دیکھو کہ ایک اور جہت میں اللہ

اللہ تعالیٰ کی ذات میں بالقرآن موجود تھے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کا نام شیوات آئینہ بہ ان شیوات
 آئینہ بہ اللہ تعالیٰ سے ظہر صلب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان سے ان شیوات کو علی و بود بننا شروع
 میں شیوات کا نام صورت آئینہ بہ جہنم اللہ تعالیٰ نے ممکنات عالم کے قومی کامیونٹی ثابت کی صورت پر ظہر
 فیہ ممکنات عالم کے قومی سے فرود شیوات آئینہ بہ ان ایمان آئینہ بہ اللہ تعالیٰ سے خارج ہیں نمود
 ظاہر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کی وہ رفعت قبول فرمائی اور ہر ممکن علی و بود خارج بننا و
 ان کا ایجاد کیا۔ ان کو زمین و آسمان سے ان زمین و آسمان سے اللہ تعالیٰ نے شیوات آئینہ بہ ان
 زمین و آسمان سے صورت آئینہ بہ ممکنات عالم کا ظہر بننا ہی حاصل ہوا۔ ان کے لئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
 رحمت و شفقت ان کے لئے ہے۔ ہر تہذیب و تمدن میں مشیہ کا وجود ان کے لئے حکم عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کہ اللہ تعالیٰ
 نے اپنی رحمت و شفقت سے ہر شے کو پہلے علی و بود بننا اور بعد میں فاعلی و بود بننا اور بعد میں فاعلی و بود بننا
 ہر ان کی رحمت و شفقت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر تہذیب و تمدن سے تنزل فرما کر پہلے نمود علی و بود فرمایا اور بعد
 میں نمود ظہر علی و بود فرمایا۔ نیز ان رحمت اللہ تعالیٰ نے ان شیوات و حیوان و نبات سے مراد یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہر شے کو وجود عطا کیا اور ممکنات سے مراد ہے کہ ہر شے نے زبان استعداد سے
 لہجہ صلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیا۔ گویا ہمارے ایمان ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو ہم فلان فلان
 ہمارے لئے فستقہن ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے ایمان ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پہلے نمود علی و بود
 استعداد سے لہجہ کیا وہ ان و ان عطا کر دیا۔ ان رحمت اللہ تعالیٰ نے ان شیوات سے
 ان سے ان سب احوال پر رحمت الہی وسیع ہے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ان سے
 ہمارے ہم کو ہم عطا کر دیا۔ نیز ان رحمت الہی وسیع ہے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ان سے
 ہے یعنی احوال ہمارے ہی رحمت الہی وسیع ہے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ان سے
 غیب موجود ہے لیکن اعلان میں ان میں بھی رحمت الہی وسیع ہے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ان سے
 ہے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ان سے
 ہم ہی ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ان سے
 ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ان سے
 ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ہر تہذیب و تمدن ان کے لئے رحمت الہی وسیع ہے۔ ان سے

اس میں واحد کا نمبر ہے جو اپنی رحمت ذاتیہ کیساتھ رحمت کی موجود ہے پس اول چیز میں رحمت الہیہ
 وسیع ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یعنی مرتبہ احدیت ذاتیہ میں اسماء الہیہ بالقوۃ موجود تھے۔ جب اسم
 الہیہ نے نمود کا تقاضا کیا تو سب سے اول اسم رحمت کو جنم پیش ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت رحمانیت اور
 الہیہ کی نمود کی درخواست منظور فرمائی۔ پس سب سے اول چیز جو اس میں واحد سے نمود میں آئی رحمت
 ہے اور اس رحمت کا سب سے اول نمود اس میں واحد کا نمبر ہے۔ مرتبہ احدیت ذاتیہ سے تفرق فرما کر
 اس کا نمود ہی اسماء الہیہ کا نمود ہے پس سب سے اول رحمت الہیہ کا نمود نمود اس کی ذات پر ہوا کہ ذات
 نے مرتبہ احدیت سے جو بلون و بلون مرتبہ ہے نمود کو ارادہ فرمایا لہذا ذات الہیہ کا اسماء الہیہ کو مرتبہ
 الغیب سے نمود فرماتے ہوئے ارادہ کرنا ہی سب سے اول رحمت ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعض
 قرآن سے اسماء الہیہ کو جو مرتبہ احدیت ذاتیہ میں حیوانات الہیہ تھے حیثیت ثبوتی کو لباس پہنایا پس
 اسماء الہیہ کا نمود میں ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فیض کمال سے ان حیان ثابہ کو حیثیت
 وجودی کو لباس پہنایا یعنی اسماء الہیہ کا نمود ثبوتی ہوا۔ اسماء الہیہ کا مرتبہ احدیت میں غیر متناہی ہیں
 یعنی ان کا نمود غیر متناہی ہے یعنی ان کا نمود ابدان تک ہوتا رہے گا۔ اسماء الہیہ کا نمود غیر متناہی
 میں اس لئے ان کا نمود جو مرتبہ احدیت سے رحمت میں رحمت سے واحدیت میں واحدیت سے عالم
 بعد میں عالم زور سے عالم مثال میں عالم مثال سے عالم اہل علم میں عالم اہل علم ہے لہذا آخر حضرت انسان میں
 ہمارے ہمارے اور یہ سلسلہ ابدان ابد تک جاری رہے گا۔ اسماء الہیہ یا حیوانات الہیہ ختم ہوں نہ نمود کا
 بعد ختم ہو۔ جب انسان دنیا سے آخرت کی رحمت منتقل کر جائے تو پھر اس کا ابھی تو کمال عالم اہل
 ہے جو کہ مقام امتداد ہے۔ لہذا اسماء الہیہ کا نمود مرتبہ احدیت سے دنیا میں وہ پھر ان کا نمود دنیا سے
 آخرت میں ابدان ابد تک جاری رہیگا۔ نیز اسماء الہیہ کا نمود غیر امتداد پر خواہ وہ اس میں یا جو
 میں امر کتب میں یا بیضا میں ابدان ابد تک ہوتا رہے گا۔ ہر موجود کی رحمت کے تسخیر میں کسی نہیں
 کا حصول مقرب نہیں ہے اور نہ ہی ہوا نقیصہ بعینت مقرب ہے بلکہ ہر عالم اور غیر عالم شے پر رحمت الہیہ
 دیکھا و وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اپنی رحمت رحمانی سے اپنا نمود عطا کر دیا ہے۔ یہ اس کی رحمت
 رحمت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کچھ غرض نہیں۔ اور نہ ہی مخلوق اس انعام کا شکر ادا کر سکتی
 ہے۔ اگرچہ مخلوق میں سے بعض کیساتھ اللہ تعالیٰ کا محبت کا تعلق ہے یشعرون اللہ تعالیٰ دیکھتے دیکھتے

ہی کے ساتھ محبت کا تعلق نہیں کہ بھی اپنا وجود عطا کر دیا ہے۔ یہاں : فیہ وادبہم استوم
کو اپنا وجود عطا کیا ہے وہاں کفار کو بھی اپنا وجود عطا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شے پر و ہر د
ہست ہے لیکن ہر شے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا وجود عطا کر دیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ہر شے کی قدرت پر اللہ
تعالیٰ کا غور ہے اور یہ اس کی محض رحمت ہے۔

یہاں تک کہ اس ایک قول کی شرح ہے کہ رحمت الہیہ ہر شے پر اندرون و خارج اور کم کے وسیع
ہے۔ اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب کہ رحمت کا خارج میں وجود ہی کوئی نہیں تو اس کا موجود
خارج پر کیسے اثر ہو سکتا ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا کہ مخلوقات کہیں ہیں اس مسئلہ کے متعلق تحقیق کر
کر لیا ہے کہ موجودات خارجہ میں اثر صرف معدوم کا ہے نہ کہ موجود کا اور اگر کسی موجود خارجی کا اثر
واقفیت میں کہ اثر ختم معدوم کی وجہ سے ہے۔ سماء الہیہ مرتبہ احدیت ذات میں اللہ موجود ہے۔
سیا اس نے تہذیب کا تقاضا کیا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کو مرتبہ علم میں بلوایا بیان ثابت کے مطابق
اللہ جس مرتبہ خارج میں بلوایا موجودات خارجہ فہر کیا۔ ہر اسم ایک خاص صفت کا مظہر ہے مثلاً ذہن
رحمت و خیر کا مظہر ہے قوت کا مظہر ہے اور قوت کا مظہر ہے ہر اسم کی صفت کی نسبت تو لیا گیا ایک
ذات ہے۔ مجملہ موجودات خارجیہ اسماء و صفات الہیہ کے مظاہر ہیں لیکن اسماء و صفات الہیہ
خارج میں نظر نہیں آتے اسماء و صفات معدوم ہیں یعنی خارج میں ان کا کوئی وجود نہیں البتہ باطن
میں ان کا وجود ہے اسماء و صفات معدوم ہیں یعنی مرتبہ حدیث میں باطن و باطن میں ان کے مرتبہ علم میں
باسم موجود ہیں لیکن خارج میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ اس پر چونکہ ان اسماء و صفات کو اثر موجودات
خارجہ میں ہے لہذا ثابت ہوا کہ معدوم کا اثر موجود ہے ایسے ہی رحمت بھی ایک صفت ہے جو مرتبہ
عدم میں ہے۔ عدم سے مراد محض عدم انانیت ہے کہ عدم انانی ہے۔ وہ چیز جس کا وجود باطن میں یا عدم
میں موجود ہو لیکن خارج میں اس کا وجود نہ ہو اس کو عدم انانی کہتے ہیں۔ اور معدوم سے اس کے مراد
عدم انانی ہے نہ کہ معدوم محض۔ پس ہر معدوم کی شرح رحمت میں موجودات خارجہ میں اثر رکھتی ہے
ذرات کوئی خصوصیت نہ کہ اس کے کسی موجود خارجی کا اثر ہے۔ خارجیہ پر اثر ہے تو وہ بھی کچھ معدوم کہو
ہے۔ مثال کے طور پر ایک حکم کا۔ جیسا کہ ترتیب یا ایک فسر کا اپنے حالت علم پر اثر ہے تحقیق
ہے یہ اثر اس منصب کی وجہ سے ہے جس پر وہ قائم ہیں۔ وہ منصب خارج میں معدوم ہے۔

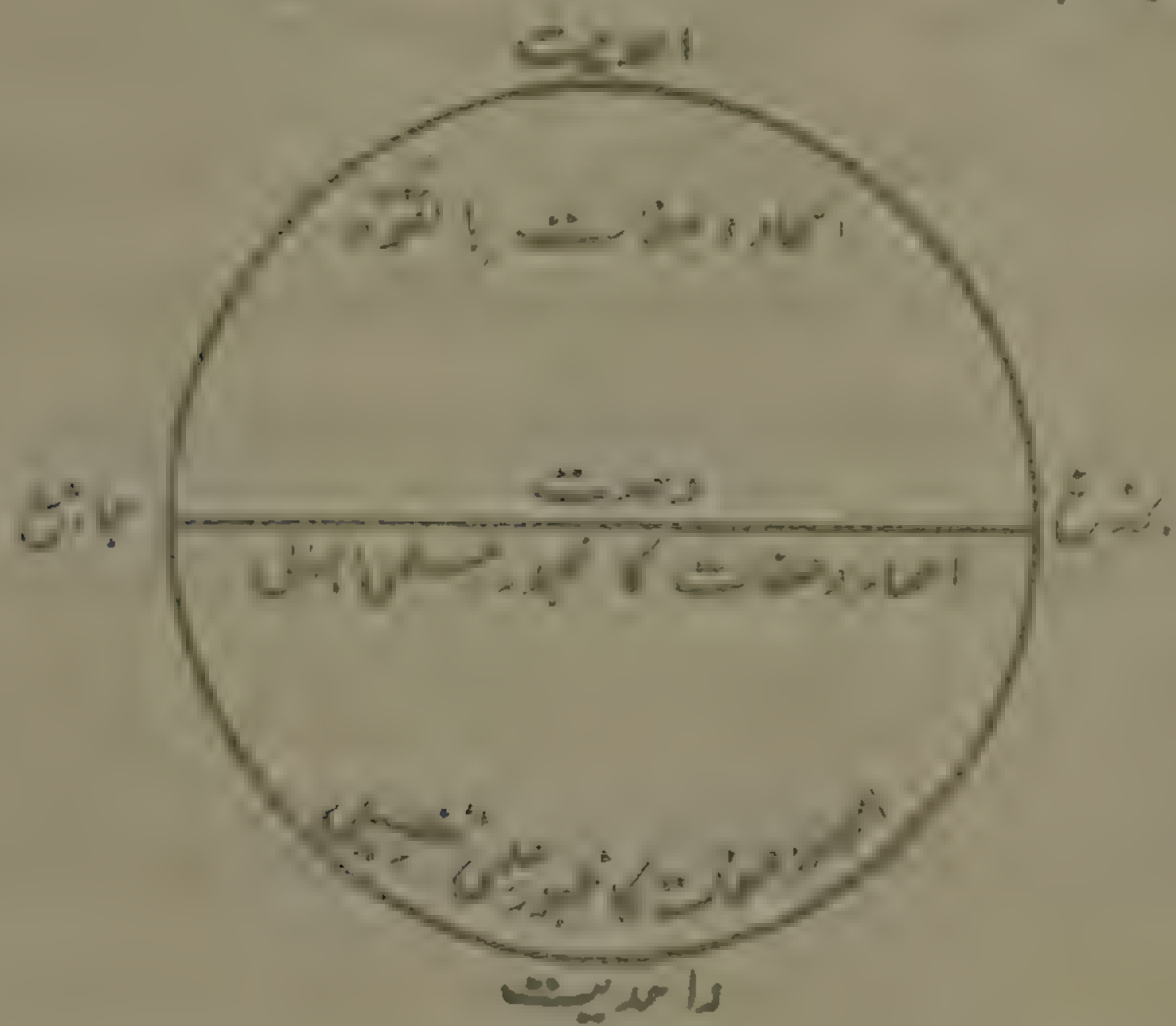
نہ حکم یا نفع اس منصب سے معزول ہو جاتے ہیں تو ان کا رد غایا پر یا تحت علم پر کوئی اثر نہیں رہتا۔
 ثابت ہوا کہ معدوم کا ہی موجود میں اثر ہے۔ معدوم خارج مرتبہ علم سے بالکل خارج نہیں ہو سکتا اور معدوم
 کا علم اور اثر موجود میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ ہر میں ثابتہ مرتبہ معدوم میں ہے اور ظہور کا مقتضی ہے لیکن جیسے
 عین ثابتہ کا خارج میں ظہور ہوتا ہے تو عین ثابتہ کا حکم اور اثر عین خارج میں ظاہر ہو جاتا ہے عین ثابتہ
 مرتبہ علم میں بدستور موجود ہے۔ مثال کے طور پر ایک انجنیئر کے ذہن میں ایک عمارت کا نقشہ ہے۔ وہ
 نقشہ کہ کاغذ پر اتار دیتا ہے۔ وہ ذہنی نقشہ ہی نہ خارج کے معدوم ہے اور ذہن اور علم میں موجود ہے۔
 اب اس کا نفسی نقشہ میں اس ذہنی نقشہ کا ہی اثر اور ظہور ہے جو خارج میں معدوم ہے۔ کاغذ پر نقشہ
 موجود ہے اور ذہنی نقشہ معدوم ہے۔ ذہنی نقشہ کہ جس کاغذ پر اتار دیا گیا ہے لیکن اس کا وجود ذہن اور
 عین میں بدستور موجود ہے۔ صفات ایسے کہ جو ظہور موجودات خارج میں ہے لیکن وہ ثابت نہ
 معدوم ہیں اور عقل اور علم میں ان کا وجود موجود ہے جیسا کہ نفس آدمیہ میں مذکور ہوا **لَا تَعْلَمُ اَنْفُسُ**
اَلْكَيْفِيَّةُ كَرَنَ كَيْفِيَّةٍ بَعْدَ كَيْفِيَّةٍ فَاَعِيْنَةُ فَاَعِيْنَةُ كَيْفِيَّةٍ بَعْدَ كَيْفِيَّةٍ فَاَعِيْنَةُ فَاَعِيْنَةُ
لَا تَعْلَمُ كَيْفِيَّةَ كَيْفِيَّةٍ بَعْدَ كَيْفِيَّةٍ فَاَعِيْنَةُ فَاَعِيْنَةُ كَيْفِيَّةٍ بَعْدَ كَيْفِيَّةٍ فَاَعِيْنَةُ فَاَعِيْنَةُ
لَا تَعْلَمُ كَيْفِيَّةَ كَيْفِيَّةٍ بَعْدَ كَيْفِيَّةٍ فَاَعِيْنَةُ فَاَعِيْنَةُ كَيْفِيَّةٍ بَعْدَ كَيْفِيَّةٍ فَاَعِيْنَةُ فَاَعِيْنَةُ
 مسلم ہے اور اس مسئلہ کے اور اس مسئلہ کے تین سرائے اصولیہ اور ام کے کئی شیعہ
 ہائے اصحاب اور ام سے مراد اصحاب فیہل ہے یعنی ذہن اولیہ و اللہ بن کے فیہل و اول
 انسانی اور فیہل سے فیہل و فیہل ہیں اور ان کے بموجب اہل اہل کے غرائز ہیں۔ فیہل سے کہ
 وہ لوگ علم کائناتی سے شرف دیں اور انہوں نے اسی مسئلہ کا حکم اپنے ذہنی سے حاصل کیا ہے۔ یہی
 ہیں شخص میں خیال کا اثر نہیں وہ اس مسئلہ سے بعید ہے یعنی ہم کا خیال صاف نہیں اور اس کو تب
 روضہ ربانی نہیں وہ اس مسئلہ کو نہیں سمجھ سکتا۔ شعر

(۱) پس اللہ تعالیٰ کی رحمت انگوٹھ میں سرایت کرنے والی ہے اور ذرات اور اشیاء میں کوئی ہے
 مراد یہ ہے کہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اللہ تعالیٰ کے جمیع مراتب سرایت اور رحمت ہر طرح
 عالم مثال، عالم اجسام اور قدرت انسان میں سرایت کرنے والی ہے ایسے ہی رحمت اللہ تعالیٰ کے
 جمیع مراتب میں سرایت کر نیوالی ہے۔

سے اُس کو دہود خارجی بخشہ گوید اللہ تعالیٰ کی رحمت نے سب سے ازل اپنی ہی ذات پر رحم کیا اور اس کو
 نور ملی بخشا اور بعد میں نور علی کے مطابق نور خارجی بخشا۔ اس طرح ایک ایک شے کو اللہ تعالیٰ اپنی
 رحمت سے عین خارجیہ کا لباس پہنا۔ اسے۔ وَیَهْدِيْكَ اَسْرَارَ خُزُوْرٍ اور رحمت الہیہ کیسے ایک دوسرا اثر
 ہے جو سوال کے ساتھ مشتق ہے۔ یہاں اثر اپنی ذات کے متعلق تھا کہ یہی ہی ذات کو اپنی ہی رحمت
 سے مرتبہ بطون در بطون سے رحمت الہیہ نے مرتبہ نور خارجی بخشا۔ اس دوسرا اثر موجودات پر ہے کہ
 ہر موجود ذات حق سے رحمت کا سائل ہے اور وہ رحمت الہیہ ہر سائل کی استعداد کے مطابق اُس
 موجود پر نازل ہوتی ہے اور اُن کی مراد پوری کرتی ہے۔ غرض ہر ایک محتاج سے اپنے احتیاج کے مطابق
 سوال کرتے ہیں یعنی وہ محتاج کو عالم سے اور اپنی ذات سے پیدا کیجئے ہیں۔ وہ حاصل تحریر کے
 قائل ہیں بلکہ وہ اہل اللہ کو کہہ نہیں سکتے اہل دنیا و اہل آخرت ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے
 دنیا یا آخرت کے طالب ہیں۔ اہل کثت جو رحمت دہود کے قائل ہیں اللہ تعالیٰ سے رحمت تحریر
 کا سوال کرتے ہیں کہ رحمت الہیہ ہر وقت اُن کے ساتھ قائم رہے۔ رحمت دہود کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت
 ہے اور رحمت ذات سے منفک کسی حال میں نہیں ہوتی اس لئے اُن کا سوال حقیقتاً یہ ہے کہ وہ
 رحمت الہیہ کے باعث اپنی ذرات سے قائل ہو جائیں اور ذات حق کیساتھ باقی ہو جائیں یعنی وہ
 محتاج سے فنا ہوں اور استقامت کے طالب ہیں۔ وہ خود سے خود کے طالب ہیں۔ رحمت کو یہ بھی
 عین موجودات کو ایجا و کرنا رحمت رحمانیہ کے باعث ہے اور رحمت کو دوسرا اثر عین مومنین کو عین
 آخرت میں لانا اور عارفین کو اپنا قریب عند کرنا رحمت رحیمیہ کے باعث ہے۔ رحمت رحمانیہ کہہ
 موجودات کو شامل ہے اور رحمت رحیمیہ انبیاء و اولیاء و مومنین کیلئے مخصوص ہے۔ نیز ہر حبیب کو اللہ
 تعالیٰ کے دارہ میں ایک خاص فقرہ ہوتا ہے۔ وہ اسی فقرہ نور است رحمت طلب کرتا ہے لیکن اہل کثت
 رحمت کا سوال اس طرح کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ! ہم پر رحم فرما جو ہم اُن اللہ سے سوال کرتے
 ہیں جو اُن سے بُرا ہے لیکن اہل کثت اپنی ذات کیساتھ سوال ہی نہیں کرتے بلکہ اسم اللہ کیساتھ فرقے
 سوال کرتے ہیں۔ عین حادث بات ہے آپ کو معلوم ہوتا ہے اور اپنی رحمت سے اور مستحق ہر ملکہ کو اللہ
 ہوتا ہے اُن کی رحمت کا نام جو رحمت سے اور اُن کی کثت کا نام، اہلیت ہے۔ رحمت رحمانیہ رحمت رحیمیہ
 رحمت رحمانیہ ہی باطن سے سوال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحمت رحمانیہ رحمت رحیمیہ رحمت رحمانیہ

معلوم ہے اور اسم فاعل وہی رحیم اور رحیم ہے۔ یعنی رحمت کا اثر کہ اسم فاعل اسم مفعول ہے اور رحمت کا
 کا اسم فاعل اسم رحیم ہے۔

وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: وَجَعَلَ مَا تَدْعُوهُ رَبَّهُ عَالَمًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ يَدْعُوهُ سِرًّا
 ہاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلق کے ہو سکتا ہے۔ جس کی نفی میں فرمایا کہ تم خلق
 کیساتھ گفت نہیں کرتا کیونکہ تحقیق وہ ایک سر ہے جو خودی کی ذوات کو واجب ہے۔ معانی سے مراد
 موجودات کے معانی ہیں۔ ان کو اس میں ثابت یا ضروری یا ایجابی معنی کہا جاتا ہے۔ مرتبہ واحدیت
 کے۔ معانی معلومات الہیہ تھیں ہیں اور مرتبہ وحدت میں یہ معانی مسرورات الہیہ اجمالی ہیں۔ معانی کی
 ذوات سے مراد اسماء و صفات الہیہ جو مرتبہ احدیت میں بالقرنہ موجود ہیں۔ جس موجودات کا تکرار ہوا
 و صفات الہیہ کیلئے ہے جو مرتبہ احدیت ذاتیہ ہے۔ لہذا تم کو تسبیح ساتھ حق کے ہے نہ کہ خلق کے۔ رحمت
 کیلئے ایک دائرہ پیش کیا جاتا ہے:



احدیت اور واحدیت دونوں مراتب حق ہیں۔ ممکن ہے عالم اسماء و صفات الہیہ کے مفہوم میں
 بتا موجودات کا ہر پر تم اور اسماء و صفات الہیہ کا ہے۔ اسماء و صفات الہیہ کا مجموعہ ہے مرتبہ کہ میں کہلاتا ہے
 علم ہدایان کا نام عقاب ممکنات ہے۔ یہی ممکنات کے معانی ہیں۔ جو علم ان معانی کو خود بخود
 میں موجودات کی صورت پر نما۔ پس معانی کی ذوات یا معانی اسماء و صفات الہیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر اسم ایک
 خاص نسبت و مغربیت بتا ہر اسم کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے۔ معانی یعنی بیان ثابت

جو کہ منہ سے نکلا اکتیر سے مشت ہو جاتا ہے۔ وہ مرہم کے درجہ سے ترقی کر کے نورِ راحم کے مقام پہنچ
 جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جب پیونٹی کی جلی میں اُچی پانی اُس رکھتا ہے تو نہ پیونٹی کا وجود باقی رہ جاتا
 ہے نہ جلی کا وجود۔ مراد یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہر شے کے دل پہ قبلی ہوتا ہے تو اُس کا
 ہنسی و خیر و گوارا ہو جاتا ہے اور وہ مواد سے فانی ہو جاتا ہے اور روح القدس جسم کی صورت اختیار کر لیتا
 ہے۔ پس وہ انسانِ مرہم نورِ راحم کے مقام پہ پہنچتا ہوتا ہے اور خلق خدا کو فیضِ اُن تقسیم کرتا ہے۔ ^{وہو} ^{موجود}
 اور حق تعالیٰ عزوجل کہتے محل نہیں ہے پس وہ اپنی ذات میں ایسا رحمت کیسے محل نہیں ہے۔
 مراد یہ ہے کہ ذات حق نے رحمت کو اپنی ذات میں ایجاد نہیں کیا بلکہ رحمت اُس کی ذاتی صفت ہے جو
 اُس کی ذات سے ثبات نہیں ہے۔ اگر حق تعالیٰ رحمت کو اپنی ذات میں ایجاد کرے تو رحمت ذات ہر ذات ثابت
 ہوتی ہے اور رحمت حادث ثابت ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے ذاتِ اعلیٰ حادث ثابت ہوتی ہے جو محال ہو
 حقیقت یہ ہے کہ ہر صفت بین ذات ہے۔ کوئی صفت نہ موت سے کُٹک اور نہ جنم نہیں ہو سکتی بلکہ عالم کو
 نہ انہیں ہو سکتا۔ رحمت راحم سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس ثابت ہوا کہ ہر ذات بین ذات ہیں۔ صفات
 کے ایجاد کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور حق تعالیٰ راحم ہے اور راحم جنم نہیں ہو سکتا جب تک رحمت
 کو قیام اُس کے ساتھ نہ ہو پس ثابت ہوا کہ تثنیٰ حق تعالیٰ بین رحمت ہے۔ یعنی راحم کا وجود ہی رحمت کے
 ساتھ ثابت ہو سکتا ہے۔ ایسے عالم کا وجود ہی علم کے ساتھ ثابت ہو سکتا ہے۔ رحمت کے بغیر کوئی رحمتی راحم
 نہیں ہو سکتی بلکہ ثابت ہوا کہ ہر ذات بین ذات ہیں جسکو یہ ذاتی عرفان نصیب نہیں اور علم حقیقت میں کوئی مرتبہ نہیں ہے تو
 یہ بات کہنے کی تجارت نہیں کرتا کہ حق تعالیٰ بین رحمت ہے یہ بین صفت ہے۔ وہ اس امر کا قائل ہے کہ
 حق تعالیٰ نہ بین صفت ہے نہ غیر صفت اور اُس کے نزدیک منہ حق نہ بین حق ہیں اور نہ غیر حق بلکہ
 تثنیٰ وہ شخص حق تعالیٰ سے صفت حق کو نفی کرنے پر بھی قادر نہیں اور نہ ہی صفت حق کو بین حق کہنے
 پر قادر ہے۔ گرچہ اُس قائل نے اس عبارت کی طرف دواں کیا ہے یعنی اصل حقیقت سے خود گردانی کی
 کی ہے لیکن پھر بھی ایک نہ ذات یہ عبارت حسن ہے۔ ایک اعتبار سے وہ کہتا ہے کہ وہی غلبہ کا بین حق
 حق غیر حق نہیں بلکہ جب غیر حق نہیں ہیں تو اس سے یہ استنباط کیا جائیگا کہ صفت حق بین حق ہیں
 اور اُس کو یہ دعویٰ لگاؤں کہ صفت حق بین حق نہیں ہیں اور خود بخود خود کو بتاتا ہے اس عبارت حسن
 کے ہوا ایک نہ ذات ہے جو اس عبارت سے حقیقت زیادہ درست اور دقیق اشکال کیسے واضح تر ہے

نہیں بلکہ ہر شے میں ایک خاص رحمت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت اقیہ کی نسبت اس خاص رحمت
 اتنی کثرت ہوئی ہے جس کو سائل اپنے سوال میں پکارتا ہے۔ مثلاً سائل کہتا ہے اسے میرے رب! مجھے بتا
 کہ اس سوال میں سائل اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی مغفرت چاہتا ہے۔ اس سوال میں رحمت سے مراد
 مغفرت ہے۔ اور جب سائل کہتا ہے اسے میرے رب! مجھ پر رحم کر۔ تو سائل کی مراد یہ ہے کہ مجھے اپنے
 مجملہ کمالات عطا کر۔ سچ کہ ہر ایک خاص رحمت کا مغیرے چنانچہ ہر ایک تکلم میں بھی ایک خاص رحمت
 ہے۔ جب سائل کہتا ہے کہ اے شمس! مجھ پر رحم کر تو سائل کی مراد یہ ہے کہ مجھے مذہب میں توفیق
 اور رحمت کا عام نہ ہونا چاہی خاص ہونا اسوجہ سے ہے کہ ایک اخبار سے کہ یہ احمد اقیہ اس ایک اسے
 دولت کرتے ہیں ہر ملک احمد کیساتھ ملتی ہے اور ایک اخبار سے اپنے حلال کھنڈ کی وجہ سے نہ
 انعام معافی ہر دولت کرتے ہیں۔ مثلاً زمین داریم اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ کے ان احباب
 کی لیکن ہر ایک کی ایک خاص رحمت ہے اور ہر ایک خاص رحمت کا مغیرے ہے۔ میں سائل رحمت کے
 طلب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان احباب کیساتھ پکارتا ہے بلکہ اس قسم کی خاص رحمت کہ طلب کرتا ہے
 اسی خاص رحمت کیساتھ اللہ تعالیٰ کو بھیجتا ہے جو اس ذات واحد پر دولت کرتا ہے جو اس خاص رحمت کے
 ساتھ موصوفہ ہے۔ لہذا اس خاص رحمت کے ہوا کسی دوسرے رحمت کو نہیں پکارتا کیونکہ ہر ایک خاص رحمت کو
 نسبت ہے۔ لہذا اس احباب کو ان اگر ذات واحد یا جانتے تو ان میں کوئی تیز نہیں۔ ان میں تیز اس قدر
 ہے کہ ہر ایک کے لوگوں میں معنی اور حقیقت فقہ میں تیز اور اختلاف ہے۔ ہر ایک سے دوسرے
 رحمت سے اپنی ذات کے خاص مہیوم کی خاطر تیز ہے اور اس خاص مہیوم کی خاطر ایک خاص اصطلاح
 ہے۔ مثلاً رحمت عاتقہ کیلئے عطا رحمت ہے رحمت عاتقہ کیلئے عطا رحمت ہے رحمت عاتقہ کیلئے عطا رحمت ہے
 لہذا ہے لہذا انصاف۔ یعنی وہ ایک ہی ذات عاتقہ اصطلاحی احمد کیساتھ حقیقت سوال اور نسبت
 کیساتھ تیز ہے اگرچہ بلکہ سمجھنا کہ اس طرح پر وضع کئے گئے ہیں کہ ان ذات واحد پر دولت کرنے
 میں اور ذات واحد احمد کیساتھ شمولی ہے۔ پس اس طرح کوئی نہایت نہیں ہے کہ تیز ہر
 رحمت کیلئے ایک نفس حکم ہے جو دوسرے رحمت کیلئے نہیں ہے لہذا یہ امر ایسا ہی قدر اعتبار ہے جیسا کہ
 غرقانی اعتبار ہے کہ محمد احمد تیز اس ذات واحد پر رحمت کرتے ہیں جو کسبی و احمد ہے اور اس
 اعتبار سے کہ محمد احمد تیز اس ذات واحد پر رحمت کرتے ہیں جو کسبی و احمد ہے اور اس

نَفْسَهُ عَنْ كَذِبٍ يُبَيِّنُهَا ذِكْرًا لَدُنَّ يَدَايِكَ السَّامِعُ بِهِ وَذَلِكَ يَعْصِمُ الْعُقُولَ عَنْ (أَمْثَالِ) مِثْلِ
 هَذَا لَمْ يَجَاءَتْ سَمَوَاتُكُمْ كَذِبًا بِمَا تَحْكُمُ بِهِ إِلَّا ذِكْرًا لَكُمْ فَلَوْ تَفَلَّلَ الْحَقُّ عَنْ صِفَةِ يَتْلُو
 فِيهَا كَذِبًا أَذَلَّتْ وَبَيَّنَّ جَاءَتْ تَعَلَّيْتُ الْأَمَمُ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَّا هَذَا الْحَقُّ السَّجِيْلُ فَلَدَحِقْتُ
 بِالرُّسُلِ وَرَأَيْتُهُ قَدْ تَقَطَّعَتْ بِمَا نَطَقَتْ بِهِ رُسُلُ اللَّهِ (وَاللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ) فَكَانَ
 أَمْرًا مُوجِبًا لَهُ وَجِبَاطُ الْخَبَرِ يَقُولُ رُسُلُ اللَّهِ وَلَهُ وَجِبَةٌ بِالْإِبْتِغَاءِ إِلَى أَعْلَى حَيْثُ
 يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ إِلَّا الْوَجْهَ الْوَحِيدَ حَقِيقَةً فِيهِ فَبِذَلِكَ تَنْتَهِى بِالنَّشِيْءِ فِي النَّشْرِ يُوَدِّعُ بَاتِزِيْدِهِ
 فِي النَّشِيْءِ وَبَعْدَ أَنْ تَقْدَرُ هَذِهِ تَنْوِيْنُ شُؤْرًا وَتُسَوِّحُ الْعُصْبَ عَنْ عَيْنِ التَّنْذِيرِ وَ
 أَنْ تَجْزَأَ مِنْ بَعْضِ مَوَاقِفِ الْحَقِّ لَا تَجْعَلُ قَدْ أَمْرًا يَا لَيْسَ بِمُفْلِكٍ كَوْنًا مِنْ مَوَاقِفِ
 الشُّؤْمِ وَنَاحِ التَّجَبُّلِ فِي الْمَوَاقِفِ كَوْنًا بِحُكْمِ شَيْءٍ لَا يَنْتَفِىءُ الْقُوَّةُ وَتَنْسَبُ إِلَيْهَا تَقْطِيبُ
 عَقْلِيَّتُهَا لَا تَوَارِثُهَا لَا بَدَأَ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ مَنْ يَسْرِى الْحَقُّ فِي النَّوْمِ وَلَا يُحْكَمُ هَذَا وَكَانَ
 عَلَى الْحَقِّ عَقْلِيَّةً تَنْتَفِيزُهَا كَوْنًا بِذَلِكَ سَمَوَاتُكُمْ لَا وَحَقَّ حَقًّا أَيْ تَجْعَلُ فِيهَا فِي النَّوْمِ كَوْنًا بِذَلِكَ
 أَيْ تَجْعَلُ أَنْ يَكُنْ لَا تَجْعَلُ أَنْ يَكُنْ خَيْرٌ يَخْتَصُّ السَّامِعُ بِهِ عَقْلًا فَإِنْ كَانَ السَّامِعُ يَحْسَبُ مَا
 لَا يَحْسَبُ الْوَارِثُ لَا يَجْعَلُ مَا يَجْعَلُ عَنْ تَنْوِيْنِهِ فَتَقْدَرُ بِنُطْقِهِ عَقْلًا مِنْ سَمَوَاتِكُمْ
 فَكَانَتْ بَيْنَ كَوْنِهَا وَتَقْطِيبُهَا لَا يَسْنُ تَقْدَرُ لَا تَقْدَرُ وَتَقْدَرُ هَذَا بِالْجَمْعِ كَوْنًا بِهَا
 أَنَّ الْأَمْرَ تَقْطِيبُهَا الْوَارِثُ وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا تَقْدَرُ تَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا
 عَنْ عَقْلٍ إِلَى كَوْنِهَا بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا
 مَنْ لَمْ يَكُنْ لَدُنَّ ذِكْرًا لَدُنَّ الْحَقِّ حَقًّا بِمَا يَحْكُمُ بِهِ الْوَارِثُ فَإِنْ الْوَارِثُ أَجَبَ إِلَى
 لَدُنَّ أَنْ يَكُونَ لَدُنَّ مَنْ أَمْرًا وَكَانَتْ سَمَوَاتُكُمْ إِلَّا لَيْسَتْ عَنْ سَمَوَاتِكُمْ مِنْ الْعَبَرِ فَهَذَا
 السَّامِعُ بِمَا يَحْكُمُ بِهِ وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا
 تَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا
 السَّامِعُ بِمَا يَحْكُمُ بِهِ وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا
 يَوْمَ مَنْ يَحْكُمُ بِهِ وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا
 فِيهَا جَاءَ بِهِ الْحَقُّ فِي هَذِهِ الشُّؤْرَةِ لَا تَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا وَتَقْدَرُ بِهَا

رَحْمَةً بِأَوْفَرِ قَبِيحَتَيْنِ بَشِيرًا لِمَنْ كَرِهَ قَدْرًا حَالٍ عَلَى مَدْعَا أَفْعَالٍ ذِيكَ الْفَحْشَى
فِي التَّوْبَةِ وَأَوْفَرِ قَبِيحَتَيْنِ ذِيكَ لَا يُذَرُّهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَنْفَعُهُ يَفْعَلُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَبِذَلِكَ
قَوْلُهُ (أَدْشُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَأَذَاتُكَ عِيَادِي عِنْدِي قَوْلِي قَسْرِي) .
أَجِيبْ دَعْوَةَ الْإِيمَانِ إِذَا دَعَاكَ إِذَا لَا يَكُونُ مُجِيبًا إِلَّا إِذَا كَانَ مِنْ يَدِ اللَّهِ وَإِنْ كَانَ
فِيهِ الْوَأَعْيُ حِينَئِذٍ أَسْجَبُ قَوْلًا خَلَّاتِ فِي رَأْيِهَا لَيْتَ الْمُؤْمِرُ فِيهِ مُؤْمَرٌ تَارِي بِمَا شِئْتَ وَتَمَّتْ
الْمُؤْمَرُ كُلُّهَا كَالْأَفْعَالِ لِيَزِيدَ قَسْمُومُ أَنْ زِيدَ حَقِيقَةً وَاحِدَةً لَا تَحْصِيهَا وَتَارِيهَا
تَمَّتْ مُؤْمَرٌ لَا رَحْمَةً وَلَا مَنَاسِبَةً وَلَا قَبِيلَةً وَلَا حَاجَةً فَلَوْ كَثُرَتْ لَوَاحِدَةٌ أَسْجَبُ قَوْلًا لَمْ يَكُنْ
أَوْاحِدًا بِأَعْيُنٍ وَلَا لَأَنْتَ بِأَعْيُنٍ وَلَا حِدٌ بِمَا شِئْتَ وَلَا شِئْتَ أَنْ عَمْرًا لَا مُؤْمَرٌ زِيدَ
لَا خَالِدًا وَلَا جَحْفَرًا أَنْ أَسْجَبُ هَذِهِ الْأَعْيُنُ الْوَاحِدَةُ لَا تَتَنَا فِي مُجَرَّدًا فَلَوْ أَنَّ
كَانَ وَالْوَحْدَانِ بِأَعْيُنٍ فَلَمْ كَثُرَتْ بِأَعْيُنٍ وَلَا أَسْجَبُ وَفَدَّ عَمِلَتْ قَوْلًا أَنْ كُنْتَ مُؤْمَرًا
أَنْ الْعَمَلُ عَمِلَتْ بِأَعْيُنٍ يَدُ الْفَيْسُ فِي مُؤْمَرَةٍ فَيَعْمَلُ ثُمَّ يَتَحَوَّلُ عَمَلًا فِي مُؤْمَرَةٍ يَتَحَوَّلُ
ثُمَّ يَتَحَوَّلُ عَمَلًا فِي مُؤْمَرَةٍ فَيَعْمَلُ وَهُوَ الْمُتَحَوِّلُ لَيْسَ خَيْرًا فِي مُؤْمَرَةٍ وَلَا مُؤْمَرٍ
أَنْ هَذِهِ وَالْمُؤْمَرَةُ لَا تَرَى تِلْكَ الْمُؤْمَرَةُ الْآخَرَى فَتَكُنُ الْأَعْيُنُ الْوَاحِدَةُ لَا تَمُوتُ تَمُوتُ
الْمُؤْمَرَةُ فَإِذَا تَمَّتْ تَمُوتُ بِأَعْيُنٍ مُؤْمَرَةٍ مُعْتَقِدَةٍ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَتَمُوتُ بِهِ وَإِذَا تَمَّتْ
أَنْ يَكُونَ فِيهِ مُعْتَقِدٌ نِيرًا أَسْجَبُ كَمَا يَرَى فِي مُؤْمَرَةٍ مُؤْمَرَةٍ وَمُؤْمَرَةٍ لَا قَبِيلَةٍ تَمُوتُ
عَمِلَ وَاحِدَةً لَا وَالْمُؤْمَرُ كَثِيرٌ فِي عَيْنِ الرَّائِي وَبَيْنَ فِي الْمُرَادَةِ مُؤْمَرَةً لَا وَمِنْ جَمَلَةٍ
وَاحِدَةٍ لَا تَمُوتُ كَوْنُ الْمُرَادَةِ لَا تَمُوتُ فِي الْمَطْوِيِّ بَوَاجِبٍ وَتَمُوتُ أَسْجَبُ قَوْلًا الَّذِي
لَمْ يَكُنْ تَمُوتُ الْمُؤْمَرَةُ لَا تَمُوتُ قَوْلًا أَسْجَبُ مِنْ لَيْقَعٍ وَالْمُسْكَبُ وَالْمُؤْمَرُ وَالْمُسْكَبُ مِنْ
تَمَاتَ أَسْجَبُ فِي الْمَقَادِيرِ وَذَلِكَ رَاجِعٌ إِلَيْهَا وَتَمَاتَ هَذِهِ التَّغْيِيرَاتُ وَمِنْهَا لَا خَيْرَ لَيْتَ
مَقَادِيرُ الْمُرَادَةِ لَا تَمُوتُ فِي الْمَقَادِيرِ مِنْ مَقَادِيرُ وَاحِدَةٍ لَا وَمِنْ الْمُرَادَةِ لَا تَمُوتُ جَمَاعَةً
وَلَوْ تَمُوتُ مِنْ حَيْثُ حَكْمُهُ فَإِنَّ قَدْرًا مُؤْمَرَةً حِينَ الْعَامِيَّةِ وَمِنْ حَيْثُ الْأَسْبَابُ الْإِيمَانِيَّةُ
فَالَّذِي الْوَاحِدَةُ تَكُونُ كَالْمُرَادَةِ لَا تَمُوتُ فِي الْمَقَادِيرِ تَمُوتُ فِيهِ نَفْسُهَا مِنْ تَمُوتُ
فَالَّذِي تَمُوتُ فِي الْمَقَادِيرِ حَقِيقَةً ذِيكَ بِأَسْمَاءٍ كَثِيرَةٍ هُوَ الْقَوْلُ أَنْ تَمُوتُ فَلَا تَجِدُ

وَلَا تَخَفْ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الشَّجَاعَةَ وَتَوْعَنَ قَتْلَ حَيٍّ لَا لَيْسَتْ أَعْيَةً يَدَى نَفْسِكَ وَاعْيَةً
 حَيَّةً يَخْفَاهَا بِالْمَوْتِ وَاعْيَةً وَتَشَى لَا يُقْتَلُ مَنْ نَفْسِهِ وَإِنْ أُفِيدَتْ سَهْرَةٌ فَإِنَّ الْحَيَّ
 فَإِنَّ الْحَيَّ يَحْيِيهَا وَالْغِيَالُ لَا يُزِيلُهَا وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ عَلَى هَذَا فَقَدْ هُوَ الْأَمْرُ عَلَى سَهْرَةٍ
 وَالْعِزَّةُ وَالْمَنْعَةُ فَإِنَّكَ لَا تَقْدِرُ عَلَى إِنْشَاءِ الْحُدُودِ وَآيٌ عِزَّةٌ وَأَعْلَى مِنْ هَذِهِ الْعِزَّةُ
 فَتَعْبَلُ بِالْوَهْمِ أَنَّكَ قَتَلْتَ وَبِالْعَقْلِ وَالْوَهْمُ لَا تَنْزِلُ الْعُقُومَ وَهُوَ جَزَاءٌ فَإِنَّ الْحَيَّ
 وَالسَّيِّئُ عَلَى ذَلِكَ (وَعَدَ مَيِّتٌ إِذَا مَيِّتَ وَبَعِثَ اللَّهُ رَجُلًا) وَالْحَيُّ عَلَى أَمْرٍ كَيْفَ
 الْمَوْتِ وَالْحَيُّ عَلَى أَمْرٍ ثَبَتَ هَذَا السُّوْفِيُّ فِي الْحَيِّ وَهِيَ الْإِثْمُ عَلَى الْمَوْتِ عَلَى
 أَوْ لَا تُشْرَأُ لِمَنْ لَكَ وَسَطًا شَرَفًا بِالْإِسْتِدْرَاكِ أَنَّ اللَّهَ هُوَ السَّيِّئُ فِي مَوْتِهِ وَتَحْيَا
 وَكَبَدًا مِنَ الْإِسْمَانِ بِهَذَا فَتَعْبَلُ فِي هَذَا السُّوْفِيُّ حَتَّى تَنْزِلَ الْحَقُّ فِي الْمَوْتِ وَتَحْيَا
 وَتَحْيَا الْحَقُّ نَفْسًا عِبَادًا بِذَلِكَ فَتَعْبَلُ بِمَا عَنَّا ذَلِكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ نَفْسِهِ
 وَتَحْيَا حَيًّا وَالْإِثْمَانُ بِهِ وَاجِبٌ سَوَاءٌ أَدْرَكَتْ عَلَيْهِ مَا كَانَ أَوْ لَمْ تَدْرِكْهُ فَإِنَّ
 عَابِدًا مَا يَسْبِقُ مَوْتَهُ وَمَيِّتًا يَدْرِكُ عَلَى مُصِيبَةِ الْعَقْلِ مِنْ كَيْفٍ وَكَيْفٍ وَكَوْنٍ
 الْعَقْلُ يَحْكُمُ عَلَى الْعِيدَةِ أَتَيْنَا لَا تَسْكُونُ تَعْلُومُهُ هِيَ وَهِيَ لَمْ تَكُنْ هَذَا حَلْمًا أَسْفَلًا
 خِفَافًا بِهِ وَمَا فِي يَدِهِ الشَّعْلُ إِلَّا هَذَا وَهُوَ أَنَّ الْعِيدَةَ تَسْكُونُ تَعْلُومُهُ هِيَ وَهِيَ لَمْ تَكُنْ
 حَاكِمًا بِهِ الْعَقْلُ يَحْكُمُ سَمَ الْجَبْرِ فِي الشَّعْرِ وَفِي ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ إِذَا رَأَى
 الْأَمْرَ عَلَى خِلَافٍ مَا أَفَادَ الدَّرَجَاتُ الشَّعْرُ فَإِنَّ أَعْيَتَ بَعْدَ أَنْ ثَبَتَ أَعْيَتَ وَاجِبًا فِي
 هَذَا الْكَثِيرِ قَبْلَ حَيْثُ هِيَ عِدَّةٌ فِي صَوْرَةٍ مِنْ هَذِهِ الصُّوَرِ يَتَعْلَوُ بِهَا فَتَكُونُ
 مَعْلُومَةً يَتَعْلَوُ بِهَا فِي حَالِ كَوْنِهَا وَلَمْ يَكُنْ يَتَعْلَوُ بِالْحُكْمِ بِالنِّقَابِ فِي الصُّوَرِ فَتَكُونُ
 مَعْلُومَةً يَتَعْلَوُ بِهَا نَيْبًا مَحْلُومَةً لَهَا هَذَا فَتَكُونُ إِذَا كَانَ كَذَا رَأَى الْأَمْرَ عَلَى مَا
 هُوَ عَلَيْهِ وَكَوْنِ يَكُونُ سَمَ الشَّعْرِ وَالْإِسْمَانُ إِذَا كَانَ الْأَمْرُ فِي الْعِيدَةِ بِهَذِهِ السَّابِقَةِ
 فَتَكُونُ بِالسَّامِ الشَّعْرِ الْعَقْلُ فِي خِلَافِ الْمَصِيبِ لَمْ يَكُنْ مِنَ الرُّسْ مَكُونًا
 عَلَيْهِمْ وَكَوْنِ جَاءُوا بِهِ فِي الْخَبَرِ عَنِ الْجَنَابِ الْإِلَهِيِّ فَتَكُونُ مَا أَثَبَتَ الْعَقْلُ
 وَكَوْنِ لَا يَتَعْلَوُ بِهَا يَدْرَأُ حَيْثُ وَكَوْنِ الْعَقْلُ دَأْبًا وَيَقْرُبُ فِي الْبَيْتِ

الرَّابِعُ فَإِنَّ أَخْلَافَ الْحَبْلِ يَنْفِيهِ حَذَرُهَا وَأَنَّ فَوَاقٍ كَمَنْ عَجَزَتْ رَدَّ الْعَقْلَ رَدَّ
 إِنْ كَانَ عَجَزَ تَخَيَّرَ دَاخِلَ رَأْيِ حُكْمِهِ وَمَعْدَا لَا يَصْدُقُ إِلَّا مَا دَامَ فِيهِ طَوْلُ النَّشْأَةِ
 الدُّنْيَوِيَّةِ مَحْجُوبًا عَنْ نَشْأَةِ الْآخِرَوِيَّةِ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ تَغَارُفَيْنِ يَتَلَسَّسُونَ مَعًا لَا تَقُومُ
 فِي الصُّورَةِ الدُّنْيَوِيَّةِ لِمَا يَجْبِرُ عَلَيْهِمْ مِنْ أَحْكَامِهَا وَاللَّهُ تَعَالَى قَدْ حَوَّ لِلْمَرْسَلَةِ
 بِمَا جَبَلَ فِي النَّشْأَةِ الْآخِرَوِيَّةِ لَا بُدَّ مِنْ ذَلِكَ فَهَلْ هِيَ بِالصُّورَةِ مَحْبُورَةٌ لَوْلَا أَنَّ رَدَّ كُنْزِ
 الْمَلِكِ عَنْ بَجْرِ رَهْ قَدْ دُرَّتْ فَكَرَّ عَنْ رَدِّهَا مِنْ حَيْثُ تَجَبَّرَ إِلَيْهَا إِلَّا لَا مَوْعِدَ لِنَشْأَةِ
 الْآخِرَوِيَّةِ قَدْ خُشِرَ فِي الدُّنْيَا وَنُحِرَ مِنْ شَجَرٍ فَهُوَ يَرَى مَا لَا يَرُونَ وَيَسْمَعُ مَا لَا يَسْمَعُونَ
 عَنَّا يَكُنْ مِنَ الدُّنْيَوِيِّينَ وَهَذَا مِنْ ذَلِكَ فَهِيَ أَمَّا الْعُشُورَةُ عَلَى هَذِهِ الْحِكْمَةِ الْإِسْرَافِيَّةِ
 إِلَّا دُرِّيَّةَ الدُّنْيَا نَشَأَتْ وَاللَّهُ نَشَأَتَيْنِ كَانَ بَيْنَهُمَا قِيْلٌ لَدَامَ تَلَامُكُمْ وَتَذَلَّ رَعْلُكُمْ
 بَعْدَ ذَلِكَ فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ بَيْنَ الْمَسْرُوكَيْنِ لِيَسْلُوَ عَنْ حُكْمِ عَقْلِهِ إِلَى شَهْوَتِهِ وَيَكُنْ
 حَيَاةً أَوْ تَمُوتَ حَتَّى يَكْتَفِيَ مَا يَكْتَفِيهِ عَلَى دَابَّةٍ لَمَّا عَدَّ التَّقِيْنَ فَيُنْشِئُ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَعْلَمُ
 عَمَلُكُمْ بِخَيْرٍ أَوْ بِشَرٍّ وَأَمَّا عِلَالَتُكُمْ أَوْ أَحَدُكُمْ هَذَا أَرَضَيْتُمْ قِيْلَ مَنْ يُعَذِّبُ بِلَا
 تَلَامٍ وَمَنْ يُعَذِّبُ وَيَرَى التَّيْبَتَ حَيًّا وَالطَّرِيقَ مُتَعَدِّدًا وَالْقَارِئَ مَا شِئَا وَالْعَلَامَةَ
 عَلَى يَدَيْهِ الْخَرَسَ مِنْ رَحْمَتِ اللَّهِ كَمَا أَنَّ يَنْتَقِلَ بِسَادَا لَهُ يَقْدِرُ فَحَسْبُ يَتَحَقَّقُ
 بِخَوَارِجِهِ وَبِحُكْمِ تَعْلِيمِهِ قَدْ حَقَّقَ لَهُ هَذَا أَرَضَيْتُمْ قِيْلَ لَهُ لَمْ يَحْفَظْ عَلَيْهِمْ
 الْخَرَسَ لَمْ يَتَحَقَّقْ بِخَوَارِجِهِمْ وَكَذَلِكَ أَعَادَ مِنَ اللَّهِ فِي هَذَا السُّقْمِ تَعَقُّقُ خَوَارِجِي
 تَعَقُّقًا كَرِيمًا مَسْكُوتًا أَمْرِي وَفَرْيَدًا مُطَوِّقًا بِشَهْوَتِهِ لَا مَعْدَا شَيْعُهُ تَكُنْتُ لَا أَتِيْتُ
 بِلَيْسَ وَبَيْنَ الْغُرُوبِ الْبُزُوفِ وَبَيْنَ الْغُرُوبِ الْبُزُوفِ يَتَلَقَّوْنَ بِمَا لَا كَرَمًا لَهُ لَمَّا تَقَنَّ إِلَى أَنْ يَكُونَ
 مَعَهُ شَجَرَةٌ فِي غَيْرِ مَعْدَاةٍ فَيُجْعَلُ بِشَهْوَتِهِ أَوْ أَمْرًا يَتَغَلَّزُ فِي الصُّورَةِ
 الْفَلَسُفِيَّةِ وَالْأَعْمَرِيَّةِ فَيَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ يَتَلَسَّسُ هَذَا الْحُكْمُ فِي الصُّورَةِ الْفَلَسُفِيَّةِ عَلَيَّا
 وَدُونِي فَإِنَّ كَلَامِي كُلَّ مَنْ أَنَّ الْفَلَسُفِيَّةَ بَيْنَ نَفْسِ الزَّوْطَيْنِ قَدْ أُوْدِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَ
 إِنَّ الْقَصَرَ مَقْدَمٌ مِنَ مَا دَخَلَ قَالَهُ هَذَا الْقَدْرُ يَحْفِيهِ مِنَ الْفَرْقَةِ الْحَاكِمَةِ عَلَى عَقْلِهِ
 تَعْلَمُ بِالنَّارِ يَتَلَقَّوْنَ وَبِغَيْرِهَا عِيْدًا ذَلِكَ دَاخِلًا (لَمْ تَقْدَرُوا عَلَى رَدِّكَ اللَّهُ تَعَالَى) وَمَا تَقْدَرُ

لَا تُعَذِّبُهُمْ فِي الْأَعْيَابِ وَلَا تَذَرُهُمْ فِي الْأَعْيَابِ وَلَا تَذَرُهُمْ فِي الْأَعْيَابِ
 الْأُمُورَ بِأُمُورِهِمْ وَلَا تَذَرُهُمْ فِي الْأَعْيَابِ وَلَا تَذَرُهُمْ فِي الْأَعْيَابِ
 إِلَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا يَذَرُهُمْ فِي الْأَعْيَابِ وَلَا تَذَرُهُمْ فِي الْأَعْيَابِ

یہ حکمت ایسا یہ کاٹھن کر ایسا یہ کے برائے

حکمت مالک کے بعد حکمت ایسا یہ کے اسنے کی حکمت یہ ہے کہ حکمت مالک کے انقسم ان امر
 پر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حسن بندوں پر رحمت الہیہ بعض امتحان آتی سے پہنچتی ہے اور اس میں اللہ
 کو کوئی تعلق نہیں۔ یعنی ان بندوں کو اللہ تعالیٰ کی اُلفت یا ایسا حاصل ہے۔ نیز حکمت ایسا یہ
 کو حضرت ایسا علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے ساتھ نام
 اُس ہے۔ ان کا سابقہ نام اور ہیں۔ چچے یہ حضرت نور علیہ السلام سے قبل بنی بنا کر بیسے کے تو
 اور اللہ تعالیٰ کو ان کے ساتھ چونکہ خاص اُلفت تھی اس لئے زندہ ہی چوتھے آسمان پر اُٹھانے
 کے لئے رِقْوۃ تَعَالٰی دَاذْ كُنُوْا فِي الْكِتَابِ اِذْ رَئِیْكُمْ كَانْ حَبِیْبًا یُّدَارُ لِقَابُكُمْ
 عَزِیْبًا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خاص اُلفت اس امر سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ ان کا نام ایسی
 تبدیل کر کے ایسا رکھا اور کئی مرتبے کے بعد دوبارہ چوتھے آسمان سے زمین پر آپ کو نازل کیا اور شہر
 بصرہ میں۔ رسول بنا کر آپ کو مبعوث کیا بِنَوْبِهِ تَعَالٰی (وَ اِنْ رَاَیْتُمْ سَیْرَ الْمُرْسَلِیْنَ) پھر اللہ تعالیٰ
 نے ان کے ساتھ اُلفت اس امر سے بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نام تبدیل کر کے ایسا
 بھی رکھا ہے رِقْوۃ تَعَالٰی دَاذْ كُنُوْا فِي الْكِتَابِ اِذْ رَئِیْكُمْ كَانْ حَبِیْبًا یُّدَارُ لِقَابُكُمْ
 نیز کوئی نبی دوبارہ نبی یا رسول مبعوث نہیں ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نازل ہوں گے لیکن
 آپ ہمیشہ دلی نازل ہوں گے۔ یہ بھی اُلفت کی دلیل ہے۔ پھر اُلفت کی ایک اور دلیل یہ کہ
 حضرت ایسا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہی ہر ہی موت کو نشہ نہیں چرایا۔ آپ کا موت زمین پہنچتے
 ہیں اور زندگان شہدائی مودہ کرتے ہیں چنانچہ عالی سرکار جناب حضرت غوث اعظم پاکستان پیرانہ دکن
 محبوب شہبانی شیخ سید عبدالقادر جمیل فی رَحْمَةِ اللہ عنہ اپنی کتاب الفتح الایمانی میں باسٹوری میں فرماتے
 ہیں وَ مِنْهُمْ مَنْ یُحْیِیْ الْمَوْتِ وَ مَنْ یُحْیِیْ الْمَوْتِ وَ مَنْ یُحْیِیْ الْمَوْتِ وَ مَنْ یُحْیِیْ الْمَوْتِ

الْأَنفُسُ يَكُونُ فِيهَا نَفْسٌ كَانَتْ فِي بطنِ أُمِّهِ كَانَتْ فِي بطنِ أُمِّهِ كَانَتْ فِي بطنِ أُمِّهِ
 ہو کر ایسا دھڑلے سے گھر گیا۔ اس کی طرح جو موت زمین پر جیتے ہیں وہ

ایسا ہی اور ہیں۔ جو روح سے قبل بنی تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مکانِ بلند پر اُٹھایا تھا
 وہ قلبِ افلاک میں سدا کی تھا۔ قلبِ افلاک سے مراد نگہ کشی ہے۔ پھر وہی ادریس اہلِ جلیک کی
 طرف رسول بنا کر مبعوث کیا گیا اور نام تبدیل کر کے ایسا رکھا گیا۔ نیز آپ کا اسم الی یا یٰ مٰن بھی آیا
 ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں سے ایک ہی شخص کے اب تین نام ثابت ہوئے۔ اس سے نام تبدیل کرنا
 جو زیادہ جاتا ہے۔ نیز اس سے اللہ تعالیٰ کی آپ کیساتھ محبت چکیتی ہے کہ جو قلبِ محبوب کو مختلف
 احسا کیساتھ پہنچاتا ہے۔ جلیک ایک قریہ تھا۔ یہ ایک بُن کا نام تھا اور جب اُس قریہ کے بادشاہ کا
 نام تھا اور یہ بُن جو بھل کے نام سے منسوب تھا بادشاہ کیساتھ مخصوص تھا۔ یعنی بادشاہ اس بُن کی نذر
 بھی پہنچتی کرتا تھا اور لوگوں سے بھی کہتا تھا۔ حضرت ایسا علیہ السلام کو اہلِ جلیک کی طرف رسول
 بنا کر اسی لئے مبعوث کیا گیا کہ آپ اُن کو محبت پرستی سے منع فرادیں اور توحید کی طرف تھیم دیں۔

ایسا کہ وہ یمن ادریس ہیں۔ یعنی جس زمانہ میں آپ کا نام ادریس تھا اور آپ حضرت ادریس
 علیہ السلام سے قبل بظہر نہیں مبعوث تھے۔ آپ کیسے عالمِ مثال میں گمان پیدا کرنا شروع کیا اور یمن
 ثابت سے مشتق ہے اور گمانات سے مراد حیات ہے۔ کوہِ یمن میں سے ایک آتش کوڑا نکلا جس سے
 جمیع اکابر بھی آتش تھے۔ پس یہ ایسا علیہ السلام (ادریس علیہ السلام) نے اُس گھڑے کو دیکھا
 اُس پر سوار ہو گئے۔ یعنی آپ اپنے جسدِ مثال سے اُس آتش گھڑے پر سوار ہو گئے۔ آتش گھڑے
 پر سوار ہونے کی وجہ سے شہوت اُن سے ساقط ہوئی اور جہ عقل جو شہوت ہو گئے یعنی آپ کو کُن پیرا
 کے ساتھ تعلق باقی نہ رہا۔ یمن کے ساتھ انسانی فطرت کا تعلق ہوتا ہے۔ آتش نے اوصافِ بشریت ہوا
 دیئے اور آپ جسمِ روح ہو گئے۔ جسدِ مثالی کا جسدِ عنصری کیساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جسدِ مثالی بہت جلد
 درود ہوا اُس کو اثرِ یمن و یمن فوراً جسدِ عنصری پر مرتب ہو جاتا ہے۔ آپ چونکہ صفتِ بشریت سے منزہ
 ہو گئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس عالمِ نفی سے عالمِ نکوت میں پہنچا دیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ (و
 رَفَعَهُ مَكَانًا عَظِيمًا)۔ حضرت ادریس علیہ السلام عقل و شہوت ہو گئے۔ یعنی آپ مثالِ عالم کے ہو گئے
 اور کونے پینے اور بداع سے الگ ہو گئے۔ آپ عالمِ خلق سے عالمِ امر یعنی عالمِ نکوت میں ترقی کر کے

ہوتی گئے اور ملائکہ کے مشابہ ہو گئے۔ حقیقتاً آپ انسانوں کی تہذیب کے قابل نہ رہے کیونکہ نبی کیلئے لازمی ہو
کہ وہ بظاہر انسانوں کے مشابہ رہے یعنی جملہ صفات عبودیت سے مستثنی ہو تا کہ وہ اُن کیساتھ رہ سکے
پہلے کہ وہ مثل ملائکہ کے ہو گئے تھے اسلئے آپ کو زمین سے اُٹھا کر چوتھے آسمان پر ملائکہ کیساتھ رکھا گیا۔
جب آپ کو دوبارہ رسول بنا کر اہل جہنم کی طرف مبعوث کیا گیا تو آپ کو دوبارہ صفات بشریت سے
میسر کر کے زمین پر نازل کیا گیا اور آپ کا نام بھی تبدیل کر کے ایسا رکھا گیا۔

حضرت ادریس (ایسا) علیہ السلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ منزہ تھا یعنی آپ اللہ تعالیٰ کو عالم کو
وہ عالم جانتے تھے۔ پس آپ کو نعمت معرفت الہی حاصل تھی کیونکہ معرفت الہی کا وہ مہر انعام اللہ
تعالیٰ کو مشبہ جانتا ہے۔ عارف کامل اللہ تعالیٰ کی تہذیب اور تشبیہ دونوں کا قائل ہے بلکہ وہ تہذیب اور
تشبیہ اور تشبیہ و تہذیب کا قائل ہے۔ وہ مرتبہ فیض الغیب اور معرفت ذاتی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ
کو بے شریعت جانتا ہے اور باعتبار تمجیدات کے اللہ تعالیٰ کو با محبت جانتا ہے۔ حضرت ادریس
علیہ السلام (ایسا علیہ السلام) مقام عبودیت سے ترقی کر کے عالم امر یعنی عالم ملکوت میں پہنچ گئے
تھے۔ عظیم امر کا وہ مہر انعام عالم اندراج میں ہے اس سے مراد عالم کون کی ہر ذرہ اور سیطرہ و سبیل و رزق و جزئی
ذاتیں اور امثالوں پر ظاہر ہوئی ہیں یعنی وہ کوئی چیز نہیں جو صحت اور مادہ سے مجزوا اور پاک ہیں جب
ہر دارج کسی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں تو وہ مثالی صورت سے اور عالم مثال سے۔ جب انسان مثلاً
بشریت سے فارغ ہو کر عالم اندراج میں پہنچ جاتا ہے تو وہ عقل مجزوا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بے
پتا ہے۔ ایک نوک کا لیٹھ پاتا ہے اسی لئے اس مقام پر انسان مثل ہی سے علوم حاصل کرتا ہے اور
اپنے عقلی علم سے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ اس مقام پر چھوٹے سے اللہ تعالیٰ کی کوئی صورت
نظر نہیں آتی اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت تہذیب کا قائل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی تشبیہ کا قائل نہیں
ہوتا۔ وضاحت کیلئے دائرۃ اللہ پیش کیا جاتا ہے۔

کَافِرَاتُ الدِّينِ



حضرت (اوریں) (ایس) علیہ السلام مقام انسان سے یعنی عبودیت سے ترقی کر کے عالم ارواح میں پہنچ گئے۔ عالم ارواح سے آگے مقام واجبیت، مقام دوریت اور مقام احدیت کی آپ کو سیر فیضیائی تمام احدیت تک سیر جبروت سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریعہ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ یہ تمام آپ کی اُمت کے کُل افراد کو بھی نصیب ہے۔ یہی وہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے بھی انا کی مروج نہیں ماری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ہزاروں افراد نے انا کی مروجیں ماریں ہیں جیسے حضرت یزید بن سہلانی علیہ الرحمۃ نے شہنائی کا اُنھیں شائی سنہرے مروج میرے عزت نے انا اُنھیں کی مروجیں ماری ہیں۔ عالم ارواح پھر کو تمام مروج عزت نے اُنھیں مروج ماری ہے اس لئے حضرت (الیاس) علیہ السلام جب مروج

کہ کے عالم ارواح میں بننے تو متعلق کو تمام اخلافت سے منزہ ہونا اور نفس تنزیہ کے قائل ہوئے۔
 و اذناہ جب سالک مقام عبودیت سے ترقی کر کے عالم ارواح اور عالم ارواح سے ترقی کر کے عالم
 نہایت میں پہنچتا ہے تو غلویش کثرت سب بٹ جاتے ہیں اور سالک وصفت کو قائل ہو جاتا ہے
 لیکن اللہ تعالیٰ کی نفس تنزیہ کا قائل ہوتا ہے۔ اور لیکن جب اللہ تعالیٰ اُس کو معرفت پہنچا دیتا ہے
 کہ کتابت تو اُس کی معرفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل ہو جاتی ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ سالک کے لئے
 اُس صورت پر تخیل کرتا ہے تو سالک کو اُس صورت کے دیدار میں لذت حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ
 کی اپنے عشاق کیساتھ یہ عشق جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عاشق کیلئے اُس صورت پر ظاہر ہوتا ہے جس
 کے ساتھ اُس عاشق کا انس ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ہر درویش کیلئے اُس کے پیر کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے
 رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک پر تبتلی ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صورت پاک پر
 تبتلی کی کیونکہ آپ کو اُن کی طلب تھی۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ سالک کیلئے صورتوں پر تبتلی ہوتا ہے تو وہ
 اس راز کو پالیت ہے کہ عالم کی صورتوں پر بھی اللہ تعالیٰ ہی مجبور ہوتا ہے۔ اب اُس کی معرفت کامل ہو
 جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تشبیہ کا ہی قائل ہو جاتا ہے۔ وہ اس سر تو حید سے واقف ہو جاتا ہے کہ
 لطافت اور کثافت اُس کے دو ذاتی وصف ہیں۔ بلایت اور عبودیت اُس کی دو شانیں ہیں۔ ربوبیت
 کے اعتبار سے وہ منزہ ہے اور عبودیت کے اعتبار سے وہ مستحب ہے۔ پس وہ صرف کامل ہو جاتا ہے اور
 ایک مومن میں وہ تنزیہ کرتا ہے اور ایک مومن میں وہ تشبیہ کرتا ہے۔ عراق ذاتی کے اعتبار سے
 وہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتا ہے اور باعتبار تحول فی الصور وہ تشبیہ کرتا ہے۔ اور صور مجسمہ و تنزیہ ہیں
 متعلق کی سرایت بالوجود دیکھتا ہے اور اُس کیلئے کوئی ایسی صورت بال نہیں رہ جاتی جس کی ذات کو
 وہ یقین حق نہیں دیکھتا۔ مراد یہ ہے کہ عارف کامل کے نزدیک ہر شے کی صورت اور ہر شے کا معنی ذات
 حق ہے۔ اسی کو وحدت و ہدکتے ہیں یعنی ذات کامل کے نزدیک ہوائے ذات حق کے کسی چیز کا وجود
 ہی نہیں ہے۔ **گیا غیر کو غیر کو خلق غیبر** یا **سوی اللہ واللہ ذاتی الوجود** (الہانا جانو)
 اور یہی معرفت قائم ہے ہوا نبیاء علیہم السلام کی شریعتیں لائی ہیں اور وہ شرائع منجانب تھی منزہ
 ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس مسئلہ وحدت و ہدکتے کی گنجائش نہیں کیونکہ ہر افعال کتب
 اس پر شاہد ہیں۔ مجاہد نبیاء علیہم السلام خلق خدا کو توحید کی حالت دیتے تھے۔ توحید سے مراد وحدت و ہدکتے

ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام میں بعض کو اس مسئلہ میں صرف علم یقین حاصل تھا اور
 بعض کو یقین کا مرتبہ حاصل تھا لیکن حق یقین کا مرتبہ صرف درجہ اولیٰ و دوم جناب محمد پاک
 صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ یعنی بعض انبیاء علیہم السلام کو علم تو حاصل تھا کہ ہوائے ذات و امر کے
 کسی چیز کا وجود نہیں لیکن ان کو مشاہدہ حاصل نہ تھا۔ بعض کو مشاہدہ بھی حاصل تھا۔ لیکن چونکہ ذات
 حق کیستہ مراتب نامہ اور ظہیر اتم صرف اور صرف جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے حق یقین
 کا مرتبہ صرف صغیر صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔ نیز چونکہ کمال شراخ مندرجہ ہیں یہ معرفت نامہ کا
 علم ہو رہا ہے اس لئے لازمی ہے کہ جب ایسا علم انہیں دوبارہ رسول بنا کر الٰہی بعلک کی طرف بھیجے
 گئے تو ان کی شریعت میں بھی یہ معرفت نامہ کا علم نازل کیا گیا ہو۔ لہذا یہ لازمی ہے کہ سب ایسا ہی
 انہیں کو دوبارہ نازل کیا گیا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت نامہ سے نوازا ہو گا۔ باعتبار درجہ آپ
 کی معرفت نصف حق یعنی آپ نفس تنزیہ کے قائل تھے اور باعتبار ایسا ہی آپ کی معرفت تمام حق اور
 آپ تنزیہ و تشبیہ اور تشبیہ و تنزیہ کے قائل تھے +

۲۔ حَصَصْتُ الْآلَ اور تمام حضرات اولیاء نے اسی معرفت کیساتھ حکم کیا۔ حضرات اولیاء سے مراد اہل
 عشق ہے کیونکہ جس شخص کے دل پر اللہ تعالیٰ اپنے عشق کے ساتھ قبلی کرتا ہے یعنی اپنا عشق عطا کرتا
 ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا درجہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک دلولہ اور جہون پیدا ہو جاتا ہے۔ ناز عشق
 ہوائے اللہ تعالیٰ کے برتے کو پیدا دیتی ہے اس کا قلب مثل آئینہ کے بھٹکنے لگ جاتا ہے۔ اس کے
 قلب سے دھواں غسانی اور شیعہ نی سب مل جاتے ہیں۔ اس کا قلب الہام الہی کو غزانہ بن جاتا
 ہے۔ سب عشق کو دل صاف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اور اس بندے کے درمیان سے حجاب
 غیریت اٹھا دیتا ہے اور اس کو اپنی معرفت عطا کر دیتا ہے۔ ایسے غیر عشاق نے اسی معرفت کی خبر
 دی ہے۔ یعنی وہ تنزیہ و تشبیہ اور تشبیہ و تنزیہ کے قائل ہیں۔ وہ مراتب حق میں اللہ تعالیٰ کو مشہد
 جانتے ہیں اور مراتب خلق میں اللہ تعالیٰ کو مشہد جانتے ہیں۔ مرتبہ بطون میں وہ ذات مشہد ہے اور مرتبہ
 ظہر میں وہ ذات مشہد ہے۔ حقیقت میں مرتبہ احدیت ہی ہے جس میں ذات حق تمام ان ذات سے مشہد
 اور مراتب و مراتب و مراتب کو چہ حق ہیں لیکن ان میں ذات کے تئیں نہ مل پائے
 جاتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اہل عشق نے جس معرفت انہی کو بیان کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور اس میں

شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اسی لئے اس پیدائش انسانی میں اپنی عشق کو اپنی عقل پر صریح فوقیت ہے۔
 ہے کیونکہ عاقل اگر کسی مرتبہ پر پہنچتا ہے تو وہ بھی اُس غلبہ کی بدولت پہنچتا ہے جو اُس کی عقل میں پیدا
 موجود ہے۔ یعنی جب عاقل آدمی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے تو جو معرفت اور مرتبہ
 وہ حاصل کرتا ہے وہ اُس جستجو ہی کا ثمرہ ہے۔ اور کسی چیز کی جستجو تب ہی انسان کرتا ہے جب اُس چیز
 کے حاصل کرنے کا اُس کو وہم اور تصور اور جنون ہو۔ اور کسی چیز کا وہم دائمی تصور اور جنون تب ہی پیدا
 ہوتا ہے جب اُس چیز کیساتھ فرد محبت ہو۔ اور فرد محبت کا نام عشق ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ عاقل بھی
 جس مرتبہ پر پہنچتا ہے وہ اُس عشق کی بدولت ہے جو اُس کی عقل میں جنماں موجود ہے۔ اپنی عشق
 میں عشق کا غلبہ ہے اُن کی مجزوی عقل نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ اور اُن کے دل کو داد عقل خود کے
 سمندر سے چلا دیا جاتا ہے۔ وہاں اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے اس لئے اُن کے دل میں ابھارت الہیہ و امامت
 الہیہ کی نہریں جاری ہو جاتی ہیں۔ اُن کی معرفت کا دل ہوتی ہے۔ اپنی عقل اپنے علم و عقل کا چراغ
 لیکر اُس آفتاب حقیقی کی معرفت تلاش کرتے ہیں۔ لہذا ان کی معرفت ناقص ہوتی ہے لیکن یہ گروہ
 ہیں جو ناقص معرفت حاصل کرتا ہے اُس تلاش کی بدولت ہے جو یہ کرتا ہے۔ ان کی تلاش بھی شوق
 اور وہم پر مبنی ہوتی ہے لیکن ان کا شوق اور وہم مجزوی عقل کے تحت ہے اس لئے وہ عشق کامل
 کا درجہ نہیں رکھتا۔ **ذَوُو هُوَ** آپس وہم یعنی داعی انگو اور کیسوئی اور فوقیت ہی اس انسان کو ان کی
 فوقیت میں سلطان غلبہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان کامل کو جو کامل حاصل ہوتا ہے وہ اسی وہم کی بدولت
 ہے۔ وہم سے مراد اللہ تعالیٰ کا دائمی خیال کیسوئی اور فوقیت ہے جو عشق الہی کا ثمرہ ہے۔ اور اسی فوقیت
 کے سبب شرائع منزلہ آئی ہیں۔ عشق الہی سے عاشق ہر وقت گو یہ وہم ہی ہیں۔ ہستیا ہے۔ یہ گریہ
 و زاری اُس کے دل کی تمنی کو صاف کر دیتی ہے۔ جب دل صاف ہو جاتا ہے تو
 وہ الہام الہی کے قابل بن جاتا ہے۔ انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے اذواج حیثیت اُس کے گردا گرد
 ہیں۔ اگر وہ رسولوں میں ہوتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام اُس کے پاس آتے ہیں اور احکام شریعت اُس کے
 پاس لاتے ہیں۔ بعض اصحاب عارنین رضی اللہ عنہم کے پاس بھی جبرئیل میں تشریف دیتے ہیں۔ بلکہ
 ہر قطب زمان کا جبرئیل خادم ہے کیونکہ قطب زمان کے دل میں حقیقت فقیر علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
 کا ظہور ہوتا ہے۔ جملہ علم میں حیات پیدائش ان خیانت ثابتہ کے مطابق برزق اور سرکشوں کی گرفت و غیر کے

وہی جبرئیل علیہ السلام پہلے قلمباز کے دستِ کواستے ہیں۔ بعد میں جبرئیل علیہ السلام نے سرکارِ جناب حضرت نوح علیہ السلام کو اک پیر و مستگیر محبوب سبحانی میراں علی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں جبرئیل امین پیش کرتے ہیں۔ حضرت سلطان نوح الثقلین رضی اللہ عنہ ان میں جو رد و بدل پا رہے ہیں کیونکہ جناب خواجہ ابی طالب کے مالک ہیں۔ جبرئیل امین جبرئیل مستور فرشتے کے پیروں کو دیتے ہیں جو اپنے اپنے انتظام میں گئے ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ یہ تھا کہ رسل الہیہ السلام پر شریعتیں و ہم کی بدولت نازل ہوئی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہیم ہیں و اسی تصور اور یکسوئی کی بدولت وہاں کے دل سے محاب اُٹھ جاتا ہے اور وہ وہم مثل میں جبرئیل امین کو مثالی صورت میں دیکھتا ہے جبرئیل امین اُس کو اللہ تعالیٰ کے احکام سناتے ہیں۔

فَقَبَلْتُمْ وَ سَخَّطْتُمُ الْاَسْوَءَ شَرَّ اَعْمَالٍ مُنْزِلَ اللہ تعالیٰ کی تشبیہ کرتی ہیں اور تنزیہ یعنی مجاہد آسمانی کتب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تشبیہ بھی بیان کی ہے اور اپنی تنزیہ بھی بیان کی ہے۔ شرائع مندرجہ وہیم کیسا کہ تنزیہ میں تشبیہ کی ہے اور عقل کے ساتھ تشبیہ میں تنزیہ کی ہے۔ مراد یہ ہے کہ کویت کی بدولت مالک مقامِ حدیث تک پہنچ جاتا ہے۔ ہر ذات کو لا تعلیق مرتبہ ہے اور متوہم تنزیہ ہے لیکن اس مقام میں بھی اسطیاء بالقوۃ موجود ہیں جیسا کہ درخت گھٹی میں بالقوۃ موجود ہوتا ہے۔ بلکہ اہمیت کہ اس مقام حتیٰ میں بھی خلق مندرجہ ہے۔ جب مالک میر غریب کے بعد نزل کر تا ہے اور مقامِ عبودیت میں پہنچتا ہے تو اس کو شرفِ نصیب ہو جاتا ہے اور وہ مقام سکری سے منظم ہو جاتا ہے۔ یہ مقام عقل ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس پر عبودیت میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ مقام عقل ہے اور مقام تشبیہ ہے لیکن خلق میں جب غور کیا جائے تو خلق میں حق بارہ نما ہے۔ عالم قبل از غور اللہ تعالیٰ کی ذات میں لا کمال تھا اور عالم کے غور کے بعد اللہ تعالیٰ عالم میں موجود ہے۔ مریاں اور ٹھٹھیں قبل از غور دریا میں گندری تھیں۔ مریاں اور ٹھٹھوں کے غور کے بعد دریا امواج میں موجود ہے۔ عروفت غور سے قبل سیاہی میں موجود تھے لیکن غور عروفت کے بعد سیاہی عروفت میں موجود ہے۔ کپڑے غور سے پہلے دنی میں مندرجہ تھے۔ اب کپڑوں کے غور کے بعد دنی کپڑوں میں موجود ہے۔ مراد یہ ہے کہ وحدت بلا کثرت نہیں اور کثرت بلا وحدت نہیں۔ فاذہبوا انہ ان کل شیء کے ساتھ مرتبہ ہے۔ پہلے کل سے مراد ذات حق ہے کہ نہ تو اکل اور نہ سرے کل سے مراد کل مراتب ہے۔ یعنی مجاہد مراتب تنزیہی اور تشبیہی یعنی حتیٰ اور

خَلْق میں ذات الہی کا ظہور ہے۔ احدیت، وحدت اور راجحیت خلی مراتب ہیں، عالمِ نردار، عالمِ مثال
 اور عالمِ اجسام خلی مراتب ہیں۔ اور حضرت انسان کا لی جمیع مراتب خلی، در خلی کو جامع ہے۔ ہیں یہ
 ممکن نہیں کہ تنزیہ تشبیہ سے خالی ہو اور تشبیہ تنزیہ سے خالی ہو چنانچہ کثرت خلی وحدت خلی میں
 مندرج ہے اور وحدت خلی کثرت خلی میں ظاہر ہے بقولہ تعالیٰ (يَسَّيْ كَيْفَ شَيْءٍ) مگر ہوت کثرت
 کیشیہ میں زائد کیا جاوے تو معنی ہوں گے اُس کی مثل کوئی شے نہیں۔ یہ اُس کی تنزیہ ہے۔ اگر
 کثرت تشبیہ کا کیا جاوے تو معنی ہوں گے اُس کی مثل کی مثل کوئی شے نہیں۔ اس سے مثل کثرت
 پایا جاتا ہے اور یہ اُس کی تشبیہ ہے۔ یہ کلام الہی کو، جذبے کو ایت کے ایک ہی کلمے میں جہاں
 تنزیہ ثابت کی ہے وہاں تشبیہ بھی ثابت ہے۔ اس سے علمِ تعالیٰ کی فراوانی ہے کہ تنزیہ و تشبیہ
 نہیں اور تشبیہ و تنزیہ نہیں، ایسے ہی (وَاللَّهِ سَمِيعٌ عَلِيمٌ) اور وہ سب سمیع و عیلم ہے۔ یہ تشبیہ ہے
 کیونکہ مخلوق بھی متعلیٰ کی طرح سمیع اور عیلم ہے۔ لیکن نہ کہ غیر خلی کا اُمداد ہی انہوں نے اپنے ذات
 سمیع اور عیلم ہے۔ یہ پھر تنزیہ ہے۔ علامہ ازیں تشریح ضمیمہ صریح عربی میں لکھتا ہے: یعنی چنے
 اور وہی ذات ہی سمیع و عیلم یعنی اُس کے بغیر اور کوئی سمیع و عیلم نہیں۔ یہ بھی تنزیہ ہے۔ قرآن
 بید کا مہر و قلام دیکھئے، ایک ہی کلمے میں تنزیہ و تشبیہ دونوں، جمع ہیں من ذلت تعالیٰ نے اشارہ
 کر دیا ہے کہ تنزیہ و تشبیہ کے بغیر نہیں اور تشبیہ و تنزیہ کے بغیر نہیں۔ (یَسَّيْ كَيْفَ شَيْءٍ) و
 (وَاللَّهِ سَمِيعٌ عَلِيمٌ) سب سے اعلم ایت ہے جو تنزیہ کے متعلق قرآن مجید میں نازل کی گئی ہے
 حالانکہ یہ تشبیہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ خدا کشف میں عورت کثرت تشبیہ کے معنی دیتا ہے۔ خدا
 تعالیٰ اپنی ذات کے متعلق (أَعْلَمُ الْفُلْكَادِ) اور اُس نے اس آیت کو یہ میں اپنی ذات کے متعلق
 وہ ہی چیز بیان کی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی وہ ذات منزہ بھی ہے اور تشبیہ بھی ہے اور
 اُس کی تنزیہ میں تشبیہ موجود ہے اور تشبیہ میں تنزیہ موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید
 میں فرمایا ہے (سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ مَا يَكْفِيكَ عِلْمٌ) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو
 سب جو صاحبِ قلب ہے اُس چیز سے پاک ہے جس سے اُس کی ہفت کرتے ہیں۔ اور جہلِ عقل کسی
 اُس چیز کے ساتھ ہفت کرتے ہیں جو اُن کے مجزوی محمول نے اُن کو عطا کی ہے۔ اور یہ ہے کہ اہی
 عقل اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرتے ہیں۔ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی تنزیہ سے اپنی ذات

کی تشریح بیان کی ہے یعنی اُن کی محض تشریح سے بیزاری کا انہماک کیا ہے اور محض تشریح کی ترویج کی ہے کیونکہ اُن لوگوں نے اُس تشریح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو محدود کر دیا ہے۔ اُن کی سب سے بھی کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے عقول اس امر کا کور کی مثال کے ادراک سے قاصر ہیں۔ جزوی عقول تشریح درتشبیہ اور تشبیہ در تشریح کے ادراک سے قاصر ہیں البتہ وہ عقول ہیں کو عقل کل سے حقیقتاً ہے اس مسئلہ کے ادراک پر قادر ہیں۔ پھر مجدد شرائع وہ چیز مائی ہیں جس کے ساتھ اہل وہم یعنی اہل عشق محکم کرتے ہیں۔ مجدد آسمانی کتب میں اللہ تعالیٰ کی تشریح در تشریح اور تشریح در تشبیہ بیان کی گئی ہے اور طالبان خدا نے اپنے ذوق اور وجدان سے یہی چیز پائی ہے۔ یعنی مجدد شرائع انہی تشریح در تشریح اور تشریح در تشبیہ کے قائل ہیں۔ شرائع رسول اللہ تعالیٰ کو اُس محنت سے غالی نہیں کرتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ظاہر ہوا اور وہ محنت تشبیہ ہے یعنی کسی شریعت سے اللہ تعالیٰ کی محنت تشبیہ کی نفی نہیں کی بلکہ مجدد شرائع نے ایسا ہی کہا ہے اور ساتھ اُس کے آئی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مجدد شرائع نے تشبیہ در تشریح اور تشریح در تشبیہ کا حکم کیا ہے۔ اُمّتوں نے اُس پر عمل کیا اور مستحالی نے اُن اُمّتوں کو پہلی صاف کر دی۔ تا وہ گمراہیہ سے کہ پہلے عقیدہ ہوتا ہے اور بعد میں دیوہ نصیب ہوتا ہے۔ جب اُن اُمّتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کے مشق یہ فرمان سنا اور اپنی آسمانی کتب میں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ در تشریح اور تشریح در تشبیہ حاصل ہے تو انہوں نے تسلیم کر لیا اور اس عقیدہ پر یقین کیا اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو آنکھ سے یہ چیز مشاہدہ کرادی۔ اسکو علم الیقین کہتے ہیں۔ وہ اُنہیں علم الیقین سے ترقی کر کے عین الیقین کے مرتبہ پہنچ گئیں۔ اور عین الیقین سے ترقی کر کے حق الیقین کے مرتبہ پہنچ گئیں۔ ثانی الرسول ہو کر مقیم رسالت کے سرارات سے مطلع ہو جانا حق الیقین کا مرتبہ ہے۔

پس وہ اُنہیں وراثت کی رُستہ میں کیل تک پہنچا دی۔ علم الیقین ہے بادشاہ پر ایمان لانا، عین الیقین ہے اُس بادشاہ کو آنکھ سے دیکھ لینا اور حق الیقین ہے خود بادشاہ ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ کی رُستہ میں تشریح اور تشبیہ و تفسیر حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ مجدد شرائع رسول اللہ علیہم السلام حضرت مسیح علیہ السلام کے خلفاء ہیں۔ پس وہ اُنہیں رُستہ میں کے مرتبہ پہنچ گئیں اور اُس چیز کے ساتھ ناطق ہوئیں جس کے ساتھ اللہ کے رسول ناطق ہوئے یعنی وہ اُنہیں تشریح در تشریح اور تشبیہ در تشریح کی قائل ہوئیں۔

اس عربی عبارت میں صرف کے لحاظ سے ایک فقرہ ہے اور وہ یہ کہ جن مقامات پر جمع کی
بہائے واحد کے معنی استعمال کئے گئے ہیں مثلاً وَبِهِ جَاءَتْ الشَّرَائِعُ الشَّارِعَةُ تَشْبِهَتْ وَتَزَهَتْ
تَشَبَّهَتْ فِي التَّزْيِينِ وَتَوَهَّرَتْ فِي التَّشْيِيرِ وَتَلَقَّتْ شَرَائِعَ جَمْعِ كَا صِيغَةً اور تَشَبَّهَتْ وَ
تَزَهَتْ وَتَوَهَّرَتْ وَتَلَقَّتْ فَاثِبَ کے معنی ہیں۔ اس میں ایک ہکلت ہے اور وہ یہ کہ سابقہ داخل علیہم
السلام کی شریعتیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ شریعتیں ہیں اور وہ شریعتیں ہی حقیقتاً
صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں داخل ہیں اسی لئے آگے واحد کے معنی استعمال کئے ہیں شَرَائِعَ
مَنْزِلَہ جو حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے اسے پس تشبیہ بھی کی اور تنزیہ بھی
کی۔ اے ہی آگے فرمایا فَحَسِبْتَ الْأُتَمَّ عَلَىٰ ذَٰلِكَ فَأَعْذَرْتَهُ الشَّعْبُ فَقَبِلَتْ بِاللَّسْلِ وَرَدَتْ
فَنَقَلَتْ بِمَا نَقَلَتْ بِهِ رُسُلُ اللَّهِ۔ اُمم جمع کا صیغہ ہے اور فَحَسِبْتَ نَقَلَتْ واحد
موندت فائِب کے معنی ہیں۔ اس میں بھی ایک ہکلت ہے اور وہ یہ کہ سابقہ انبیاء و المرسلین صلی
اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل ہیں۔ اس لئے واحد کے معنی استعمال کئے ہیں بُرْءُكُمْ بِرُسُلِ
اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے اُسی پر فعل کیا پس وہ اُمت وراثت کی رُسُل کیسا قالوا ہاں
اور اُس چیز کے ساتھ ناطق ہوئی جس کے ساتھ اللہ کے رُسُل ناطق ہوتے۔ نیز اس سے مراد انہی
بتا ہے کہ نصوص الحکم کی عبارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی کو ہم مہدک ہے۔ حضرت شیخ اکبر علیہ
السلام مفسر کا تب ہیں۔ چنانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجید شرائع اور مجید اُلم کو اپنی شریعت و رہنمائی
جانتے ہیں اس لئے شَرَائِعَ اور اُلم کیسے فعل یا معنی معروف میں واحد کے معنی استعمال فرما رہے ہیں۔
سابق میں مذکور ہوا کہ اُمتیں وراثت کی رُسُل صلی علیہم السلام کیساتھ ناطق ہوئیں اور اس
بیز کے ساتھ ناطق ہوئیں جس کے ساتھ اللہ کے رُسُل ناطق ہوتے۔ اس پر استنباط آیا ہے کہ یہ
ہاں گئی ہے (وَإِذَا جَاءَتْكُمْ آيَةٌ مِّنَّا فَكُنُوا لِلْآيَةِ حَقًّا يُخَيِّرُ اللَّهُ الْمُشْرِكِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَلَٰكِن يَّجْعَلُ اللَّهُ
خَيْرًا مِّنْ أُولَٰئِكَ لَمْ يَعْلَمِ اللَّهُ قُلُوبَ النَّاسِ) کہ اس کوئی نشانی آتی ہے کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان دینے کے
حق کہ ہم کو اس بیز کی رُش ہی چاہئے جو اللہ کے رُسُل کو دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہا نہایت کوئی ہے
کو کس جگہ رکھے۔ مراد یہ ہے کہ جب رُسُل اُن کو تشبیہ و تمثیل اور تنزیہ و تشبیہ پیش کرتے ہیں
تو وہ اُس پر یقینی نہ ہوں مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن پر تمہیں کرنا تھا اور وہ اس تم کو ازراہ اُن

دو جان پاتے تھے۔ نیز اس آیت کو یہ ہے تشبیہ و تمیز اور تشبیہ ثابت کی گئی ہے۔ قرآن
 میں کہ (اَللّٰهُ اَعْلَمُ) میں اللہ کی اور وہیوں کی یہ تو قیاس کی گئی ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ اَللّٰهُ اَعْلَمُ
 کی خبر ہے یعنی (رُسُلُ اللّٰهِ) خبر ہے اور اَللّٰهُ (اَللّٰهُ اَعْلَمُ) میں واقع ہے اس کی خبر ہے
 کیونکہ رُسُلِ حقیقت کی رو سے اللہ کے مظاہر ہیں (اِنَّ الْبَیِّنَاتِ یُبَیِّنُ فَاِذَا اِنْشَاءً یُخَوِّنُ
 اَللّٰهُ) اور (مَنْ یُّطِيعِ التَّوْحِیْدَ فَقَدْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ)۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے رُسُلِ یعنی اللہ ہی پر
 جو ثابت ہے کہ اپنا پیغام کہیں کر بھیجے۔ یعنی سب اس میں اپنے رسولوں سے دیار آئی کہ سوال کرتی تھیں تو
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رُسُلِ اللہ یعنی (اَللّٰهُ) ہی جواب دہ تھا ہے کہ کون شخص ایسا ہے جس کے واسطے
 یہ ہے کہ اللہ کے رُسُلِ اللہ کے مظاہر ہیں۔ اس کے رُسُلِ ہی جانتے ہیں کہ کون شخص ایسا ہے
 کے قابل ہے۔ اس اعتبار سے مثالی تشبیہ ثابت ہو گئی۔ اور یہی وجہ یہ ہے کہ (اَللّٰهُ) خبر لیا جائے
 اللہ اَعْلَمُ حَقِیْقَتِ یَجْعَلُ رُسُلَکَ اَسْمٰی کی خبر لی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے اللہ کی تشبیہ ثابت ہو گئی
 اور یہ دونوں آیتیں آئی کر یہ میں حقیقت کی رو سے ہیں کہ خبر لیا ہے کہ جبرائیل نے اُن کی رو سے
 اور بھرن کی رو سے (اَللّٰهُ اَعْلَمُ) میں اللہ کا خبر ہے اور یہ تمیز ہے اور تمیز کی رو سے (اَللّٰهُ اَعْلَمُ)
 میں خبر لیا ہے کہ رُسُلِ اللہ ہے اور یہ تشبیہ ہے۔ ہذا رُسُلِ اللہ یعنی اللہ کی رو سے اُن کی رو سے
 ہم تشبیہ و تمیز اور تشبیہ کے نام کی ہیں۔ میں حق و سخی اور حق و سخی ہے۔ وہ سب
 کثرت ہے۔ وہ کثرت و وحدت ہے۔ فرمایا ہے کہ کثرت میں شیء قبل از نمودن است یعنی اللہ
 اللہ میں جیسے وحدت قبل از نمودن ہے۔ شیء میں ہوتا ہے اور اب ظہور عالم کے بعد
 وحدت یعنی اسے حق کثرت عالم میں شیء میں ہوتا ہے۔ غرض قبل از نمودن ہی میں غرض ہے
 اور اب ظہور غرض کے بعد یہ حق کثرت میں ہوتا ہے۔ وَبَقْدَ اَنّٰی اَنَا اور بعد غرض احباب کے
 کہ تمیز و تشبیہ سے ظاہر نہیں اور تشبیہ تمیز سے ظاہر نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تو میں حق و سخی
 نفس و رُوح اللہ کی اور تو میں ہی میں وحدت و نمودن اللہ کی ظاہر ہیں۔ ہم غرض و رُوح
 کی انھوں پر ہواؤں کو پھوٹتے ہیں اور وہیوں کو شکاتے ہیں۔ غرض سے کہہ رہا ہے کہ شخص ہے جو اپنی
 نمودن عقل سے اسرارِ قلب کے جوہر کو پہ کثرت میں رہا ہے۔ غرض جو نفس تمیز کو قائل ہے اور غرض
 سے کہہ رہا ہے کہ جو شخص ہے جو حق میں تشبیہ کو قائل ہے۔ ہم ان دونوں کے درمیان کے

[illegible]

مرتبہ وحدت میں وہ حقیقت یا سرچشمہ اہمالی کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے۔ وحدت میں وہ سرچشمہ
تخصیص کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے۔ عالم مدوں میں اس کی صورت متنی ہوتی ہے۔ عالم مثال میں وہ حقیقت
مثالی صورت اختیار کرتی ہے اور عالم جسم میں وہ اسی حقیقت ہی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ہر حال میں حقیقت
وحدت پر مرکب کیلئے ہر پرہیزگار میں وحدت اور وحدت ہے۔ لہذا متنی کو عقلی ناکی اختیار کے مطابق تہی کرنا اس
مثالی سے واضح کیا گیا ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کو کہی صورت میں
دیکھتا ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رویت صورت میں ہوتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ
السلام نے آگ کی صورت میں دیکھا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو ہون کے ایک کھنکھاتے ہوئے ایک
عقلی شکل میں دیکھا۔ لہذا یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صورت میں کوئی شک نہیں کہ عقلی اس
صورت میں ہے۔ لیکن اس صورت میں کے واسطے درستی اس صورت میں کے جامع ہوتے ہیں
بہمیں خواب میں اللہ تعالیٰ نے تہی کی رویت ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو اپنی عقلی صورت میں خواب
میں دیکھتا ہے۔ نہایت اچھی یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صورت میں اس صورت میں متنی ہوتا
ہے۔ یہی کیا تھا اس کی نسبت ہوتی ہے۔ صورت لفظی میں اس صورت کو آگ کی صورت میں اس کے آگ کی
صورت میں تہی کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صورت میں برقی میں اللہ تعالیٰ نے نسبت میں اس کے
مردن کی صورت پر اللہ تعالیٰ نے تہی کیا۔ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نسبت میں اس کے
اللہ تعالیٰ کی رویت اس کو اپنے شیخ کی صورت پر نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے شیخ کو اس کو بھی
صورت میں اللہ تعالیٰ کی ذات سمجھتا ہے۔ جسے بہت اوقات اسے اللہ تعالیٰ کی رویت صورت میں اللہ تعالیٰ
کی صورت پاک پر ہوتی ہے۔ اس صورت پر ہے کہ ایک شخص خواب میں اللہ تعالیٰ کو اس صورت میں دیکھتا
ہے۔ یہ کہیں سے لیکن وہ شخص متنی کی رویت سے اس خواب کی تہی کرتا ہے۔ اس صورت میں اس سے
ایک دوسری حرکت تہی کرتا ہے۔ ہرگز یہ کہ متنی ہے۔ یہی کہ اس کی صورت میں اس سے
ہوایے۔ ہر حال میں عقل کی رویت سے اس صورت کے حق ہونے کا انکار کرتا ہے۔ کیونکہ جس صورت میں
کوناقی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صورت میں نہیں۔ ایسے ہی کہ ہر حال میں اس کی صورت میں اس سے
تہی لیکن اس صورت میں اسے وہ اس صورت میں انکار کرتے ہیں۔ ہر حال میں اس کے صورت میں اس سے
تہی ہیں۔ نہ کہ وہ تہی کرتے وہ شخص صاحب کثرت سے یا صاحب یگانہ ہے تو وہ اس صورت

کی شجہ و نسب

ذاتی کی شجہ و نسب کی دہائی

مرتبه احدیت

مرتبه نبوت

مرتبه وصیت

نیقت فکری علی مابین القوتہ والتحرر

مذبح

مذبح

عالم برزخ

عالم مثال

عالم جسم

ذاتی کی شجہ و نسب کی دہائی

مترادف ہے کہ حق کو اثر یعنی عاسب تاثیر ہے اور خلق کو اثر یعنی تاثیر قبولی کہنے والی ہے۔ لہذا اثری کے
 تین مراتب ہیں: احدیت، وصیت اور والدیت۔ اللہ تعالیٰ کا عالم میں تاثیر ہے یعنی اسما و صفات اپنے
 کا عالم میں محبوب ہے۔ عالم یعنی کوثر فیہ کے تین مراتب ہیں: عالم برزخ، عالم مثال، عالم جسم۔
 و صفات: اپنے مرتبہ احدیت ذاتی میں، بقدرہ مشائی میں، یہ ہوا، شاہد ہوا کہ کوثر ہر مرتبہ میں اللہ ہے
 اس سے مترادف ہے کہ اسما و صفات انہی کے کوثر تمام مراتب یعنی ہے۔ مرتبہ وصیت میں خود و صفات
 الہیہ کو خبر ہو، اپنی ہوا اور مرتبہ احدیت میں اسما و صفات انہی کے کوثر فیہ ہے۔ کوثر فیہ ہر
 مرتبہ میں عالم ہے چہرہ اسما و صفات اپنے کا کوثر مراتب یعنی ہے۔ عالم برزخ کی صورت پر پھر عالم
 مثال کی صورت پر پھر عالم جسم کی صورت پر ہوا۔ مترادف ہے کہ ذاتی اللہ مرتبہ احدیت سے تنزل فرماتا

یہ ہے کہ اگرچہ یہ حقیقت سوام غاس کی عقل سے بنا تر ہے لیکن چونکہ اس پر کیاست و عادیث شریہ
اس سے مومن یا صاحب عقل شیعہ اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ذات حق مرتبہ
ہدایت سے تنزل فرما کر عالم کی صورت پر مجبور ہوا ہے اور حضرت انسان کو مل علی اللہ علیہ وسلم حق اور
غیاث کے درمیان بندہ بن جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نعمت رکھتا ہے تو اس کی آفتیٰ تاکر
دیتا ہے اور روح اللہ اس کے جسم کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور وہ ہر بار روحانی و دہانی ہو جاتا ہے
مگر چہ ہر شے ہر تہیٰ اور ہر انسان کی صورت پر ذات حق کو مجبور ہے لیکن اس ذات نے ہر شے میں
ہر تہیٰ میں اور ہر انسان میں ہر ہر کی استعداد کے مطابق تہیٰ کیا ہے۔ گویا ہر شے اس ذات کیلئے
کیسے ہر آت ہے لیکن اس ذات کیلئے ہر آت ہر کار و دو عالم حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں
فلاور کا آت ہر آت میں مذکور ہوا کہ جس بندے کی تہیٰ شکل صورت رکھتا ہے وہ تو حق اس بندے
کے ظاہری باطنی قوی بن جاتا ہے۔ یہاں پہلے ان امور میں کے مراتب بیان کئے گئے ہیں۔ پس اگر اس کو
تہیٰ الہی نصیب ہے تو اس کو فنائے ہم کے جد و جود و اولاد الہی نصیب ہو جاتا ہے اور کہ معنات
کا رتبتہ سے ممکن ہو جاتا ہے۔ لہذا اس حقیقت کو پہچانتا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی اس کو
ہر یقین اور حق یقین کے مراتب میں ہو جاتے ہیں۔ یہ مراتب کو ال کے مراتب میں ہو جاتا ہے۔
وہ بندہ مومن اسلم ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو علم یقین کا مرتبہ عطا کر دیتا ہے اور وہ اس حقیقت پر یقین
لے آتا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ یعنی وہ اس حقیقت پر یقین لے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی
ہر انسان کی شکل سے اس کی استعداد کیطابق تہیٰ ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر انسان میں معنات الہیہ کا
نظم ہر انسان کی استعداد کے مطابق ہے۔ و لا یبذلہا مومن اسلم اس حدیث قرآنی کے معنوں پر یقین
و آجہ جو اللہ تعالیٰ نے اس صورت انسان کی شان میں اس حدیث شریف میں بیان کیا ہے۔
لقد انزلنا من السماء ماء فاعلنا منہ نبات کثیرا۔ یہ اللہ تعالیٰ اس بندے
کے ظہری باطنی قوی بن جاتا ہے لیکن عقل اپنے مجروری عقل سے اس معنوں پر بحث کرتا ہے اور کہ
کہ ہے کیونکہ وہ اپنی عقل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معنوں پر کو تہیٰ ہے۔ یہ مومن اسلم اس عقل کے
نکات پر جو فہم و فہم کے حکم کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس حقیقت کو درک کر کے معنوں الہی کے نصیب
ہو جاتا ہے جو عقل اس حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ معنوں الہی کی بدولت فہم کو ایک نورانی ایک

عقل خاص غیب ہوتی ہے جس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا ادراک کرتا ہے۔ اور لیکن غیر مومن
یعنی مجروری عقل کا صاحب اپنے وہم غیریت کیساتفہ مشق مراد کے غلات کلم کو تا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ
کیسے تشبیہ یعنی صورت کا قائل نہیں ہوتا۔ پس وہ اپنے مجروری عقل سے اسی بات کو خیال کرتا ہے جس
بات کا اس نے خیال کیا تھا۔ تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کیسے اس چیز پر حال کو کلم کیا تھا پھر
اس تبلی نے اس کو خوب میں عقل کی۔ سابق میں مذکور ہوا تھا کہ ایک شخص غلاب میں اللہ تعالیٰ کو کسی مرتبہ
میں دیکھتا ہے۔ اگر وہ مجروری عقل کا صاحب ہے تو وہ اس صورت میں کو اللہ کرتا ہے کیونکہ وہ عقل
تشریح کا قائل ہے۔ یہ اسی دانی کی معرفت اشارہ ہے نیز وہ ہم غیریت اس غیر مومن سے تہ نہیں ہوتا ہے
کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو نہیں جانتا اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اسے معلوم ہے کہ اس کو
اپنی ذات اور حقیقت کی معرفت غیب نہیں۔ غیر مومن یا قائل وہ شخص ہے جس کو حقیقت الہی غیب
نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو ہر سے انسانوں کے دل پر وہم غیریت کے بندے آئے تھے جن
جس بندے کو اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کیسے برگزیدہ فروتے ہیں اس کو اپنی فیضی ملاکیت میں اندر
محبت کا نام عشن ہے۔ عشن آہی سے وہم غیریت کو ہر شے جو ہا ہے اور معرفت غلاب تو یہاں
کے آسمان پر فروع فرماتا ہے اور معرفت غیب جو ہا ہے۔ اس وقت وہ بندہ اس حدیث نفس
پر ایمان سے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کیسے تشریح و تشبیہ کا قائل ہوتا ہے۔ لیکن جس
شخص کو عشن الہی غیب نہ ہو وہ وہم غیریت سے لڑے نہیں ہو سکتا۔ پس یہ درست معرفت نفس
اللہ تعالیٰ کا معنی ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ اسى قبیل سے ہیں۔ آگے مذکور ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی صورت پر عقلی ہوا ہے۔
عارف کابل اس حقیقت کو جانتا ہے اور جاہل اس کو نہیں جانتا۔ اب فرمایا کہ خداوندی آیت قرآن
ہیں یہ ہی راز مخبر ہے (وَقَالِ رَبُّكُمُ الْغَوْنِي) (وَقَالِ رَبُّكُمُ الْغَوْنِي) اور تہا راز است کہ ہے کہ تم مجھ سے
وہا کہ را میں تہا دی و ما قبول کروں گا (وَقَالِ رَبُّكُمُ الْغَوْنِي) (وَقَالِ رَبُّكُمُ الْغَوْنِي) (وَقَالِ رَبُّكُمُ الْغَوْنِي)
راز (وَقَالِ رَبُّكُمُ الْغَوْنِي) اور جو وقت میرے میں سے سب کو سوال کریں پس تحقیق میں قریب ہوں
ہر دماغی کی و ما قبول کرتا ہوں جو وقت وہ جو کہ پھر ہے۔ ہر آیات میں راز یہ ہے کہ غیب کا راز غیب
ہی ثابت ہو سکتا ہے جب دانی کو وجود ہو جو وہاں۔ عارف اس اپنے تہا کیسے اپنے دماغ سے راز راہی

لاحظہ فرمائیے۔ پس ذات انسانی واحد ہے اور اس ذات انسانی کے اشخاص اور تہذبات لامتناہی ہیں۔ لہذا انسان باعتبار تصور اور اشخاص کے کثیر ہے اور باعتبار حقیقت کے واحد ہے۔ مراد یہ ہے کہ بلیغ تکلمات مسلم کی صورتوں پر ذات واحد کا تصور ہے۔

وَقَدْ نَظَرْنَا فِي هَذَا فِي رِشَالِ فِيهِ أَيْکَ حَدِيثِ شَرِیفِ کِی طَرَفِ اِشَارَہِ بِہِ جُو بُخَارِی شَرِیفِ مِی مَنُورِجِ ہِے۔
 اس کو حدیث تمول فی اَشْرَہِ کہتے ہیں وَهُوَ هَذَا: هُوَ یَجِبُ لَہُ سَبْعَانِہِ یَوْمِ حَقِیقَتَہِ فِی عَصْرِہِ اَشْرَہِ
 آ یہ حدیث شریف تشبیہ پر نقش ہے یعنی اس حدیث شریف سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود
 پر متقی ہوگا۔ جب قیامت میں خود کوں پر متقی ہوگا تو اب بھی ہم کھیر توں پر ذات حق ہی متقی ہے۔ اور اس سے کہ
 قیامت کے دن اس امر کو یقیناً جان لیا کہ متعلق ذات قیامت کے دن کسی ایک صورت میں متقی ہوگا۔ تو یہاں ہاں یہ
 ہر بہ دوسری صورت میں متقی ہوگا۔ تو اب بھی کہ اس صورت سے متقی ہوگا کسی اور صورت میں
 متقی کرے گا تو یہاں ہاں اس سے دو چیزیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ ہر ہر صورت میں ہی ذات
 متقی ہے۔ اس کے ہوا اور کوئی متقی نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ ایک صورت دوسری صورت کا عین
 نہیں ہے۔ یعنی ذات واحد ہی مختلف صورت پر متقی ہوگی۔ پس اس میں اشد ہے کہ اب دیکھیں کہ
 بلیغ تکلمات ہم کھیر توں پر وہی ذات واحد متقی ہے۔ دوسری چیز یہ ثابت ہوئی کہ ہر کوئی ہر کسی
 کا قرار اسی صورت میں کرے گا جس صورت کو وہ معتقد ہے۔ نیز ہر کوئی دیکھتا ہے کہ یہی اسی صورت
 ہو سکتا ہے۔ یہ اپنی معتقد صورت میں متعلق کو دیکھے۔ نیز متعلق ہی مختلف صورت میں اسے متعلق
 ہوگا کہ ہر کوئی اسے دیکھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ متعلق متقی نہ کی استعداد کے مطابق متقی ہے۔
 جو بعض تنزیہ کا قائل ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے صورت کو قائل ہی نہیں ائمہ مجدد خود میں متعلق ہوا انکار کر کے
 بنا دیا۔ اہل حق سے غور فرمے گا۔ اس کی خودی کا باعث ہے کہ اس نے دیکھا ہے کہ معرفت الہی عالم
 نہیں کی ہستی، تھائی (وَمَنْ یَّکُنْ فِیْ هَذِهِ اَسْمًا لِّمَنْ یُّدْعٰی فِیْ سَاعَاتِہِمْ)۔ پس ذات حق ہر ایک کیلئے
 کے ظہری۔ جب اقراس آئینہ میں اللہ تعالیٰ کی صورت کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور
 اس کا قرار کرتا ہے اور جب ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اس آئینہ میں اپنی غیر معتقد صورت کو دیکھتا ہے تو
 اس کا انکار کرتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص کے سامنے بہت آدمی کھڑے ہوں۔ اب ہر
 آدمی کی صورت اس میں متعلق ہوتی ہے۔ ایک نامہ اس آئینہ میں اپنی صورت بھی دیکھتا ہے اور

غیر لوگوں کی صورتیں ہیں دیکھتا ہے لیکن وہ ناظر اپنی صورت کو فوراً شناخت کرتا ہے اور وہ صرف صورتوں کو
شناخت نہیں کرتا۔ اب آئینہ ایک عین واحد ہے اور ناظر کی نظر میں صورتیں کثیر ہیں جو اس ایک عین ام
میں نظر آ رہی ہیں۔ ایسے ہی عالم (جو کہ ممکنات) ایک آئینہ حق ہے اور اس میں صورتیں کثیر نظر آ رہی ہیں
یعنی آئینہ میں جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ آئینہ کا غیر ہیں اور ممکنات عالم کی بلند صورت حق کا عین ہیں۔ مراد یہ ہے
کہ وہ ذات واحد ہی عالم کی بلند صورتوں پر متقل ہے۔ راستی کا اور حقیقت میں ان بلند صورتوں سے ایک صورت بھی آئینہ میں نمود
نہیں دیکھتے۔ وہ ذات حق جو مراد یہ ہے کہ معرفت ذاتی کے مقام میں بھی صورت کا نمود نہیں کیونکہ اس مرتبہ میں مشاہدہ
مستدرج ہیں جیسے نیچے میں درخت بالخصوص مستدرج ہے۔ آئینہ کا ان صورتوں میں ایک وجہ سے اثر ہے جس اور
ایک وجہ سے کوئی نہیں۔ یعنی ذات حق کے فیض اقدس سے ممکنات عالم کو استعدادات ملاتی ہیں اور مرتبہ
احدیث سے اشیاء کا نمود مرتبہ علم میں ہوا۔ مراد یہ ہے کہ فیض اقدس سے ممکنات عالم کو قوت ملتی ہے اور ایسا
ثابت ہے۔ استعدادات حاصل ہوتیں۔ یہ ہے آئینہ کا اثر صورتوں پر یعنی ذات حق کو اثر ممکنات عالم پر۔ نمود
خارجیہ پر آئینہ یعنی ذات حق کا کوئی اثر نہیں بلکہ نمود علیہ کا ہی نمود خارجیہ پر اثر ہے۔ ہر ممکن کا خارجی
ظہور اس کے بیان ثابتہ کے مطابق ہے۔ نمود علیہ میں استعدادات تبدیل آگئی کے مطابق ہیں اور خیر و شر یہ
میں تبدیل آگئی استعدادات کے مطابق ہے۔ میں ذات حق متقل نہ میں اس کی استعداد کے مطابق متقل ہے
فَالْأَشْيَاءُ الَّتِي فِيهَا تَجَلَّى ذَاتُ بَحْتِ فِيهِ بَيُوتِ فِي ذَاتِ حَقِّ أَفْنِ فِيهِ اِقْدَسِ سَبْتِ
تو مختلف شکل کی ہلی صورت ملتا کرتی ہے۔ کسی شے کو چھوٹی کسی کو بڑی کسی کو نیسی اور کسی کو بڑی
ملتا کرتی ہے۔ یعنی آئینہ کا ان صورتوں کی متادیر میں اثر ہے اور یہ اثر آئینہ کی طرف راجع ہے۔ مراد یہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کو مختلف قسم کی استعداد ملنا کی ہے۔ کسی کی استعداد ناقص ہے کسی کی
استعداد کامل ہے۔ کسی کو اپنے علم میں ادنیٰ گروانا ہے کسی کو الٰہی گروانا ہے۔ کسی کو مغیر جلال ٹھہرنا ہے
اور کسی کو مغیر جمال ٹھہرنا ہے۔ یہ مرتبہ علم میں ہے لیکن خارج میں بلند اشیاء کا ظہور ان کی استعداد کے
قت ہے یعنی جس کی استعداد کے تحت ہے۔ وَالْأَشْيَاءُ الَّتِي فِيهَا اَدَابُ اس آئینہ کے سبب ہو یہ
صورتوں میں انخیزات پائے جاتے ہیں یہ متادیر مرایا کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ مراد یہ استعداد
کے مرایا ہے۔ یعنی اب ہر انسان میں اللہ تعالیٰ اس انسان کی استعداد کے مطابق متقل ہے۔ چوں کہ
استعدادیں مختلف ہیں اس لئے ذات الٰہی کا ظہور ہر انسان میں مختلف ہے۔ کسی الاموال و غیر میں کسی

مناصب کن غیر ہیں۔ نیز سابقہ تمثیل میں جو ہم نے ذات حق کی مثال مراثیت و احد کیساتھ دی ہے وہاں اعتبار سے ہے کہ مرتبہ احد بہت میں مجملہ اسماء الہیہ بالثبوت مندرج ہیں۔ اس مرتبہ میں ذات الہی ایک ذات بحت سے جو غنی عن العالیین ہے۔ چونکہ ذات بحت ایک ذاتی مافوق ہے اس لئے ذات بحت کا اصل مراثیت و احد کے ساتھ دی گئی ہے۔ اور اگر اسماء الہیہ پر نظر رکھی جائے تو اس وقت ذات الہی مرتبہ کے ہوگی یعنی ذات الہی باعتبار صرف ذاتی کے صورتوں سے نہ تو برابر نظر کے مجملہ اسماء الہیہ کی صورتوں پر ذات واحد ہی متعلق ہے۔ مجملہ عالم کی صورتیں اسماء الہیہ کے مفہوم ہیں یعنی اسماء الہیہ کے مرایا ہیں۔ اسماء الہیہ ذات بحت میں بالثبوت مندرج ہیں۔ اس اعتبار سے ذات الہی مثال مرایا کے ہے۔ پس اسے جواب دہ کو نواسمہ الہی ہے جس میں تو اپنی ذات کو نظر کرے یا جو شخص اس میں نظر کرے اس کے پاس اس کے نہیں کہ ناظر میں اس اسم کی حقیقت ظاہر ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ اسماء الہیہ اور صورت عالم یکساں دوسرے کے مرایا ہیں۔ اگر اسماء الہیہ کو مرایا سمجھو تو صورت عالم اسماء الہیہ کے مرایا ہیں نظر کرتے ہیں اور اگر صورت عالم کو مرایا سمجھو تو اسماء الہیہ کی حقیقت صورت عالم کے مرایا ہیں جو کہ مراد یہ ہے کہ ذات بحت ہی تزلزل کر ممکنات عالم کی صورتوں پر مجبور تھا ہے۔ پس اسے غالب اگر تو اس روز کو جسے نشان تجوی سے ہی ہے یعنی ہر اذیت ذاتی کے اعتبار سے وہ ذات دوسرے اور صورتوں سے تزلزل ہے لیکن اگر تزلزل سے اسے اعتبار سے وہ ذات کثیر ہے اور صورت عالم کی صورتوں پر مجبور تھا ہے۔

پس اسے غالب اگر زاری کر اور نہ ڈر۔ غالب کو اپنے محبوب ہم یزلی کے اعمال کی ضرورت ہے۔ اس کو یہ زاری سے اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ جب دل صاف ہو جاتا ہے تو پھر تصور دل کے آئینہ میں نظر آتا ہے۔ لیکن جب تک وہ زاری کی حالت میں ہوتا ہے اعمال الہی کے نور نہیں ہوتا جیسا کہ تیب پانی بنا جو تو اس میں انسان کو چہرہ نظر نہیں آتا یا آئینہ بنا جو تو اس میں چہرہ نظر نہیں آتا۔ جب شیخ کاں صاحب مودہ پر مہربان ہوتا ہے تو اس کی زاری کی حالت بند کر دیا ہے کیونکہ وہ اس الہی کیسے تسکین قہر مدعی ہے۔ نیز غالب مودہ ابتداء میں خوف کرتا ہے کہ کہیں اس سے یکے واصل ہو کر بہتہ بہتہ اس کا یہ خوف ہی زاری ہو جاتا ہے جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَلَا تَجْعَلْ لِّدِينِكَ كُفْرًا وَكَفَرْتَ بِالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْحَقُوا بِكُم بِالْإِيمَانِ لَمْ يَكُنُوا فِي يَدَيْكَ**۔ اس کے ارشاد کو کہ مروجہ شیعہ ہیں اور اپنے نفس کی نقل کر یعنی اپنی دینی ہستی کو بٹ جینی یہ ہو ٹوٹا۔ مثلاً تعالیٰ کے ہوا اپنا ایک عینہ ذاتی مستحق دینا

کہہ رہے ہیں یہ تیرا ایک درہم ہے۔ اس درہم غیریت کو بت۔ رُتبہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَا تُقْسِمُ بِذِكْرِ**
الْبَحْرِ (نہ)۔ اسے لوگو! میں تمہارے نفسوں میں یعنی ذاتوں میں ہستا ہوں۔ اس قاسب انسانی میں ایک
 ہی لیکن ہے اللہ کہ رُتبہ تعالیٰ ہے۔ اس قاسب انسانی میں لیکن حضرت روح ہے۔ جس کی روح
 اللہ تعالیٰ کی روح ہے۔ یہ وہ ہے کہ اسے لوگو! تمہاری مخلوقوں پر میں تمہیں بتاؤں۔ یہ درہم غیریت ہی زمین
 میں کتاب سے ایسی ہے۔ اشارہ ہو کہ اس درہم غیریت کو بتاؤ۔ یہی درہم غیریت جیو رہی تھی۔ اسکی
 رُتبہ ہے اس کو تعلق کر دے کیونکہ رُتبہ **سُجَّاتٌ مَّاءٌ وَتَوَّاهُنَّ تَحْتَهُ** (سجّات مائے زمین ہیں اور وہ اس کے
 تحت گھومتی ہیں) سے ایک خدا نہیں والی ہو چکا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جدا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا غیر ہے۔
 اب اس مثال کی نفی خیر ہی سے کہنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جدا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عین ہے۔ یہ
 زبور اس کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہ ہستی اس کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اب اس نے قتل کی
 چیز نہیں کی۔ ایک قتل نہیں کی تصحیح کی ہے۔ ہذا تقریر و درویشی تصحیح نہیں ہے۔ اور کچھ نہیں۔ نیز
 وہ خودی اس کو اس نے نہ کہ رُتبہ کی حقیقت میں کہ اللہ تعالیٰ کی خودی ثابت ہوئی **اِذَا دَعَا**
تُودِي (اذا دعوئے محبت اور دعوئے غمی اپنے نفس اور حقیقت کے ساتھ اندازت)۔ مراد یہ ہے کہ خودی
 کی خودی اللہ تعالیٰ کی خودی ہے۔ اس میں کی حقیقت اللہ کی حقیقت ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ انسان کی
 محبت پر مبنی ہے۔ **وَأَشْيَا** اور کوئی شے اپنا ذات سے قتل نہیں کی جاتی ہے۔ کچھ حق نہ ہو
 میں اس کی صورت مٹ جاتی ہے کیونکہ خدا اس کو ضرور کھتی ہے اور نہیں اس کو ذات نہیں کرتا ہے۔
 ہر شے کی نہ جن حقیقت اللہ تعالیٰ ہے اس سے کسی شے کی حقیقت قائم نہیں ہو سکتی۔ ہر شے کے دو
 وجود ہیں ایک بھی وجود و دھارہ یعنی وجود۔ اس کو خودی وجود مٹ سکتا ہے لیکن بھی وجود قدیم
 ہے وہ نہیں مٹ سکتا۔ رابطہ اس کی جسمی صورت مٹ جاتی ہے لیکن خیالی عین مثالی صورت
 قائم رہتی ہے۔ یہیں جب ایک شئی قتل کی جاتی ہے تو اس کو لاہری وجود اس عالم شہادت سے
 مٹ جاتا ہے لیکن اس کو وجود دیگر عوالم میں بدستور قائم ہے یعنی اس کو وجود عالم ہدایت میں
 قائم دستور میں عالم دہریت میں عالم راز میں اور عالم مثال میں قائم رہتا ہے۔ اور جب اسکی
 قتل کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی حقیقت قائم نہیں ہوئی تو یہ امر اشیاء کی ذات کیسے مانا ہے اور ایک
 عزت ہے اور اس کی جاکت کو منع کرتا ہے کیونکہ تو ان کے مخالف کے مٹانے پر قادر نہیں ہے۔ اور

اس عزت سے کہ کسی بزرگ تو عزت ہے۔ یعنی اُسے طالب! حبیب تو اپنی بہت سی شاد سے گوارا ذات
 حق میں خانی ہو جائیگا تو ذات حق کیساتھ باقی ہو جائیگا یعنی روح القدس تیرے جسم کی صورت اختیار کر
 لے گا۔ جب اللہ تعالیٰ درویش کے دل پر تجلی کرتا ہے تو اُس کو دُجود مواد سے فارغ ہو جاتا ہے اور وہ
 دُجوانی و دُبانی ہو جاتا ہے۔ تو اپنے وہم کے ساتھ خیال کرتا ہے کہ تو نے اپنے آپ کو قتل کر دیا ہے لیکن
 حقیقت میں عقل منتہی اور عشق کی رُوس تیری صورت ہمیشہ کیلئے موجود ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب ذات
 حق میں جتا ہو جائیگا تو تو ذات حق کیساتھ باقی ہو جائیگا۔ تجہ میں بندت کا طرِ اُتہ کا ظہور ہوگا۔ تیرا
 بشری دُجود گر اند ہو جائیگا لیکن تجھے اُس کے دُجود دُجوب ابھی غیب ہو جائیگا اندازِ حقیقت
 پر اللہ تعالیٰ کا قولِ ذیل ہے (وَمَا ذَمِّتْنَا رَاٰ ذَمِّتْنَا وَ (حِجَابِ اَمَّا رَاٰ) اُسے حبیب پاک مصلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے کنکریاں بنیں پھینکیں جب کہ آپ نے پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں۔ اور
 آنکھ نے صورتِ محمدی مصلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھی جس کی صورت حق میں رہی کہ ثابت کیا۔ پیٹھ نے
 اسی صورتِ محمدی مصلی اللہ علیہ وسلم سے رہی کے نسل کی نفی فرمائی۔ پھر دُجوانی اس نفس کو صورت
 محمدیہ کیلئے ثابت کیا۔ پھر (ذَمِّتْنَا) حرفِ استہراک کیساتھ طرد کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مُحبِ محمدیہ
 مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں راسی تھا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ پس اس نُور کو دیکھو کہ حق تعالیٰ
 نے صورتِ محمدیہ میں نزول کیا یعنی اس نُورِ محمدیہ اور مُؤثرِ محمدیہ کی مثال میں نورِ محمدیہ کہ حق تعالیٰ نے صورت
 محمدی مصلی اللہ علیہ وسلم میں کیے نزول فرمایا ہے۔ اور خود حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس سے خبر دی ہے
 ہم میں سے کسی نے اس کو نہیں کہا ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اُس کی خبر پہنچی ہے اور اُس
 پر ایمان لانا واجب ہے خواہ تم اُس کے کہنے کے راز کو سمجھو نہ سمجھو۔ آیہ مذکورہ میں جس نُورِ محمدیہ میں
 تعالیٰ کا اثر مُؤثرِ محمدیہ یعنی عہد میں ثابت کیا گیا ہے۔ آیہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ خود مصلی
 علیہ وسلم کی صورتِ پاک پر جلوہ نما ہے۔ اس حقیقت پر ایمان لانا سب پر واجب ہے خواہ کوئی عالم ہے
 خواہ کوئی مُسلم مومن ہے۔ مراد یہ ہے کہ عارف کمال کو تو نہیں ایمان بلکہ حقِ یقین کا مرتبہ حاصل ہے اور وہ
 اس حقیقت کا واقعہ ہے لیکن مُسلم اور مومن وہ شخص ہے جو اس حقیقت پر ایمان نہیں رکھے مگر اس کو
 کم از کم ظلمِ یقین تو حاصل ہو۔

وَمَا ذَمِّتْنَا رَاٰ ذَمِّتْنَا یعنی مُحب اور مُحکمین کہتے ہیں کہ واجب تھا کہ

کی ہمت موجود ہے اور ممکن واجب تعالیٰ کا معلول ہے اسلئے واجب تعالیٰ ممکن کو غیر ہے کیونکہ ہمت
 کی ہمت موجود اس شے کی غیر ہوتی ہے لیکن عند الصنفین واجب تعالیٰ ممکن کی ہمت موجود اس امر
 پر نہیں ہے کہ ممکن اس کو غیر ہو اور وہ ممکن کو غیر ہو۔ ان کے نزدیک وجوب اور امکان و عدم واحد کے
 دو کمال و دو شان ہیں یعنی ذات و المطلق کی وجہ سے حق سبحانہ میں وجوب پایا جاتا ہے اور تعین و
 تنقید کی وجہ سے اس میں امکان پایا جاتا ہے پس وہ ذات جامع المصداق بلکہ بین المصداق ہے۔ اور باب
 عقل کے نزدیک حق عالم کی ہمت موجود ہے اور عالم معلول الذا للقت معلول کی غیر ہے۔ اور باب عقل سے
 مراد عقل مجزوی کے صاحب ہیں یعنی جن کی عقل مجزوی کا وہ عقل کل سے نہیں ملا۔ مراد وہ غلامی
 نما رہیں جن کا عارفین دانش سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ عبارت تہید ہے۔ اصل کلام یہ ہے وَوَلَدْنَا آدَمَ
 عَابًا مجزوی عقل باعتبار اپنے فکر کے خلیت ہے اور جس چیز پر وہ ولادت کرتی ہے وہ خلقت نظر
 کے باعتبار ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہمت موجودہ اس بات کو حکم کرتی ہے کہ تحقیق ہمت معلول نہیں
 ہوتی ہے کیونکہ وہ ہمت اس شے معلول کی ہمت موجودہ ہے۔ اور یہ عقل خلیت کو حکم ہے۔ اس میں
 کوئی ہشیدگی نہیں۔ پس یہ کلام جن کو عقل کل سے بہرہ نصیب نہیں کہتے ہیں کہ محتالی عالم کی
 ہمت موجودہ ہے الذا محتالی عالم کا عین نہیں ہو سکتا۔ لیکن علم تعلیٰ میں ہوائے اس کے اور کوئی
 بات نہیں کہ ہمت موجودہ تحقیق عین معلول ہے یعنی جس شے کی وہ ہمت ہے۔ یعنی عند الصنفین ان
 تعالیٰ ہمت موجودہ ہے اور عالم معلول ہے اور ہمت عین معلول ہے یعنی محتالی عین عالم ہے۔ ہوائے
 اولیٰ کے دلوں پر مہم غیریت کا محاب ہے اسلئے وہ عالم کو غیر حق دیکھتے ہیں۔ ٹکائے دانش کے دلوں
 پر مہم غیریت کا محاب اٹھا دیا جاتا ہے اسلئے وہ کثرت سے اس حقیقت کا مشاہدہ کر لیتے ہیں کہ
 محتالی ہوائے ذات کے مقام سے تنزل فرما کر عالم کی صورت پر بیٹھ جاتا ہے اور جو کہ عقل مجزوی
 نے حکم کیا ہے کہ معلول ہمت کو غیر ہے یعنی عالم غیر محتالی ہے اور اس اعتبار سے جس کے کہ نظر میں
 مجزوی کثرت مشاہدہ سے بہرہ ہے۔ چنانچہ مجزوی تنہا کو یہ ہی مقام ہے لیکن جب کسی کو مشق الہی
 نصیب ہو جاتا ہے تو اس کی مجزوی عقل زائل ہو جاتی ہے اور اس کو عقل کل نصیب ہو جاتی ہے۔
 بحر وہ جس شخص اس حقیقت کو جب ذوق و دہش سے مشاہدہ کرتا ہے تو اس چیز کے علامات و آثار
 ہے جو اس کو دین نظری نے عقل کی عقلی اور پھر وہ اس حقیقت کے متعلق کہتا ہے کہ وہی ذات جامع

اس کی خبریں مل رہی ہیں۔ یعنی کثرت عالم میں وحدت مجبور تھا ہے پس وہ علت موجودہ کو یوں معلوم
 دیکھتا ہے۔ جس کی حیثیت ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ ذات ان امور کثیرہ میں سے کہی ایک علت معلول
 کی علت موجودہ ہے اور وہ ذات علت موجودہ ہونے کی حالت میں اپنے معلول کی صورت نہ ہوگی پس
 اگرچہ علت میں معلول ہے لیکن معلول میں عالم اپنے وجود کیلئے محتاج کو محتاج ہے اور وہ محتاج
 بنفسہ واجب بالذات ہے اور وہ کسی علت موجودہ کا محتاج نہیں۔ مراد یہ ہے کہ وجود کی توجہ عالم میں
 تعالیٰ کا محتاج ہے۔ محتاجی عالم کا محتاج نہیں۔ لہذا اس ذات واسطے معلول ہونے کا حکم اس علت
 موجودہ یعنی ذات واسطے کے لئے کثیرہ میں منتقل ہونے کی اعتبار سے محتاج ہوگا۔ جس ذات واسطے
 اپنے معلول کے واسطے معلول ہوگی پس اس اعتبار سے اسی علت موجودہ کو معلول اس علت توجہ
 کیلئے علت ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ غور کی صورت وہ ذات واسطے میں غور کی محتاج ہے۔ جو یہ نہ ہو کہ
 کی خاطر عالم محتاجی کا محتاج ہے اور غور کی خاطر محتاجی وہ ذات محتاج سے لیکن یہ محتاجی ایسی نہیں کہ
 عالم غیر حق ہو یا حق غیر عالم یعنی ممکن غیر واجب نہیں اور واجب غیر ممکن نہیں کیونکہ ممکن کا محتاج
 ہونا علت واجب تعالیٰ کے مثل محتاج ہونے واجب کے علت واجب ہے پس واجب تعالیٰ واجب ہے۔ واجب
 میں واجب ہے۔ یہاں ہی حرکات کی علت موجودہ ہے اور حرکات میں ہی کے معلول ہیں۔ اب غور کی صورت
 معلول علت موجودہ کا محتاج ہے لیکن بغیر حرکات کے یہاں ہی کا غور نہیں ہے اسلئے غور کی خاطر
 یہاں ہی حرکات کی محتاج ہے یعنی وہی معلول اس اعتبار سے علت ہے اور علت موجودہ معلول ہے۔ یہاں
 یہاں ہی حرکات کا میں ہے اور حرکات میں ہی کا میں ہیں۔ **ہذا غایۃ** یہ عقل کی حالت ہے جو علت
 وہ اس کیفیت کا مشاہدہ یعنی حاصل کرے اور اپنی نظر نگری پر نہ موقوف ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب غور
 عقل عقل کی صورت پر پہنچتی ہے اور غور غور سے گذر کر متہم مشاہدہ پر فائز ہوتی ہے تو اسے جب
 حقائق اس پر تکلف جو جاتے ہیں۔ اور جب شے ایسی کیفیت کے متعلق اس طور پر ہے تو اسے
 نظر عقلی کو درست کیا تو اسے تنگ مقام کیفیت کے جو اور صورت متہم میں آیا کیا کہن ہے جس
 جب عقل غور سے ترئی کہ کے تاک عقل کل سے بہرہ ور ہو جاتا ہے تو ان مقامات کو جائز علت
 ہے جن کو عقل غور ہی کے ساتھ ناجائز قرار دیتا تھا عقل غور ہی کیساتھ علت موجودہ یعنی ذات حق کا
 معلول یعنی عالم سے جدا سمجھا ہے اور علت کو غیر معلول قرار دیتا ہے۔ جب عقل ایسی کی صورت

مقتدی ہیں نہ صحت یعنی عقل کی رہیں ہوتی ہے تو صحت کو عین معلول یعنی ذات حق کو عین عالم جاننا تو
اسی مرتبہ اس سے بلند مقامات کو بھی وہ تسلیم کرتا ہے عین حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ کو غلیظہ اور منہجہ ہوتا
ہے۔ نیز ہر کار و عالم جناب فکر پاک عقلی شدہ عیسویہ و حکم کو اللہ تعالیٰ کیسے مانتا ہے ؟

فَمَا أَشَقَّ وَأَنِيزُ رُسُلَ عُلُوْمَتِ اللّٰهِ عِیْہِمُ السَّلَامُ سے کوئی زیادہ عاقل نہیں ہے اور تحقیق پر کچھ وہ دیتے
ہیں وہ وہی اشیاہ ہیں جو ان کو جناب ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔ انہوں نے اُس چیز کو بھی ثابت کیا جو
اب عقل ثابت کرتے ہیں اور اس پر کچھ زیادہ بھی کیا ہیں کے ادراک میں اہل عقل مستس نہیں ہیں
بلکہ اہل عقل اس چیز کو کافی اہم سے محال جانتے ہیں۔ اباب عقل کہتے ہیں واجب تہول تہلیم ہے
ہنسم موجود ہے کسی علت مگر وہ کو محتاج نہیں اور ممکن یعنی عالم حادث ہے ووجود کیسے واجب تہول
کو محتاج ہے۔ اہل تہول ان یعنی رُسُل عِیْہِمُ السَّلَامُ اس امر میں تو اہل عقل کیساتھ تعلق ہیں لیکن انہوں نے
ایک چیز نامہ بیان کی کہ ممکن چنی نام واجب یعنی محتالی کو فیہ نہیں ہے۔ لیکن اہل عقل ممکن کو واجب
تعالیٰ کا جمیع وہ فیہ ہوتے ہیں۔ البتہ اہل عقل میں سے جس کسی کو تہول اہل غیب ہو جاتی ہے وہ
اس حقیقت کو اقرار کرتا ہے کہ عالم میں حق ہے اور سب وہ تہول حق سے فارغ ہوتا ہے یعنی حقیقت
سے حالت صحر میں ہوا یا جاتا ہے تو وہ اس مشہورہ حقیقت میں بیان رہ جاتا ہے۔ سب اقطاب و حقیقت
کے ال کے آسمان پر ٹھہر کر آتا ہے تو کثرت کے بتدریج سب منت جاتے ہیں اور صرف اس حقیقت
کو پاتا ہے کہ وہی ذات واجبہ ان کی مشورہ پر جلوہ نما ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ وہ کوئی مبدیہ ہے وہ
عقل کو رہتے تہول کی طرف چھوڑ دیتا ہے یعنی ناشی ہو جاتا ہے اس حقیقت کو مستجاب ہے تو وہ اس حقیقت کو
تسلیم کر لیتا ہے۔ ورنہ تہول کے ذہن پر عقل کو قربان کر دیتا ہے اور ہر شخص ہوا نظر ہے یعنی اپنی تہول
عقل پر چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس حقیقت کو کچھ عقل کی طرف چھوڑ دیتا ہے۔ مگر دیکھو کہ اہل عقل ان
ذات راہداری میں ہیں جنہوں نے عقل کی دالہ کے ساتھ حقیقت ثابت ہے تو وہیں کہ جاتا ہے۔ ورنہ تہول
ان کو میں دین تسلیم کر لیتا ہے۔ اہل عقل اس حقیقت کو اس کے اقرار کرتے ہیں کہ وہ تہول کے ذہن میں
مکملات اخلاقیہ کی اللہ تعالیٰ سے محبوب ہے اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو اس کے اقرار کرتے ہیں کہ جہاں
تو وہ دیکھتا ہے کہ وہ تہول کے عقل حکم ان پر ہادی ہوتے ہیں لیکن ان کے ہوا میں کہ اللہ تعالیٰ
نے اُنہیں اُخروی میں بھی رہا ہے کہ قَالَ الَّذِیْ حَسِبَ اَنَّهُ قَدْ اٰتٰهُ الْوَحٰیةَ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ اَلَمْ یَلٰہُکَ مَا کَانَ یَوْمَکَ اَلَمْ یَلٰہُکَ

فِي دُنْيَا دَقُوبَهُمْ تَحْتَ اَعْدَانِهِمْ۔ مراد یہ ہے کہ ارباب عقل کے دلوں پر وہم غیریت کے بلب ہیں اور
 مُشَاقِّ اَلہٰی کے دلوں سے وہم غیریت کے بلب اُٹھ دیئے جاتے ہیں۔ عارفین بالشر کیلئے دُنیا و آخرت
 یکساں ہو جاتی ہے۔ اُن کے ابدان دُنیا میں ہیں اور قلوب آخرت میں اور یہی وجہ ہے کہ وہ ظاہری صورت
 سے پہچانے نہیں جاسکتے البتہ وہ شخص پہچانتا ہے جس کی چشم بصیرت کھل دی گئی ہے۔ وَفِي حَدِيثٍ اَلْقَدِيرِ اَوْ ذِي بَيِّنَةٍ تَحْتَ تَبَائِي كَا يَعْرِضُ فَرَسُو غَيْرِي۔ عارف بالشر باعتبار تَبَائِي اَلہٰی کے دُنیا
 میں ہی نشاۃ اُخروی میں ہوتا ہے۔ بلا شک دُنیا میں ہی اُس کا عشر ہو جاتا ہے اور دُنیا ہی میں اپنے
 بدن کی قبر سے اُس کا نشر واقع ہو جاتا ہے۔ دُنیا میں دیدار اَلہٰی نہر کی آنکھوں سے ناممکن ہے البتہ دل
 کی آنکھوں سے جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ جب عارف کے دل پر تجلی کرتا ہے تو تجلہ کُتب میں جاتے ہیں اور
 عارف اپنے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اُس وقت اُس کا وجود مواد سے فارغ ہو جاتا ہے
 اور وہ رُوحانی و ربّانی ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ روز عشر نام لوگوں کو دیدار اَلہٰی نصیب ہوگا اور دُنیا میں ہی
 دیدار اَلہٰی سے مشرف ہو جاتا ہے اُسے اُس کے لئے گویا دُنیا میں ہی قیامت قائم ہو گئی۔ پس وہ ترقی کر
 کے عالم شہادت میں آ جاتا ہے اور وہ اُس چیز کو دیکھتا ہے جس کو دوسرے نہیں دیکھتے اور اُس چیز کو
 مشاہدہ کرتا ہے جس کا دوسرے نہیں مشاہدہ کرتے۔ ایک جگہ دیکھنا آیا ہے اور ایک جگہ لُٹا ہے وہ آیا ہے کیونکہ
 ایک جگہ ہے فَهُوَ يَرِي اور دوسری جگہ ہے وَيَشْهَدُ۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ دل کی دو آنکھیں ہیں ایک
 ہے عین الشّہرّی اور دوسری ہے عین الکبریٰ۔ عین الشّہرّی سے عارف اشیاء کو دیکھتا ہے اور عین الکبریٰ
 سے عارف اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ دارِ دُنیا میں یہ دولت عرفان اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 اپنے جہن بندوں پر محض عنایت ہے۔

اب جو کوئی اس حکمت ایسا یہ ادراک پر مصحح ہونا چاہے اور جس حکمت کے صاحب کو اللہ
 تعالیٰ نے دوبارہ پیدا کیا یعنی ایک دفعہ پیرا کر کے نبی بنا کر قبل نوح کے بھیجا۔ پھر اُس کو آسمان کی طرف
 اُٹھا لیا کیونکہ وہ ترقی کر کے عقل مجرد ہو گئے تھے اور مثل ملائکہ کے ہو گئے تھے۔ پھر دوبارہ پیدا کیا یعنی
 کئی عرصہ کے بعد دوبارہ صفات بشریت عطا کیں اور ایسا نہم رکھ کر بحیثیت رسول نازل کیا۔ پس یہ
 تعالیٰ نے اُس کیسے دو منزلیں جمع کیں یعنی آپ دو مراتب نبوت و رسالت کے جامع تھے نیز اس سے
 یہ مراد ہے کہ آپ نے سیرۂ وحی میں کی اور سیرۂ نزول بھی کی۔ پس اب بد اس حکمت پر مصحح ہونا چاہئے کہ

چاہیے کہ وہ سیرِ غرودی و سیرِ نذولی کا ماہر ہو۔ اس ضمن میں کشف کوئی اور کشف الہی دونوں کا ذکر ہے
 اسلئے اُس کو چاہیے کہ وہ ان دونوں کشفوں میں ماہر ہو۔ پہلے سیرِ غرودی کرے یعنی عالمِ خلق سے عالمِ امر
 میں پہنچے اور پھر عالمِ امر سے ترقی کر کے عالمِ ذات میں پہنچے۔ عالمِ خلق سے عالمِ امر تک کشف کوئی ہے اور
 عالمِ امر سے عالمِ ذات تک کشف الہی ہے۔ پس پہلے عالمِ خلق سے ترقی کر کے عالمِ امر تک پہنچے تاکہ کشف
 کوئی حاصل ہو اور اس کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ شخص اپنی عقل کے حکم سے اپنی حیوانیتِ عورت اتر
 آئے یعنی مُطلق حیوان ہو جاوے جیسا کہ اُس چیز کو دیکھے جس کو ہر حیوان سوائے جنوں اور انسانوں کے
 دیکھتا ہے۔ پس اُس وقت وہ اس بات کو جانے لگا کہ واقعی وہ اپنی حیوانیت کیساتھ متعلق ہو گیا ہے۔ فرد
 یہ ہے کہ سالک کو چاہیے کہ اپنے نفس کیساتھ مجاہد کرے۔ اپنی جُزوی عقل کی مخالفت کرے اور نفس کی تمام
 لذتیں ترک کر کے مثل حیوانوں کے ہو جائے۔ اُس وقت مجاہد اُٹھ اُٹھ جائے گا اور اُس کو کشف کوئی نصیب
 ہو جائیگی۔ بعد سے شہرِ بُکرت میں ایک بزرگ باکرم اچھی صاحبِ عیادت تھے۔ اس مسکین کا تب المروت نے
 چہن میں آپ کو کئی مرتبہ دیکھا کہ روٹی پکاتے وقت آپ آٹے میں راکھ بولیتے تھے اور پھر وہ روٹی کھاتے
 تھے۔ ساری رات جاگتے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ آپ کو ایک پانی کے نالہ میں کافی عرصہ کھڑا رکھے
 فرمادے کہ آپ نے بڑا سخت مجاہد کیا ہے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ آپ کشف و کرامات کے سمندر تھے۔ پس حیوانیت
 کیلئے لازمی ہے کہ وہ سالک نفس کی تمام لذتیں ترک کر دے اور نیز مثل حیوانوں کے گونگا بن جائے یعنی
 زبان پر نہ سکوت رکھے۔ سوائے جنوں اور انسانوں کے سب حیوانوں کو کشف نصیب ہے اسی لئے
 اللہ تعالیٰ نے اُن کی زبانوں پر ٹھہر سکوت لگا دی ہے۔ وَ عَلَّمَ مَثَلَهُ آدَمَ اور جب سالک حیوانیت کے
 ساتھ متعلق ہو جاتا ہے تو اُس کی حیوانیت کی تخلیق کی عظمت پر دو علامتیں ہیں۔ اُن میں سے ایک
 علامت یہ ہے کہ اُس کو یہ کشف نصیب ہو جاتی ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ قبریں کس کو ہذا ہے اور کس کو
 اُخرا ہے۔ اور وہ میت کو زندہ دیکھتا ہے۔ اور کلمہ دیکھتا ہے اور قادیان کو اپنے بعد دیکھتا ہے۔ علامتِ ثانیہ میت کو زندہ
 دیکھتا ہے کیونکہ موت کے وقت رُوح کی بدن سے مفارقت نہیں ہوتی بلکہ رُوح مریں ہی قبض کر دی
 جاتی ہے۔ رُوح کی بدن سے مفارقت قبر میں مُعکّر کیم کے حوادث کے بعد واقع ہوتی ہے اور اس پیچر کا
 عارف مشاہدہ کرتا ہے۔ مفارقت کے بعد بھی قبر میں رُوح کا جسد کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور وہ جسدِ عظام کا
 مثالی ہوتا ہے اور انبیاء و اولیاء و صالحین کو وہی اصلی دُنیوی جسد ہوتا ہے کیوں کہ اُن کے اُجود کوئی نہیں

کہاتی ہے کہ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ تِلْكَ آيَاتُ الْكُتُبِ الَّتِي يُرْسِلُ اللَّهُ بِهَا رُسُلَهُ إِلَى قَوْمِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ
 دعوتِ دعوت کو مکمل دیکھتا ہے۔ ہر شے کی حقیقت مثالی صورت میں دعوت کیساتھ کلام کرتی ہے اور یہ ہے
 دعوتِ دعوت کلام ہوتی ہے۔ غافل بیٹھے دے کو پہنچنے والا دیکھتا ہے یعنی دعوت میں قاعدہ کی دعوت متوجہ
 ہوتا ہے اس کی حقیقت مثالی صورت میں اس کے پاس ہیں کہ آجوتی ہے۔ اور دوسری دعوت میں اس
 طرح ہے کہ گونگے ہونے کے بعد اگر وہ بار بار کہے کہ وہ اس پیر کے متعلق کلام کرے جو اس نے دیکھا تو وہ اس کے
 قاور ہیں ہوتا ہے۔ پس اس وقت وہ اپنی حیوانیت کے ساتھ متعلق ہوگا۔ ہر ایک طریقہ قاعدہ میں کرے
 کشت واقعی حاصل ہوتی لیکن وہ اپنے گونگے ہونے کے ساتھ نہیں ملتا ہے کہ اپنی حیوانیت کیساتھ متعلق نہ ہوگا۔
 اور جب اللہ تعالیٰ نے جبکہ اس مقام میں تیم بشت تو ہیں اپنی حیوانیت کیساتھ اس طرح متعلق ہونا چاہیے بہت کم ہوتا ہے
 کائنات کے حاکم کو بین کر دے تو یہ کہ وقت نہ لگتا تھا کہ سکریان کر دے۔ پس میں اس طرح ہو گیا کہ اپنے
 دماغ گونگے کے درمیان ہر کلام نہیں کہتے فرق نہ کر سکتا تھا۔ لہذا متعلق لایاں تک کہ کشت کوئی کلام
 نہ جب دعوت کے دماغ سے جواب نہ ہوتا ہے تو اس کو کشت کوئی غیب ہو جاتی ہے اور دعوت میں آتی
 بھی غیب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کو نہ نے تیم کو متوجہ حاصل نہیں ہوتا۔ جب اس کے دماغ غریبے دماغ سے کشت
 میر ہے۔ دماغ غلبے سے لڑتی کہ عالم مثال اور عالم احوال کی تسخیر کشت کوئی ہے۔ عالم احوال سے اس کے
 دعوت عالم دعوت اور عالم احوال میں مرتبہ ہیں اور ان کی تسخیر کشت میں ہے۔ پس دعوت و جب
 اس پیر کیساتھ متعلق ہو جائے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے میں حیوانیت کیساتھ متعلق ہو جائے تو اس کو پیر
 کہ وہ ان مراتب کی طرف توجہ دے جہاں وہ متعلق ہو جائیگا اور اس کو ہم کو دے فارغ ہو جائیگا
 اور وہ جیسی ہو جائیگا یعنی روحانی و ذاتی ہو جائیگا۔ تب دماغ پر حالت نئی طاری ہوتی ہے تو اس کا
 وجود مواد سے فارغ ہو جاتا ہے حیوانی روح گمراہ ہو جاتا ہے اور روح القدس اس کے جسم کی خدمت نیا
 کر سکتا ہے۔ اس کا بشری وجود گمراہ ہو جاتا ہے اور اس کو وجود کو خوب الہی غیب ہو جاتا ہے۔ اس وقت
 اس کے وجود میں صفت کاملہ الہیہ کا نمود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس وقت وہ سارے ایسے امور
 دیکھتا ہے جو ان چیزوں کیسے اصول ہیں جو صورت طبیعی و عنصری میں ظاہر ہوتی ہیں۔ سارے عالم احوال
 سے توفیق کر کے مقیم و احدیت میں پہنچتا ہے۔ مقیم و احدیت میں ممکنات عالم کے عیان ہوتے ہیں وقت
 میں تخصیص ظاہر ہیں۔ مقیم و احدیت سے توفیق کر کے مقیم و احدیت میں پہنچتا ہے۔ مقیم و احدیت میں ممکنات

عالم کے اعیان ثابتہ یعنی ممکنات میں اجماعاً عباد ہیں۔ مقام وحدت سے تزلزل کر کے مقام احدیت میں پہنچنا
 جس پر یہ مقام لا اُکروت ہے۔ اس میں اعداد و صفات کو کوئی غلبہ نہیں بلکہ اعداد و صفات آتے ہیں ممکنات
 و کم بالقوۃ اندراج میں جیسے درخت پتی میں یا غلۃ مندرج ہوتا ہے۔ پس مراتب حقیقی میں سبکست متان
 ممکنات کے بیان ثابتہ کو نشانہ دہ کرتا ہے۔ یہی اعیان ثابتہ ان اشیاء کی اس میں ہو سکتی ہیں۔
 مندرجہ میں ظاہر ہیں۔ یعنی ضروری عقیدہ عالم ارواح میں وضوح مثال یہ عالم مثال میں اور ضروری عقیدہ
 عالم فطرت میں ان اعیان ثابتہ کے احکام اور اشارہ پر غور فرمائی ہیں۔ پس وہ علم ذوق سے بیان کیا ہے کہ
 اس کی صورت بھی دنیا میں کوئی حقیقت میں یہ حکم کسی جگہ سے ظاہر ہوا ہے۔ اور اگر اس پر یہ مکتوبات
 لکھا جاتا ہے کہ تحقیق جیسے میں نہیں۔ لیکن اس کی ذات میں حقیقت کی ذات ہے تو تحقیق سے
 غیر کثیر و ایک ضروری ہے کہ جب سبک و تاب آتے ہیں کہ اس کو عرفان کو مل کر جانتے ہوئے
 ان یقین کا مرتبہ درجہ میں ہوتا ہے۔ کشف کوئی سے جن یقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور علم یقین کا مرتبہ
 درجہ میں کوئی دیکھنے ہی کے خفیہ ہوتا ہے۔ غیر ثوابی کے بعد سبک و تزلزل کرتا ہے اور وہ کلمات حقیقی و
 لفظی کو باطل کر دیتا ہے۔ حضرت دریں عالم اشعوم نے چلے سیر فرمائی ہیں اور بعد میں۔ یا اس بات کو تزلزل
 فرمایا کہ وہ بھی کہ کلمت حقیقی و لفظی کے جامع تھے۔ ان دونوں سیر میں کی تھیں کے بعد وحدت کمال کو
 پہنچ جاتا ہے۔ اور وہ بعینہ شہود ہاں جیتا ہے کہ ذات حق مرتبہ احدیت سے تزلزل فرما کر مرتبہ وحدت میں
 اجماعاً حقیقی ممکنات پر مرتبہ وحدت سے مرتبہ احدیت میں تزلزل فرما کر اقصیٰ حقیقی ممکنات پر مرتبہ وحدت
 سے عالم ارواح میں تزلزل فرما کر حقیقی ممکنات پر عالم ارواح سے عالم مثال میں تزلزل فرما کر مثال وحدت
 پر اور عالم مثال سے تزلزل فرما کر عالم جسم میں مندرج ممکنات پر غور فرمائی ہے اور غیر ضروری اس بات کو
 ہی میں لیتا ہے کہ انسان کو اس میں مراتب حقیقی و لفظی کا جامع ہے۔ و ان انشور لہ اور اگر وہ سبک
 اس مقام یگانہ است میں کا ہم نے ذکر کیا ہے کیسا تو مفہور ہے کہ یعنی کہ اس کی غروی سیر عالم ارواح
 تک اس رہی اور مراتب حقیقی کی سیر نہ کر سکا تو بھی اس کو یقین کا مرتبہ حاصل ہو جائیگا اور اسی قدر
 معرفت الہی اس کے لئے کافی ہے کہ اگر اسی قدر معرفت کے باعث وہ اپنی عقل پر غالب آجائیگا۔ فرماؤ
 یہ ہے کہ اپنی غروی عقل اس کو غیریت کی معرفت و حالت کوئی حقیقی عالم غیر حق ہے لیکن اس معرفت
 کے باعث وہ یقینیت کو قبول ہو جائیگا یعنی عالم یقین حق ہے۔ پس وہ دونوں کیساتھ لایا ہوگا اور اشارہ

تعالیٰ کے قول ذیل کی حقیقت ذوقاً پہچانے گا (خَمَرَ تَحْتَوُوهُمْ وَلَا يَحِثُّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَمَا يَذَّكَّرُ عَنْهُمْ)۔
 پس تم نے کافروں کو قتل نہ کیا و لیکن اللہ ہی نے اُن کو قتل کیا اور اُسے عیب صلی اللہ
 علیہ وسلم! آپ نے کٹریاں نہیں پھینکیں جب کہ آپ نے پھینکیں بکہ اللہ نے پھینکیں۔ اب غور کیا جائے
 تو کافروں کو تین چیزوں نے قتل کیا یعنی تلوار تلوار کا مارنے والا اور تیسری وہ ذات جس نے اس
 مارنے والے کی صورت کو پسید کیا یعنی اُس مارنے والے کی حقیقت۔ اب ان تینوں کے باعث ہونے والی
 پر قتل و زخمی واقع ہوا لیکن آیہ کریمہ میں دعا لیت ہے کہ قتل بھی اللہ نے کیا اور زخمی بھی اللہ نے کیا۔ جس کا
 تعالیٰ نے اشارہ کر دیا ہے کہ تلوار کی صورت پر تلوار مارنے والے کی صورت پر اور تلوار مارنے والے کی صورت
 پر اللہ تعالیٰ ہی کا ظہور ہے یعنی ہر شے کی صورت دھنی اللہ تعالیٰ ہے۔ پس وہ سالک جس کی سیر روحی عالم
 ارواح تک ہے وہ امور کو ان کے احوال و صورت کے ساتھ مشاہدہ کرتا اور اُس کی معرفت ہم ہو جائیگی۔
 یعنی اُس عارف کو ان امور کا علم قرآن مجید اور حدیث شریف سے حاصل ہوتا ہے وہ ان امور کی فہم
 صورت اور ان کے حقائق و امور کو آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے یعنی وہ ہم الیقین کے مرتبہ سے ترقی کر کے
 یقین الیقین کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں جنت دوزخ سعادت و عذاب آسمان
 روزِ عشرِ زسل علیہم السلام، انکو عظیم الشان اور جنات و غیرہ کا ذکر فرماتا ہے۔ جب عارف کو کشف کوئی
 نصیب ہوتی ہے تو ان جملہ امور کو وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ نیز اگر کسی آیت یا حدیث شریف کی شرح مطلوب ہو
 تو وہ ہر کور دو عالم حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرتا ہے لہذا ایسے عارف کا علم ہم ہوتا
 ہے۔ اور اگر وہ عارف ترقی کر کے مقامِ احدیثِ ذاتیہ تک پہنچ جاتا ہے تو اس وقت اس کی معرفت کامل
 ہو جاتی ہے اور یقین الیقین کے مرتبہ سے ترقی کر کے یقین الیقین کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے یعنی مقامِ یقین
 صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پس وہ عارف کو اُسے اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز نہیں دیکھتا
 یعنی ہر چیز کو عین ذات دیکھتا ہے اور ذاتی کو عین مرئی دیکھتا ہے یعنی اپنی ذات کو عین اللہ تعالیٰ کی
 ذات دیکھتا ہے۔ پس عارف کیلئے اس قدر معرفت کافی ہے کیونکہ اس سے باہر اور کوئی مقام نہیں۔ لیکن
 یاد رہے کہ پُرکونہ علوم الہیہ لا متن ہی ہیں اس لئے عارف بھی اپنے علوم میں ہر دم ترقی کرتا رہتا ہے حتیٰ
 کہ ترقی بعد الموت بھی ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس رستہ پر چلنے کی توفیق دیتا رہتا ہے اور اس رستہ
 کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

نص حكمة إحصائية في كبرية لقائيه

إذا شاء إله يريد برزقا : لنا فما نكون أجمعة فذا
 فإن شاء إله يريد برزقا : لنا فلهو الخداء طسايا
 شيئا إذا شاء نقولوا : بها قد شاء ما نهي البشاء
 يريد زيدا ولا يريد نضرا : ليس منا ولا إلا الشاء
 فلهذا الفرق بيننا وبينهم : ومن وجب علينا سوا

قال الله تعالى ولقد آتينا لقمان الحكمة و من يؤت الحكمة فقد آتينا خيرا
 كثيرا قلن يا نصير هو ذو الخير الكثير شيئا ذوالله تعالى له بذلك والحكمة
 لنا نكون متلفا منطوقا بها ومسكوتا عنها مثل قول لقمان لابنه يا بني إني
 إن لك مثقال حبة من خردل فتكفي في مفرجة أو في السموات أو في الأرض يات
 بها الله فلهذا بحكمة المنطق بها وإن جعن الله علو الأقي بها و قد سما الله ذلك
 في كتابه لا يورد هذا القول على قاصيه وإنما الحكمة المسكوت عنها وعليت بقرينة
 الحال فلو أنه سكوت عن السوقي اليوبت الحكمة فما ذكره ولا قال لابنه يات
 بها الله إني ولا إلى غيرك فأرسل الآتيان عما أجمع السوقي به في السموات إن
 كان في الأمر من تبيينه لينظر الشاظر في قوله (وهو الله في السموات وفي الأرض)
 نسبه لقمان بما تكلم به و بعد سكوت عنه أن الحق عين صل معلوم لأن العلم
 أعم من الشئ فهو الحكمة التي تسمى الحكمة و اشتروا ما يذكرون الشاء
 كما والله فيها فقال (إن الله يعطي) فمن عافيه و عفا عنه في الشئ المسمى بهذا
 المحل ذلك عين ذلك الشئ حتى لا يقبل فيه إلا ما يدين عليه إسمه بالشوا
 والأسماء يقال هذا السماء والأرض والحدود والحيوان والملك والبرق وال
 قوس والفين واحدا من كل شئ و فيه كك القول ألا شاعرا أن العالم كله
 سائر في رجب هو فهو جوهرة واحد فلهذا عين قولنا العين واحد في قوله قال شاعرا

بِأَعْمَارٍ مِنْ دُونِ قَوْلِهِ : تَنَسَّيْتُ دَنَسَكْتُ بِأَعْمَارٍ وَالتَّسَيَّبُ حَتَّى تَتَمَيَّزَ فَيَقَالَ هَذَا
 لَيْسَ هَذَا مِنْ حَيْثُ صَوَّرْتَهُ أَوْ صَوَّرْتَهُ أَوْ صَوَّرْتَهُ كَيْفَ رَشَّيْتُ نَقْلًا وَهَذَا مِنْ هَذَا
 مِنْ حَيْثُ صَوَّرْتَهُ بِأَعْمَارٍ يُؤْخَذُ بَيْنَ الْأَجْوَادِ فِي حَيْثُ صَوَّرْتَهُ وَهَذَا مِنْ هَذَا
 رَأَيْتُ بَيْتَ سَوَى الْحَقِّ وَ يَقْنُ الْأَتَكَلُّوَانِ سَوَى الْجَوْهَرِ وَإِنْ كَانَ حَقًّا مَا هُوَ عَيْنُ
 الْحَقِّ الَّذِي يُطْلِقُهُ أَهْلُ الْكُشْفِ وَالْعَجَبِ فَلَا يَدْرِي كَيْفَ تَوَدَّ تَعَالَى كَيْفَ تَوَدَّ
 فَقَالَ (خَبِيرٌ) أَيْ عَدِيدٌ عَنْ رَأْيِهِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَلَسَبُّوا نَحْمًا حَتَّى تَحْكُمَ) وَهَذَا
 هُوَ عِلْمُ الْأَلَاءِ وَاقْتِصَادُ الْحَقِّ نَفْسَهُ مَعَ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ إِلَّا مَرُومٌ مُسْتَفِيدٌ عِلْمًا وَلَا تَقْدِيرًا
 سَوَى رَأْيِهِ مَا تَقَدَّرَ الْحَقُّ عَلَيْهِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ فَتَقَدَّرَ تَعَالَى مَا بَيَّنَّ بِمَا رَأَى فِي الْأَعْيُنِ الْكَلِمَاتِ
 فَصَلُّوا بِمَا رَأَى مُتَيَّدًا بِأَعْمَارٍ وَ قَدْ قَالَ عَنْ تَحْيِيهِ رَأْيَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَلَسَبُّوا نَحْمًا حَتَّى تَحْكُمَ)
 مَسْقُودًا وَهُوَ قَوْلُهُ لَا يَنْفَعُ قَوْلِي الْقَبُولَ وَبَعْدَ لَا وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَلَسَبُّوا نَحْمًا حَتَّى تَحْكُمَ)
 يَنْفَعُ أَهْلَ الْعَجَلِ وَرَأْيَهُ وَ يَدْرِي كَيْفَ تَوَدَّ تَعَالَى تَقَدَّرَ عَنْ الْقَوْلِ تَقَدَّرَ عَنْ الْأَعْيُنِ
 وَ لَيْسَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ هَذَا إِلَّا أَنْفَعُ وَ الْقَوْلُ تَعَالَى (وَلَسَبُّوا نَحْمًا حَتَّى تَحْكُمَ) الْفِعْلُ هُوَ السَّبُّ
 فَإِنَّ السَّبَّ مُتَوَكِّفٌ عَلَى رَأْيِهِ وَ لَيْسَ السَّبُّ إِلَّا بِرَأْيِهِ فَإِنَّ السَّبَّ مُتَوَكِّفٌ عَلَى رَأْيِهِ
 السَّبُّ لَيْسَ بِغَيْرِ رَأْيِهِ وَ لَيْسَ السَّبُّ إِلَّا بِرَأْيِهِ فَإِنَّ السَّبَّ مُتَوَكِّفٌ عَلَى رَأْيِهِ
 أَيْ كَيْفَ تَوَدَّ تَعَالَى كَيْفَ تَوَدَّ تَعَالَى كَيْفَ تَوَدَّ تَعَالَى كَيْفَ تَوَدَّ تَعَالَى
 فَكُلُّهُمْ كَلِمَاتٌ فِي الْحُكْمِ وَ هُوَ الْمَوْجُودُ نَفْسًا كَانَ يَحْكُمُ الْأَمْرَ فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَ الْقَوْلُ تَعَالَى
 اللَّهُ تَعَالَى لَقَدْ كَانَ مِنَ السَّعْيِ كَثِيرًا وَ كَثَرَتْ سِرَّةُ حَيْكُو شَيْءٍ وَإِنْ كَانَ قَوْلُهُ (وَإِنْ كَانَ)
 لَيْسَ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي فَلَوْ لَمْ يَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي لَمْ يَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي لَمْ يَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي
 وَ هَذَا قَوْلُهُ (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ)
 السَّبُّ كَوْنُهُ عَلَى قَوْلِهِ تَعَالَى (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي
 وَ هَذَا قَوْلُهُ (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ)
 السَّبُّ كَوْنُهُ عَلَى قَوْلِهِ تَعَالَى (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي
 وَ هَذَا قَوْلُهُ (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ)
 السَّبُّ كَوْنُهُ عَلَى قَوْلِهِ تَعَالَى (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي
 وَ هَذَا قَوْلُهُ (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ)
 السَّبُّ كَوْنُهُ عَلَى قَوْلِهِ تَعَالَى (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي (وَإِنْ كَانَ) تَكُنْ خَيْرًا مِنْ قَوْلِي

قَوْلُ اللَّهِ وَالَّذِي فِي سُدُورِهِ قَوْلُ اللَّهِ أَيْمَنًا وَأَعْمَلًا ذِيكَ فَتَحَنَّنَ عَلَيْنَا أَنْ اللَّهُ تَعَالَى مَا أَقْتَصَرَ
 عَنْ ذَرِينِ الدَّرَجَةِ وَشَوْكَ مَا لَوْ أَصْغَرَ مِنْهَا فَإِنَّهُ جَاءَ بِذَلِكَ عَنْ أَسْبَابِ الْعَذَابِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَأَمَّا صَغِيرُ
 الرُّسُلِ بَيْنَهُ فَتَصَرَّفَ بِرَحْمَةٍ وَبِلَذَائِدٍ وَأَمَّا لَا يَرْفَعُ سَعَادَاتِهِ إِذَا قِيلَ بِذَلِكَ وَأَمَّا حُطْمَةُ
 وَرَيْبِهِ فَإِنَّ نَبِيَّهُ (إِيَّاهُ) لَا تُشِيرُكَ بِاللَّهِ وَأَنْ تُشِيرُكَ بِظُلْمِ عَظِيمٍ وَتَسْأَلُكَ السَّعَادَ
 حَيْثُ نَعْتَهُ بِذَلِكَ تَوَسَّعَ وَهُوَ حَيٌّ وَاحِدٌ لَا يَمُوتُ لَا يَشْرُكَ مَعَهُ إِلَّا عَيْنُهُ وَهَذَا غَايَةُ الْجَهْلِ
 وَتَسَبُّبُ ذِيكَ أَنْ مَشْغُوعَ الَّذِي لَا مَعْرِفَةَ لَهُ بِأَلَا مَوْحِنَ مَا هُوَ عَلَيْهِ وَلَا بِحَقِيقَةِ الشَّيْءِ
 إِذَا اخْتَلَفَتْ عَلَيْهِ الصُّورُ فِي الْعَيْنِ أَوْ أَحَدًا قَدْ وَهُوَ لَا يَعْرِفُ أَنْ ذِيكَ اخْتَلَفَتْ فِي عَيْنِ
 وَاحِدَةٍ جَعَلَ الصُّورَ قَدْ مُتَّحِدَةً بِأَخْرَاسٍ فِي ذِيكَ السَّعَادَ فَجَعَلَ بِصُلْبِ هَذِهِ جُزْءًا مِنْ
 ذِيكَ السَّعَادَ وَهُوَ فِي الشَّرِيفِ أَنْ لَا تَرَى أَسْرَى يَحْمِلُهُ وَمَا دَقَّقَتْ فِيهِ الشَّارِكَةُ لَيْسَ
 شَيْءٌ إِلَّا خَيْرًا لَهَا شَارِكُهُ إِذَا هُوَ لَا خَيْرَ قَدْ أَنْ مَا تَوَ شَرِيكَ هُوَ الْحَقِيقَةُ فَإِنْ حُضِرَ
 وَاجِبٍ عَلَى حَقِّهِ مَسَارِقِينَ فِيهِ وَأَنْ بَيْنَهُمَا مُتَّحِدَةً فِيهِ وَتَسَبُّبُ ذِيكَ الشَّرِيفَةَ الشَّاعَةَ
 فَإِنْ كَانَتْ مُتَّحِدَةً فَإِنْ تَعَرَّفَتْ مِنْ أَعْيُنِهِمْ يَسُودُونَ إِلَّا شَاعَةَ (فِي) أَعْيُنِهِمْ وَاللَّهُ
 أَعْلَمُ (الْوَحْشَةُ) هَذَا دَوَامُ السَّعَادَةِ

یہ حکمت احسانیہ کا قصہ کہ تمنا یہ کے بیان میں ہے

محبت ایٹامیہ کے بعد محبت احسانیہ لانے کی محنت یہ ہے کہ محبت ایٹامیہ کو انقضاء اس امر پر
 جو کہ جب عادت توئی کر کے مرتبہ حق ایٹامیہ پر نازل ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشابہہ کرتا
 ہے۔ آگے فرمایا وَاعْلَمُ السَّوْفِیُّ وَالْبَاقِیُّ یعنی اللہ تعالیٰ کا مشابہہ اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے۔ اور اس
 محبت احسانیہ کہ حضرت عثمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ کو مشابہہ ذات
 الہی تعالیٰ سے اور آپ عادت کان سے بقولہ تَعَالَى رَدَّ لِقَاءَ النَّبِیِّ نَعْمَانَ الْجَحِشَةَ۔ پس اللہ
 تعالیٰ نے آپ کو حرمین کا کمال عطا کیا ہوا تھا جو ماضیوں اور عارفین کا منتہا ہے۔ حضور سے گریہ آپ پر
 اللہ تعالیٰ کا بڑا جباری احسان ہے بقولہ تَعَالَى (وَمَنْ يُوْتِ الْوَحْشَةَ نَعْمَةً وَمَنْ يُؤْتِ الْوَحْشَةَ نَعْمَةً) اور
 جس کی محبت یعنی معرفت کان میں ملے گی کسی پس تحقیق اس پر اللہ تعالیٰ کو بڑا جباری احسان ہے نہ شکر

۱۱۔ وہ جس وقت اللہ تعالیٰ پر اپنے آپ کو رزق دینے کا ارادہ کرتے تو عاراً عالم اس کی نڈا ہے۔
۱۲۔ اگر محتسبی کا ہے تو ہم کو رزق دینے کا ارادہ کرتے تو محتسبی ہماری نڈا ہے جیسا کہ ہم پہلی تحریر میں
کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اسرار و عظمت کا ظہور کیا تو ہم کو پیدا کر دیا اور اس کی خاطر عالم اللہ تعالیٰ
کی نڈا ہے کیونکہ اپنے ظہور کی خاطر اللہ تعالیٰ عالم کو محتاج کا محتاج بنادیا اور محتاج بننا
ایسے ہی اللہ تعالیٰ اپنے ظہور کی خاطر عالم کو محتاج ہے۔ اور جب محتسبی اس عالم کو رزق دینے کو ہدایت
کے ہیں عاراً کو اور وہیں رزق پاتا ہے تو عالم کی نڈا محتسبی ہے یعنی عالم کو محتاج کی نڈا دیتا ہے مگر
یہ ہے کہ ظہور کی خاطر عالم اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ یہی ظہور کی خاطر عارف کی محتاج ہے اور عارف اور
کے عارف ہی کے محتاج ہیں جس کو کمال سے یہی عارف کی نڈا ہے اور ایک قدرت سے عارف ہی
کی نڈا ہیں۔

۱۳۔ و ۱۴۔ ان اشار میں محتسبی کی نشیبت و محتسبی کے ارادہ میں فرق ظاہر نہ تھا اور یہ ممکن
و نشیبت میں اس کا ارادہ ہے۔ اس میں محتسبی کی نشیبت کے ساتھ عالمی اور ایک کو تحقیق ہے۔ یہ عالمی
نے نشیبت کو عاراً تو یہی نشیبت اس کا ارادہ ہے۔ یہ عارفی حدیث نشیبت میں عارفی حدیث
ہیں میں بالحدود متدرج ہیں۔ اس مرتبہ میں عارفی حدیث غیر امتیاز ہیں اور سب ایک انصاف کی ہیں ہیں۔
ہذا اس مرتبہ میں نشیبت و ارادہ میں کوئی فرق نہیں۔ اس مرتبہ و حدیث میں حدیث الہیہ کو بھی نہیں
ہے۔ اس مرتبہ میں نشیبت اور ارادہ کی تیز ہے۔ ارادہ میں محتسبی کی حدیثی کا ارادہ کرتا ہے کی نشیبت
محض نشیبت ہے۔ نشیبت کو ارادہ پر اس مرتبہ میں عقل تقدم حاصل ہے۔ پس محتسبی کسی شے کی یہ
کے متعلق نشیبت کرتا ہے اور بعد میں اس کو ایجاد کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس شے کو جسے اور کسی کو
کس فوہ پر ایجاد کرتا ہے اس کا تعلق علم کیساتھ ہے۔ ہذا ارادہ میں اس شے کے عین ثابتہ کو بھی دیکھو
تدریجاً اس ایجاد کیلئے اس وقت کام کیسے گی جب ارادہ الہی نے اس شے کو اپنے علم میں محتسبی
متعین کر دیا۔ تو گویا ارادہ میں اس شے کیلئے کسی بیشی و دیگر کو توفیق و عظمت کا بھی فیصلہ کر دیا ہے
یعنی نشیبت محض نشیبت ہے۔ اس میں عقل اس شے کی ایجاد کی منطوقی ہے۔ (۱۵) پس اس طالب
اس حکمت کی توفیق کرے کہ ان دونوں میں یہ فرق ہے یعنی مرتبہ و حدیث میں نشیبت اور ارادہ میں ان
ہے اور ایک وہ ہے ان دونوں کا عین برابر ہے جتنی مرتبہ و حدیث ذاتیہ میں ان دونوں کی ذات و نشیبت

ایک سجدہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: **وَلَقَدْ آتَيْنَا نُوْحًا حُكْمًا** اور البتہ ہم نے نوحؑ کو حکمت دی
 مین ہم نے نوحؑ کو اپنی کسی معرفت صلا کی اور حق ایقان کے مرتبہ پر فائز کیا۔ کہ حق حق ایقان کا مرتبہ
 نہ کہ درود عالم صغیر بنی پاک سنی اللہ صیہ و تم کو ہی حاصل ہے۔ اہل انبیاء علیہم السلام کو حق ایقان کا مرتبہ انکی
 استعدادات کے مطابق ان کو عاقل تھا۔ چنانچہ حضرت نوحؑ علیہ السلام کو معرفت تہی کا کمال حاصل تھا۔
 آپ نبوت سے مشرف تھے اس لئے آپ پر اللہ تعالیٰ کو بڑا عبادی احسان ہے **وَقَوَّيْنَا نُوْحًا** (وہ مقرر ہوئے)
وَجَعَلْنَاهُ نَافِلًا اذنی **وَحَدِيدًا** (سخت و پخت) اور ہم نے اس کو تہی اسی پر اللہ تعالیٰ کو بڑا عبادی
 احسان ہے۔ یہی وہی وہی کہ حکمت احسان آپ کی معرفت منسوب ہے۔ لہذا نوحؑ نہیں قرآن کے
 تمام سب غیر کثیر ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی ان کیسے شہادت دی ہے۔ اس میں اللہ
 ہے کہ آپ صاحب نبوت ہیں۔ یہ ان لوگوں کا ذات ہے جو حضرت نوحؑ علیہ السلام کیسے معرفت حکمت ثابت
 کرتے ہیں اور نبوت ثابت نہیں کرتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَقَدْ آتَيْنَا نُوْحًا حُكْمًا** آہن
 کہتے ہیں چنانچہ حضرت نوحؑ علیہ السلام نے اپنے رب کے کو دیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ
 کہ آپ لوگوں کو رخصت فرماتے تھے مین آپ نبوت تھے۔ اور وہی دلیل اس امر پر ہے کہ کتاب
 شعور میں اللہ تعالیٰ نے انہیں شعور میں نبیاء علیہم السلام کی معرفت منسوب ہیں۔ کوئی شخص کہی اللہ کی معرفت منسوب
 نہیں۔ چنانچہ حکمت احسان آپ کی معرفت منسوب ہے لہذا اس دلیل سے بھی آپ نبوت ثابت ہوئے۔
وَالْحُكْمُ اور حکمت کبھی متعلق اور متعلق رہا ہوتی ہے۔ اور کبھی شکوت منہا ہوتی ہے۔ مین
 ایک حکمت وہ ہے جو کسی عبادت میں بھی جاتی ہے۔ اور شوق کیلئے قدر بھی جاتی ہے۔ لہذا یہ ہے کہ اللہ حکمت
 بہت کے ظاہر الفاظ میں موجود ہوتی ہے۔ اور وہی حکمت وہ ہے جس سے زبان نکلتے ہیں کہ
 حکمت کسی عبادت میں رہتا ہے اور کبھی کبھی گنی ہے۔ چنانچہ اس حکمت ثانی کو ظاہر عبادت میں
 نہیں دیا گیا اور وہی نوحؑ کے ساتھ پہنچی گئی ہے کہ اس حکمت کو تعلق باطنی اور پر اسے۔ بقدر عبادت
 میں چھوڑ دینا ہوتا ہے۔ وہ حکمت جس کے ساتھ کرم کی جاتی ہے نوحؑ کے اس قول کی بش
 ہے جو اس کے اپنے کئے ہے **وَيَا أَيُّهَا النَّاسُ خُذُوا زِينَتَكُمْ** (اور اے لوگو! اپنے زیب و زینت پہننا)
أُوْنِي السُّكُوتِ کوئی **لَا تُزِيْنُوا** (اور اللہ تعالیٰ اس پر سے اپنے الہ کا کوئی چیز نواہی دانی کے لئے)

کے برابر ہو اور وہ پتھر میں ہو اور وہ پتھر خواہ آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں ہو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے
 پس یہ ایک حکمت منطوق بہا ہے اور وہ حکمت یہ ہے کہ نقان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ ہی کو اشیاء کا
 لایو الکر والابہ نقان علیہ السلام کی ترویج سے کہ تیرے تیرے پیر کو بھی اللہ تعالیٰ ہی لایو الکر والابہ یعنی برحقہ کیلئے لایا اسی کی حکمت بہت
 تعالیٰ ہی جلوہ نما ہے۔ حقہ یعنی پتھر میں سب ذرات بالحقہ مندرج ہوتے ہیں ایسے ہی حکمت مرتبہ
 احدیت میں بالحقہ مندرج ہیں۔ پتھر کے پٹھنے سے سب ذرات ظاہر ہو جاتے ہیں ایسے ہی ذات حق ہر
 احدیت کو پھاڑ کر عام کی صورتوں پر جلوہ نما ہو گئی ہے۔ حقہ غیب سے دانہ نکل کر پچھے آسمانوں میں
 پھر زمینوں پر آتا ہے یعنی ذات حق مرتبہ احدیت سے تنزل فرما کر پچھے مراتب حق و وحدت اور وحدت میں
 اور پھر مراتب خلق عالم ارواح عالم مثال اور عالم اجسام کی صورتوں پر ظاہر ہوئی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی
 ہر شے کو لایو الکر والابہ یعنی اللہ تعالیٰ ہر شے کو مرتبہ احدیت سے لایو الکر والابہ۔ قراد یہ ہے کہ ہر شے نمبر سے
 قبل اللہ تعالیٰ کی ذات بہت میں بالحقہ موجود تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر شے کو مرتبہ ذات بہت سے مرتبہ جم
 میں لایا اور مرتبہ علم سے مرتبہ شہادت میں لایا۔ چونکہ قبل اشیاء تین اذکار ذات حق میں مندرج تھیں
 اس لئے اب یہ ضروری ہے کہ اشیاء کے ظہور کے بعد ذات حق اشیاء میں نمودار ہو۔ موبیں اور حقائق
 قبل از ظہور دریا میں مندرج تھیں۔ اب موبوں اور حقائق کے نمبر کے بعد دریا احوال میں نمودار ہو
 پس اس حکمت منطوق بہا میں حضرت نقان علیہ السلام نے اشارہ کر دیا ہے کہ حق تعالیٰ ہر شے کا میں ہے
 نیز یہ بھی اشارہ کر دیا ہے کہ رب تعالیٰ اس دانہ توحید کو حقہ غیب سے نکال کر پچھے آسمانوں میں لایا
 اور پھر زمینوں میں لایا یعنی حق تعالیٰ مرتبہ غیب غیب سے تنزل فرما کر مراتب حق و وحدت میں نمودار
 ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بھی اس قول کو اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کی توجیہ
 نہیں کی۔ گذر کے اقوال باطلہ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی ترویج
 بھی کر دی ہے۔ اور لیکن وہ حکمت جس سے نقان علیہ السلام نے سکوت کیا ہے کہ قرینہ کلام سے ظاہر
 ہے کہ نقان علیہ السلام نے یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ دانہ کس کی طرف لایا جاتا ہے یعنی مؤقر اللہ والیہ کا ذکر نہیں
 کیا۔ نقان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ نہیں کہا کہ وہ دانہ تیری طرف لایگا اور نہ یہ کہا کہ تیرے سر کی
 اور کی طرف لایگا پس نقان نے اللہ تعالیٰ کے لئے کو ہم چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ کوئی ہم یعنی داعی کی کسی
 کی طرف لایا ہے اس امر کی تسخیر اور تمہید نہیں کی۔ اس حکمت میں بھی یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں

عالم غیبیہ و شہادیہ کا ہیں ہے۔ اور حکمت منطوق بہا میں جو موتی بہ یعنی ذاتی کے دانہ کو آسمانوں میں بدھینا
 ہیں کہ انہاں اس میں تنبیہ ہے کہ ناظر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں نگر کرے (وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي
 الْأَرْضِ) اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمینوں میں بھی ہے یعنی مراتب حق اور خلق میں اسی
 ذات ہمت کو محور ہے۔ پس حقان نے کلمہ کے ساتھ اور سکوت کے ساتھ اس ذات سے خبردار کیا ہے کہ حق
 اللہ تعالیٰ ہر معلوم کو ہیں ہے کیونکہ معلوم شے سے عام تر ہے اور تمام نگرہوں سے نکرہ تر ہے۔ شے سے مراد
 وہ شے ہے جس کو خدا ہی وجود دیا اور معلوم میں وہ شے بھی داخل ہے جس کا غار ہی وجود نہ ہو۔ مراد یہ
 ہے کہ اگر کہہ جائے اللہ تعالیٰ ہر شے کا ہیں ہے تو بغیر اس سے یہ استنباط کیا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے
 اس عالم شہادت کو ہیں ہے اور یہ عقیدہ غلط ہے۔ اسے اسن اور نسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ
 کہہ جائے کہ وہ ہر معلوم کا ہیں ہے یعنی وہ ذات یسوع عالم غیبیہ و شہادیہ پر جلوہ نما ہے۔
 شَوْ شَعْنَهُمْ پھر حقان نے اس حکمت کو تمام اور پورا کیا تا کہ نشأت انسانی اس حکمت میں کامل ہو
 جائے لہذا فرمایا (لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ) کہ اللہ تعالیٰ بلیت ہے۔ پس متعلق کی لغات اور لغت سے یہ مراد ہے
 کہ تعین مستقل ہر شے میں خواہ وہ شے کسی اسم کیساتھ معلوم ہو اور کسی حد کیساتھ محدود ہو اس شے کو
 ہیں ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا کہیں نہ گھٹ ہے کہ ہر شے کو اپنا وجود دیا ہے اور کوئی شے اس کے وجود
 سے خالی نہیں۔ کیا ہی کو کہاں نہ گھٹ ہے کہ کلمہ حرکت کو اپنا وجود عطا کر دیا ہے۔ کیا ہی ہر حرف کی ہیں
 ہے خواہ اس حرف کو کوئی اسم ہو یا اس حرف کی کوئی تحریر ہو۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ گھٹ ہر شے پر
 ہے۔ کوئی شے اس کے وجود سے خالی نہیں۔ اور اس کا نہ گھٹ ہیں تک ہے کہ ہر شے اس اسم کے ساتھ
 پہنچی جاتی ہے جو ذاتی اتفاق الی نہ گھٹ دلیں اصطلاح اس کے کلمہ و دست کرتا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ نے ممکنات عالم پر احسان کیا ہے کہ اپنا نام تو کلمہ کہ دیا ہے اور ان کا نام فہر کہ دیا ہے۔ اب کہا
 جاتا ہے کہ آسمان ہے اور زمین ہے اور یہ چتر ہے اور یہ درخت ہے اور یہ حیوان ہے اور یہ فرشتہ ہے
 اور یہ رزق ہے اور یہ طعام ہے حالانکہ ہر شے کی ذات ایک ہے اور ہر شے میں ایک ہی ذات ہے جیسے
 کہ شہد کہتے ہیں کہ عالم تمام ہر کی شے ہے یعنی عالم ہر واحد ہے۔ پس شہد کہہ کہ وہ تو ان
 ہر سے قولی التَّحِيَّتِ وَالْحَيَّةِ یعنی ہر موجود کی ذات واحد ہے کا ہیں ہے۔ پھر اشارہ دے کہ عالم
 اعراس کے ساتھ نہ گھٹ ہوتا ہے اور ان کو یہ قول بھی ہر سے اس قول کے مطابق ہے کہ وہ ذات واحد

بسبب اختلاف تصور و نسب عظمت و کثرت ہوتی ہے حتیٰ کہ ممکنات عالم اسی اختلاف تصور و نسب کے
 کے باعث آپس میں امتیاز ہوتے ہیں۔ وفاقیت کہنے جو ہر اور عرض کی تعریف لکھی جاتی ہے۔ جو ہر وہ
 شے ہے جو بنفسہ موجود ہو اور وجود کیلئے کسی اور ہری شے کی علت نہ ہو۔ اور وہ شے ہے جو ہر وہ شے
 کسی اور ہری شے کی محتاج ہو۔ مثلاً زوئی جو ہر ہے۔ کہہ اور عرض ہے۔ سونا جو ہر ہے اور سونے کے زیورات
 عرض ہیں۔ ایسے ہی ذات حق جو ہر ہے اور ممکنات عالم سب اور عرض ہیں۔ ہیں ممکنات عالم اسی کیلئے
 ذات حق کے محتاج ہیں اور ذات حق جو ہر کے لئے ممکنات عالم کی محتاج ہے۔ یقیناً سب کہا ہوتا ہے
 کہ یہ چیز یہ نہیں ہے مثلاً انسان فرشتہ نہیں ہے یہ انتہوت جو ہر ان کی غصت یا اس کے عرض یا اس کے
 عرض سے ہے۔ جموع پاب کہہ اور یہ اس کا بیان ہے مثلاً انسان فرشتہ کا بیان ہے تو یہ جو ہر اس کے
 جو ہر اور حقیقت کے ہے۔ حوت سب ذات حق کا غیر ہے یعنی ذات حق نہیں ہے۔ یہ جو ہر غصت کے ہے۔
 اس بات سے ہے۔ یہ جو ہر حقیقت کے ہے کیونکہ دونوں کی حقیقت یا جو ہر واحد ہے اور وہ جیسا ہے۔ سب
 عالم میں کئی شیاں جو ہر ہیں اور کئی عرض ہیں۔ عالم کے جو ہر ہر کا ایک جو ہر یا ہر ہے اور ہم کہتے ہیں
 کہ وہ جو ہر سوائے متغالی کے نہیں ہے یعنی عالم میں مسد اور ازہر کی کثرت ہے لیکن سب کو ایک دوسرے
 سے در وہ ذات حق ہے۔ لیکن ممکنات میں ہم جو ہر کو جو ہر کی تعریف کو وہ ثابت کرتا ہے جو ممکن ہے
 ہے کہ یہ جو ہر متغالی کا اس میں ہے۔ لیکن ان میں ہے جموع پر کہ اس کی کثرت و تقبی اس کا احوال کر سکتی
 ہیں عالم جو ہر جو ہر اور عرض کی تعریف تو جانتا ہے لیکن یہ نہیں مانتا کہ عالم کے جو ہر جو ہر اور اس کو ہر
 واحد ہے اور وہ ذات حق ہے۔ پس متغالی کے لطیف ہونے میں یہ حکمت ہے۔ یعنی لطیف سے یہ غور ہے
 کہ اس ذات کی ہر شے میں ہریت ہے اور ہر شے کی غوریت پر اس کو جو ہر ہے۔ لَوْ لَقَّتْ رَاحِیَہُ
 متغالی کی غوریت کی اور یحییٰ کے بعد فرمایا (تَجِیو) یعنی نہرینے سے عالم۔ مگر اد یہ ہے کہ اس متغالی سے
 نہر حاصل کرتا ہے اور بعد میں اس نہر کی وجہ سے اس شے کے متعلق عالم جانتا ہے۔ یعنی اس متغالی
 علوم کے تحت ہے۔ ہر مرتبہ احدیت ذاتیہ میں جو ہر صفات باللہ انہر ج ہیں یعنی کسی صفت کا جو ہر ہے
 ہم کا بھی اس مرتبہ میں کوئی جو ہر نہیں۔ ہر مرتبہ احدیت میں جو ہر صفت کا جو ہر ہے۔ جس سے ہر مرتبہ احدیت
 میں جو ہر صفات کا جو ہر ملتی تھیں۔ ہر مرتبہ جو ہر کا جو ہر مرتبہ و احدیت میں تھیں جو ہر ممکنات کے میں
 جو اس مرتبہ میں احدیت ہیں اس متغالی کا زبان استہدات پنا ہم اس کا جو ہر متغالی نے سمجھا

ہیں ذوقِ قویٰ کیساتھ مقید ہے اور اللہ تعالیٰ نے حدیثِ تہی میں اپنی ذات کے متعلق شہادت دی ہے کہ مقتضای بندے کی قوتوں کا عین ہے جیسا کہ وارد ہوا کہ میں بندے کی صبح و بصر ہوتا ہوں اور صبح و بصر بندے کی قوتیں ہیں۔ جبکہ فریاد کہ میں بندے کی زبان و پاؤں و ماتہ ہوتا ہوں اور یہ بندے کے اعضا ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف میں صرف قویٰ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اعضاء کا بھی ذکر کیا ہے اور بندہ جی، اعضاء و قویٰ کا مجموعہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ بندے کی حقیقت وہی مقتضای ہے یعنی انسان کے فہم و باطن پر مقتضای ہی جلوہ نما ہے لیکن غلامِ عین کا نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ سبب اختلافِ فکر و مزاج و صفات ایک انسان دوسرے انسان کا عین نہیں ہے کیونکہ نسبتیں آپس میں اپنی ذات کے واسطے متمیز ہیں۔ اس غلامِ عین کی دو عینہ و غیر ذیلیں ہیں۔ غلامِ خواجہ نہیں ہو سکتا اور خواجہ غلام نہیں ہو سکتا اگرچہ غلام اور خواجہ دونوں کی حقیقت مقتضای ہے۔ دینی و دنیوی اور مقتضای کی طرف کوئی چیز مشترک منسوب نہیں ہے یعنی مرتبہ احدیت ذاتیہ میں کسی صفت کی تمیز نہیں ہے۔ وہاں خواجگی اور غلامی کی کوئی تمیز نہیں۔ اُس مرتبہ میں ذہن و نسب عین ذات ہیں۔ پس وہ ذات عین و احدیت اور تبدل و نسب و صفات و صفات اُسی ذات کی طرف منسوب ہیں۔ مجملہ اعضاء و صفات مرتبہ احدیت ذاتیہ میں پائتوہ منسوب ہیں اعمیان ثابتہ کی صورت پر اُن کا بھی فہور ہے اور ممکنات عالم کی صورت پر اُن کا انداز فہور ہے۔

فہم و نسب عین ذات کی حجت کا کمال اس فقرے سے ثابت ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی تعلیم کے سلسلہ میں اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے دو اسم ہوتے ہو نصیحت و تمہید ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو ان دو اسموں کیساتھ پکارا۔ اور اگر عقلمندان اس حجت کو کون میں گمراہی سے جو مذہب اور کون کہتے تو الہی عقلمندان حجت میں کابل تو اور بلیغ تر ہوتے ہیں اگر حضرت عقلمندان علیہ السلام (إِنَّ اللَّهَ يَخْتَصُّ بِخَاتَمِهِ مَنْ يَشَاءُ) اللہ یختص بختہ کہتے تو یہ کہہ حجت میں پہلے کہہ سے زیادہ کامل اور زیادہ بلیغ ہوتا کیونکہ اسی کا مطلب یہ ہے کہ حجت کون اللہ ہے جو نصیحت ہے اور تمہید ہے۔ اس کی مراد یہ ہوتی کہ شجرۃ الکون کی صورت پر اللہ تعالیٰ کا فہور ہے اور یہ اُس ذات کو کمال نصیحت ہے اور اس شجرۃ الکون کا ثمرہ غیر جی ہوتی انسان ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے یہ قول عقلمندان ہمارے لئے یا معنی نقل کیا ہے یعنی عقلمندان علیہ السلام کا قول عربی نصیحت میں نہ تھا بلکہ کسی اور نصیحت میں تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُس قول کا مفہوم بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معنی و معنی اُس قول کی نقل کی ہے اُس قول کے مفہوم میں کوئی رد و بدل نہیں کیا۔ اور اگر عقلمندان کہے

قَوْلِ (إِنَّ اللَّهَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ) اللہ تعالیٰ کو قول ہے تو پھر کہہ کان کہ ترک کرنا اس سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقلمن
 کی استعداد سے جان لیا تھا کہ اگر عقلمن اس حکمت کو تمام کرتے تو ضرور اس قول کے ساتھ تمام کرتے ہ۔
 وَ آيَاتُ الْاٰنِ لَكِنْ عُمَانُ الْقَوْلِ (إِنَّ تِلْكَ مِثْلَ مَا يَخْلُقُ) اگر کوئی چیز رانی کے دانہ کے برابر
 ہو اس حیوان خود کیسے ہے جس کی غذا رانی کا دانہ ہے درودہ شیعہ بیوی ہے۔ ذرہ سے اس جگہ مراد بیوی
 ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول ذیل میں مذکور ہے (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ) اگر کوئی مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
 شَرًّا يَرَهُ پس اس مِثْقَالَ ذَرَّةٍ کی مراد بیوی ہے اور اس مِثْقَالَ ذَرَّةٍ کا دانہ ہے۔ حکمت اس قول میں یہ ہے کہ یہ
 ذرہ اور رانی کے دانہ پر مستحق عید ہے جن کوئی خیر سے خیر ہے بھی اس کے کبود سے نہی نہیں۔ نیز
 ہر غذا اور ہر مستحق کی صورت پر مستحق کا ظہور ہے جن ہر شے کی صورت اور ہر شے کا معنی مستحق ہے۔
 اور اگر کوئی چیز کبود میں ذرہ سے چھوٹی ہوتی تو نہ تعلق اس کو داتا جیسا کہ اپنے قول ذیل میں لایا
 ہے (إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْلُقُ مِثْلًا مَّا يُعْذَرُ) کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا ہے کہ
 کوئی خیر کی مثال بیان کرے پھر سب ہا نا کہ کبود میں خیر سے بہت چھوٹی چیز ہے تو فرمایا (لَا تَكُنْ
 مِثْلَ الْقَائِلِ) پھر ہر فوق اس کے ہے جن چھوٹی میں بڑا ہے۔ اور یہ خیر والا قول مستحق کا ہے اور ایسے
 ہی ذرہ والا قول جو شرمہ نازل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ یعنی یہ دونوں قول حکایت نقل
 نہیں کئے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قول ہیں۔ اسے طالب اس کو جان لے یعنی یہ اقوال تو اللہ تعالیٰ کے
 ہیں (إِنَّ تِلْكَ مِثْلَ مَا يَخْلُقُ) عقلمن عید استعم کا قول ہے۔ پھر دلی آیت سے یہ ثابت ہوا
 ہے کہ جب پھر سے چھوٹی چیز ہے تو ذرہ سے بھی چھوٹی چیز ضرور ہے۔ پس ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے
 ذرہ کے عقلمن پر اس چیز پر اس سے چھوٹی ہے جن خیر کے وزن پر خیر نہیں کیا بلکہ ان دونوں کو مبالغہ کے طور پر لایا ہے۔
 نہ حال نہ قریب۔ جن ذرہ اور پھر سے چھوٹی چیزیں ہیں لیکن جن بی چیزیں کیسے کیا ہے کہ یہ چیزیں اگر کئے ذہن میں آسکتی ہیں
 ذرہ اور پھر ان صغر چیزوں کے مقابلہ میں بڑی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ عقلمن عید استعم نے ہر رانی کے دانہ کی
 مثال دی ہے اس سے ان کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ صغیر ترین چیز رانی کا دانہ ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ
 رانی کے دانہ سے بھی صغر چیزیں ہیں مگر رانی کا دانہ لوگوں کے ذہن میں آسکتا ہے۔ آپ سب اس قول
 کا یہ ہے کہ صغیر ترین اور خیر ترین چیز کو بھی اللہ تعالیٰ ہی داتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ظہور حیرت انبیاء اور اولیاء
 کی صورت پر آئی نہیں کیا بلکہ خداوند منافقین اور مشرکین کی صورت پر بھی اسی کا ظہور ہے۔ کیا انہی اور

کیا اعلیٰ سب اُسی کے مظہر ہیں ؟

اور یحییٰ نقبان کا اپنے بیٹے کے نام کو تصخیر کرنا یعنی ربوب کی بجائے بیٹائی فرمانا رحمت کی زبردستی ہے۔ اور اسی لئے نقبان نے اپنے بیٹے کو اُس چیز کے ساتھ وصیت کی جس پر عمل پیرا ہونے سے وہ خود قتل ہو جائے اور ائمہ صالحین میں شامل ہو جائے ؟

اور یحییٰ نقبان کی اُس وصیت کی محنت جو اُس نے اپنے بڑے کو شرک سے منع کرنے میں کی اور جو آیہ کریمہ (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا سُلُوْۤاتِ الشُّرَکَآءِ سَلُوْۤاتِ اللّٰهِ عَظِيْمًا) میں مندرج ہے یہ ہے کہ شرک لازم ہے شرک ظہری اور مقیم اور بیت معلوم ہے۔ شرک بتوں کی پرستش کتابت بہریت کو جہود انا ہے۔ کس بت کو رزاق دینے والا خدا مانتا ہے کسی کو بارش دینے والا کس کو صحت دینے والا اسی خدا تعالیٰ پر بت سے وہ ایک خاص حاجت مانگا ہے۔ نیز وہ اللہ تعالیٰ کو بھی انا ہے اور بتا ہے کہ یہ بت لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب کر دیں گے اور یہ بت میری اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے۔ شرک ظہری اور مقیم اور بیت معلوم ہے کیونکہ شرک نے مقیم اور بیت کی تعریف ساتھ مقیم کے کی حال کو ذکر کرنا مقیم و مقیم سے منزه ہے۔ رحمت ذات سے تنگ و بعد کسی صورت میں نہیں ہو سکتی اور رحمت اکتیہ کو ذات سے علیحدہ کرتا ہے اور ایک ایک صفت کو علیحدہ جہودوں میں سمجھ کر کتابت و ذکر مقیم اور بیت ایک میں واحد ہے یعنی وہ ایک ذات ہے جس کی صفات امتدادی ہیں۔ ہر صفت اپنے ایک اسم ہے اور ہر اسم اکتیہ اُس ذات واحد کے ہی اسم ہیں جو اُس ذات سے تنگ اور نہ نہیں ہو سکتے یعنی وہ ذات جس سے تنگ نہیں ہو سکتی کہ ہر صفت علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ شرک مقیم اور بیت میں سے لازمی بت کو علیحدہ کر کے اُس کو ایک خاص جہود میں سمجھ کر دیتا ہے اور ایسے ہی غایت کریمہ کر کے اُس کو ایک دوسرے جہود میں سمجھ کر دیتا ہے حتیٰ کہ ہر ہر صفت اکتیہ کو ایک ایک جہود میں سمجھ کر دیتا ہے۔ در یہ بتی شرک ہے کہ ہر جہود کو اللہ تعالیٰ کا شرک ظہری ہے یعنی صفت اکتیہ کو اصل مقیم سے الٹا کر غلط مقام پر جس کرتا ہے اور یہ ہی غلط ہے کیونکہ کسی شے کو اُس کے اصل مقام سے الٹا کر غلط مقام پر رکھنے کا نام شرک ہے۔ اور پھر جہالت کی غایت یہ ہے کہ وہ مثل تھل کی ذات ہی کو شرک ظہری یا شرک ظہری کہتا ہے یعنی شرک اپنے جہودوں کو صفت اکتیہ کا نہیں شرک ظہری کہتا ہے اور نہ شرک ظہری جہودوں کو غیرہ و غنا سے حال کر کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے مظہر ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اس کی ذات کو کر کے

ہی کو پکارتا ہے اسی کے ارشاد ہوا (قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ) پکارو تم اللہ کو یا پکارو تم ان کو بات ایک ہی ہے۔ بلکہ ارشاد ہوا (وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَاَدْعُوْهُ بِهَا) اور سب خاص نام اللہ تعالیٰ کے ہیں پس ان کے ساتھ اُس کو پکارو۔ مراد یہ ہے کہ جس صورت سے کوئی حاجت طلب کرتا ہے تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے حاجت طلب کرتا ہے کیوں کہ ہر صورت پر اللہ تعالیٰ ہی متعلق ہے۔

قَصُّ حِكْمَةِ اِمَامِيَّةٍ فِي حِكْمَةِ هَارُونِيَّةٍ

اَعْلَمُ اَنَّ دُجُوْدَ هَارُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ مِنْ حَضَرَةِ الرَّحْمٰتِ يَقُوْلُهُ تَعَالٰی (وَدَعَبْنَاهُ مِنْ رَحْمَتِنَا) يَعْنِي مُؤْمِنٍ (اَخْلَا هَارُوْنَ نَبِيًّا) فَكَانَتْ نُبُوَّتُهُ مِنْ حَضَرَةِ الرَّحْمٰتِ اِنَّ كَانَ اَكْبَرُ مِنْ مُوسٰى سِنًا فَكَانَ مُوسٰى اَكْبَرُ مِنْهُ نُبُوَّةً وَكَانَتْ نُبُوَّتُهُ هَارُوْنَ مِنْ حَضَرَةِ الرَّحْمٰتِ بِذَلِكَ تَانِ لَا يُخَيَّرُ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ رِيًّا بِسُوْمٍ) فَتَدَاوَلَا بِاَيْتِهِ لَا بِاَيْتِهِ اَذْكَى الرَّحْمَةِ رُلُّمُ دُونِ اَلْاَبِ اَوْ فَوْقَ فِي الْحُرُوفِ وَتَوَلَّى الرَّحْمَةِ مَا صَبَرَتْ غَرْمًا شَرِيًّا التَّوْبِيَّةِ ثُمَّ قِي (لَا تَخْذُ بِدِيْعَتِي وَلَا بِوَاوِي تَنْتَبِثُ فِي الْاَعْدَاءِ) فَهَذَا اَكْبَرُ تَقَرُّرٍ مِنْ اَنْفَاسِ الرَّحْمَةِ وَسَبَبُ ذِكْرِ عَدَمِ تَنْتَبِثُ فِي النَّظَرِ فَيُنَاسِكُنَ فِي يَدِ يَدٍ مِنْ اَلْوِي اَتَى اَلْقَاهَا مِنْ يَدِ يَدٍ فَوَقَفَ فِيهَا نَظَرَ تَنْتَبِثُ لَوْحَدٍ فِيهَا اَلْهُدٰى وَالرَّحْمَةِ فَتَقْدِرُ بِهَا مَا وَقَفَ مِنْ اَلْوِي الَّذِي اَخْطَبَهُ مَتَا مَوَاوِي هَارُوْنُ بِرِيٍّ وَنَهَى وَالرَّحْمَةِ بِاَوِيٍّ وَنَصَانِ لَا يَخْذُ بِدِيْعَتِهِ بِسَرَايٍ مِنْ قَوِيٍّ مِمَّ حَكِيْمٍ وَاِنَّ اَسَنَ وَنَهَى وَكَانَ اُولَئِكَ اَنْ اُولَئِكَ تَنْقَطِعَ عَنْ مُوسٰى لِاَنَّ نُبُوَّتَهُ هَارُوْنُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ فَلَا يَحْدُثُ مِنْهُ اِلَّا مِثْلُ هَذَا ثُمَّ اَخْرَجَ هَارُوْنُ مُوسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ (رَأَيْتُ خَشْيَتُ اَنْ تَقُوْلَ فَوَقَفَتْ بَيْنَ اِمْرَاَيْنِ اَتَجِبُ سَبِيًّا فِي تَقْرِيقِهِمْ قَرَنَ عِبَادَةَ الْعَجَلِ فَكَرَرْتُ بَيْنَهُمَا فَكَانَ يَهْمُوْنِ مِنْ حَبِّ هَارُوْنِ مَا يَشَارِقُ وَتَقْلِيْدًا اَلَا وَنَهَى مِنْ تَوَقُّفٍ عَنْ عِبَادَتِهِ حَقًّا يَزِدُّمُ مُوسٰى اِلَيْهِمْ لَيْسَ لَكَ فِي ذَلِكَ فَخِيْشَ هَارُوْنُ اَنْ يَنْسَبَ لَكَ اَلْفُسُوْقَانِ يَتَنَبَّهَوْنَ اِلَيْكَ اِنْ كَانَ مُوسٰى اَقْبَلَ بِالْاَمْرِ مِنْ هَارُوْنُ رَأَيْتَهُ عَلَيْهِمَا عَيْنًا لَا اَعْيَابَ الْعَجَلِ يُوَلِّدُهُ بِاَنَّ اَللّٰهَ قَدْ مَقَّوْهُ لَا تَجِبُ دَارًا اِيَّاكَ) لَمَّا حَسَنَ اللّٰهُ رَشِيًّا اِلَّا دَقَمَ فَكَانَ عَشْبُ مُوسٰى اَخْلَا هَارُوْنُ بِسَادَةِ اَلْوِي

فِي الْكَارِبِ وَحَرَمِ السَّاعَةِ وَنَافِثَةِ الْغَدِ مِنْ بَيْدِ الْمَوْتِ رَفَا كُنْ شَيْءًا بَيْنَ بَيْدَا غَيْرِ كُنْ شَيْءًا
 فَسَكَنَ مُوسَى يَسْرَاقِي هَلْوَءَانَ شَرِيَّةَ طَلَبِهِ وَرَأَيْتُكَ أَنْ أَصْفَرَ مِنْهُ فِي السَّيْرِ وَالْذِّكْرُ لَكَ قَدْ
 لَمْ يَهَادُوكَ مَا تَنْ رَجَعْ إِلَى ابْنِ زُهَيْرٍ فَقَالَ لَهُ (سَمَا خَطْبُكَ يَا سَارِيعِي) يَعْنِي وَفِيهَا مَنَعَتْ مِنْ
 عَدُوِّكَ رَأَى شَوْرَةَ الْأَنْجَبِ عَمَّ بِالْخَيْتِ عَمَّ وَفَضْلُكَ هَذَا الشَّيْءُ مِنْ حَقِّ الْقَوْمِ حَتَّى أَخَذَتْ
 يَقُولُ بَرْدًا لَمْ أَحْبَبْ أَمْرًا زَهْدًا فَإِنَّ عَيْشِي يَقُولُ يَبْنِي رَأْسًا سَوَاءً يَلِي يَابَنَ رَأْسًا سَوَاءً تَلْبُ سَكُنْ
 أَسْكُنْ حَيْثُ مَا لَمْ تَجْعَلْ أَسْكُنْ فِي أَسْمَاءٍ تَكُنْ كَمَا يُكُونُ فِي أَسْمَاءٍ وَهَذَا فِي الْقَدْرِ
 مَا رَأَى يَحْتَوِيهِ بِالذَّاتِ تَبَيَّنَ الْقُتُوبُ إِلَيْهِ بِأَيْدِيهِ لَمْ يَكُنْ الْقُتُوبُ إِلَّا عَظِيمُ الْقُتُوبِ فِي الْقُتُوبِ
 سَارِيَّةً مِنَ الْأَنْتَقَارِ إِلَيْهِ دَلِيلٌ بِشَوْرٍ بَلَاءٌ فَلَمْ يَبْعَثْ مِنْ رَأْيِ مَوْرَةِ الْوَجْهِ لَوْ تَوَسَّلَ قَدْ
 لَمْ يَنْ يَحْدِثْهُ نَفْسُهُ خَيْرٌ وَأَخْيَرُ فَتَحَسَّرَ قَدْ لَمْ يَسْعَ وَمَا دَخَلَ الْقُتُوبُ فِي الْيَوْمِ نَشَأَ
 وَقَالَ لَهُ (وَالْقُرْآنُ الْبَرُّ) فَسَكَتَ الْبَرُّ بِطَرِيقِ الشَّيْءِ بِطَرِيقِ الْبَرِّ وَأَنْتَ بَعْضُ
 الْعَبَادِ إِلَّا إِلَهًا لَا حَسْرَةَ قَدْ قَارَتْ حَيَوَانِيَّةَ الْأَنْسَانِ بَدَا الْقَرَارُ فِي حَيَاةِ نَيْتِ الْحَيَوَانِ
 يَكُونُ فِي الْمَوْتِ حَسْرَةً عَادِيَّةً نَسَانِ وَلَا حَسْرَةً وَأَصْلُهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ فَتَلَانِ الْقُتُوبُ فِي الشَّيْءِ
 بِأَنْتَ عَمَّا تَكُونُ الْكَيْفَ إِنْ كَانَ بَيْنَ قَوْمٍ بِحَسْرَةٍ مِنْ يَتَقَسَّرُونَ بَيْنَ مِنْ خَيْرٍ رَأَى رَأَى مَا
 الْمَقْبُولُ لَمْ يَكُنْ وَرَأَى رَأَى وَفَرَسَ قَدْ يَقَعُ مِنْهُ الْبَاءُ فِي بَعْضِ الْقُتُوبِ يَنْ كَانِ يَنْ
 قَوْمًا رَأَى رَأَى فَهَلْ مِنْهُ الْعَمَلُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْبَاءُ وَرَأَى لَمْ يَكُنْ لَهُ هَذِهِ
 الْقَوْمُ أَوْ يُصَادَفُ غَرَمَ الْعَبَوَانِ رَأَى رَأَى يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ حَسْرَةً يَنْ رَأَى
 لَا مِنْ حَسْرَةٍ رَأَى رَأَى مِنْ أَجْلِ الْبَاءِ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْقَبْرُ عَنْهُ فِي بَعْضِ الْقَوْمِ
 بِالْأَجْرَةِ فِي الْقَوْمِ (وَمَنْ نَعَى بَعْضُهُمْ قَوْمٌ بَعْضٍ دَرَجَتٍ يَتَقَبَّلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَيَوَانًا) فَبَدَا
 لَمْ يَكُنْ مِنْ الْقَوْمِ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْبَاءُ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْبَاءُ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ
 بِالْأَجْرَةِ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْبَاءُ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْبَاءُ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ
 لَمْ يَكُنْ مِنْ الْقَوْمِ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْبَاءُ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْبَاءُ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ
 دَرَجَتٍ قَالِ تَقَالِ (وَمَنْ نَعَى بَعْضُهُمْ قَوْمٌ بَعْضٍ دَرَجَتٍ) فَبَدَا لَمْ يَكُنْ مِنْ الْقَوْمِ
 الشَّيْءُ مِنْ أَجْلِ الْبَاءِ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْبَاءُ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ الْبَاءُ الْبَاءُ يَنْ يَرِيدُ لَا مِنْهُ

[illegible]

النَّاسِ بِتَوَلَّيْهِ تَعَالَى (قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ) فَدَعَا إِلَى اللَّهِ يُفْعَلُ
 زَكَاةً يُؤْتَى مِنْ حَيْثُ أُنْجِلَتْ وَ لَا يُنْفَدُ وَ (لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ عِلْمُهُ
 وَ سِرِّيَانُهُ فِي الْأَعْيَانِ الْأَشْيَاءِ فَلَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ سَكَنُهَا لَا تُدْرِكُهُ وَ كَاحِدٍ كَرِيمٍ
 أَتَى بِهَا حَقًّا وَ صَوَّبَهَا ظَنًّا هَرَقَ (وَ هُوَ النَّصِيفُ الْخَبِيرُ) وَ أَخْبَرَهُمْ ذَوُقُوا ذِذَّ ذُقُوا تَجِبُوا وَ
 انْتَبِهُوا فِي الْعُشُورِ فَلَا بُدَّ مِنْهَا وَ لَا بُدَّ مِنْهُ فَلَا بُدَّ أَنْ يُعْبَدَ وَ مَنْ رَأَى بِكُمْ الْإِرَانَ فَلَسَتْ
 وَ مَنْ أَمَرَ تَعَالَى تَسْبِيلًا ۝

یہ حکمت امامیہ کا قصہ کبر دار و نیر کے بیان میں ہے

حکمت امامیہ کے بعد حکمت امامیہ لانے کی حکمت یہ ہے کہ احسان کا تہجد امامت ہے۔ خدا تعالیٰ
 جس پر احسان کرتا ہے اس کو لوگوں کا امام بنا دیتا ہے۔ حکمت امامیہ کہ حضرت برون علیہ السلام پیرت
 منسوب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ برون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افعی اللہ ان سے اور نبی
 علیہ السلام کی طرف سے امامت کے فرائض آپ ہی ادا کرتے تھے (وَ تَوَلَّيْهِ تَعَالَى) وَ آخِرُ قَوْلِهِمْ
 أَفْضَلُ مِنْهُ يَسْتَفِئُونَ مِنْهُ وَ لَا يَخَافُونَ عِزَّهُمْ وَ لَا يُخْشَوْنَ (بُرُونِ)۔ نیز قول ذیل میں اس
 پر شاہد ہے (وَ يَخْلُقُ صَدْرِي وَ لَا يَخْلُقُ يَكْفَى قَدْ رَسَخَ رَأْفَ قَوْلِهِمْ)۔ اگرچہ تہجد انبیاء علیہم السلام
 و اول کے امام اور پیشوا ہوتے ہیں لیکن برون علیہ السلام کی امامت زراعی ہے کیونکہ تہجد انبیاء علیہم السلام
 السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ مقرر کئے گئے ہیں اور برون علیہ السلام ایک رسول ہیں
 موسیٰ علیہ السلام کی سفارش پر بلا واسطہ امام مقرر کئے گئے ہیں۔ اگرچہ نہیں ہیں لیکن ایک رسول کی ہیں
 امامت کہہ رہے ہیں ۝

اے طالب اس بات کو جان سے کہ تحقیق برون علیہ السلام کا وجود حضرت زکوت سے تھا۔
 زکوت مبالغہ رحمت کا ہے یعنی آپ سر اپار رحمت و جمال کے مظہر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر
 ہوشیے رسول تھے چنانچہ جب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توریث آتے تو دیکھا کہ قوم کو سادہ پرستی
 میں مشغول ہے۔ آپ نے غصے میں آکر وہ توریث کی تختیاں زمین پر پھینک دیں اور اپنے بوسے جانی
 برون علیہ السلام کی وارثی پکڑ لی (وَ تَوَلَّيْهِ تَعَالَى) وَ آخِرُ قَوْلِهِمْ أَفْضَلُ مِنْهُ يَسْتَفِئُونَ مِنْهُ

تربیت کی کہا شہرت پر صبر نہ کرتی۔ و سبب کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ مار سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قریت دے تو وہ اپنی پردیجا کہ قوم گوسلہ پرستی میں مشغول ہے آپ اردن علیہ السلام سے غضبناک ہوئے اور آپ کی وارٹھی کچڑی آپ کے غضبناک ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ نے اردن قریت میں جو آپ کے ہاتھ میں تھیں نذرانہ کی بجائے ان تختیوں کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام قریت سے ان اردن کو پڑھتے تو ان میں بدیت و رحمت ہوتے۔ بدیت تو اس چیز کے بیان میں مذکور تھی جس کی وجہ سے موسیٰ غضب میں آیا۔ یعنی قریت میں گوسلہ پرستی کا ذکر نہ ہو تھا۔ اگر پڑھتے تو آپ کو پتہ چل جاتا کہ اردن اس سے بڑی تھے۔ نیز قریت میں یہ لکھا بھی مذکور تھا کہ عقیقہ بانی کا احترام کرنا چاہیے۔ خاص کر بڑے جہانی کا وہ آپ کو باب کی مانند ہے۔ مگر پڑھتے تو بانی کے ہاتھ رحمت سے چھین جانے لگا۔ بڑی ٹھکر کا نہیں رکھا کہ اپنی قوم کے سامنے اس کی وارٹھی نہ پکڑتے۔ مگر یہ اردن قریت موسیٰ سے بڑا تھا لیکن موسیٰ کی اس حرکت سے غضبناک نہ ہوا۔ بلکہ اسے میری ماں کے بیٹے ایسی وارٹھی اور میری نہ پکڑا اور میرے دشمنوں کو فلاح دے گا۔ یہ کلمات اردن کی لڑائی پر شعلہ پڑا دیں اور اگرچہ موسیٰ علیہ السلام نے اردن علیہ السلام کو قوم کے سامنے ذلیل کیا لیکن پھر بھی اردن علیہ السلام ثقیل عظیم و عظامہ رہے۔ رہے ہیں۔ پھر ثقیل عظیم امامت کیسے دینی ہے اسی لئے امامت اور تبلیغ کے نزدیک اللہ علیہ السلام کے پھر دے تھے۔ اردن نے غضبناک ہونے کی بجائے موسیٰ پر جو کمال حضرت کی اس کی وجہ یہ ہے کہ نبوت اردن رحمت اکبر سے تھی یعنی آپ سر پر رحمت و سر پر جمال تھے اور اس کے سوا اور کوئی چیز آپ سے مراد نہ ہو سکتی تھی۔ مگر اوپر ہے کہ آپ کی رحمت سے بے نیازی تھی۔

پھر اردن علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا: *وَأَيُّهَا خَشِيْتُ أَنْ تَكُونَ كَمَا كُنْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَءِيلَ* (خود آؤ گے) میں ڈر کہ تو کہے گا کہ اے بنو اسرائیل میں بھوتوں میں دی۔ یعنی تو ان کی طرح ہی تھی کہ سبب جو کہ گودا لے۔ گوسلہ پرستی نے ان کے درمیان عبادی و ملی کیونکہ جن ان میں سے وہ تھے جنہوں نے سامری کی تقلید اور اتنا ہی ہیں گوسلہ پرستی کی اور جن ان میں سے وہ تھے جنہوں نے اس کی پرستش سے تو قنٹ کیا تاکہ موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف لوٹ آویں اور وہ اس سے لڑیں۔ یعنی گوسلہ پرستی کے استحقاق میں نہ تھے۔ اور اردن اس بات سے کہ موسیٰ ان کی جی میں اس تفریق کو اس کی طرف منسوب کریں۔

اور موسیٰؑ اس کو سالہ پرستی کے امر میں ہار دین سے زیادہ عالم تھا اور تحقیق وہ اس چیز کو جاننا تھا
 ہاں کی گوسالہ پرستوں نے عبادت کی ہے کیونکہ اس کو اس حقیقت کا علم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہوا ہے
 کہ اسے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی عبادت نہ کرے۔ مگر اہم یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام حضرت ہارونؑ علیہ
 السلام سے معرفت آجہ ہیں بنیاد و عہد تھے۔ ہارونؑ علیہ السلام اس وقت تک اللہ تعالیٰ کیلئے بعض تنزیہ
 کے قابل تھے اور موسیٰؑ علیہ السلام تنزیہ اور تشبیہ دونوں کے قابل تھے۔ مگر موسیٰؑ علیہ السلام سر تو حیدر و ذات
 تھے کہ ہر فرقہ میں اللہ تعالیٰ ہی کا ظہور ہے اور اس بارے سے واقف تھے کہ جہاں ذاتی کے اعتبار سے وہ
 ذات تمام پیروں سے منزہ ہے اور لا تعین ہے اور تجلیات ظہور کے اعتبار سے وہ ہی ذات مجدد تعینات ہیں
 مقید ہے۔ ہذا موسیٰؑ علیہ السلام اپنے علم معرفت کی روش سے بات تھے کہ حقیقت میں گوسالہ پرستی میں بھی
 اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت ہوتی ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے جی واقف تھے کہ یہود و نصاریٰ کی عبادت
 نہ کرے بلکہ یہود اٹھان کی عبادت کرے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو کسی ایک خاص تعین میں سمجھ کر دیا جائے تو باقی
 ہر تعینات غیر متعین ثابت ہوتے ہیں ہذا یہ کفر ہے۔ پھر کہ گوسالہ پرستوں نے اللہ تعالیٰ کو اس صورت میں
 متعین کر کے اس کی عبادت کی اس لئے کہ کفر ہے۔ وہ تو آدھری تھے کہ اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے وہ
 ان کو دیکھ آتی ہے۔ مگر اہم یہ ہے کہ گوسالہ پرستی کا ظہور جی اسی کے حکم سے ہوا اور اس کو حکم جہاں سے
 جہاں کے مطابق ہے جہاں ان کی استعداد ہی ایسی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی استعداد اور استعداد حقیقی
 گوسالہ پرستی کا ظہور فرمایا۔ ہارونؑ علیہ السلام کو جب موسیٰؑ علیہ السلام نے اس حقیقت کی معرفت اشارہ کیا تو
 انہوں نے جو تکل تمب کے اس حقیقت کا انکار کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر شے میں
 دیکھے بلکہ ہر شے کو عین دیکھے۔ یعنی وہ موسیٰؑ علیہ السلام نے ہارونؑ علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ گوسالہ پرستی
 بھی حق پرستی ہے کیونکہ گوسالہ بھی اس ذات کی ایک صورت ہے تو ہارونؑ علیہ السلام نے جو تکل تمب کے
 اس حقیقت کا انکار کیا لہذا موسیٰؑ نے اپنے جانی ہارونؑ کو عتاب کیا۔ پس حقیقت میں موسیٰؑ نے ہارونؑ
 کی لامعرفت میں تربیت کی مگر چہ ظہر میں اس سے چھٹا تھا۔ ولید ایک تو اور واسطے اس کے جبکہ ہارونؑ نے
 موسیٰؑ کو کب جو کچھ کہہ موسیٰؑ نے یہ بھی کی طرف رجوع کیا۔ واسطے اس کے عین واسطے اس علم معرفت
 کی تربیت کے چہ موسیٰؑ صبری کی طرف متوجہ ہو کر کہا اِنَّكَ خَشِيتُكَ يٰ اَبْرٰهِيْمَ (اے ابراہیمؑ تیرا کیا جس
 ہے عین یہ کام جو کرنے کیا ہے اس میں تیری غرض و غریب کیا ہے۔ تو نے عدل کیا ہے اور رب مطلق کو

گوسالہ کی صورت میں مخصوص کر دیا ہے۔ یعنی ٹوسن علیہ السلام نے سامری کو بھی اشارہ کر دیا کہ گوسالہ بھی یہ نمازی
ذات کی ایک صورت ہے لہذا گوسالہ پرستی بھی حق پرستی ہے لیکن چونکہ ٹوسنے اسی نسبت فصیح کو ایک خاص
صورت گوسالہ میں منحصر کر دیا ہے اسلئے گوسالہ پرستی کفر ہے۔ اور فریاد سے سامری بالٹنے کو مال کا یہ کاپہ قوم
کے زیورات سے بنایا تھا اس سے ٹوسنے ان کے دل بسبب ان کے مولیٰ کے پکڑے رہیں۔ یہودیوں سرکاری
کو کہا کرتے تھے اسے بنی اسرائیل بہر انسان کا دل اس جگہ ہے جہاں ٹوسن کو دل ہے لہذا تم اپنے اموال
آسمان میں رکھو تاکہ تمہارے قلوب آسمان میں رہیں یعنی اپنے اموال راہ اپنے قلوب کو تاکہ تمہارے قلوب
آسمان کے پاس رہیں۔ اور یہی وہ نام ہے جس سے یہ لوگ اس کی طرف میلان سے یہ نکلے کہ اس
قلوب کا معبود ہے کیونکہ ہر انسان کا معبود وہی ہے جو جس کا مقصد ہے۔ اور قلوب کا علم اور مقصد تنہا ہی
اس ہے کہ اس کی طرف منتقل ہو۔ یہ دیکھتے ہو اس کا قلوب رہتی کیا اور بد سے وہ خود اپنے ہر مشاغل
یہ تہیویں (یعنی اسے سامری بالٹنے یہ کہ عادیہ بنا دیا ہے کہ نسبت فصیح کو جس میں سامری اور سامری
کر دیا ہے حالانکہ صورتوں کے لئے بقا نہیں ہے۔ انبیاء کی غصہ کی شہادی صورتیں دیکھ جو نے والی ہیں لیکن
ان کی بھی عقل اور مشائی صورتیں ابد آباد تک باقی ہیں۔ یہی وہ گوسالہ کی صورت ہے جس نے
ہونے والی حق پرستی اس کو بھانپنے میں جھڑی کر کے یہی اگر کوئی میرا مستحکم اس کو مار کو
بھارتے تو بھی آخر گوسالہ کی وہ صورت قذوٹے والی حق پرستی ٹوسنی پر فیرت انہی غالب آئی جس نے
اس کو بھادیا۔ پھر ٹوسنی نے اس صورت کی۔ کہ کوٹ کر دیا ہے۔ پھر یہ۔ وہ ٹوسنی نے سامری کو کہا کہ
تُسْرَاقِ (رہاگ) اپنے معبود کی طرف دیکھ۔ پس ٹوسنی نے گوسالہ کا نام لے کر یہ تہیہ التہیہ کی یہ
حق کیونکہ ٹوسنی نے اس کو بھانپنا کہ تحقیق گوسالہ بسن ہوا ہے۔ یہی ہے یہی اس کا نام ہے۔ وہی
علیہ السلام نے سامری کو اشارہ کر دیا کہ سب صورتیں اس ذات واحد کی ہیں لیکن اس ذات واحد کی
ایک خاص صورت میں منحصر کر دینا کفر ہے۔

وَلْيَحْيُوا كَمَا تَمُوتُ نَفْسُكَ جِثْثُ اس کو بھادوں گا۔ یہ کہ یہی تہیہ قذوٹ ہے البتہ ہم اس کو
دیں گے۔ یہ اس لئے کہا کہ قذوٹ نہایت قذوٹ میں تہیہ نہ ہو جس سے کیونکہ اس نے قذوٹ
انسان کیسے منحصر کر دیا ہے۔ وہ نہ منحصر ہو گوسالہ کی جس قذوٹ سے اس حق پرست سے قذوٹ سے
زیادہ تہیہ کے قذوٹ کیونکہ غیر یوں میں ہمارے کو پناہ کی بارہ نہیں ہوتا۔ ہر کس کی ہر

تقریب کے حکم کے تحت ہوتی ہیں۔ اور لیکن حیوان پوکر اپنے ارادہ اور اپنی مرضی کا ایک ہوتا ہے اسے
 جن اوقات جب انسان اُس کو تسخیر کرنے کیلئے اپنا تصرف کرتا ہے تو اُس سے انکار واقع ہوتا ہے یعنی
 حیوان بھی اذیت انسان کے حکم کے تحت نہیں آتا ہے اگر حیوان میں انکار ظاہر کرنے کی قوت ہوتی ہے تو
 اُس سے اُس چیز سے جو انسان اس سے ارادہ کرتا ہے نہ کشتی نہ ہر ہوتی ہے اور اگر حیوان میں یہ قوت نہ
 ہو یا انسان کو تصرف حیوان کی مرضی کے موافق ہو تو حیوان انسان کے ارادہ کے مطابق ذلت کے ساتھ
 منقاد رہتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر انسان ایک حیوان کو اس ارادہ سے پکڑتا ہے کہ اُس کو پکڑ کر آخور پر
 بندھے گا اور اس کو چارہ ڈالے گا تو چونکہ انسان کو یہ ارادہ حیوان کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے اس سے
 حیوان اس چارہ کے لئے کچھ غور و فکر انسان کو متقاعد ہو جاتا ہے۔ اسی کی مثال ایسے ہیں جیسے ایک
 انسان اپنے ہم جنس انسان کو ایک امر یعنی قلع کی خاطر متقاعد ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس کو اپنے ہم جنس انسان
 سے جو چیز کا قلع ہے جس کی وجہ سے اُس ہم جنس انسان کو اللہ تعالیٰ نے بند مقرر کیا ہوا ہے اور وہ
 چیز مال ہے جو وہ اس کو دوسرے انسان سے امید رکھتا ہے اور جس احوال میں وہ مال اجرت کیلئے
 تیار کیا ہوتا ہے یعنی لالہ کی کٹیختی میں۔ کہ انسان دوسرے انسان سے لالہ کی کٹیختی سے بھی لالہ ہے ایک
 انسان دوسرے انسان سے قرضہ منہا کرتا ہے یہ بھی قلع ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان سے پنی ہوئی
 کٹیختی یہ بھی قلع ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کو مزدور پکڑنے پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول مال ہے
 (وَقَدْ قَرَّبْنَا بِالْمَالِ الْفَقِيرَ فَمِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ يَتَمَكَّنُ عَلَيْهِمْ بِمَالِهِمْ تَقَرَّبَ إِلَيْهِمْ) اُن کے ہمن کو بھی
 پروردگار سے ملنے کے لئے جو کچھ اُن کے جن جنوں کو مزدور پکڑی۔ پس ایک انسان دوسرے ہم جنس انسان
 کو حیوانیت کی وجہ سے تسخیر ہوتا ہے نہ کہ انسانی حیثیت کی وجہ سے مراد یہ ہے کہ جس شخص پر حیوانیت غالب
 ہو جن صفات ذہنیہ اس میں پائی جائیں اور اُس شخص کا تسخیر ہو جاتا ہے۔ پس انسانیت کا کمال
 یہ ہوتا ہے۔ انسانی کمال یہ ہے کہ انسان میں صفت کو مراد تیار ہو اور وہ انسانی صفت کے اعتبار
 سے ہم جنس میں انصاف کے اعتبار سے اُن دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اگر حقیقت کی روش سے وہ دونوں ہم
 جنس ہوتے یعنی دونوں میں ایک جیسا کمال پایا جاتا تو ایک دوسرے کی تہجدی ذکر کیا کہ وہ ہم جنس
 چیزیں آج ہیں جن میں یعنی وہ ہم جنس چیزیں آج ہیں جنک کرتی ہیں۔ جب ایک پہلا انسان ذلت
 میں دوسرے پہلا انسان کے برابر ہوتا ہے تو وہ اُس سے جنگ کرتا ہے اُس کی تہجدی نہیں کرتا۔ پس

ایک انسان دوسرے انسان کو اپنے بلند تر مرتبہ کی وجہ سے مستتر کرتا ہے خواہ وہ مرتبہ ال کی وجہ سے ہو یا
 دوسرے مرتبہ اس کے انسانی کمال کی وجہ سے ہو۔ اور یہ دوسرا انسان خوف یا طمع کی وجہ سے اس کے بلند مرتبہ
 کو مستتر ہوتا ہے۔ در خوف یا طمع اس کی صفات ذمہ میں سے ہیں۔ یہ دوسرا انسان پہلے انسان کو حیوانیت
 کی وجہ سے مستتر ہوتا ہے نہ کہ انسانیّت کی وجہ سے۔ یعنی دوسرے انسان میں پہلے انسان بھی انسانی کمال
 نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ ایک انسان کا دوسرا ہم مثل انسان مستتر نہیں ہوتا بلکہ کوئی چیز دوسری ہم مثل
 چیز کی مستتر نہیں ہوتی۔ کیونکہ چارپایوں کی طرف نہیں دیکھتا کہ ان میں آپس میں کینہ اور عداوت ہے
 یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے سے جنگ کرتے ہیں۔ ایک جینس دوسری جینس سے اور ایک سیل دوسرے
 سیل سے جنگ کرتا ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے ہم مثل ہیں اور وہم مثل اشیاء آپس میں منافی ہوتی
 ہیں۔ نیز او یہ ہے کہ ایک قوم کے چار پائے صورت میں اور حقیقت میں مرتبہ میں سب برابر ہیں۔ چنانچہ مرتبہ
 برابر ہیں لہذا ہم مثل ہیں۔ چونکہ ہم مثل ہیں لہذا ایک دوسرے کی تاجدار کی نہیں کرتے اور نہ ہی سوائے
 انسان کے تعزات کے یہ اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ انسان اپنے تعزات سے یہ ان کو کھارکتا ہے۔ انسان
 اس سے اکٹھے رہتے ہیں کہ ان کے مرتبہ قوت میں۔ بقولہ تعالیٰ (وَمَا يَخْتَصِرُ خَلْقًا بَعِثَ
 دَرَجَاتٍ) اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے جہن کو بعض درجہ میں مبتلا کیا اور تمہارے انسان و جہن میں
 مستتر کرنے واسطے انسان کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ تمہارے جہن میں ان کی وجہ سے واقع
 ہوتی ہے۔

اور ایک انسان کا دوسرے انسان کو تعزیر کرنا درقسم ہر ہے۔ ان دونوں تعزیروں میں سے ایک
 ہم تعزیر فردی ہے یعنی مستتر ہوا ہم نفس ہے اس شخص کو کہ پر جو اہم مقول بنا اپنی تعزیر میں
 عروج غالب ہے جس طرح مالک اپنے غلام کو تعزیر کرتا ہے اگرچہ غلام انسانیّت میں مالک کی مثل ہو اور
 دوسری مثال اس تعزیر کی یہ ہے کہ بیٹے بادشاہ اپنی رعایا کو تعزیر کرتا ہے اگرچہ رعایا انسانیّت میں بادشاہ
 کی ہم مثل ہو۔ پس مالک اپنے غلام کو اور بادشاہ اپنی رعایا کو درجہ کی وجہ سے مستتر کرتے ہیں۔ مستتر
 ہے کہ چونکہ غلام اپنے مالک سے اور رعایا اپنے بادشاہ سے مرید ہیں اس لیے ہذا ذوالکے علوم
 اور مستتر ہیں۔ یہ تعزیر درجہ کی وجہ سے ہے انسانیّت کی وجہ سے نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ انسانی کمال میں
 یعنی معرفت الہی میں غلام اپنے مالک سے یا رعایا کے کئی افراد اپنے بادشاہ سے انھیں ہوں۔ تعزیر

مُسْتَوْنِہ ہر ایک جیسا کہ موسیٰ گو سناہ پر فاسد کیا گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ عظمت تھی کہ اُس ذاتِ متعالیٰ
 کی ظہور و ہرود خدا ہی میں ہر ہر عظمت ہیں عبادت کی جائے اگرچہ وہ عبادت جو پرستش کے مرتبہ ہوتے
 اور اُس عظمت کے عابد کے نزدیک اور قوت کے ساتھ عظمت ہونے کے بعد ہی وہ عظمت ممکن ہے جس
 سب ایک ہر ایک عظمت کی عبادت کہ تہا ہے تو اس کے دل میں اسی کی عظمت دیکھ جاتی ہے نہ وہ
 عظمت جو دینی مرتبہ ہوتے۔ اور اسی سے انواع و اقسام کی عبادت ہیں سے کوئی نوع باقی نہیں رہی جس کی عبادت
 نہ کی گئی ہو اور وہ عبادت یا تو عبادت کے ہے یا وہ عبادت ساتھ تسبیح کے ہے۔ بعض اشیاء کی عبادت
 مثلاً آفتاب کی آگ کی گرمی کی وجہ تو ان اشیاء کو مسجد وغیرہ کی گئی ہے اور بعض اشیاء کی عبادت تو
 رستے تسبیح کی گئی ہے۔ غریب حیرت انگیز اور حیرت انگیز اور حکوم ہوتا ہے۔ ہر حکم اپنے
 حاکم سے اور ہر دستور اپنے دستور سے ثابت رہتا ہے۔ اسی طرح ہر عبادت کی عبادت کرتا ہے اور
 یہ عبادت تسبیح ہے۔ ان مثل کے نزدیک عبادت تسبیح ضروری ہے کیونکہ ہر انسان عالم میں ایک
 آدمی ہے کہ محتاج ہے۔ وہ بادشاہ ہو یا ولی ہو کیونکہ بادشاہ یا ولی کو بھی عہدہ و منصب و عہدہ
 و درجہ و عہدہ ہر فن کے عہدہ کی محتاجی ہے۔ عہدہ ہر ایک ہر انسان کو دوسرے انسان کے لئے دستور
 بھی ہے اور دستور بھی ہے۔ لہذا عبادت تسبیح سے کوئی انسان غالی نہیں۔ لہذا یہ ہے کہ عالم میں ہر فن
 کی عبادت خواہ معبودانہ خواہ دستورانہ کسی مذہبی طور پر ضرور ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت
 ہے کہ وہ ہر عظمت پر معبودانہ اور ہر عظمت پر عابد بنے تاکہ ثابت ہو جائے کہ وہ ذاتِ غوری وہ
 ہے اور خود ہی معبود ہے نیز عالم میں سے کسی شے کی عبادت اُس وقت تک نہیں ہوتی جب تک وہ
 شے عابد کے نزدیک رفعت کے ساتھ متعین نہ ہوئی ہو اور اُس کے قلب میں ایک عالمی وجہ کے
 ساتھ ظاہر نہ ہوئی ہو۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر معبود عابد کے نزدیک رفیع اللہ ہے اور ہر عابد
 شے کسی مذہبی طور پر معبود ہے جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا۔ اس سے ہر شے رفیع اللہ ہے اور
 اہل عالم رفیع اللہ ہوتے ہیں۔ اور آج کر یہ (وَرَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ فِي مِمَّا ارَادَ قَوْلُ
 نَبِيِّهِمْ مَا يَشاءُ وَهُوَ بِمَا يَفْعَلُ خَفِيٌّ عَنِ الْعَيْنِ) میں ہر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو نام رفیع اللہ ہاتھ لگا
 ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ کر دیا ہے کہ وہ رفیع اللہ ہاتھ ذات ہم اہل عالم کی عبادت میں ہوتا
 ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو رفیع اللہ نہیں کہا یعنی اُس کا ایک ہی درجہ نہیں بلکہ اُس ذاتِ احد کے

درجہ کثیر ہیں۔ اسی لئے اُس ذات نے امر کیا (أَوْ تَعْبُدُوهُ إِلَّا رِجَافًا) تم کسی کی عبادت نہ کرو مگر
خاص اُسی کی۔ یعنی درجہ کثیر و مقام میں اُس ذات واحد کی عبادت کو مراد یہ ہے کہ ہر مسجود کو میں
ذات سمجھ کر عبادت کرو کیونکہ ہر درجہ یعنی ہر شے میں الہی ہے اور اُس میں مقتضی ہی موجود ہے۔ اور
علم والا ہی الہی ہے میں مقتضی مسجود ہے وہ غیبت سے بقایہ تعالیٰ (وَأَنَّ آيَاتٍ مِّنَ الْفَعْلِ
الْعَظِيمَةِ) کیا ہیں آپ نے وہ شخص دیکھا ہیں نے اپنی غیبت کو مسجود پڑا۔ پس غیبت مسجود اعظم
ہے کیونکہ ہر شے کی عبادت غیبت کے ساتھ کی جاتی ہے۔ پہلے انسان کسی چیز کے ساتھ غیبت رکھتا
ہے اور بعد میں اُس کی عبادت کرتا ہے۔ پس چیز کے ساتھ بندہ کو غیبت ہو اُس چیز کی صورت پر اللہ تعالیٰ
اُس کے لئے منتجب ہوتا ہے یعنی اُس چیز کے دیکھنے سے اُس کو ذات حاصل ہوتی ہے لہذا وہ اُس کو مسجود
منجہا ہے ایک ہی گھوڑے کے ساتھ غیبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کیلئے اُس گھوڑے کی صورت پر
منجلی ہوتا ہے اور وہ گھوڑے کے مشابہہ سے ذات حاصل کرتا ہے۔ قاعدہ نمبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص
کیلئے اُس صورت پر منجلی ہوتا ہے جس صورت کے ساتھ اُس کی غیبت ہوتی ہے۔ مگر یہ کہ اپنے شیخ کے
ساتھ غیبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اُس کیلئے شیخ کی صورت پر منجلی ہوتا ہے تاکہ فریہ دیدار شیخ سے ذات
ہو جس کو ہے۔ پس ہر شے کی عبادت کو سبب اُس شے کی غیبت ہے لہذا حقیقت میں ہر شے میں غیبت
کی عبادت ہو رہی ہے اور اسی کے مشتق میں کہتا ہوں شعر

۱۔ قسم ہے غیبت کے حق ہونے کی کہ غیبت ہی عبادت کی غیبت کو سبب ہے اور اگر غیبت میں غیبت
نہ ہوتی تو غیبت کی عبادت نہ ہوتی۔ مراد یہ ہے کہ ہر چیز کی عبادت کو سبب اُس چیز کی غیبت ہے لہذا
حقیقت میں ہر مسجود میں غیبت ہی کی عبادت ہو رہی ہے اور غیبت چونکہ تبتی ذاتی ہے اسلئے ہر مسجود کپشت
میں ذات حق کی عبادت ہو رہی ہے ۛ

۲۔ غائب کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اشیا کے مطلق اللہ تعالیٰ کو علم کیا کہل ہے اور کس طرح
اُس ذات نے اپنے اُس علم کی تعلیم اُس شخص کے حق میں کی ہے جس نے غیبت کی عبادت کی اور غیبت
کو مسجود بنایا میں فرمایا (وَأَن تَعْبُدُوهُ عَن دُونِی) اور اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو کہاں علم پر صلاحات بخشی
اور صلاحات سے مراد حقیقت ہے۔ سابق میں فرمایا کہ کسی چیز کی عبادت غیبت کے سبب کی جاتی ہے اور
حقیقت میں ہر مسجود میں غیبت ہی کی عبادت ہو رہی ہے اس قول پر استشہاد یہ آیت الیٰ گئی ہے

(وَأَحْلَلَهُ اللَّهُ عَلَيْنَا) یعنی جب اُس شخص کو اس راز کا علم ہو جاتا ہے کہ ہر معبود میں عبادت کا سبب نسبت
 ہی ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے۔ آگے سب اس کی شرح ہے وَذَاقَ الْآثَرَ اور اُس خیریت کی وجہ یہ ہے کہ
 جب اُس عابد نے دیکھا کہ اُس نے اپنے معبود میں ہوا کے اپنی نسبت کے اندر کسی چیز کی عبادت نہیں کی
 کیونکہ افراد و ممکنات عالم میں سے اُس کو اس فرد یا ممکن ہی کی نسبت نے اُس کو اس ممکن کی طاقت میں ہمار
 کیا اور نسبت ہی نے اُس کو اُس ممکن کی عبادت پر مجبور کیا تو اس چیز کے جو پر وہ حیران رہ جاتا ہے۔
 یعنی جب اُس کو یہ علم حاصل ہو جاتا ہے کہ اُس نے اُس راز کو ممکنہ میں اپنی نسبت ہی کی عبادت کی ہے
 اُس راز کی عبادت نہیں کی تو وہ حیران رہ جاتا ہے۔ سچ کہ وہ ظاہر اس راز کو بھی دیتا ہے کہ نسبت ہی
 کی عبادت ہی نسبت ہی سے ہو رہی ہے یعنی اہل منطق کی عبادت ہی نسبت ہی سے ہو رہی ہے۔
 اگر عابد اہل منطق کے دل میں اُس جناب مقدس کی ہوا یعنی اُس ذات پاک کی عبادت ارادہ نسبت نہ کرے تو
 ہرگز وہ اُس کی عبادت نہ کرتا اور نہ ہی اُس کو اُس کے قیے پر اختیار کرتا۔ جناب مقدس میں یہ بات
 ہے کہ وہ ذات مرتبہ امدیت میں تمام اخلاص سے مشغول ہے میں وہ شخص جو ذات حق کی صفی تزیین کا
 قائل ہے اور اُس ذات مطلق کی عبادت کرتا ہے اور اُس کو تمام عالم کی شیا، چھوڑ کر اختیار کرتا ہے تو اس کا
 باعث ہی نسبت ہی ہے۔ اور ایسے ہی وہ اس راز کو بھی دیتا ہے کہ ہر شخص میں نے خبر عالم میں سے
 کسی ایک صورت کی عبادت کی اور اُس نے اُس شخص کو اپنا معبود پکڑا اُس نے اُس صورت کو بغیر
 نسبت کے معبود نہیں پکڑا میں ظاہر ایشہ اپنی نسبت کے ممکن کے تحت ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر چیز کے
 ساتھ کسی کی نسبت ہے وہ ہیں اُس کا معبود ہے۔ پھر اُس عابد نسبت نے دیکھا کہ عابدین میں عبادات
 نور، نور ہیں اور ہر عابد اپنے معبود کے سوا دوسرے معبود کے عابد کی تفسیر کرتا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے
 مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ عابد نسبت کو نسبت کے مندرجہ بالا امور ارات کا علم عطا کرتا ہے تو وہ حیران
 رہ جاتا ہے۔ اور وہ شخص جس کو مندرجہ بالا امور ارات میں سے ادنیٰ علم ہی نصیب ہو جاتا ہے تو وہ حیران
 رہ جاتا ہے یعنی اٹھواں نسبت بلکہ سہریت نسبت پر وہ حیران رہ جاتا ہے کیونکہ ہر عابد میں نسبت میں راز
 ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر عابد میں جو ہر نسبت ایک ہی ہے اور نسبت پہلی ذاتی ہے۔ جس اللہ تعالیٰ نے اُس
 عابد کو عجم پر مخلوقات بخشی یعنی اس عجم کے سبب اُس کو سہریت بخشی کہ ہر وہ جسے اپنی ہی نسبت کی
 عبادت کی ہے اور اُس کی نسبت ہی نے اُس سے عبادت طلب کی ہے خواہ وہ نسبت امر شر و ناجائز

ہے یا امر مشروح کے خلاف ہے یا نہ

اور عارف مکمل وہ ہے جس نے ہر مجہود کو اپنی حق دیکھا اور اس امر کی تحقیق کر لی کہ ہر مجہود میں
ذات حق ہی مجہود ہے۔ یعنی عارف کو اس بات سے کہ انسان میں عبادت تو حق تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے لیکن
عابدین انسان کو وہ اسے کافر ٹھہراتا ہے کہ انہوں نے ذات حق کو ایک خاص تعین میں سحر کر دیا ہے اور
واسے اسی وجہ کے عابدین انسان نے ہر مجہود کا نام انہ کی ہے یا یہود اس امر کے کہ ہر مجہود کا ایک خاص
نام بھی ہے مثلاً پتھر یا درخت یا حیوان یا انسان یا آگ یا ستارہ یا فرشتہ یہ ہر نام اس شخصیت سے کہانی
گرچہ ہر مجہود منہر ذات حق ہے لیکن تحقیق میں اور ہر مجہود میں اس کا ایک خاص نام ہے تاکہ ایک
مجہود کی دوسرے مجہود سے تشکیس واقع ہو جائے یا ہر مجہود کی مرتبہ اور بیعت اس مجہود کے عباد
تین ہے۔ ہر عباد کا یہ تین ہے کہ تحقیق مرتبہ اور بیعت اس کے مجہود خاص کیلئے ممکن ہے۔ درحقیقت میں
اس کا نام خاص کی آنکھوں کیلئے ہوا ہے اس مجہود پر محنت ہے یہ مجہود بلی حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
اس مجہود خاص میں اس کے سنے مستحق ہے۔ عباد یہ ہے کہ جس محنت پر اللہ تعالیٰ کسی شخص کیلئے بلی
کرتا ہے وہ شخص اس محنت کو دیکھ کر ذات خاص کرتا ہے اور اس محنت پر قربان ہو جاتا ہے حتیٰ کہ
اسی محنت کو وہ اپنا مجہود ٹھہراتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے اور ہر عباد مرتبہ اور بیعت کو اپنے مجہود
میں ہی سحر کرتا ہے کیونکہ کسی دوسرے مجہود کو دیکھ کر اسے وہ ذات جو اس میں نہیں ہوتی اور نہ ہی اس
کے دل میں کسی دوسرے مجہود کی محنت پیدا ہوتی ہے۔ وَهَذَا الْاَمْرُ عَابِدِينَ اَعْلَمُ میں سے بعض اس
حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور اسی نے انہوں نے یہ ہدایت کا قول کیا ہے (فَاَتَجِدُكُمْ اِلَّا كَافِرًا
بِاَلِ اللّٰهِ ذُنُوبًا) ہم ان کی اس سے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ تعالیٰ کی محنت مقرب
کر دیں یعنی وہ ان انسان کو غیر اللہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیع جانتے تھے اور
ابہود اس بات کے وہ پھر ان انسان کو انہ میں مجہودوں کے نام سے پکارتے تھے جیسا کہ ان کا دل
اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے (تَجْعَلُ الْاِلٰهَةَ الْاِنْسَانِ اِلٰهًا كَمَا تَجْعَلُ الْاِنْسَانَ اِلٰهًا) کیونکہ اس نے سب
مجہودوں کو ایک ہی مجہود گردانا ہے ایک ہی چیز ہے۔ عباد یہ ہے کہ جس بات پرست
اس حقیقت سے واقف تھے کہ جبرائیل کی بیعت اللہ تعالیٰ ہے لیکن وہ اپنے اپنے بھول میں ہیں
مجہودوں میں اور بیعت کو سحر کرنے کے باعث کافر ٹھہرتے اور جن اس حقیقت سے واقف نہ تھے وہ

اپنے معبودوں کو منفی و سید اور تین جاننے والے اور اللہ تعالیٰ کو ان کے سوا مانتے تھے لیکن ہر ایک
 اپنے انتہا کو معبودوں کے نام سے پکارتے تھے۔ جب کہ یہ دوا عالم حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کہ تو حید نکال دے کہ تو وہ ان کی حقیقت سمجھ گئے کہ کہ تو حید سے مراد یہ ہے کہ
 ہے کہ تو حید یعنی ہر اللہ میں اللہ ہے۔ تبھی تو وہ حیران ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا
 معبودوں کا ایک معبود بنا دیا ہے۔ وہ تو حید کی حقیقت سمجھ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ
 ہے کہ ہر معبود کی عظمت پر اللہ تعالیٰ کا ظہور ہے اور اسے گروہ کفار باثم کہی ایک معبود میں اس ذات کہ
 صمد نہ کہ وہ جہنی معبود حقید کی عبادت نہ کہ وہ معبود صمد کی عبادت نہ کہ وہ کفار نے کہ تو حید کی حقیقت
 کو انہر نہیں کیا بلکہ اس پر تعجب کیا کیونکہ وہ کثرت شمر کے ساتھ اور ان خود کی طرف اور بت نہ
 کرنے کے ساتھ شہرت ہوئے تھے۔ یعنی وہ برصورت کو صمد ہی نہیں مانتے تھے کہ یہ نہ تو صمد کو صمد
 ہی مانتے تھے نیز جس ان چند معبودوں میں اور بت کے ساتھ کہ جس طرح کے تھے
 اور ان چند معبودوں کو کہ صمد کی بارگاہ میں وسیع جانتے تھے۔ ہر جناب صمد صلی اللہ علیہ وسلم
 وکم تشریف لائے اور ان کو ایسے الہ واحد کی طرف دعوت دی جو پہچانیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 آئمہ وسلم نے ان کو فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ یعنی نہیں ہے کہ کہ اللہ اور جناب صمد
 پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کیلئے مہارت تھے ہیں۔ شہرہ آپ کی یہ مہارت کہ اسے گروہ کفار ہر
 کہ اللہ تعالیٰ کا ظہور ہے ہر ذرہ میں اس کا ظہور ہے۔ عبادت معبودوں کی خود توں پر بھی اسی کا ظہور
 ہے لیکن ہر تعین میں اس کا ظہور اس تعین کی استعداد کے مطابق ہے اور جناب صمد پاک صلی اللہ
 علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کیلئے ہر اہم اور جرات قائم ہیں۔ تو پس کہ تو حید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ان کو الہ واحد کی معرفت بھادی۔ لیکن وہ الہ مطلق کے قابل تھے یعنی اس ذات کو جس نے نہ جانتے
 تھے۔ ان کی شہادت یہ مہارت کہ وہ ذات مشہور نہیں ہے یعنی وہ اس ذات کیلئے تشہید کے قابل تھے
 وہ اس ذات کو عالم سے اور اپنے معبودوں سے اور والدہ جانتے تھے۔ اپنے معبودوں کو غیر صمد
 جانتے تھے اور ان کو اس الہ مطلق کی بارگاہ میں وسیع جانتے تھے۔ تحقیق وہ اپنے نزدیک اس
 الہ واحد کو ثابت کرتے ہیں اور اس پر اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ ان کے دل سے ظہور ہے کہ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کی اس شہادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں اُرتبہ کے لحاظ سے مقرب کر دیں۔ سبب اپنے اس علم کے کہ وہ بہت عمن پہتر کی صورت میں تھیں وہ انہیں
 غیر اللہ جانتے تھے اور اس سے ان بہت پرستوں پر اللہ تعالیٰ کی ازامی کثرت قائم ہوئی بِتَوَلَّی تَعَالٰی
 اِنَّ سَبَّوْهُنَّ اُسے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان بہت پرستوں کو فرماتے کہ ان کے نام ہیں۔
 ہیں وہ ان کو ان اسماء سے پکارتے ہیں جن کے متعلق وہ جانتے ہیں کہ ان اسماء میں سے ہر ایک
 اسم کی ایک خاص عیضہ حقیقت ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ عابدین انہم ان اسماء کو ان کے ناموں ہی
 سے پکارتے تھے ان کو اللہ کے نام سے نہ پکارتے تھے۔ یہی زمانہ کہ ان کے ناموں مثلاً جبرائیل کو کباب
 نام دیا گیا تھا۔ یہی ناموں سے پکارتے تھے۔ مراد اللہ تعالیٰ کی یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر
 ازامی کثرت قائم فرمادیں کہ وہ لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور یہی جو لوگ اسی حقیقت
 کے عبادت میں وہ ان سمجھ سے انکار کر رہے ہیں۔ کیونکہ حقیقت ان کا مرتبہ معرفت ان کو ہر
 چیز سمجھ کر آتا ہے کہ وقت کے تقاضا کے مطابق وہ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام
 سے پکارتے تھے۔ وہ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اسلئے ان پر حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کی راہ کی راہبیت ہے اور اسی راہ کی بدولت ان کو ہم مومنین کہہ سکتے ہیں۔ اہل عارفین
 اللہ سمجھ رہے ہیں۔ یعنی توحید و حکم و حقیقت ہیں۔ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما
 دیا کہ اللہ متعینہ یعنی توحید متعینہ کی عبادت نہیں کرنی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
 ٹھکرانے کی پیروی کی۔ اگرچہ ان کو اس بات کا علم ہے کہ حقیقت عابدین انہم نے ان ظاہری صورتوں
 کی عبادت نہیں کی بلکہ ان محمد میں انہوں نے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی ہے۔ کیونکہ ان توحید متعینہ
 پر اللہ تعالیٰ ہی تہمتی ہے۔ عارفین باللہ اس حقیقت سے واقف ہیں۔ مگر جو اس دائرہ واقف
 نہیں کہ ان ذات نے ان خود انہما پر تہمت کیا ہے اس حقیقت سے جاہل ہے۔ عبادت کچھ خواہ
 وہ نبی ہے خواہ وہ رسول ہے خواہ ان کا وارث ہے اس وارث کو ٹھکرے چھپتا ہے۔ یہی عارفین
 کا مین ان توحید متعینہ کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور ان کو اجتناب کرنا سبب اس حرکت
 ہے جس کے سبب رسول و حق نے ان خود سے اجتناب کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر رسول اپنے زمانہ
 میں اپنی اُمت کو توحید متعینہ کی عبادت سے اسلئے روکتا تھا کہ اس عروج توحید متعینہ میں اللہ تعالیٰ
 کو صراحتاً جانتا ہے۔ نہ یہ کُفر ہے۔ اگرچہ ہر صورت میں اللہ تعالیٰ متہمت ہے لیکن کسی ایک خاص صورت

ہیں اللہ تعالیٰ کو صبر کر دینا کثرت کیونکہ اس متعینہ صورت کے ہوا دیگر مجملہ طور غیر ثابت معلوم کی
 اور یہ عقیدہ باطل ہے۔ پس عارفین کا عین ہر زمانہ میں اس حقیقت سے واقف تھے اسے اپنے
 اپنے اصول کی متابعت کی خاطر طور متعینہ کی عبادت سے اجتناب کرتے تھے۔ نیز عارفین ہر وقت
 اپنے اپنے رسوم کی متابعت کرتے تھے کہ وہ اپنی خاطر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو قلع رکھتے تھے
 اللہ تعالیٰ کا قول ذیل دال ہے (قُلْ رُبُّنَا غَفُورٌ رَحِيمٌ رُبُّنَا غَفُورٌ رَحِيمٌ رُبُّنَا غَفُورٌ رَحِيمٌ) اسے عیب پاک
 علی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ نعمت رکھتے ہو تو میں تم کو
 اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ نعمت رکھنے والا ہوں علی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اس مہر کی عروت و محبت کی ہر
 طرف مہاجات دینی ہوتی ہیں یعنی بدھوت سے نفرت پر دل سے اور باطنی اجمال کے دور سے
 جاتا ہے اور اس کی ذات مشہور نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا نام بھیجیہ نام ہے اس کی ذات کی طرف
 کہتا ہے نہ نہیں ہے۔ یہ اس ذات کی اجمالی معرفت تو ہوا ہے لیکن تفصیلی معرفت نامعلوم ہے نیز یہ
 ہر انسانی ذات کے اور مرتبہ غیب غیب کے وہ ذات بطور درجہ ہوتے ہیں لیکن
 باعتبار تجلیات ظہور کے ہر نعمت میں وہ ذات مشہور ہے۔ اور ان کا ذکر ان کے ذکر و ذکر و ذکر
 (تَبَارَكَ) آئیں اس کا درک نہیں کرتیں اور وہ انھیں کا درک کرتا ہے۔ اب اس ذات کی یہ
 درک ہے کیونکہ کوئی بندہ اس امر پر قادر نہیں کہ اس ذات پر اہل کر کے اللہ تعالیٰ ہی اس
 قادر نہیں کہ اپنی ذات پر اوجہ کر کے کہ اس طرح ذات حق محدود ہو جاتی ہے اور یہ نفس
 ہے۔ پس اس ذات کا ادراک ناممکن ہے۔ اور وہ ذات ابصار کا ادراک کر سکتی ہے یعنی وہ ذات
 اشیا کا ادراک کر سکتی ہے کیونکہ وہ ذات لطیف ہے اور لطیف کا ثبوت کا ادراک کر سکتا ہے۔ لطیف
 لطیف کا ادراک نہیں کر سکتا اسے ابصار اس ذات کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ نیز وہ ذات اشیا کا
 ادراک کرتی ہے کیونکہ اس ذات نے اشیا کی ذات میں سرایت کی ہوئی ہے یعنی ہر شے اس ذات
 نے مجملہ اشیا کی صورتوں پر خود ہی جود آرائی کی ہوئی ہے اس لئے وہ ذات مجملہ اشیا کا ادراک
 کرتی ہے۔ پس ابصار اس ذات کا ادراک نہیں کر سکتیں جیسا کہ وہ اپنے ادراک کا ادراک نہیں کر
 سکتیں جو اپنے ابدان اور اپنی فاعلیت کی صورتوں کی مدد سے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان کی ذات
 ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ان کی فاعلیت ان کی فاعلیت انسان کے لئے اس کا ادراک نہیں کر سکتیں

روح ہی انسان کے جسم کی مدبر ہے یعنی روح کا اور ک ہی اللہ تعالیٰ کا اور ک ہے جو ناممکن ہے۔ (۱)
 هُوَ الْغَيْبُ الْغَيْبُ اور تعالیٰ غیب اور خیر ہے۔ غیب سے غیب کی طرف اشارہ ہے یعنی اُس ذات
 نے اپنے کماں غیب سے موجودات کو اپنا وجود عطا کر دیا ہے جیسا سیاہی سے اظفار کو اپنا وجود عطا
 کر دیا ہے۔ خیر و خیرات سے مشتق ہے یعنی کسی چیز کا ہونا۔ گویا خیر سے مراد عالم ہے۔ مرتبہ احدیت ذی
 یں کسی صفت کا خیر۔ اُنہی جہانِ نعم کو ہی تصور نہیں۔ نہ توحی کے اسرار و صفت کو فطر ہا مع حضرت
 انسان ہے لہذا علم کا تصور ہی انسان کے وجود کے ساتھ ہے پس وہ ذات خیر ہے تو انسان کے وجود
 کیساتھ خیر ہے نیز علم اُنہی انسان تب ہی حاصل کر سکتا ہے جب اُس کو اللہ تعالیٰ کی غیب نصیب
 ہو اور غیب بتلی ذاتی ہے۔ جب عاشق کو اللہ تعالیٰ سے دیدار غیب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے
 لئے کسی صورت میں تہی کرتا ہے اور وہ اُس صورت پر مدد جان سے قربان ہو جاتا ہے۔ مگر مرید کے
 لئے اللہ تعالیٰ ہر کی صورت پر تہی ہوتا ہے یا مگر کہ وہ عالم تصور نہیں پاک متقی اللہ خیر و حکم کی صورت پر
 تہی ہوتا ہے۔ تاہم اُنکے یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ عاشق کو اللہ تعالیٰ کی غیب ہوتی ہے اُس چیز کی صورت
 پر اللہ تعالیٰ تہی کرتا ہے تاکہ وہ عاشق اس چیز کو دیکھ کر ذوق اور لذت حاصل کرے۔ لہذا جب عاشق
 اُس شے کو دیکھتا ہے تو لذت حاصل کرتا ہے اور اُس ذوق و لذت کے باعث وہ اُس شے کو بین
 اللہ تعالیٰ کی ذات جانتا ہے۔ جب ایک ممکن ہیں یا ایک صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے تو
 وہ اس راز کو پاتا ہے کہ جلد ممکنات عالم کی صورتوں پر اللہ تعالیٰ ہی کا فہم ہے۔ پس ضروری ہے
 صورتوں کا ہونا اور ضروری ہے تہی کا ہونا۔ لہذا یہ ہے کہ جسم اُنہی تب غیب ہو سکتا ہے جب اُس
 کے دل پر اللہ تعالیٰ اپنی غیب کے ساتھ تہی کرے یعنی اُس کو عشق اُنہی غیب ہو۔ جب اُس کو
 عشق اُنہی غیب ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اُس کو کسی صورت کی طرف مائل کر دیتا ہے اور اُس
 صورت پر بھی ضروری تہی کرتا ہے تاکہ اُس عاشق کو اُس صورت کے دیکھنے سے ایسا ذوق حاصل ہو
 کہ وہ اُسے بین اللہ تعالیٰ کی ذات سمجھے۔ پس اُسے طلب ہوگا کہ اُس راز کو سمجھے تو ضروری ہے کہ
 وہ عاشق جس نے اپنے عشق کی بدولت ذات حق کو اُس صورت میں دیکھا اُنہی ذات کی عبادت
 کرے جس نے اُس صورت میں اُس کے لئے تہی کی ہے لہذا یہ ہے کہ عاشق کو چاہیے کہ اپنے مشوق
 کی صورت کو جلد نہ سمجھائے بلکہ اُس حقیقت اللہ ذات کو سمجھائے جو صورت مشوق پر مجبور ہوا۔

[illegible]

[illegible]

لَهَا دَلِيلٌ يَوْمَ ابْنَتِ عِمْرَانَ بِرُكْنَيْهَا السَّوْمِيَّ لَمَّا وَلَدَتْ حَكِيمًا فَقَالَتْ يَفِزُ عَوْنُ رَبِّي حَقٌّ مُوسَى
وَاللَّهُ رَاقِدًا عَيْنًا لَهَا وَهِيَ تَمْرُقُ فِيهَا رُكْنَيْنِ فَوَلَدَتْ لَهَا هَاشِمًا فَكَانَ تَمْرُقًا
عَيْنًا يَفِزُ عَوْنُ رَبِّهَا يَمَانٍ السَّوْمِيَّ أَعْلَاهُ اللَّهُ وَهَذَا الْفَسْرُ فِي تَقْبِضِهِ هَاشِمًا وَطَهْرًا لَيْسَ فِيهِ
شَيْءٌ مِنَ الْغُثْبَةِ لَا أَنَا قَبُولُهُ وَهَذَا بِمَعْنَاهُ قَبْلُ أَنْ يَكْتَسِبَ شَيْئًا مِنْ الْأَثَامِ وَالْإِسْلَامُ
يَجِبُ مَا قَبْلَهُ وَجَعَلَهُ آيَةً عَلَى وَجْهِهِ مُبَحَّثَةً لِيَمُنَّ شَاوِعًا لَا يَبِيحُ أَحَدٌ مِمَّنْ
رَحِمَهُ اللَّهُ (وَاللَّهُ لَا يَأْتِيهِ مِنْ تَرْوِجٍ إِلَّا بِمُؤْمِنٍ مُطَهَّرٍ) فَهَذَا كَانَ فِي عَوْنِ تَمْرُقٍ
يُنَاسُ مَا كَادَ تَمْرُقُ الْيَمِينُ فَكَانَ مُوسَى عَيْنَ الْإِسْلَامِ حَكِيمًا قَالَتْ تَمْرُقُ الْيَمِينُ عَوْنُ
نَبِيِّهَا (كُتِبَ عَلَيْهَا فِي ذَلِكَ أَنْ تَقْبُضُوا عَلَى أَنْ يَكْفِيَ) وَحَدِيثُكَ وَتَمْرُقُ
اللَّهُ تَقَرَّبَ بِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَأَتْ هَكَذَا مَا شَعَرَ بِهِ فِي طَوْلِ الْيَمِينِ السَّوْمِيَّ يَكُونُ فِي
يَمِينِهِ هَذَا فَهَذَا مُجِيبٌ لِمَا قَالَتْ هَذِهِ لَمْ تَكُنْ عَيْنًا مِنْ عَوْنِ تَمْرُقٍ وَهَذَا أَهْلُهَا
أَمْرٌ مُوسَى قَالَتْ مِنْ هَذَا الَّذِي كَانَ قَدْ أَصَابَهَا ثَمَرَانِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهَذَا
أَقْبَلَ عَلَى شَيْءٍ أَوْ هَذَا مَقْبُولٌ بِحَقِّهِ أَمَّا هَذَا فَهَذَا بِحَقِّهِ عَيْنُ السَّوْمِيَّ
حَكِيمًا تَمْرُقُ الْيَمِينُ حَكِيمًا شَيْءٌ أَوْ هَذَا حَكِيمًا (وَمِنْهَا جَاءَ) أَوْ مِنْ ذَلِكَ الطَّرِيقَةِ
جَاءَ فَكَانَ هَذَا الْقَوْلُ رَاسًا إِلَى الْأَمْرِ الَّذِي وَجَّهَ جَاءَ فَهَذَا أَوْ هَذَا كَمَا أَنَّ قَرْمَ
الْحَبْرَةِ لَا يَقْبُضُ إِلَّا مِنْ أَمْرِ فَهَذَا كَانَ حَكِيمًا فِي شَيْءٍ يَكُونُ حَكِيمًا فِي شَيْءٍ
أَخْرَجَ فِيهَا الطَّوْرُ الْغَنِيَّ قَوْلًا (يَكُونُ حَكِيمًا) وَفِي تَفْسِيرِ الْأَمْرِ مَا هُوَ قَبْلُ مَا
كُنْ لَا أَنْ الْأَمْرُ حَقٌّ جَوِيدٌ وَلَا تَكُنْ مِنْ هَذَا تَبَيَّنَ لَكَ وَطَنُكَ مِنْ هَذَا فِي حَقِّهِ
بِشَيْءٍ مِنَ الْهَرَامِ قَالَتْ قُلْ السَّعِيدُ مَنْ أَدْبَعَهُ لَا مَنْ وَلَدَتْهُ فَإِنَّ أُمَّ الْوَلَدِ لَا
حَسَبَ عَلَى بَعْدِ الْأَمْرِ فَتَكُونُ فِيهَا وَتَقْدَرُ بِهَا حَكِيمًا مِنْ تَمْرُقٍ أَوْ هَذَا
ذَلِكَ حَقٌّ لَا يَكُونُ لَهَا عَلَيْهِ رَاقِدَةٌ قَالَتْ مَا تَقْدَرُ إِلَّا بِهَا تَوَاقُّهُ لَوْ يَتَقَدَّرُ بِهِ
لَوْ يَخْرُجُ قَبْلَ ذَلِكَ الْمَدَامُ لَا حَكِيمًا وَهَذَا مِنْهَا تَمْرُقُ الْيَمِينُ السَّوْمِيَّ أَوْ هَذَا
تَقْدَرُ بِهَا ذَلِكَ الْمَدَامُ قَوْلُهَا يَنْفِيهِ مِنَ الْقَرْمِ الَّذِي كَانَتْ تَقْدَرُ لَا يَوْمَنُكَ ذَلِكَ
الْمَدَامُ عَيْنُهَا وَلَا يَخْرُجُ وَلَا يَتَقَدَّرُ بِهَا جَنِينًا وَهَذَا جَعَلَ كَيْسَ حَكِيمًا وَتَمْرُقُ

بِرِضَا عَيْنِهِ حَيَاتُهُ قَرَابَتُهُ وَكَانَ جَعَلَ اللَّهُ ذَاكَ بِمُوسَى فِي أَرْحَامِهِ وَلَا دَرَجَةً قَلْبُهُ يَحْكُمُ بِمَا
عَيْنُهُ تَحْكُمُ إِلَّا لِرَأْيِهِ وَلَا دَرَجَةً (وَكَيْفَ تَقُولُ عَيْنُهُ) آيَةً بِأَرْحَامِهِ وَتَقُولُ إِنَّهُ فِي حَجَرٍ
(وَلَا تَحْزَنْ) وَنَجَا لَكَ اللَّهُ مِنْ عَيْنِ التَّائِبِينَ تَحْزَنُ قُلُوبُ الطَّيِّبِينَ بِمَا أَعْطَاهُ اللَّهُ
مِنْ الْعِلْمِ وَالْإِيمَانِ وَإِنْ لَمْ يَخْرُجْ عَنْهَا (وَقَدْ تَلَّكَ قُلُوبُنَا) أَمْ اخْتَلَبُوا لَكَ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ
لِيَتَحَقَّقَ رَأْيُ نَفْسِهِ حَبْرًا عَلَى مَا بَشَّرَ اللَّهُ بِهِ قَوْلُ مَا أَتَى اللَّهُ بِهِ قَوْلُهُ الْفَيْضُ بِهَا
الْقُدْسُ اللَّهُ وَوَقْفُهُ لَكَ فِي سِرِّهِ وَإِنْ لَمْ يَخْرُجْ بِذَلِكَ وَنَحْنُ الْوَحِيدُ فِي نَفْسِهِ الْوَحِيدُ
بِقُدْرَتِهِ مَعَ حُكْمِهِ مَا تَوَقَّعَتْ حَقِّكَ يَا تَمِيمُ أَوْ تَرَى بِذَلِكَ إِنْ أَلْبَسَ مَقْدُومَ الْبَرِّ مِنْ
حَيْثُ لَا يَشْعُرُ حَقِّكَ عَيْنًا أَمْ يُخْبِرُ بِذَلِكَ وَهَذَا أَمْرًا الْخَيْرُ تَحْلُفُ الْفُلَامُ فَأَنْكَرَ
عَيْنُهُ قَوْلَهُ وَتَوَقَّعَتْ مَكْرَهُ قَوْلَهُ الْوَقْعُ فَقَدْ تَوَقَّعَتْ مَكْرَهُ قَوْلَهُ قَوْلُهُ عَيْنُهُ
عَلَى مَكْرَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُكْتَبَ أَنْ تَكُنْ مَكْرَتُ مَقْدُومَ الْخَيْرِ كَوْنُ نَفْسٍ لَمْ يَكُنْ وَإِنْ تَوَقَّعَتْ
بِذَلِكَ وَارْتَأَى أَيْضًا حَقِّكَ اسْتَيْفَنَ الْوَقْعُ فَهَذَا مَعْلُومٌ وَبِأَمْرِهِ تَجَاوَزَ وَهَذَا الْوَقْعُ
جَعَلَ لَهُ ذَاكَ فِي مُقَابَلَةِ التَّائِبِينَ لَكَ الذِّكْرُ مَكْرَتُ فِي الْإِيمَانِ مُوَدَّعًا عَلَيْهِ لَكَ هِيَ مَقْدُومُ
وَبِأَمْرِهِ تَجَاوَزَ وَارْتَأَى فَعَلَتْ بِهِ أَمْرُهُ ذِيكَ حَقًّا وَهِيَ تَقَابِلُ فِيهَا حَقٌّ أَنْ يَكُنْ بِهَا مَكْرَتُ
وَهِيَ تَشْكُرُ رَأْيَهُ مَعَ الْوَقْفِ لَكَ عَيْنُهُ لَكَ بِهِ مِنْ حَيْثُ لَا تَشْعُرُ قَوْلُهُ تَجَاوَزَ فِي تَقَرُّبِهِ
أَمَّا تَشْكُرُ رَأْيَهُ لَكَ الْوَقْفُ عَلَيْهِ لَكَ فِي الْيَمِّ لَا تَكُنْ فِي النَّشْرِ عَيْنُ لَا تَكُنْ لَكَ
يَفْعَلُ قَوْلُهُ تَعَفُّفٌ عَلَيْهِ خَوْفٌ مُنْطَهَرٌ عَيْنُ وَلَا حَيْرَتٌ عَلَيْهِ حُزْنٌ وَذِيكَ يَقْرَأُ قَلْبَهُ
عَيْنُ قَلْبِهِ أَنْ لَكَ رُبُّهَا سَرَدًا لَا رَيْبًا يَحْسُنُ قَوْلَهُ بِهِ تَعَفُّفٌ يَفْعَلُ الْقَوْنُ فِي نَفْسِهِ وَالرَّجَاءُ
يَقَابِلُ الْقَوْنُ وَالْيَمَامُ وَتَقَابِلَتْ حَيْثُ أَلْهَمَتْ بِذَلِكَ تَعَفُّفٌ هَذَا حَقٌّ لَكَ الْوَقْفُ
يَكُونُ لَكَ قَوْلُكَ وَالْقَبْلُ عَلَى يَدَيْكَ تَعَفُّفٌ وَتَعَفُّفٌ هَذَا الشُّكْرُ وَالْقَوْنُ بِالْقَوْنِ لَكَ
وَهِيَ عَيْنُ فِي نَفْسٍ أَوْ مَرْتَمَقٌ عَيْنُ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ
فِي النَّظَرِ هِيَ وَكَانَ فِي الْبَعْدِ حَقٌّ فِي السَّجْدَةِ قَوْلُكَ تَعَفُّفٌ أَمَّا رَأْيُهُ فِي حَيْثُ الْوَقْفِ
الَّتِي فِيهَا بِهَا سُبَابُ الْخَيْرِ وَكَيْفَ تَعَفُّفٌ وَذَلِكَ لَا يَكُنْ حَقٌّ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ
الْوَقْفُ كَانَ سَاكِنًا فِيهِ الْوَقْفُ وَبِذَلِكَ يُقَالُ أَنْ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ

الْعَزَّةُ الَّتِي فِي وَجْهِ الْعَالَمِ حَزَكَةُ حُبِّ دَقَّةِ نَبْهَةِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
 ذَلِكَ يَقُولُ كُنْتُ كَثْرًا مَحْوِيًّا لَمْ أَحْرِفْ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُحْرِفَ فَلَوْلَا هَذِهِ الْحَبَّةُ مَا
 ظَلَمَ الْعَالَمُ فِي عَيْنِهِم تَحَرُّكُهُ مِنَ الْقَدَمِ إِلَى الْوُجُودِ حَزَكَةُ حُبِّ التَّوْحِيدِ لِذَلِكَ قَدْ
 كَانَتْ الْعَالَمُ يُعْنَى بِحُبِّ شَأْنٍ وَنَفْسِهِ وَجُودًا كَمَا شَهِدَ مَا تُبَوِّئُ فَكَانَتْ بِكُلِّ وَجْهِ
 حَزَكُهُ مِنَ الْقَدَمِ الشُّبُوقِ إِلَى الْوُجُودِ حَزَكَةُ حُبِّ مِنْ جَانِبِ الْحَقِّ وَجَانِبِ
 فَإِنَّ الْكَمَالَ مَحْبُوبٌ لِقَارِبِهِ وَعِلْمُهُ تَعَالَى بِنَفْسِهِ مِنْ حَيْثُ هُوَ غَيْرُ عَيْنِ الطَّلِيلِ هُوَ
 لَهُ دَقَائِقُ إِلَّا تَمَامُ مَرْتَبَةِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ الْعَادِيَةِ الَّذِي يَكُونُ مِنْ هَذِهِ الْأَعْيَانِ
 أَعْيَانِ الْعَالَمِ إِذَا أُجِدَّتْ تَيَازُلُ مَرَّةً الْكَمَالَ بِالْعِلْمِ الْمُحْدَثِ وَالْعِلْمُ يُؤْتِكُمُ
 مَرْتَبَةَ الْعِلْمِ بِأَوْجُهَيْنِ وَكَذَلِكَ تَكْمُلُ مَرَاتِبُ الْوُجُودِ فَإِنَّ الْوُجُودَ مِنْهُ أَرْبَعٌ
 وَغَيْرُ أَرْبَعٍ وَهُوَ الْعَادِيَةُ فَالْأَرْبَعُ وَجُودٌ لِنَفْسِهِ وَغَيْرُ أَرْبَعٍ وَجُودٌ لِنَفْسِهِ
 بِشَوَى الْعَالَمِ الشَّائِبُ شَيْئًا حُدُوثًا لَا يَلْغُو فِيهِ بَقْعَةٌ بِعَيْنِهِ وَفَلَسَ لِنَفْسِهِ بِشَوَى
 الْعَالَمِ تَكْمُلُ الْوُجُودُ فَكَانَتْ حَزَكَةُ الْعَالَمِ حُبِّيَّةً بِكَمَالِ مَا فَهَرَأَ لَا تَرَاهُ كَيْفَ
 نَفْسٍ مِنَ الْأَمْنَاءِ إِلَّا إِلَهِيَّةً مَا كَانَتْ تَجِدُهَا مِنْ عَدَمِ هُبُوبِهَا أَثَارًا فِي عَيْنِ مَسْحٍ
 الْعَالَمِ فَكَانَتْ الرَّاحَةُ مَحْبُوبَةً لَهُ وَلَمْ يُؤْمَرْ إِلَيْهَا إِلَّا بِالْوُجُودِ الشُّرُوبِ وَالْأَعْمَلِ
 وَالْأَسْمَلِ فَكُنْتُ أَنَّ الْعَزَّةَ كَانَتْ لِلْحُبِّ تَكَثُّرَ حَزَكَةِ فِي الْكَوْنِ إِلَّا وَجْهًا
 حُبِّيَّةً مَعْنَى الْعَالَمِ مَنْ يَتَكَلَّمُ ذَلِكَ وَبِهِمْ مَنْ يَحْبِبُهُ السَّبَبُ الْأَقْرَبُ بِحُكْمِ
 فِي الْحَالِ وَرَأْسِيَّاهُ عَلَى الْمَنْفَسِ كَانَتْ الْخَوْفُ بِشَوَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَشْلُوبًا لَهُ
 بِمَا لَمْ يَنْفَسْ فِيهِ الْقَبِيلُ وَتَحْتَمِلُ الْخَوْفُ حُبَّ الْمَنْفَعَةِ مِنَ الْفَلَسِ فَلَمَّا كَانَتْ
 فِي الْأَسْفَلِ فَكُنْتُ كَمَا أَحَبَّ الشَّيْءَ مِنْ فِرْعَوْنَ وَتَحْتَمِلُ بِهِ فَكَانَ السَّبَبُ الْأَقْرَبُ
 الشُّبُوقُ لَهُ فِي الْوَقْتِ الَّذِي هُوَ فِيهِ كَمُوتِهِ الْبَشَرِ وَالْحُبُّ الشَّيْءَ الشَّيْءُ
 هُوَ تَعْيِينُ الْجَسَدِ بِرُوحِ الْبَدَنِ بِرُوحِهِ وَلَا نَبِيَّاءُ لَمْ يَكُنْ الْقَائِمُ بِهِ يَكْتُمُونَ
 بِشَوَى الْخَطَابِ وَاعْتِمَادِهِ عَنْ فُلُوحِ الْعَالَمِ الشَّامِعِ فَلَا يَقْتَضِيهِ الدُّعَاءُ إِلَّا الْعَالَمُ
 بِشَوَى مَرْتَبَةِ أَهْلِ الْعَالَمِ صِلَا نَبْهَةِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى هَذِهِ الْمَرْتَبَةِ فِي الْعَالَمِ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں اللہ تعالیٰ کی ہمت پر مبنی کہ محمد ادراس مقتولین اپنا انتقام لینے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
 آڑے وقت میں امداد کریں اور فرعون کے لشکر کو جگہ کرنے میں موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیں۔
 تفسیر میں مذکور ہے کہ فرعون نے قتل ہزار اطفال قتل کرائے۔ رب تعالیٰ نے اپنے ملائکہ میں
 جان لیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد انش روکنے کی خاطر فرعون تو سے ہزار بی اسیر تیل کے اطفال
 قتل کرے گا لیکن رب تعالیٰ کی اس قتال اطفال کے مقتدر کرنے کی ہمت پر مبنی کہ رب تعالیٰ نے
 جان لیا تھا کہ فرعون پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا زمانہ اسی وقت میں تخریب کہ نوے عسکر
 ادراس مقتولین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کریں۔ روح اطفال ہذا کہ فرعون اطفال سے کتاہ و تفرق
 تھیں اس کے ذریعہ تھیں امداد تھیں ہمت پر مبنی کہ وہ اطفال کی یہ تھیں۔ ان میں جب اللہ تعالیٰ
 نے عالم ادراس چیرا کچا تو محمد ادراس سے اپنی رہائش کو اقرار کیا یقولہ تعالیٰ (اَسْتَرْجِعُكُمْ لَوْلَا
 بَلَّی) لہذا اطفال کی سے فرعون عالم ادراس کی اطفال ہے۔ فرعون ہے کہ عالم ادراس سے تفرق کر کے
 ادراس کے اطفال میں خود سے ادراس کے کماہت پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اسباب تک۔ فرعون اطفال سے
 ادراس حوث مذکور ہیں۔ ان وقت ہزار مقتولین اطفال کی ادراس ہوت تفرق عالم تھیں۔ وہ اپنی
 روحانی ہمت پر تھیں اس کے سبب کہ وہ اپنی تفرق کے سبب اپنے اصل مقام پر پر واز کر گئے تو وہ
 اپنی اصلی روحانی استعداد پر تھیں اور اپنے روحانی کماہت کے باعث وہ سب تفرق تھیں۔ سب
 تفرق ہونے کے باعث وہ روح اطفال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کرتی تھیں۔ پس موسیٰ ان
 محمد ادراس اطفال کا مجرم تھا جو فرعون پر کفر کرتے تھے۔ میں ان ہزار مقتولین کے روحانی کماہت
 موسیٰ کی ذمت میں بیج تھے۔ فرعون ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے انوکھے تو ان مقتولین
 اطفال کی ادراس مدد کیلئے موسیٰ علیہ السلام کے کماہت پر تھیں اور یہ موسیٰ کیلئے ایک ہی تفرق
 ابھی ہے ہوا اس سے تفرق کسی کو غیب نہیں ہوئی۔ مگر یہ موسیٰ کی تفرق ہوت ہیں لیکن اس
 سبب میں انشاوات تفرق وہی تفرق کماہت کے اطفال کے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ سب اطفال
 ہے اور اس باب میں سب سے اول مکرر ہیں کے ساتھ میں غائب کیا گیا ہے۔ موسیٰ جن کو
 موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اطفال ادراس اطفال تفرق۔ لہذا اطفال میں یہ مراعت ہے کہ کماہت
 روحانہ اطفال ہی پاک علیہ السلام و علم مکاتھ میں حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ عنہ کو یہ کتاب بالمشافہ

[illegible]

مسجد شریف میں دستار مبارک باندھ رہے تھے کہ بھرائیں علیہ السلام ہر جوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا اسے جبرئیلؑ تو یہ کوہ ہمارے پاس کہاں سے ملتا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میرے مقام کے سامنے ایک
 ڈر کا گنبد ہے اُس گنبد کا ایک دروازہ ہے۔ میں اُس دروازے کے آگے کان لگا کر بیٹھا رہتا ہوں۔ جو کچھ میرے
 کانوں میں پہنچتا ہے میں اُس کو نیچے پتلیاں دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی اُس دروازے کے سامنے
 بھی جا کر دیکھا ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ مجھے اُس گنبد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 و سلم نے ارشاد فرمایا جو ڈھیر تم کو اجازت دیتے ہیں۔ جبرئیلؑ میں قدامت کو کہے اُس گنبد میں اُس دروازے
 کے رجب دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی گنبد کے اندر دستار مبارک باندھ رہے ہیں۔ جبرئیلؑ ایسا شش
 رکھ گئے۔ فوراً مسجد شریف میں حاضر ہوئے دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں دستار مبارک باندھ
 رہے ہیں۔ چنانچہ جبرئیلؑ میں سترہ غراؤ پر نیچے آئے۔ جب دیکھا کہ بارش میں ہے تو آپ ہی ایسی در
 مسجد شریف میں بھی آپ ہی ہیں تو قدامت مبارکوں میں گھسے اور عرض کیا (ایسا) یہی یا سرائفست
 جب عرض کیا کہ آپ ہی ہیں اور بارش ہے میں آپ ہی میں تو پھر میری کیا ضرورت ہے۔ فرمایا اُس میں
 میں ہمارے ایک حکمت ہے۔ اور یہ بارش تو میرے ہر واسطے مشکوک کیا گیا ہے کہ تو ہمارے خدمت کرنا ہی
 اور ہمارا خادم معرفت الہی سے بے خبر رہ سکتا۔ پس بارش پڑنا تو آسمان سے نازل ہوتی ہے اس
 واسطے بارش کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زبردستی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت میں حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت شریعت کی بہ نسبت زیادہ قریب حاصل تھا لہذا بارش حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کو تسخیر کر لیتی تھی۔ پس بارش اُس فرشتہ کی مثل تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بارش الہی کے ساتھ
 اترتا تھا اور بارش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زبان حال کے ساتھ اپنی ذات کی طرف جہاں ہذا حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی طرف ظاہر ہوتے تاکہ آپ کو اُس سے دوا پیز پیچھے ہو دے اپنے رب کی طرف
 سے ملتی ہے۔ غراؤ ہے کہ بارش کے ساتھ رست الہی کو درود ہوتا تھا لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی
 الہی ہوتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس رحمت الہی سے فائدہ اور برکت حاصل کریں۔ اگر حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کو اُس بارش سے فائدہ الہیہ حاصل نہ ہوتا تو آپ ہرگز جنس انیس سر مبارک کو ننگا کر کے بارش
 میں کھڑے نہ ہوتے۔ ہی بارش کی بہ رحمت ہائی کیلئے ایک رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے کو
 نئی ہے ہائی سے یہ کیا ہے۔ اُسے طرب اُس بارش کو مجھے۔ طرب یہ ہے کہ بارش اُس فرشتہ کی مثل ہے

بوالہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لایا ہے اور بارش یہ پیغام لاتی ہے کہ ہر شے جو زندہ ہے خود سے پیدائی گئی ہے۔ ہر شے جو نہ کہ تسبیح پکارتی ہے بقولہ تعالیٰ (ذَرَانِ قَوْلَ شَيْءٍ اَلَا يُسَبِّحُ بِحَمْدِیْ) لہذا ہر شے خود سے پس ثابت ہوا کہ ہر شے پانی سے پیدائی گئی ہے۔ یہ فہم ہی مراد ہے۔ بالعمنیٰ مراد یہ ہے کہ ہر شے کو فہم و علم الہی سے ہوا ہے۔ اس سے مراد علم الہی ہے۔ ذات الہی مرتبہ احدیت سے تنزل فرما کر مرتبہ نجم میں آتی اور پھر مرتبہ علم سے تنزل فرما کر مرتبہ شہادت میں آتی۔ پس عالم فہم و عقل ہے۔ عالم تین اذکار اور اشے ال کے علم میں موجود تھا لہذا یہ ان احوال کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ عالم کو اللہ تعالیٰ نے محض دم سے پیدا کیا ہے۔ نیز بارش کے بر تعویذ کے ساتھ ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ ہر فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم و اسرار و اذکار و افعال محض یعنی مرتبہ فہم و علم بارش سے فہم حاصل کرتے تھے اور بالان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان ملائکہ سے فہم و اسرار و اذکار حاصل کرتے تھے۔

انسان کو مل ہیں ہیں احوال آئینہ و حقائق کو نہ جو غرض میں عالم گیر میں تفسیر موجود ہیں گوارہ کیا کہ وہ
 ہے کہ انسان کو مل ہیں ہیں حقائق آئینہ کو نہ جو غرض میں تفسیر موجود ہیں گوارہ کیا کہ وہ
 تعالیٰ نے انسان کو مل کو عالم کیلئے روح گردانا یعنی جیسے روح بدن کی تدبیر کرتی ہے ایسے ہی انسان
 کو مل عالم کی تدبیر کرتا ہے۔ اور ہر جہہ کمالی صورت یعنی کمال و حقیقت اللہ تعالیٰ نے عالم نوری و عقلی اس
 کیلئے مسخر کیا۔ اور جیسا کہ عالم میں کوئی ایسی شے نہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد و پکارتی ہو ایسے ہی عالم میں
 کوئی ایسی شے نہیں جو اس انسان کیلئے مسخر نہ کی گئی ہو کیا کہ انسان کو اس کی صورت کی حقیقت یہ ہے
 کرتی ہے۔ انسان کی صورت اللہ تعالیٰ کی صورت ہے یعنی ہر جہہ کمالی صورت انسان کو مل کی صورت
 حیوانہ نہایت ہذا ہے انسان کو مل کے تاج ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مل کی شکل دی ہے
 (انکرمین حیواناً) اسے جب تک کہ اس کی شکل اللہ تعالیٰ نے ہر جہہ کمالی میں ہے۔
 جو کچھ نہ جنوں میں ہے جیسے کہ سدا اپنی صورت سے آپ کیلئے مسخر کر دیا جس جو کچھ عالم میں ہے
 انسان کی تنہا کے تحت ہے۔ انسان سے خدا انسان کو مل ہے۔ اس کو کڑا ہی ہر جہہ کمالی
 عالم ہے یعنی جس کو معرفت انجی نصیب ہے اور وہ انسان کو مل ہے۔ اس سے کہ انسان کو مل ہے
 جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب نہیں اور وہ انسان جنوں ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں
 تاہم کو دیا میں ڈالنے کی صورت ظاہر میں نہیں کیلئے ہر جہہ کمالی کی صورت قی اور دال میں اس کے لئے
 قتل سے نہایت کی صورت قی و خداویہ ہے کہ جب انسان دیا ہے تو یہ ہیں غرضان ہوتا ہے تو اس کی
 وہی ہستی ذلی ہو جاتی ہے اور وہ وہود حقانی کے ساتھ زندہ ہادیہ ہو جاتا ہے۔ جس سبب کو مل کی صورت
 دیتے تو یہ ہیں غرضان ہوتا ہے تو زندہ ہادیہ ہو گئے جیسا کہ نفوس میں روح جہالت کے سبب مرہ
 ہوتے ہیں اور جہالت سے زندہ ہو جاتے ہیں جہالت نکال نکال (انکرمین حیواناً) کیا نہ شخص جو غرضان
 جہالت کے سبب مرہ تھا (فاحیثینا) پھر ہم نے اس کو زندہ کیا یعنی ہم کے ساتھ زندہ کیا (وَجَعَلْنَا
 نُورًا يَهْدِي فِي انْشَاءِ) اور ہم نے اس کیلئے ایک نور گردانا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے۔
 وہ نور ہدایت ہے (مُسْتَهْدِي فِي سُبُلِ) ہر جہہ کمالی کے ہر جہہ کمالی میں ہر جہہ کمالی
 سے غرضان ہوتا ہے (سُبُلِ) ہر جہہ کمالی کے ہر جہہ کمالی میں ہر جہہ کمالی
 پتا کیونکہ ہر غرضان کیلئے کوئی نہایت نہیں جس کو کچھ نہ شخص نہیں ہوتا۔ ہر جہہ کمالی کے ہر جہہ کمالی

دو ذاتی صفات ہیں۔ مظہر جمال کیلئے دنیا میں ہدایت ہے اور اُس کا آخرت میں ٹھکانہ جنت ہے۔ مظہر جلال
 کے لئے دنیا میں خلوت ہے۔ اور اُس کا آخرت میں ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اب مظہر جلال کا کمال ہی خلوت
 میں ہے اس لئے وہ ابد ابد تک ہوا و صفات میں ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات امتنا ہی
 ہیں لہذا اُس کو جلال بھی امتنا ہی ہے۔ چنانکہ صفت جلال امتنا ہی ہے۔ سب سے خلوت بھی امتنا ہی
 ہے۔ قاتلِ عدو و کافر ہیں ہدایت دہ ہے کہ انسان حیرت کی طرف ہدایت پائے جن جہاں اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا
 ہے اُس کو توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ جب وہ جان لیتا ہے کہ عالم ظہور حق ہے اور حضرت انسان اللہ تعالیٰ
 کا نور ہے تو یحییٰ وہ جاتا ہے۔ پہلے وہ عبادت جان لیتا ہے کہ تفتن اور معرفت حیرت ہی حیرت ہے۔
 اس کو علم یحییٰ کہتے ہیں۔ اس حیرت کے بعد اللہ تعالیٰ اُس کو اپنا عشق عطا کرتا ہے اور عشق الہی
 کے باعث عاشق ہر وقت حق و اضرب میں رہتا ہے۔ اسی عشق کی بدولت وہ ہر وقت حرکت میں
 رہتا ہے یعنی منازل طے کرتا ہے اور اسی حرکت کے باعث اُسے حیات نصیب ہو جاتی ہے یعنی ہر
 کرتے کرتے اُس کا قطرۂ ہستی دریائے وحدت میں مل جاتا ہے اور وہ پہلے ہستی سے غالی ہو جاتا ہے
 اور ذات حق سے باقی ہو جاتا ہے۔ اُس کو حیاتِ بہی نصیب ہو جاتی ہے۔ عارف کامل کیلئے سکون
 نہیں ہے یعنی وہ کسی مقام پر ٹھہر نہیں جاتا۔ ہر دم کمال الہیہ میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ چنانکہ کمال
 الہیہ امتنا ہی ہیں۔ اور عارف کامل کیلئے موت نہیں ہے۔ غلامی موت اُس کے لئے ایک لمحہ میر
 کی نشی ہوئی ہے۔ چنانکہ وہ صفات کو جو الہیہ سے مُقتصد ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ حیات الہیہ سے شرف ہو
 جاتا ہے اور سب اُس کیلئے موت نہیں ہے۔ اور حرکت ایک وہو ہے جس کیلئے عدم نہیں ہے۔ یعنی
 حرکت ترقی کر کے وجودِ مطلق الہیہ سے شرف ہو جاتا ہے۔ اُس کو بشری وہو کہہ کر جاتا ہے اور
 اُس کے مرضی اُسے وجودِ حقانی نصیب ہو جاتا ہے یعنی اوست اللہ کی جسم کی صورت اختیار کر لیتا ہے
 اور اُس کا وہ وہو کبھی نیست نہیں ہوتا۔ جس عارف کامل یحییٰ سے ترقی کر کے بین الیقین اور
 پھر بین الیقین سے ترقی کر کے حق الیقین کے مرتبہ پہنچ جاتا ہے۔ لہذا انسان کو علم کی بدولت حیرت
 عشق ترقی و کمال اور حیات و روحانی نصیب ہو جاتی ہے۔ علم سے مراد علمِ باطن ہے۔ علم کی غامہ ہی
 حرکت لانی کی ہے۔ جیسا کہ مرضی قلب کی حرکت و حیات کا سبب علم ہے۔ ایسے ہی اس ظاہری زبان
 کی حرکت و حیات کا سبب دانی ہے۔ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی رَسُوْلِکَ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اَلْاَرْضُ اُفْلَتْ وَرَبُّهُ وَ اُنْبِتَتْ مِنْ مَّوْءٍ ذَوْبٍ اَبْلَیْجٍ (اور آپ زمین کو مٹی دیکھتے ہیں بھر بھر
 ہم نے اس پر پانی اتارا گاڑی ہوئی اور ابھری اور ہر جانت جانت روفق کی چیزیں اگائیں پانی کی
 وجہ سے زمین کی حرکت اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہے (اَفْلَتْ اَرْضٌ) یعنی جلتی ہے اور پھر زمین
 کا حال ہونا اس قول سے ثابت ہے (وَدَّكَتْ) اور زمین ابھرتی ہے اور ولادت زمین پر قول اِزَلَّتْ
 ہے (وَاُنْبِتَتْ مِنْ مَّوْءٍ ذَوْبٍ اَبْلَیْجٍ) اور زمین ہر جانت جانت روفق کی چیزیں اگاتی ہے جی جی
 زمین نے وہ ہی چیزیں جو اس کے مشہور ہیں وہ چیزیں زمین کی اصل میں ہیں۔ پانی کی وجہ سے
 زمین کو زوجیت حاصل ہوئی اور زوجیت سے مراد زمین کو بھرت ہونا بسبب اس پانی کے جو اس سے
 قوت و ظاہر ہوئی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تخم معرفت کی مثال پانی کی سی ہے جو دل کی طرف زمین کو لے کر
 رہتا ہے اور اس سے گونا گون حقائق و احوال آتی ہیں۔ گونا گون سی چیزیں آتی ہیں۔ مثلاً زمین پر
 آتی ہے کہ اس کی کثرت و تعدد و احوال حاصل ہوا کہ تحقیق وہ ایسا ہے اور وہ ایسا ہے۔ اور اس
 کثرت کا سبب وہ چیز ہے جو اس کو دہرائی سے ظاہر ہوئی اور وہ چیز عالم ہے جو پانی پر آتی ہے
 اسما و آئینہ کے حقائق کو طلب کرتا ہے۔ پس عالم اور عالم کے خالق کے سبب اس کثرت ثابت ہوئی
 مراد یہ ہے کہ جیسا کہ زمین دامن ہے اور اس سے گونا گون چیزیں نکلتی ہیں ایسے ہی دہرائی
 و تعدد ہے اور اس سے گونا گون مخلوق پیدا ہوئی ہے۔ مرتبہ احدیت ذاتیہ میں اسما و آئینہ اللہ تعالیٰ
 ہیں۔ مرتبہ تخم میں اسما و آئینہ کا ظہور علی ہے اور مرتبہ شہادت میں اسما و آئینہ کا ظہور غیبی ہے۔ پس
 ممکنات عالم اسما و آئینہ کا ظہور ہیں اور اسما و آئینہ مرتبہ ذات میں ہیں۔ ممکنات عالم
 ذات ہیں۔ یعنی کثرت عالم اسی احدیت ذاتیہ سے ظاہر ہوئی ہے۔ در تحقیق حتمی اعتبار اپنی ذات
 کے احد ہے جیسا کہ ظہور زید وانی باعتبار اپنی ذات کے احد ہے۔ اور بسبب ان خصوصیات کے جو اس سے
 ظاہر ہوئی ہیں کثیر ہے۔ نیز وہ بیرون ان خصوصیات کا ذاتہ عامل ہے۔ دریا باعتبار ذات کے احد ہے اور
 بسبب ان احوال کے جو اس سے ظاہر ہوئی ہیں کثیر ہے۔ نیز احوال میں ظہور دریا ہیں متعدد ہیں
 پس ایسے ہی حتمی کی شان ہے جیسا کہ باعتبار غور تجلیات کے ہر حتمی سے ظہور ہوئی ہیں حتمی
 تصور عالم پر متبقی ہے اور باوجود اس کے وہ ذات اپنی احدیت متولیٰ ہی پر ظہور ہے۔ زمین و آسمان
 احد ہی ہے اور کثیر بھی ہے۔ باعتبار معرفت ذاتی کے احد ہے اور باعتبار ظہور کے وہ ہی ذات متعدد ہے۔

تبہن کوئی گئی قبل اس کے کہ وہ کوئی چیز گناہوں میں سے حاصل کر سکے۔ یہی اسرارِ قبول کرنے کے بعد اگر فرعون کو زندہ رہنے دیا جاتا تو شاید اُس سے کئی گناہ سرزد ہوتے اس سے رب تعالیٰ نے اسے اپنے کے بعد فوراً ہی اُس کی روح قبض کر لی تاکہ وہ ظاہر اور غیر اپنے رب کی طرف لوٹے۔ یہی گناہ و گناہوں نے فرعون کو اپنی عنایت پر ایک نشانی گردانا اور یہ نشانی اُس کے سٹے بے جس کو ہا ہتھ۔ یہی اللہ تعالیٰ کے خواہش لوگ تو جانتے ہیں کہ فرعون کو ایمان سلامت ہے لیکن عوامِ اناس فرعون کے ایمان کے قائل نہیں۔ فرعون نے ساری شرک و شرک میں گزار دی لیکن آخر وقت تو بہ نصیب ہو گئی اور اسے قبول کر لیا رب تعالیٰ نے اُس کو اپنی عنایت کا نمونہ بنایا اور اُس کے جن کو نجات دی۔ فرعون کو جسے مصر کے حکماء گمراہ ہیں آج تک سلامتی سے محفوظ ہے۔ فرعون کو اپنی رحمت کا نمونہ اُس سے گمراہانہ کہ کوئی شخص کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سوائے رحم کفار کے کوئی شخص ناامید نہیں ہوتا ہے۔ ﴿لَا يَهْدِي اللَّهُ الْكَاذِبِينَ﴾ (ان کے لئے ہدایت نہیں ہے)۔ پس اگر فرعون اُن لوگوں میں سے ہوتا ہوتا اُمید ہوتے ہیں تو وہ ایمان لانے کی طرف جلدی نہ کرتا۔ پس کوئی عیسا کہم ایسے ہی ہوتے جیسا کہ وہ فرعون نے اُن کے متعلق کہا تھا کہ ﴿لَا تَقْتُلُوا نَفْسًا الَّتِي حَفَّتْ رَحْمَتُ اللَّهِ﴾ (نہ میرے لئے رحمت سے بے رحمی کی طرف سے)۔ اُس کو قتل نہ کرو شاید وہ ہم دونوں کو شفع دے۔ اسی سے ہی واقع ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف اُن دونوں کو فتح بخش کر دیا لیکن دونوں کو اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ وہی نہیں ہیں جن کے لئے اللہ نے کتب فرعون و فرعون کے لئے لکھے۔ فرعون کو واقعی غیر نہ تھی لیکن آئینہ فرعون چنانکہ وہی کا طرح تھی اس سے سونے سے کیا ہوتا ہے کہ اس کو اس واقعے کو کہیں علم نہ تھا کہ جواب یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اُس کو یہ علم تو عطا کر دیا کہ فرعون کو کڑی سنی عیسا السلام کی طرف اس سے نصیب ہو گا لیکن اس واقعے کا حکم کو صیغہ سارا میں رکھا اور اپنی دلیل کا وہ محبوبہ کو اس و جنت تک ہونے کی اطلاع نہ دی۔ اطلاع نہ دینے کی وجہ یہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ واقعہ ہر شخص کی دولت کے لئے ہونا تھا اس لئے اس واقعے کی اطلاع دینا بے سود تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ واقعے کا حکم ایک شخص کا واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو اپنی دلیل سے بنایا کہ محبوب کے دل کو زخمی نہ ہوئے۔ جنت آیات مذکورہ سے فرعون کا ایمان ثابت ہے۔ علامہ کرام کی مذمت سے ہی اس سے کہ آیات قرآنی

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو فرعون کے متعلق وارد ہیں ان کی تفسیر و تشریح اسی جگہ میں کریں۔ کتاب
فہرست دکنم بظاہر حضرت شیخ اکبر علی دین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے لیکن حقیقت
میں یہ سرگود و عالم حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام مبارک ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْوَحْيَ وَأَنذَرْتَهُ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ لَفَ حَتَّٰمٌ مِّنَّا ۚ
ذَٰلِكَ مَقَالِدُ تَعَالَى (وَوَحْيُكُمْ فَلَوْلَا ذَٰلِكَ خَوَّضْتُمْ سُبْحَانَ اللَّهِ غَمًّا مِّنْهُ فَوَاسٍ كَوْنُهَا تَحْتَ
يَمِّ اللَّهِ تَعَالَى نَفْسُ مُوسَى پر دائیں پر حرم کردی تھیں تاکہ وہ اپنی اس کی بچائی کی طرف رجوع کرے۔ اوقت
موسیٰ کی اس نے موسیٰ کو ڈوڈہ چڑھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی خوشی موسیٰ کی وجہ سے کامل کردی۔ حضرت
موسیٰ علیہ السلام پر دائیں کو آؤدود حرم کر یہ تھا کہ تَعَالَى (وَوَحْيُكُمْ فَلَوْلَا ذَٰلِكَ خَوَّضْتُمْ سُبْحَانَ اللَّهِ غَمًّا مِّنْهُ فَوَاسٍ كَوْنُهَا تَحْتَ
مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ شریعتوں کو موسیٰ علیہ السلام پر حرم کر دیا تھا۔ دودود سے مراد علم شریعت
سب پانی سے مراد علم معرفت ہے کیونکہ حقیقت میں پانی کی رنگت شرب کی ہی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث
معرایہ میں مذکور ہے کہ موصیٰ علیہ السلام کو معراج کی راست دو پیدلے چائیں کئے گئے۔ ایک پیالہ آؤدود
کو تھا اور دوسرا پانی کا تھا۔ دودود کو پیالہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود نوش فرمایا اور پانی کا پیالہ حضرت علی
علیہ السلام نے رکھا۔ مراد یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بھی شریعت کو خود نوش فرمایا اور شراب
آؤدود پانی کی رنگت کے دیوانوں و دستاؤں کیلئے رکھا یا پھر ان کے ساتھ ہی کرنا شروع فرمائیں گے۔ ہر
ایک نئی شریعت کیلئے یہ قول تَعَالَى (وَوَحْيُكُمْ فَلَوْلَا ذَٰلِكَ خَوَّضْتُمْ سُبْحَانَ اللَّهِ غَمًّا مِّنْهُ فَوَاسٍ كَوْنُهَا تَحْتَ
مُراد حقیق اور ہے اور (وَوَحْيُكُمْ فَلَوْلَا ذَٰلِكَ خَوَّضْتُمْ سُبْحَانَ اللَّهِ غَمًّا مِّنْهُ فَوَاسٍ كَوْنُهَا تَحْتَ
یامعراج سے مراد خود شریعت و اس شریعت کے احکام ہیں۔ نیز یہ تھا کہ میں ایک اصل کی
حالت اشراف ہے اس سے ہر شریعت نکلے پھر تیسری ایک اس سے نکلے گی اور وہ اصل ہے۔ میں
موسیٰ علیہ السلام کا ڈوڈہ تھا۔ ہر شریعت میں نہ کہ اس سے کہ قبل اس میں یہم احکام کو لے شریعت
حضرت علی علیہ السلام نے پڑھا ہے۔ ہر علم معرفت ختم لایا۔ نبی اللہ نے پڑھا ہے۔ ختم لایا ہے
فراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پاک محبوب محبوبی رضی اللہ عنہ ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام
کی نقاب جیسا کہ معرفت کی شریعت پہنی جڑ سے نکلے پھر تیسری ایک اس سے نکلے گی اور وہ اصل ہے۔ میں
نئے جیسا کہ معرفت کی کئی تانیں ہوتی ہیں۔ ہر شریعت ہر سے نکلے پھر تیسری ایک اس سے نکلے گی اور وہ اصل ہے۔ میں

کی شریعت تھامت نہ کیں جسے گئی۔ وہ اس شے پر مرم اور حلال تھے حلال ہی رہے گی۔ اور جو کچھ تھامت میں
اور تہذیب نفی کے شکار کی نہ گئیں نہیں ہوئیں گی اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ہے عبادت کے بتوں پر
تعالیٰ (وَتَحْصِرَ مَعْلُومَاتِیْ حَسْبُكَ دَعَاۤیَ الْكَافِرِیْنَ جَبَّحْتَ وَشَلَّیْ)۔ قُلْ لَّیْسَ بِاِسْمِ اِسْمِ
و اسے ہم نے قلم کو کلمہ کر دیا ہے اور نفی کے قی میں قریم مرفوع کیا کہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کی حیرت
کنا یہ کیا یہی حقیقت کوئی جو اسلام کی شریعت میں ساجد شریعت کی جس مرم اشیاء حلال ہو گئیں اور بھی
حلال رہے۔ ورم ہو گئیں۔ جو اس مرم کی تھامت میں رہا ہے۔

اور حقیقت میں چہ کی میں اور ہوتی ہے اس کے اس کو اور وہ چاہا خدا میں نے اس کو بنا کر کو بنے
والی میں نے تھامت میں اس کے کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں
کو بنے اس کے اور وہ کے بنا کر تھامت میں کو بنے اس کے اور وہ کے بنا کر تھامت میں کو بنے اس کے اور وہ کے بنا کر تھامت میں
ساجد شریعت کی حیرت کوئی جو اسلام کی شریعت میں ساجد شریعت کی جس مرم اشیاء حلال ہو گئیں اور بھی
حلال رہے۔ ورم ہو گئیں۔ جو اس مرم کی تھامت میں رہا ہے۔

اور تعالیٰ نے کلمہ کو تھامت سے فوت کر دیا اس کے کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں
تعالیٰ نے عبادت کے کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں چاہا کہ کلمہ میں

سے لگا کر کیا جو اس کو قیل از بقوت ہوسے تا دین نضر عید ارمیتہ نے موسیٰ علیہ السلام کو اشارت لگا کر دیا کہ
تہی کے تقویٰ میں وہ رسوم و عادت کے گرجان کو اس امر کا شعور نہیں تھا۔ یہ رسوم و عادت تھے جن کو
مقل کو نہ الہام انہی سے تھا۔

اور ایسے ہی حضرت موسیٰ کو کشتی کا پہڑا دکھایا جو سورہ کہف میں مذکور ہے۔ ظاہر میں وہ پہڑا
کشتی کے سے ہلاکت کا سبب تھا اور باطن میں کشتی کیلئے ناصیب اور شاہ کے اقدار سے نہایت مٹی۔ حضرت
موسیٰ کے لئے کشتی کو تابوت موسیٰ کے متبادل میں گردنا تھا جو دیا میں پانی کے اوپر چھپا ہوا تھا۔ ظاہر میں
تابوت موسیٰ کیلئے ہلاکت تھی اور باطن میں اس کیلئے نہایت مٹی اور موسیٰ کی دل سے وہ فضل و نصاب کے
اقدار کے خوف سے کیا تھا۔ یہی موسیٰ کی دل سے اس بات سے ڈری کہ کہیں فرعون موسیٰ کے اقدار سے
کر اس کے سامنے موسیٰ کو ذبح کر دے اور وہ اس خوف کو چتر آنکھوں سے دیکھے۔ موسیٰ کی دل کا یہ فضل و نصاب
انہی سے تھا لیکن اس کو ابہم ربانی کا شعور نہیں تھا۔ یہاں تک کہ موسیٰ کی دل سے اپنے دل میں یہ
جان لی تھی کہ تیسرا موسیٰ کو دودھ پانی کی۔ یہی سبب وہ موسیٰ پر فرعون موسیٰ کو قتل نہ
کر دے اس لئے کہ موسیٰ کو قتل سے بچ کر کے تارست کر دیا میں دل دیا تاکہ وہ اپنی آنکھ سے بچے کہ
ذبح ہوتے نہ دیکھے کیا کو بشر مشہور ہے "فَبَدَّلَ آيَاتِهِ قَتْلَ الْكَافِرِينَ" لکھو نہ دیکھے تو ال نہ آگے۔
موسیٰ کی دل سے نہایت کہ دیا میں دل دیا کہ دیکھیں اب تشریف آئی اس کو کہ اس سے باقی ہے۔ موسیٰ کی
دل کے دل میں خوف و غم تو تھا لیکن یہ خوف و غم اس خوف و غم کے مقابل میں جو چہ کی ہلاکت اپنی
آنکھ سے دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی تھا موسیٰ کی دل پر یہ غم و غم کہ تیسرا موسیٰ کو قتل نہ
کی طرف کسی وقت پھیرے گا کہ اس کو شہ قتل کیا کہ تشریف آئی اس کو کہ اس کی ہلاکت کی وجہ
سے جو ان کے دل میں تھا وہ خوف و غم کی وجہ سے اس کو متاثر نہیں ہوا۔ یہی سبب ہے کہ
کی دل کو اس امر کا ابہم نبوا تو اس لئے کہ وہ یہ وہی رسول ہوگا جس کے اقدار سے خوف اور
قبلی قوم ہلاک ہوگی۔ یہ اس کو غم و غم کی وجہ سے کہ شہ و سرور موسیٰ کی دل سے کہ لڑکے تو
یہ ایک وہم اور غم تھا کہ تشریف آئی کے نزدیک یہ بات غم و غم کی وجہ سے تشریف آئی
یہی رسوم کے اقدار سے فرعون اور اس کے شہ کی ہلاکت غم و غم کی وجہ سے تشریف آئی اور اس پر کفر کا یہ
اسلام کی دل کے دل میں دیا گیا۔

ثواب کی آجوب حرکت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبلی کو قتل کیا اور فرعون و ہوں نے قصاص میں حبس کیا تو آپ نے ہاتھ بٹکتے ہوئے نکلے (فَوَكَسَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ) انا نَقَضْتُهُ وَنَقَضْتُكَ اَيْسَرَ كَيْفَ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ موسیٰ کا جاننا ہی ہر موت کی وجہ سے تھا لیکن حقیقت میں حبس بہت کیسے تھا کیونکہ حرکت ہمیشہ حبس سے ہوتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ حب انسان حرکت کو کہتا ہے تو کسی شے کی حب کی نہ حرکت ہے۔ مثلاً سکہ غریب حب انسان ایک شہر سے دوسرے شہر کو کہتا ہے تو اس سے غریب کی کوئی ایسی تھوڑی سی حرکت ہے جس کی اس کی حب ہے۔ یعنی ہر حرکت کا اس سے ایک لیکن دیکھنے والے کی نظر پر تو کوئی نہ ہوتی ہے۔ اس سے اور اس حقیقت سے کہ حب انسان حرکت سے اس سے اس بات ایسے نہیں ہے۔ یعنی وہ ہری حب انسان حقیقت میں حرکت کا باعث نہیں بلکہ حب ہی حرکت کا باعث ہے۔ ایک شخص کسی شہر میں اپنے گھر کی حرکت کی خاطر جاتا ہے اور وہاں کسی اور شہر میں کسی شہر و آبادی سے اس کی حرکت فرما رہی کیسے ہے لیکن حقیقت میں اس کی حرکت تب یا کیسے ہے اور اس حقیقت کہ تمام حرکت کی وجہ حب ہے اس کی اصل یہ ہے کہ عدم میں علم کو قدرت سے وجود غائب کی حرکت عالم کی حرکت کا سبب نہیں حب ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ عدم کا باعث عدم کا مرتبہ علم کا مرتبہ سکون سے مرتبہ شہادت کی حرکت حرکت کہنا ہے اور یہ حرکت جو وجود عالم کا سبب نہیں بلکہ حرکت حرکت حب حق جیسا کہ بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو ہدایت سے نقل فرمایا كُنْتُ كَزْأً عَفِيفًا كَوْأُ عَدُوًّا قَاحِبِطًا كُنْتُ اَحْسَنَ يَمِينٍ يَكْسِبُ بِشَيْءٍ خَزَائِمًا يَحْمِلُ بِهَا تَقْدِيرًا پس مجھے اس بات کی شبہ پیدا ہوئی کہ میں پہچاننا ہوں۔ عالم قبل از نور مرتبہ علم میں تھا اور مرتبہ علم سے قبل مرتبہ احدیت ذاتیہ میں مندرج تھا جیسے درخت بیج میں مندرج ہوتا ہے۔ مرتبہ احدیت ذاتیہ کو اس میں سے کہا گیا ہے کہ یہ بطون در بطون اور غیب غیب مرتبہ ہے اور باعتبار غیور کے یہ مرتبہ عدم کا حکم کرتا ہے اور یہی مرتبہ سکون ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سبب یہ حب پیدا ہوئی کہ میں پہچاننا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے علم کا مرتبہ اندراج سے مرتبہ علم میں نہ رکھا اور یہ مرتبہ علم سے مرتبہ غایت میں نہ رکھا۔ کسلی میں درخت میں کسلی اور کسلی میں درخت ہے پس درخت کا مرتبہ سکون سے مرتبہ وجود غیری کی حرکت کرنا دیکھنے کی ہے جیسے کسلی کا درخت کی صورت پر غائب ہونے سے یعنی علم کا مرتبہ سکون سے مرتبہ غایت کی حرکت کرنا۔ اندازت میں کا مرتبہ سکون میں احدیت ذاتیہ سے تعلق لہذا کہ عدم کی حرکت ہلاک نہ ہو سکتی۔

کہ جس اگر اللہ تعالیٰ کو یہ غیبت نہ ہوتی کہ وہ پہچان جائے تو عالم اس وجود خارجی میں ظاہر نہ ہوتا کیونکہ عالم کی
 مرتبہ عدم یعنی بطون سے وجود خارجی کی حرکت فوجہ کی وجود عالم کیلئے ایک نئی حرکت ہے بین جب
 اللہ تعالیٰ کو یہ غیبت نہ ہوتی کہ میں ظاہر ہوں تو عالم کو ظاہر کیا میں عالم ظہور ہی ہے نیز عالم کو بھی شب
 وید ہوتی کہ وہ اپنی ذات کا مشاہدہ و خود غاری میں کوئے نیچہ کہ وہ اپنی ذات کا مشاہدہ مرتبہ ہم ہیں کہ
 عدم مرتبہ ہم میں فیض ازلی سے کہ توئی کو عالم کے میں ثابت حاصل ہوئے۔ عین ثابت کو ظہور کی نسبت
 یہ ہوتی اس سے اللہ تعالیٰ نے فیض مقدس سے ان کو عیان نہ رہیہ کہ اولاد ثابت۔ مرتبہ عالم عدم ہوتی کہ
 مرتبہ ہے کہ ان اس مرتبہ میں انکسے عالم کے عیان ثابت ہیں لیکن عیان عدم کے عدم ہیں۔ عدم ثبوتی کہ
 عدم انسانی بھی کہتے ہیں۔ یہ عالم کی عدم ثبوتی سے یعنی مرتبہ عدم سے وجود خارجی کی حرکت ثابت ہے
 نئی حرکت ہے یہی عالم کا مرتبہ عالم سے مرتبہ ثابت ہے۔ نئی ظہور ہونے کا سبب شب ہے عوام کہ شب
 تھائی کی طرف منسوب ہے وہ عالم کی حرکت ثابت ہے۔ شب غیبت کی شب ظہور ہے۔ عیان ظہور
 ہے۔ مرتبہ انسانی میں وہی اور غیبت ایک ذات سے کہ میں ہیں۔ شب غیبت کو شب ہوتا ہوتی کہ ان
 انسانی سے مرتبہ ظہور میں ظہور اولاد و عیان کہ شب یہ ہوتی کہ میں مرتبہ عیان اور ہوں سے نہیں
 میں یہ وجود خارجی میں ظاہر ہیں اسے ایک ہی سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شبی غیبت کی غیبت ہے ظہور
 شب وید بھی کہہ سکتے ہیں کہ غیبت مرتبہ انسانی سے مرتبہ انسانی میں ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ عالم کے
 ظہور کا سبب شب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا مرتبہ ہمیں سے مرتبہ ظہور میں ظہور اس سے
 شب کو کہ اس کا کوئی ظہور نہ کیا کہ ان شبہ خوب ہے۔ اور غیبت انہی مرتبہ غیبت و عیان
 باقیہ انہی سے۔ اور غیبت انہی نے ظہور کا اتفاق کیا تو اللہ تعالیٰ نے۔ اور غیبت کو مرتبہ ہمیں
 ظاہر کیا۔ اس سے انی بطون سے ظہور فرما کر مرتبہ ظہور میں ظہور ہوتی۔ مرتبہ ہم میں شب ذات ہی ہے
 انی ذات کا اپنے عدم غیبت کا (یعنی غیبت کا) کہ ان کو تو یہاں کہیں سے یہاں سے غیبت سے۔ اور غیبت
 وہ شبہ ہے وہ ظہور میں عدم چھوڑتے ہیں کہ انہی نے۔ اور کوئے شبہ کہ ان شبہ وہ غیبت نہ ہوتی
 ہوں کہ غیبت ہے۔ ان سے اللہ تعالیٰ کے عیان کہ ان میں جمع ہیں۔ اور انہی سے کہ ان
 ان کے ظہور میں ہے۔ یہ شبہ اپنے ان سے یہاں کہیں کوئی شبہ کہ ان کے ظہور کوئی
 شبہ ہی ذات ہی مرتبہ ہمیں سے ظہور میں ظہور کی غیبت ہے۔ ان سے ظہور ظہور کوئی کہ ان کے ظہور

ہو اور اس کے حسن پر کوئی عاشق ہو اور اس کے ساتھ کوئی عشق بازی کرے۔ اور چنانچہ اعداد و اشیاء کی ہر
 نفس اس اعتبار سے کہ وہ ذات فنی عن العالمین ہے اُسی ذات کیسے ہے یعنی مرتبہ احوال و اشیاء میں
 تعالیٰ کو علم حاصل ہے لیکن اس واسطے کہ وہ ذات تعالیٰ عالم کا محتاج ہے لہذا اس صفت علم کے
 ظہور کیلئے اللہ تعالیٰ ممکنات عالم کا محتاج ہے۔ مرتبہ احوال میں علم کا ظہور نہیں۔ علم کا ظہور ماحول فنی کے
 ہے۔ پس علم کو مرتبہ کمال پر پہنچانے کیلئے اللہ تعالیٰ خلق کا محتاج ہے اور وہ علم قدیم ملکات عالم میں
 ہے۔ ایمان غار حیرت کی صورت پر ایمان ثابتہ کا ظہور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے علم کے کمال کی صورت علم ہا
 و علم قدیم دونوں کے ساتھ ظاہر ہوگی اور مرتبہ علم کی تکمیل دونوں وجہوں حادث اور قدیم کیلئے ہوگی۔ غار
 ہے کہ مرتبہ ذات میں علم کا ظہور نہیں۔ علم کا ظہور کمال مرتبہ فنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم کمال انسانی
 کی صورت پر حاصل ہوا۔ جب حضرت انسان توحی کر کے مقام احدیت تک پہنچا ہے تو وہ علم قدیم ہے شرف
 ہو جائے اور حضرت انسان قدیم اور حادث کا جامع ہو جاتا ہے۔ جہت بشریت سے وہ علم حادث سے
 مشرف ہے۔ اور جہت ربوبیت سے وہ علم قدیم سے مشرف ہے۔ پس علم کمال اس علم کے ہے۔ لہذا
 انکے اور اسے ہی وہ ذات کے مراتب کمال ہوتے ہیں یعنی جب تک ذات حق مراتب فنی سے مراتب
 خاقی میں تنزل نہ کرے ذات حق کے کمال کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ لہذا مراتب فنی میں ان کو تنزل
 ہوتا ہے مراتب بتہ کہتے ہیں۔ ذات حق مرتبہ بلوں یعنی مرتبہ احدیت سے تنزل کر کے مرتبہ ربوبیت میں اور
 پھر مرتبہ واحدیت میں ظاہر ہوئی۔ یہ تینوں مراتب خاقی ہیں۔ پھر واحدیت سے عالم احوال و اشیاء سے
 عالم مثال اور عالم مثال سے عالم اجسام میں ظاہر ہوئی۔ یہ تینوں مراتب خاقی ہیں۔ ساتھ مرتبہ صحت
 انسان ہے جو تمام مراتب خاقی اور فنی کو جامع ہے۔ دائرۃ الوجود کی دو قوسیں ہیں۔ ایک ذلی میں قدیم
 ہے اور دوسری غیر ذلی یعنی حادث ہے۔ ذلی الوجود خشن کا وجود ہے جو خاص اپنی ذات کیلئے ہے۔
 غیر ذلی الوجود خشن کا وجود ہے جو عام کی صورت پر ظاہر ہے اور مرتبہ علم میں ثابت ہے۔ اس لیے ذلی الوجود
 کا نام حادث ہے۔ پس مراتب ذلی الوجود کی تکمیل بھی ذلی الوجود قدیم سے لے کر حادث کیلئے ہے۔ لہذا
 کی صورت پر ظاہر ہے۔ ایمان غار حیرت کے مظاہر ہیں اور خود ذات حق ظہور کی ظاہر مظاہر
 پر ظاہر ہوئی ہے۔ لہذا دائرۃ الوجود دونوں قوسوں یعنی قدیم و ذلی حادث کیلئے ہوئی ہے۔ لہذا
 حرکت چینی عالم کا مرتبہ علم سے مرتبہ غار حیرت میں ظاہر ہونا اللہ تعالیٰ کی حُب کا نتیجہ ہے جو اس کو یہ کمال

[illegible]

نہیں جیسا کہ تو وہ علم جانتا ہے جو انہیں نہیں جانتا۔ پس حضرت نے انہیں کیا۔ یعنی مجھے علم حقیقت میں ہی نہیں
 کا مرتبہ حاصل ہے اور مجھے علم حقیقت میں یہ مرتبہ حاصل نہیں اور علم شریعت میں یہ کمال مجھے حاصل ہے کہ
 مجھ کو حاصل نہیں۔ اور لیکن حضرت نے موسیٰ کی نبوت کی تکست یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کی شان میں فرمایا
 ہے (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذْهُ وَمَا نَهَاكَ عَنْهُ فَانْتَهُ) اور جو تم کو رسول سے موت اور جہنم
 سے منع کرے سو چھو دو اور نہجائے اللہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے رسالت و رسول کی تشریح پاتے
 ہیں۔ اور تحقیق یہ کہ حضرت جانتا تھا کہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اسے عاقبت و محبت کے واسطے حضرت کی
 کیفیت متوجہ رہا کہ موسیٰ کی طرف سے کیا حکم صادر ہوتا ہے کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے جس کے وہ
 کو حق ادا کرے۔ اب شک کے ثقل پر موسیٰ نے یہاں اعتراض کیا اور حضرت نے اس کو سکوت کا رد کیا
 کہ یہ تو موسیٰ نے اس کو کہا (وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلَ وَالْاٰخِرَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ) کہ ان کے خلاف
 اس کے بعد اس میں کوئی چیز تھوڑے یا بڑے نہیں کہ نہ رکھو نہ تھوڑے تو میری طرف سے اراہم ہوا۔
 لہذا میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ اہمیت قائم کر لیں اور موسیٰ سے تیسرا اعتراض یہ ہوا تو حضرت نے کہ اب میرے
 وہ تیسرے درمیان نہ ہونی ہے بلکہ یہاں پہلے (وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلَ وَالْاٰخِرَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ) میں نے موسیٰ سے یہ حکم
 کے حکم کی تعمیل کی کہ نہ تو آپ پہلے نہ پچھلے سے کہ اب کریں۔ عرض کریں کہ میں نے پہلے اپنی محبت سے کہ
 کہ رکھو۔ اور موسیٰ نے حضرت کو نہ کہا کہ ایسا نہ کریں اور موسیٰ خود ذاتی ہوتے تھے اور موسیٰ کو تیسری بار
 اعتراض کرنے کا قصد ہی یہ تھا کہ حضرت ان کو اپنی صحبت سے الگ کر دیں۔ اور اپنے ذاتی محبت کی
 قدر کے علم کی وجہ سے موسیٰ نے حضرت کی محبت سے الگ کر دی اور اس میں رہتے ہوئے موسیٰ کو یہ حق کیا کہ وہ حضرت کی
 صحبت سے الگ ہو گئی۔ پس حضرت کے اس قول (وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلَ وَالْاٰخِرَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ) کے بعد موسیٰ کی محبت
 ہے اور نبوتی اور حق پرستی۔ فرمادیا ہے کہ جب موسیٰ یہاں شہم نے دیکھا کہ حضرت یعنی اللہ عز کے پہلے
 رسول فعل شریعت تو موسیٰ کے خلاف ہی تھا لہذا میں نے یہاں کہ حضرت یعنی اللہ عز ان کو ایک ہی جگہ
 تیسرے دن پہنچا ہے جو بعد شریعت کے خلاف ہے کہ حقیقت میں ہی ہے۔ کہ یہ مرتبہ رسالت پر فائز
 ہونے کی وجہ سے کوئی نفس شریعت تو موسیٰ کے خلاف ہی تھا لہذا میں نے ان کو سے دیکھا کہ خاموش نہیں رہ سکتے تھے
 کیونکہ اگر کوئی رسول کسی نفس کو دیکھ کر نہ کہتے کہ وہ نفس شریعت پر فائز ہو جائے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ موسیٰ
 یہاں اسلام نے حضرت یعنی اللہ عز کے ہر نفس پر فائز ہوا اور اس کی بدولت اس کی شریعت قائم

[illegible]

یہ ہے کہ یہ فرعون کا سوال نہ دانی سے نہ تھا بلکہ بطور آزمائش تھا یعنی موسیٰ کے دعویٰ برصافت پر جو اسکو
 مناسب تھی غیب ثبوتی تھی فرعون موسیٰ کا جواب دیکھنا چاہتا تھا۔ اور تحقیق فرعون فرعونوں کا نمبر ہے
 میں مرتبہ جانتا تھا اس لئے وہ موسیٰ کے جواب سے اس کے دعویٰ کی صداقت پر استدلال کرتا ہے اور
 اُس علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی توحید کو جھٹکتے ہیں۔ فرعون اگرچہ اسوقت کہ فرشتا لیکن توحید میں اس کو
 جو یقین کا مرتبہ اس تھا یعنی وہ وحدت اولاد کا قائل تھا اُس میں بھی یقین اور قائل تھیں
 کے مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔ فرعون نے جو آؤ رَبِّکُمْ لَا تُخْشِیْہُمْ کہ دعویٰ کیا تھا وہ درحقیقت کی وجہ سے کہتا
 خود وہ تو یہ کہ قائل تھا۔ فرعون کے حاضرین یعنی درباری لوگ توحید سے ناواقف تھے۔ ان کا لب لہجہ
 ہی تھا۔ اس لئے فرعون نے جو سوال کیا تھا وہ بطور ایہام کے کیا تھا یعنی وہ حاضرین کو فلسفی اور متکسریں
 دان پاتا تھا۔ فرعون یہ ہے کہ فرعون نے سوال اس طرز پر کیا کہ حاضرین کو اس چیز کا شعور نہ ہو جو فرعون
 کے دل میں اس کے سوال میں تھی۔ اِن وَ مَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ سے یقینت میں تو فرعون کی یہ غرض تھی
 کہ اگر موسیٰ حیرت مند رہے تو ان کے جواب میں توحید کا انکشاف ہوگا اور یہ پیمان کی
 رسالت کی تصدیق کرے گی اور اگر وہ نہ تو حیرت سے ناواقف تھے تو ان کا دعویٰ برصافت غلط ثابت ہو
 جائیگا۔ لیکن فرعون نے سوال اس طرز پر کیا کہ حاضرین کو یہ شک نہ پڑے کہ فرعون بھی خود کسی اور
 خدا کا قائل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر تم مومنین میں سے ہو تو وہ اصحابوں کو
 اور نہ سینوں کا اور ہو کہ ان کے دہان سے سب کا رب ہے اِنَّا لِلّٰہِ رَاٰیۃُ تَعَالٰی (اِنَّ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَ
 الْاَرْضِیْنَ وَ مَا بَیْنَهُمَا رَاٰیۃُ تَعَالٰی) جب موسیٰ نے فرعون کو ایسا جواب دیا جو خود سے بہتر
 معرفت الہی کے جاننے والے ہیں ان کے جواب کی مشق تھا تو فرعون پر موسیٰ کے دعویٰ برصافت کی صداقت
 کو ثابت ہوئی لیکن فرعون نے اپنے منصب کو بتی رکھ کر یہ غلامیہ کہ فرعون موسیٰ نے فرعون کو اس کے
 دل کا عین جواب نہیں دیا۔ پس حاضرین فرعون پر بوسیدہ ان سے جبر کے تصور کے یہ پہلا لہجہ ثبوتی کہ
 فرعون موسیٰ سے زیادہ عالم ہے۔ اور اسی لئے جب موسیٰ نے فرعون کو جواب دیا تو پہلے بیان کی بر
 مناسبت تھی وہ وہ نہ ہر میں سوال کا صحیح جواب نہ تھی اور تحقیق فرعون جانتا تھا کہ موسیٰ جو انجوبوب
 مذکور کے اور کوئی جواب نہ دے گا تو فرعون نے اپنے اصحاب کو کہا اِنَّا رَاٰیۃُ تَعَالٰی اُنْہِیْہُمْ
 (اِنَّا رَاٰیۃُ تَعَالٰی) کہ یہ رسول ہوتا ہے۔ یہ عزت بھیجا گیا ہے۔ یہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام

سے اللہ تعالیٰ کی ذات یعنی کُنْہ کے متعلق سوال کیا تھا کہ رب اس بات کی کیا حقیقت ہے۔ پھر کُنْہ ذات
 حق کی کُنْہ غیر مذکور ہے اس لئے کہ کسی غیر الشامل نے کُنْہ ذات کے متعلق کوئی برابر نہ دیا ہے اس
 ذات کے افعال و صفات کی طرف اشارہ کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہی مناسب تعریف ہے اور کُنْہ ذات حق
 کا وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ کوہ و درگاہ ہے یعنی آسمانوں اور زمینوں
 اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ سب کی مخلوق ہے۔ اس ذات واحد کو اللہ ہے۔ فرعون بھی جانتا تھا کہ
 اس کے علاوہ اور کوئی برابر ہو سکتا ہی نہیں لیکن اپنے حاضرین پر یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی معرفت
 تجلی سے بنے ہوئے ہے۔ اور فرعون ٹوٹنے سے زیادہ عالم ہے اس لئے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ رسول
 اللہ جنون ہے۔ جنون جنون سے ہے جس کا معنی متعین یعنی پھپھاسے والا فرعون کی یہ عقلی کمزوری
 کو ہم جس کے متعلق ہیں نے سوال کیا تھا اس سوال سے مستور یعنی پوشیدہ ہے کیونکہ ذات حق کی کُنْہ
 اور حقیقت کا ہرگز کوئی جان نہیں سکتا۔ سچ میں جو کُنْہ فرعون کا رسول اپنے اصحاب کے لئے
 جلوس یا مہم کے تھا اس سے مراد یہ ہے کہ فرعون نے سوال ہی دیا کیا جس کو برابر ہو سکتا ہی نہیں
 اور اس پیر کو فرعون خود بھی جانتا تھا لیکن حاضرین کو شک میں ڈالنا چاہتا تھا کہ کوئی پیر انہم کا
 سرنستہ اتنی جاسم نہیں اس لئے رسول بھی نہیں ہو سکتے۔ سوال تو یہ ہے کہ کُنْہ ذات کے متعلق
 سوال مطلوب کی حقیقت کے متعلق سوال ہے اور ضروری ہے کہ وہ مطلوب اپنی ذات میں ایسی حقیقت پر
 ہو جو اس کے غیر کو حاصل نہیں۔ یعنی ذات حق کی کُنْہ یعنی حقیقت ایک ایسی حقیقت ہے جو مخلوق میں
 کسی کو حاصل نہیں لہذا اس حقیقت کے متعلق سوال ہو سکتا ہے۔ ہندو مت تعالیٰ کی ذات کا ادراک کرتا
 ہے اور معاً اس پیر کا بھی ادراک کرتا ہے کہ اس کی ذات غیر مذکور ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کا
 ادراک کرتا ہے اور معاً اس بات کا بھی ادراک کرتا ہے کہ اس کی ذات غیر مذکور ہے۔ اس ذات کی کُنْہ
 اور حقیقت نہ ہندو مت کے عہد ادراک میں آ سکتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کے عہد ادراک میں آ سکتی ہے کیونکہ
 کہ اس ذات کی کُنْہ ہندو سے یا اللہ تعالیٰ کے عہد ادراک میں آ جاتے تو وہ ذات محدود ہو جاتی ہے حالانکہ
 وہ ذات نامحدود ہے۔ وَ اَمَّا السَّائِغُونَ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُكَذَّبُونَ یعنی تحریر شدہ کو جس دفعہ
 سے ترکیب گردا ہے یہ اس لئے کہ جس اور نفس سے اشتراک ہے فروریہ ہے کہ جب
 ایسی شے کی تحریر کی جاتی ہے تو وہ نامست کیے کہ ہوتا ہے کہ اس لئے کہ جس سے اس لئے

شے سے یہ جواب اور جس شے کے واسطے جس ہی کوئی نہیں لازمی ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایسی شے
 ہو جو اس کے غیر کو حاصل نہیں۔ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں سے ایک شے دوسری شے کی جنس ہوتی ہے
 اور کسی اور شے سے پیدا اور متمیز ہوتی ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے علیحدہ کوئی شے ہی نہیں ہے
 لہذا اس کی کوئی جنس ہے اور نہ ہی وہ کسی شے سے جدا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی حقیقت ایک ایسی حقیقت
 ہے جو اس کے سوا کسی اور شے کو حاصل نہیں۔ نیز چونکہ اس ذات کیلئے جس و نفس کا اشتراک ثابت
 نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کثرت کی تعریف ناممکن ہے۔ اہل حق و اہل علم میں وہی عقل جو کہ
 کے مذہب کے موافق فرعون کا سوال صحیح ہے یعنی چونکہ ذات حق کی کثرت عوام الناس میں نہ تو اس کے ادراک
 سے ہی اور نہ اس سے اس پر صواب ہو سکتا ہے۔ میں اس میں اشارہ ہے کہ طالب علم کو چاہیے کہ وہ عقل
 کی ذات پر یہ شے جو کثرت کوئی کا وہاب نہ بنے کیے کثرت ذاتی کا طالب نہ بنے۔ جب ماضی کثرت ذاتی
 کو برہان کا ذریعہ ہستی کو ملحوظ رکھتے ہیں اور یہی کثرت ہے۔ جزائی کی حقیقت کو نہیں دیکھتا اور نہ ہی
 ان کو کثرت ہو سکتا ہے۔ تعریف دریا کی حقیقت کو نہیں دیکھتا لیکن اگر تعریف دریا کی حقیقت میں فراموشی نہ
 کرے تو تعریف دریا میں کوئی ہو سکتا ہے۔ تعریف دریا کے ساتھ اس میں ہوتا ہے کہ تعریف دریا میں
 رہتا ہے کہ ذات حق سے مراد مرتبہ اوریت ذاتیہ ہے۔ یہ مراتب ذاتی کا مرتبہ ہے۔ مرتبہ اولیہ
 اور مرتبہ دوم مرتبہ ہے۔ عقول و انفرادات کا مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ میں انفرادات کا تصور نہیں ہے
 انفرادات کے لیے اس مرتبہ میں باعلاہ نفسیت میں۔ اب فرعون کا سوال کثرت ذاتی حق کے متعلق ہے
 کہ عالمین کا رب کیا ہے یعنی رب عالمین کی کیا حقیقت ہے۔ جو کو کثرت ذاتی حق کی تعریف ملتی
 عقول ممکن ہی نہیں اس لئے اس سوال کا جواب ہوا ہے اس جواب کے بموجبی یہ مستحکم ہے
 اور کوئی ہو سکتا ہی نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ عالمین کا رب ہے جو اس میں
 اور زمینوں اور جو کہ ان کے درمیان ہے کہ رب ہے اگر تم کو تین ہو چنانچہ تعالیٰ (قُلْ رَبِّیْ سَلَّمَ
 بِالْاَرْضِیْنَ وَ مَآ تَبِیْنَهُمَا اِنَّ كُنْتُ قَوْنِیْنِیْنِ)۔ اس جواب میں ایک امر کبیر ہے کہ موسیٰ نے فرعون
 کو تعریف کثرت ذاتی حق کے سوال کا جواب فعل ذاتی ہی کیا تھا دیا یعنی موسیٰ نے ذات حق کو اس
 چیز کو کہ عالمین کی طرف ذات حق کے تصور کی راہ نہ ہے اور وہ تصور عالم میں یا جو چیز میں
 عالم سے اس ذات میں نہ ہو سکتی۔ گویا امرات کے قول (وَمَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ) اور رب عالمین کیا

ہے جو مشرق کوالت ہے وغرب کوالت ہے اور جو ان کے درمیان ہے کالت ہے اگر تم عقل جوئی
 کے صاحب ہو یقولہ تعالیٰ اِنَّ رَبَّكَ مُشْرِقٌ وَ الْمَغْرِبُ اَمَّا بَيْنَهُمَا رِثٌ حَسْبُكَ تَقْضُونَ
 پس اسے موسیٰ اسی چیز کو جو ہم نے در اس چیز کو جو ہر شے ہے۔ مشرق سے مراد ہائے طلوع شمس
 احدیت ہے یعنی وہ ذات جو عالم شہادت کی مخلوقوں پر ظاہر ہے۔ مراد رَبُّكَ مُشْرِقٌ سے یہ ہے کہ وہ
 ذات محض مُشْرِق ہے۔ مغرب سے مراد ہائے غروب شمس احدیت ہے یعنی وہ ذات جو عالم غیب میں ان
 سے پس رَبُّكَ الْمَغْرِب سے مراد ذات ہے جو محض مُغْرِب ہے۔ اس کے تفسیر پر مَعَاذِ اللہ اور اس کے
 جان پر مَعَاذِ اللہ ہاں ہے یقولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَالْعَصْوُ وَالْبَاطِنُ هُوَ الَّذِي
 کوئی نہ کہ وَ تَبَيَّنَ اَمْرٌ لِّكَ مِنْ دُونِ يَمِينِ شَرْقٍ وَ مَغْرِبِ كے درمیان ہے یعنی تشبیہ اور تنزیہ
 کے درمیان جتنے مقام ہیں وہ سب کالت ہے یعنی ہر جگہ وہ کالت ہے یعنی وہ ذات ہے (وَعَلَىٰ
 تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ) یعنی اگر تم اعراب اقیہہ پر گواہ نہ تھے ایک تشبیہ ہے۔ مراد یہ ہے
 کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم منس بیزاری کے مالک ہو اور اپنی اپنی عقل کے مطابق اللہ تعالیٰ کو
 ایک منس عقیدہ یا عقیدہ کہنے والے ہو تو تم میں سے بعض اس کو منس مُشْرِق جانتے ہو اور بعض منس
 مُغْرِب جانتے ہو اور یہ تشبیہ اور تنزیہ ہیں۔ اور جواب اَوَّلِ مُؤْتَمِنِ کو جواب
 تھا جو اہل کشت و رجس ہیں اسی سے موسیٰ نے ان کو کہا کہ اگر تم مؤمنین ہو یعنی اہل کشت و رجس
 ہو تو تحقیق میں نے تم کو اس حقیقت سے گواہ کیا ہے کہ تم اپنے مشاہدہ و دہلان میں یقین جانتے ہو
 اور اگر تم اس گواہ سے نہیں ہو تو میں نے تم کو جواب ثانی میں جواب دیا یعنی یہاں جواب ثانی اپنی عقل
 و تشبیہ کیے ہیں کہ وہ لوگ عقلی دلائل سے اللہ تعالیٰ کو ایک ایک عقیدہ میں سرکرتے ہیں جو ان کو
 اُن کی عقل عطا کرتی ہے۔ پس موسیٰ نے دونوں وجہوں سے جواب دیا یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر وہ ہیں
 عوالم الناس کو عقیدہ ہیں بیان کیا اور فریضہ باللہ کو عقیدہ ہیں بیان کیا تاکہ فرعون موسیٰ کی فضیلت
 اور صداقت کو جان لے۔ اور موسیٰ نے ہاں یا تھا کہ تحقیق فرعون نے موسیٰ کی فضیلت اور صداقت کو
 کہ جانا تھا یا اب جانتا ہے کیونکہ فرعون نے یہ چیز جان کر ہی گئے ذات حق کے منس موسیٰ سے سوس
 کیا تھا۔ پھر کہ موسیٰ نے جان یا تھا کہ فرعون کا سوس غلط ہے کیا تھا (وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ) متعجب نہ کہ
 کی راہ مطالع کے مطابق نہیں ہے اس سے موسیٰ نے جواب دیا یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جان یا تھا کہ

[illegible]

فرعون کا قول (اَنَّا رَبُّكُمْ لَا مَلٰٓئِكَہٗ اِیۡنَا) صیح ہوا کیونکہ اگرچہ فرعون عقلمانی کا نہیں تھا لیکن ظاہری شہرت
 فرعون کے واسطے تھی۔ یعنی اگرچہ یہ کام بھی اللہ تعالیٰ کی کرم تھی لیکن چونکہ فرعون کی زبان سے
 صادر ہوئی اس لئے فرعون کی عزت و شہرت ہوئی۔ لہذا ساحروں کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور ان کو
 سولی پر چڑھایا گیا یعنی حق نے شہرت باطل میں ان کو سولی پر چڑھا دیا۔ یہ ہے کہ ساحروں کو سولی پر چڑھا
 کہ نسل منہاں۔ یہی تھا لیکن اس حکم کا اجرا عزت باطل یعنی عزت فرعون سے ہوا۔ فرعون نے کہا
 کہ یہ حکم اس کو ہے حالانکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشاد یہ تھی کہ بحرین مراتب شہادت
 حاصل کریں اور اس نسل یعنی سولی پر چڑھانے کے بغیر وہ یہ مراتب حاصل نہیں کر سکتے تھے۔
 ہاں اگر بغیر سولی پر چڑھنے کے مراتب شہادت حاصل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ کوئی بڑا جبریل کے
 غیب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ نسل ہی بڑا کیئے سبب ہوتا ہے۔ نیز اسباب ہرگز محقق نہیں ہو سکتے
 کیونکہ احیان ثابت ان اسباب کے نقصانی ہیں۔ جن سے میان ثابت نے ذوق اقتدار سے عقلمانی سے
 کوئی چیز طلب کی تو عقلمانی نے اپنے علم میں اس چیز کے حصول کیلئے اسباب کیا کر دیئے۔ سبب
 بھی اسباب کا ظہور غارت میں ہونا ضروری ہے تاکہ وہ مظلوم چیز غارت میں حاصل ہو۔ انہیں آیت کا
 ناسخ میں اور اسی عزت میں ہوگا جس عزت میں وہ مرتبہ ملی ہیں۔ کیا تو اللہ تعالیٰ کے کلمات
 تہریں نہیں ہو سکتے یَقُوۡہُ تَعَالٰی وَکَیۡنَیۡنِ الْکَلٰٓمَۃَ الَّذِیۡہِ۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات سے غرور و خود
 غارتی کے احیان ثابت ہیں۔ موجودات باعتبار وجود علی کے تدبیر ہیں اور باعتبار وجود غارتی اور
 غارتی کے حادث ہیں یعنی ہر شے کے دو وجود ہیں۔ ایک ظاہری غارتی اور دوسرا غارتی۔ غارتی
 وجود کی رستہ ہر شے تدبیر ہے اور غارتی وجود کی رستہ ہر شے حادث ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر شے
 قبل از غارتی غارتی مرتبہ علم میں موجود تھی جیسا کہ تو کہتا ہے کہ آج ہمارے ہاں ایک انسان یا ایک
 بہان نیا وجود ہوا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تیرے گھر وارد ہونے سے قبل اس بہان کا
 وجود کوئی نہ تھا اسی سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی بزرگ کلام کو باوجود دنیا میں نہ ہونے
 کے تدبیر ثابت کیا ہے کہ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنۡ دُّنَیۡہِمۡ مُّعَذِّبٌۭ لَّا یَسۡتَعۡمِلُوۡنَ
 (وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنۡ دُّنَیۡہِمۡ مُّوَحِّدٌۭ لَّا یَلۡمِزُوۡنَ) لَٰکَ
 پروردگار کی طرف سے ان کے پاس کوئی ذکر نیا اور حادث نہیں آتا ہے مگر وہ اس کو کہتے ہوئے

ایمان لانا کام آتا مگر کونسی کی قوم کہ سب ایمان لائے تو ہم نے ان پر سے ذلت کو مذهب دنیا کی
 حیات میں رکھیں اور ان کا ایک وقت تک کام چلے گا۔ بعد سے نزدیک اُن چیز یہ ہے کہ فرعون کے
 ایمان میں اس کی کیا ہے اور اگر یہ تقدیر ایمان کی ہے تو یہ آیات اسی امر پر دلالت نہیں کرتیں
 کہ ایمان اس کی آخرت میں بھی نفع نہیں ہے۔ ان آیات کو یہ مفہوم ہے کہ ایمان اس دنیا میں نفع
 نہیں یعنی ایمان اس دنیا میں مواخذہ کو دفع نہیں کرتا مگر ایمان اس آخرت میں نفع ہے۔ نیز یہ قاطع
 حکم بھی ثابت نہیں کیا کہ کونسی کی قوم کو ایمان کی سب سے اعلیٰ نفع دینا اور ایمان سے مواخذہ
 دفع کر دیا گیا۔ بہت با محرم ان آیات سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ ایمان اس دنیا میں مواخذہ
 کو دفع نہیں کرتا اسی سے فرعون ہمارے ایمان کے مخالف تھا۔ فرعون کے یہی ہوتے ہیں جس کے
 مواخذہ ہونے کی وجہ سے کہ سب فرعون کے ایمان سے آگے نکلے۔ ان کی ہمت سے چپک
 واکر۔ انہوں نے اسی مال کی حالت میں اس کی روح بھری کر لی کہ وہ عالم اور نیکو انسان کی طرح
 ہوتے۔ اگر وہ ایمان کی سلامتی کیسے تھا۔ انہیں دنیا میں بھیجا ہوا تھا کہ وہ ایمان سے ایمان ہوتا ہے
 فرعون کے ہی میں یہ مواخذہ نہیں کیا۔ راست ہے ایمان فرعون کو ایمان اس ہونا اسی تقدیر میں ہے
 کہ فرعون کو اس شخص کی بخش ہو رہی ہے۔ راستہ کا شخص کہ اسے راستہ میں آجے کہ
 قریب حال یہ راستہ نکال کر آتے کہ ایمان اس کے وقت فرعون کو جبراً اپنی ہمت کو نہیں بدلتا کہ
 بس اس نے اس شخص کو اپنی ساری دنیا لٹکے ہوئی پلے دیکھ کر اس کے خدا کی عزت سے
 ہوا میں نہ چرک رہا تو اپنی ساری دنیا کے ساتھ یہ ایمان اس کے ایمان کے لئے کو امت
 ٹھہر رہا ہے۔ تو اس نے پہلے ہی راستہ دیکھتے تھے۔ اس شخص کو راستہ پہنچا کر اس کی
 تقدیر نکال دیا کہ ایمان سے آیا۔ حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کو ہی نفع تھا کہ اس کے ایمان کی تقدیر میں
 اور جو وقت فرعون ایمان لایا تو اس وقت اس نے اپنی ہمت کو یقین نہ کیا تھا اس شخص کی حالت
 تقدیر کے ہوتے بہت مختصر وہ شخص ہوا ہے جو قریب ہمت ہو گیا فرعون نے تقدیر کو دیکھا
 ہو گیا۔ بس اپنی ساری دنیا سے ہار چکے اور فرعون دلوں کے شکر شکر سے پیچھے لگے تو فرعون
 یہ مجھ کو کہہ کر غیرت کے لیے اپنی عزت ہو گیا اور اس پر مستغرق اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کہ
 ان کی سب سے بڑی کی اور اس کی عزت میں ان کی ہمت ہو گیا۔ ان کی ہمت ہو گیا۔ ان کی ہمت ہو گیا۔

[illegible][illegible]

الْحَبَاةُ فَلَا أَجْرَ مَنْ سَعَرَ النَّجَاعَةَ وَكَانَ تَسْتَعِظُ نَمَّ فَشَوَّهَا مَا لَحَقَ عَلَيْهِ وَحُبُّ النَّوْءِ
وَالْحَالِ مِنْ بَعْلِ الْخَصْرِ كَلَّتْ فَلَا رُشْنَ أُنْجُو بِهِمْ وَطُفُؤُنْ مِثْلُ أَجْدَرٍ مِنْ نِيَابَتِهِمْ أَوْ
بِئْسَ قَسْرٌ يَهْدِي فِي تَلَمُّ جَمْعُوا بَيْنَ الْعَيْنِ وَالْيَتِيمَةِ وَكَلَّ يَنْعَنُ النَّبِيُّ عَلَيْهِمَا وَلَا مَلْ وَلَا حِجْرَ
مِنْهُمَا وَالنَّاسُ عَمْرَأَةٌ لَا تَكَادُ بِي بَيْنَهُمَا وَلَا يَذَرُكَ حَسْبَ خَالِدُ بْنُ سِنَانٍ فَيَطْلُسُ بِلَدِّهِمْ
حَتَّى يَحِثَّ لَهُ مَقَامُ الْجَنَّةِ بَيْنَ الْأَمْثَرَيْنِ فَيَقْصُرُ عَنْ رَاجِيَيْنِ وَالْعَلَّةُ أَظْلَمُ

یہ حکمت محمد پر کا قصہ کلہ خالد پر کے بیان دلی ہے

حکمت ناریہ کے بعد حکمت صمدیہ ہوتی ہے کہ حکمت ناریہ کا مقصد اس بات پر
ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کے لئے ان کی مطلوبہ نعمتوں پر منتجبی ہو کر ان کو مقرب ہانگہ بنالیا
ہے اور ان کو اپنے ساتھ دامن کر کے تمام صمدیت میں جانا دیتا ہے۔ حکمت صمدیہ کے مقصد
خالد علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت خالد علیہ السلام تمام صمدیت پر فائز
تھے۔ اپنی قوم کے علاوہ مادی تھے۔ اپنی قوم کے فریادوں سے تھے لیکن تہیجی انکسار سے بے نیاز تھے۔
اور لیکن خالد بن سنان کی حکمت یہ ہے کہ اس نے اپنے دعوای کیسے تھا اس بات کا اظہار کیا تھا
کہ وہ اپنی قوم کو بذرخ کے حالت کی خبر دے گا اور اس لئے یہ بھی دلوای کیا تھا کہ وہ بذرخ کے
حالت کی خبر اپنی موت کے بعد ان کو دے گا۔ بذرخ کے حالات سے مراد وہ حالات ہیں جو
موت کے بعد قبر میں انسان پر وارد ہوتے ہیں جنہی خالد علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ
وہ موت اور قبر کے ہر ذریعہ حالات ان کو بیان کریں گے اس لئے اس نے اپنی قوم کو کلمہ کرا کیا جس
میں اس کے بعد اس کی قبر کا کھولیں اور اس سے بذرخ کے حالات کے متعلق سوال کریں۔ خالد علیہ
السلام کی مراد یہ تھی کہ ان کی قوم ان کی قبر کھولے وہاں سے موت اور قبر کے متعلق سوال کریں
اور وہ ان کو اس مذکور کی خبر دیں کہ تھیں قبر میں کلمہ جہت دنیا کی محبت پرست ہیں ذیہ کرام
نہیں بلکہ ذیہ صمدی باطنی مذاق دینے ہوتے ہیں اور ان کو قبر میں بھی صوم بھی ملاں ہیں
یہ لوگوں کے قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔ جنت کا وسیع کھل ہوتا ہے۔ پس آپ کی طرف سے کلمہ کرا
کے قبر دینے سے خبر ماخذ انیس کی حد تک ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ کی ان اخبار سے یہ تصویر

جو جہنمی کہ تجھ سابقہ رسول عظیم الشان نے جو بزرگ کے حالات اپنی اپنی دنیاوی حیات میں بیان
 کئے تھے وہ سب درست ہیں۔ پس غالب علیہ السلام کی فرس یہ تھی کہ تجلہ عالم اُن حالات پر
 یہ جو سابقہ رسول لاتے ہیں ایمان لے آتے تاکہ وہ تجلہ عالم کے لئے رحمت بنیں اور اُن کو یہ رحمت
 اس لئے تھا کہ نبوت کے اعتبار سے وہ سرکارِ دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے نور
 سے کثرت تھے یعنی غالب علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور کوئی نبی نہ تھا اور
 جانتا تھا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتہ للعالمین بنایا ہے اور غالب رسول نہ تھا اس
 لئے اور کیا کہ اس رحمت سے جو رحمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے حقاً وافر حاصل کروں اور
 یہ کہ وہ تبلیغِ احکام پر مامور نہ تھا یہی بظاہر دنیا میں وہ تبلیغِ احکام پر مامور نہ تھا بلکہ اپنی قوم کا امن
 فرار میں تھا اس لئے اس نے پروردہ کیا کہ وہ بزرگ میں پہنچ کر تبلیغِ احکام کرے تاکہ غفلت کے لئے
 بزرگ کے علم کے متعلق وہ سابقہ رسول عظیم الشان سے زیادہ قوی ثابت ہو۔ مراد یہ ہے کہ اس کو
 یہ تھا کہ بزرگ کے متعلق وہ دنیا میں مشاہدہ بیان کرے گا اور یہی مشاہدہ اخبار سے زیادہ قوی ہوگا
 ہے لیکن اس کی قوم نے اس کو نتائج کیا جینی قوم نے اس کی وصیت کے مطابق اس کو کواہل
 نے نہ قیر کو کواہل اسد ہی بزرگ کے متعلق نہایت دریافت کئے۔ جب سرکارِ دو عالم حضور نبی پاک صلی
 اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں غالب علیہ السلام کی بیٹی
 حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا بنتِ نبی! عاتقہ! قوۃ! نبی پاک صلی اللہ
 علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تحقیق اس کی قوم نتائج جوئی بجز اُن لوگوں کو یہ رحمت بیان فرمادے
 انہوں نے اپنے نبی کو نتائج کیا کیونکہ انہوں نے اس کی مراد پوری نہ کی۔ قوم اس سے نتائج نہ
 جوئی کہ حالتِ بزرگ سے وہ پہلے ہی سمجھ گئے اور اُن کو اُن حالات پر ایمان تھا کہ وہ سب
 اسلام چاہتے تھے کہ وہ بزرگ میں خود پہنچ کر اپنی قوم کو بزرگ کے حالات بیان کریں تاکہ
 ایک قوۃ سابقہ رسول عظیم الشان کی صداقت ثابت ہو جائے اور دوسرے قبلہ عالم حالتِ بزرگ
 پر ایمان لے آئے تاکہ اُن کی تبلیغِ سابقہ رسول کی بہ نسبت زیادہ قوی ثابت ہو اور وہ تجلہ عالم
 کے لئے رحمت ثابت ہوں۔ قوم نے وصیت کے مطابق اس کو کیا اور اُن کی آرزو پوری نہ کی
 جب سوال پیدا ہوتا ہے کہ غلامِ اللہ کی زندگی کیسے تھی لیکن اُن کی قوم نے اُن کی وہ

نیک آرزو پندی نہ کی۔ کیا اللہ تعالیٰ اُس کو اُس کی نیک آرزو کا اجر دے گا یا نہیں؟ پس اس میں کئی
 شک اور کوئی شکاف نہیں کہ تحقیق اُس کو اُس کی نیک آرزو کا اجر دیا جائیگا۔ شک و شکات جو ہے وہ
 غلط ہے جس سے یہی کیا و توہم غصب کی نفس تھا اور عین و قریح مطلب کا غلط ہے کہ وہ اس میں غلط ہے
 کہ اس میں مساوی ہیں یا نہیں؟ یہی کسی امر کیلئے نفس نیک آرزو رکھنے کا اجر دیا جائے گا کہ وہ امر
 موقع پر حاصل نہ ہو لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا اُس امر مخصوص کیلئے نفس نیک آرزو رکھنے
 کا اجر اور اُس امر مخصوص کا موقع یہ ہو گا اور حاصل ہونے کا اجر دونوں مساوی ہیں یا نہیں؟ اس
 ہم جواب میں کہتے ہیں کہ شریعت شریف مگر ہی علی اللہ علیہ وسلم یعنی اگر آپ صریح شریعت میں نہ ہیں
 وار د ہے ہر اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ ہر نیت میں خیر و اجر و قریح میں خیر ہر دو مساوی ہیں بلکہ
 کے ہر دو ایک شخص کہتے اس نیت سے سب میں آتے ہیں کہ وہ ناز و جماعت اور کسے لیکن تہ تا
 جماعت اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف کہ اُس سے اسے اس شخص کے ہر دو ہر دو
 جماعت میں ہر دو ایک اور مثال یہ ہے۔ ایک غیر شخص ان نیک اعمال کی نیت کرتا ہے کہ اللہ
 صاحب ثروت و صاحب مال کرتے ہیں تو حدیث شریف کی کہ وہ اس نیت شخص کو اجر ان کے اجر
 کے برابر ہے مگر یہ نیت شخص اس امر کی تھا کہ ہے کہ کاش اُس کے پاس مال ہوتا اور وہ اس کو
 اور بٹھ فرج کرتا۔ اُس سے سب تمیز کرتا اور وہی ہوتی کرتا اور اسے بٹھاتا اور اس کو اس سے
 اس شخص کو اجر ان ان کے اجر کے برابر ہے مگر یہ نیت شخص کو اس سے سب تمیز کرتی و اس کی جانی کیا
 و ہر اسے بٹھاتی اور اس کو حدیث شریف میں وار د ہے اَللّٰهُ يَكْفِيْهُ عَمَّا يَفْعَلُ اس نیت کیلئے
 ہر ان نیت کے ہر دو ہیں سب سب ہر دو ہر دو ہے کہ اس نیت کو اجر ان ان کے اجر کی مثال اس نیت میں ہر دو
 ان کے عمل ہیں چنانچہ وہ نیت ہے کہ نیت و نیت کو جو کیا ہے اور نیت کے پاس نیت ہے نہ نیت کی ہر دو
 ہر دو ہر دو اس امر کی ہر دو ہے کہ نیت کو اجر ان نیت اور اس دونوں کے اجر کی ہر دو ہے
 دونوں میں سے کسی ایک نیت یا عمل کے اجر کی ہر دو ہے اور یہ چیز ظاہر ہے کہ نیت نیت اور
 نیت ہر دو ہر دو ہی نہیں ہیں بلکہ ہر دو ہر دو ہر دو ہے کہ ایک شخص نے کسی کو
 غیر کیلئے نفس نیت کی اور اس نیت کے ساتھ موقع پر وہ کو خیر بھی کیا سب دونوں کا
 اجر اس کی کہ وہ ہر دو ہیں ہے۔ اسی سے ظاہر ہیں ہر دو ہر دو کی تبیین کا تھا کہ تاکہ

[illegible]

[illegible]

حَيْثُ هُوَ بِالْهَيْبَةِ وَالْكَرَامَةِ وَالْجَبَابَةِ وَالْجَبَابَةِ وَالْجَبَابَةِ وَالْجَبَابَةِ
 حَيْثُ التَّوَهُُّدُ مِنَ شَجَرَةٍ لَا أَكْرَهَ رِيحَهَا وَلَا يَقْلُ أَكْرَهُهَا فَأَنْعَيْنُ لَا تُكْرَهُ وَرَأَى أَهْلَهُ
 مَا يَفْهَرُ مِنْهَا وَالْكَرَامَةُ بِذَلِكَ إِمَّا عُرْفًا أَوْ يَحْدُمُ مَلَائِكَةُ طَبِيعٍ أَوْ غَيْرِهِنَّ أَوْ شَرُّهُ أَوْ
 نَفْسٍ عَنْ كَيْفَالٍ مَطْلُوبٍ وَمَا شَتَّ غَيْرُ مَا ذَكَرْنَا وَلَا نَكُنَا أَنْفُسَ الْأَعْرَابِ وَالْجَبَابَةِ وَالْجَبَابَةِ
 كَمَا قَرَّرْنَا لَا حَيْبَ إِلَيْهِ الطَّبِيعُ كَوْنِ الْغَيْبِ وَوَصَفَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَنَّهَا تَأْتِي بِأَرْوَاحِ
 الْغَيْبِ إِلَى هَذِهِ الشَّيْءِ لَا الْعَنْصَرِ تَوَهُُّدُ مِنَ الْغَيْبِ فَإِنَّهُ تَقْدِيرٌ بِرَأْسِ مَصْنَعٍ مِنْ
 تَقْدِيرِ (أَيُّ مَقْبُولٍ) السَّيِّئِ فَتَكُنْ هَذِهِ الْمَلَائِكَةُ بِأَنَّهَا تَأْتِي بِأَرْوَاحِ الْغَيْبِ تَقْدِيرُ
 بِدَوَائِقِ الْوَرْدِ وَهِيَ مِنَ السَّوَادِ أَيْحَ الْغَيْبِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ وَهِيَ
 كَانَتْ تَقْدِيرُ هَذِهِ السَّوَادِ أَيْحَ الْغَيْبِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ وَهِيَ
 هُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ) وَهِيَ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ
 (أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ) الْوَرْدِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ وَهِيَ
 فَلَا رَادَّ لَكَ لَهُ فَتَحْتَ بَرَأْنِي رَشَوِي أَمْ لَمْ يَكُنْ لَكَ قَبْلَهُ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ
 تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ وَهِيَ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ وَهِيَ
 يَحْتَرِ الْغَيْبِ أَمْ لَا قُنَّا هَذَا لَا يَحْتَرِ الْغَيْبِ فَإِنَّهُ مَا أَحْبَبَ ذَلِكَ فِي الْأَسْرِ الَّذِي قَبْلَهُ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ
 مِنْهُ وَهُوَ الْحَقُّ فَتَوَعَّدُ لَا يَحْتَرِ الْغَيْبِ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ
 يَحْتَرِ الْغَيْبِ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ وَهِيَ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ
 إِنْ أَرَادَ الْوَارِثُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ بَيْنَ شَيْءٍ مِمَّا يَحْتَرِ الْغَيْبِ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ
 حَيْبِ الْغَيْبِ وَالْغَيْبِ بِغَيْرِ الذَّوْقِ فَتَكُنْ هَذِهِ الْمَلَائِكَةُ بِأَنَّهَا تَأْتِي بِأَرْوَاحِ الْغَيْبِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ
 هَذَا فَتَكُنْ يَحْتَرِ الْغَيْبِ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ وَهِيَ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ
 اللَّهُ فِي الْغَيْبِ وَالْغَيْبِ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ وَهِيَ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ
 حَيْبِ إِنْكَارٍ وَهُوَ مِنَ الْأَجْبَدِ فِي حَقِّهِ مِثْلُ مَا حَيْبِ الْغَيْبِ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ
 بِهِ كُنْ الْغَيْبِ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ وَهِيَ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ
 لَا تَقْدِيرُ الْغَيْبِ بَيْنَ مَلَكٍ بَيْنَ حَيْبِ الْغَيْبِ وَاسْتَعْتَذَرُوا بِهِ تَقْدِيرُ الْوَرْدِ عِنْدَ الْجَعْلِ بِدَوَائِقِ الْغَيْبِ

لَا تَسْبِغْهُ وَ مَنْ لَمْ يَغْتَسِرْ بِهَا مَعَ تَوْبِهِ مَعَ كَوْنِهِ لَمْ يَسْبِغْهُ وَ كَوْنُهُ فَيَسْبِغْ بِسَبِيلِ أَصْلِهِ وَ لَا
 هُوَ يَسْبِغُ (أَلَمْ يَسْبِغْهُ وَ هُوَ شَهِيدٌ) وَ قَدْ تَوْبَعِيَادَ لَا تَسْبِغُ مِنْ تَعَرُّفٍ فِي قُلُوبِ عَائِدَاتِهِ
 مَرُوسِ الْمَلُوءَةِ وَ ذِكْرُ اسْمِهَا أَكْبَرُ مَرَفِيهَا رِي تَسْتَبِيلُ عَلَيْهِ مِنْ لَقَائِهِ وَ لَا فَعَالٍ لَدُنْ
 ذَا مَكْرٍ نَاصِفَةً الرَّجُلِ الْمَكَارِمِ فِي الْمَسْلُوقَةِ فِي أُنْفُسِهِ كَيْفَ يَكُونُ لَا تَلَا
 تَعَانِ يَقُولُ (رَأَى الْمَسْلُوقَةَ تَقُولُ مِنْ أَمْرٍ تَأْتِيهِ) لَا تَلَا تَسْبِغُ بِسَبِيلِ مَنْ لَا يَسْبِغُ
 فِي قَلْبِهِ هَذِهِ الْبَيِّنَاتُ مَا هِيَ قِيَمَةٌ لَا يَقِينُ لَدُنْهُ قِيَمَةٌ (وَ لَدُنْكَ أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَرْبَ الْمَلِكِ
 الْمَلِكُ يَكُونُ مِنْ أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا
 فِيهَا رَأَى الْمَلِكُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا
 وَ هُوَ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا
 لَعَنَتِ الْعَالَمُ مِنْ أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا أَسْمَاءُ يَتَنَبَّهَاتُ فِيهَا
 مُسْتَبِيحَةً لَا يَنْبَغُ فِيكُمْ الْمُسْتَبِيحُ وَ هُوَ مَكْرُومٌ أَلْفِيَّةٌ وَ هُوَ مَكْرُومٌ أَلْفِيَّةٌ وَ هُوَ مَكْرُومٌ
 مَكْرُومٌ مَكْرُومٌ وَ هُوَ مَكْرُومٌ أَلْفِيَّةٌ وَ هُوَ مَكْرُومٌ أَلْفِيَّةٌ وَ هُوَ مَكْرُومٌ أَلْفِيَّةٌ
 أَلْفِيَّةٌ وَ هُوَ مَكْرُومٌ أَلْفِيَّةٌ وَ هُوَ مَكْرُومٌ أَلْفِيَّةٌ وَ هُوَ مَكْرُومٌ أَلْفِيَّةٌ
 فَإِنَّكَ يَتَحَرَّكُ بِقِيَمَةٍ وَ أَنَّ لَوْنَهُ جُودٌ لَوْنُهُ عَيْنٌ فِي الْمَسْلُوقَةِ وَ كَوْنُهُ يَتَحَرَّكُ
 نَفْسُهُ فَإِنَّ تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي
 جُودٌ تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي
 لَقَدْ وَ جُودٌ تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي
 الْمُسْتَبِيحُ مِنْ أَلْفِيَّةٍ تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي
 وَ فِي غَيْرِ شَيْءٍ مَا جُودٌ تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي
 مِنْ حَسْبِ الْمَسْلُوقَةِ تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي
 فِي مَسْلُوقَةٍ تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي
 أَلْفِيَّةٌ تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي
 مِنْ حَسْبِ الْمَسْلُوقَةِ تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي تَعْنِي

[illegible]

[illegible]

كَمَا كَذَّبَ الْفَارُوقُ فِي تَارِيخِهِ الْكَبِيرِ عَنْ جَابِرٍ كَرِيمٍ. اَللّٰهُ عَلِيْمٌ بِسِرِّ حَقِيْقَةِ قِيَمَتِهِ اَحَدُ اَرْكَانِ
 سَلَكَةِ رَحْمَةِ رَحْمَتِهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَايَا نَوْشَوِيں اور یہ ہیں وجہ ہے کہ مجملہ عالم آپ کی خوشبو سے مہک رہا ہے یعنی حضور
 اللہ علیہ وسلم ذات خود حق ہیں اور ہر شے کی حیات آپ کے ساتھ ہے۔ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ خود ذات
 حق ہیں اور مستغرق ہیں اسے آپ سے ذات حق کی خوشبو عشاق کے دماغوں کو مہلک کر رہی ہے اور طالبانِ نور اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات حق کا مراتب نامہ جانتے ہیں۔ قَابِلٌ اَلَا مَدِيْثٌ شَرِيفٌ مِّنْ حُضُوْرٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے چنے ہوئے
 کا ذکر کیا ہے اور بعد میں نماز کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تحقیق عورت اپنے اصل قبور میں مرد کا ایک جذبہ ہے
 کیونکہ نوح علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے نکالا گیا تھا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی (اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا ذَلِكُمْ الَّذِيْ
 خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا ذُرِّيَّتَكُمْ) یعنی عورت انسان ہی کا قلب ہے جیسا کہ لفظ انسان کا قلب ہی
 بننا ہے۔ مراد یہ ہے کہ عورت کی معرفت حقیقت انسان ہی کی معرفت ہے۔ اور نماز کی معرفت رب تعالیٰ کی معرفت ہے۔
 جو کہ رب تعالیٰ کی معرفت کیلئے معرفت نفس انسان مقدم ہے یعنی معرفت رب تعالیٰ انسان کا نتیجہ ہے نہ کہ اس کا سبب
 اَللّٰهُمَّ مَنْ عَرَفَتْ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَتْ رَبَّهُ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسا کہ نماز پر مقدم رکھا یعنی حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اشارہ فرمادیا ہے کہ خوشبو نما اور صلوٰۃ میں ہرگز خراب ہے مراد یہ ہے کہ نسا کی خوشبو یعنی حقیقت میں صلوٰۃ کی
 خوشبو اور حقیقت ہے جس شخص کو نسا میں سے رب تعالیٰ کی خوشبو نہ آئے اسکو صلوٰۃ سبب تعالیٰ کی خوشبو نہیں آ
 سکتی یعنی نسا کی خوشبو رب تعالیٰ کی خوشبو ہے۔ نسا انسان کا قلب ہے۔ پس مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ
 انسان کی حقیقت رب تعالیٰ ہے۔ اس حدیث شریف عن عَرَفَتْ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَتْ رَبَّهُ کی دو توجہ ہیں۔ پہلی توجہ یہ
 توجہ ہے کہ اس حدیث شریف میں نفس کی معرفت کی نفی ہے لہذا انسان رب تعالیٰ کی معرفت سے عاجز ہے کہ یہ
 توجہ بھی جائز ہے اور اگر توجہ ہے کہ کتاب کے انسان کے نفس کی معرفت جائز ہے لہذا رب تعالیٰ کی معرفت بھی ہلکا
 پہلی توجہ اس محدث میں جائز ہے جب تو کہے کہ انسان کے نفس میں ذات کی گتہ کی معرفت ہرگز محال ہے اسے رب تعالیٰ
 کی معرفت بھی محال ہے اور دوسری توجہ اس محدث میں جائز ہے جب تو کہے کہ چونکہ انسان کی معرفت اور کائنات کی معرفت
 جائز ہے اسے رب تعالیٰ کی معرفت بھی جائز ہے۔ حدیث شریف میں اس امر کا غرض اشارہ ہے کہ انسان کی حقیقت رب تعالیٰ کی حقیقت
 اور رب تعالیٰ کی گتہ کی معرفت محال ہے کیونکہ اس مقام پر انسانی نفس میں جاتا ہے البتہ رب تعالیٰ کی معرفت قریب قریب محال ہے لہذا رب تعالیٰ کا
 گتہ کی معرفت جیسے بندہ کیلئے محال ہے ویسے ہی رب تعالیٰ کیلئے محال ہے اور یہ کہ نہ کہ نفس اگر رب تعالیٰ کی ذات رب تعالیٰ کیلئے جہاں تک اس کی
 تو ذات حق خود دو جاتی ہو اور یہ محال ہے کیونکہ ذات حق لاشعاری ہوگی۔ ہشتادویں صریح ہے۔ لہذا جو اور بنیاد پر ایک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
 رب پر واضح توحید ہیں کیونکہ عالم کی ہر چیز اپنی اصل پر دلیل ہے اور وہ اصل اس کا رب ہے اسے اس گتہ کو سمجھنے مراد یہ ہے

نہیں آئیگا۔ فَقَالَ مَنِ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لَا دُثُونُ وَلَا يُنَى۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کسی
 ہستی کا مقب نہی نہیں ہو سکتا خواہ وہ کتنی ہی بزرگ کہوں نہ اور اور اب اور آباد تک شہر غمیری
 صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے احکام کا دور دورہ رہیگا۔ وَأَوَّلُ الْاَہِ اور افراد کا اول تین سب یعنی
 ذات حق نے سب سے اول فیض اقدس سے اپنی ذات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عین ثابت کیا
 اور پھر اس عین ثابتہ کے مطابق فیض اقدس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح اقدس پیدا کی۔ اور یہ
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبرِ مقدر و مقرر بھی رُوحانی و ربانی ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح
 اقدس جو محمد افراد میں بُہرہ اکبرین سے اول ہے ذاتِ بحسب کا تیسرا مرتبہ ہے نیز اول افراد تین ہے
 سے مُراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم ذاتِ عالم اور عالم خلق کا مجموعہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیٰ صفات اور خلقی صفات کے جامع ہیں اور جو کہ اس اَوَّلِ الْاَہِ کا فرد ہے وہ اس سے ہے یعنی
 جمیع مومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک سے پیدا کئے گئے ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جمیع کون و مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک سے پیدا
 کئے گئے ہیں اِنَّكَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّكَ مِنْ نُورِ اللَّهِ وَتَخْلُقُ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُورِ اللَّهِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے
 طرقتِ نور سے ہیں جہاں سے انکو ہر وقت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک سے جمیع کائنات اس طرح ظاہر ہوتی
 ہے جو جمیع کون و وقت ظاہر ہوتا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پرہیز گار ہیں اُسے عینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں
 اَوَّلِ الْاَہِ مُراد یہ ہے کہ ذاتِ بحسب مرتبہ بلون در بلون سے تنزل فرما کر سب سے اول حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کی محبت پاک پر سوار ہوا ہوتی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات سے جامع علی کے بِقَوْلِهِ عَلَّمَ
 السَّلَامُ اَلْوَحْدَانِیَّةَ اَلْحَقِیْقَیَّةَ۔ کہ اگر کسی جمیع ہے اور علم کی ہر شے کہ ہے عَلَّمَكَ قَالَ تَعْلَمُ (۱)
 حَکَمْتَ اَلْاَلْفَاہَاہِی مَسْوِیَّہِ یعنی خدا نے اپنا کہ مریم کی طرف اتفاق کیا اور وہ نیچے علیہ السلام ہے پس تمام
 امین نور ذاتِ اللہ تعالیٰ کے کائنات میں جو ختم نہیں ہوتے جیسا کہ مشرہ ہی ہیں۔ یہی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کو جمیع موجودات کے امور و مسائل کے معنی کا علم حاصل ہے یعنی آپ کو اسما و اسمیات دونوں کا علم حاصل ہے اور
 آدم علیہ السلام کو معرفتِ ہوا کا علم حاصل ہے بِقَوْلِهِ تَعْلَمُ (۲) اَلْاَلْفَاہَاہِی (۳)۔ پس آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ
 نے معرفتِ اسماء سکھائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان اسماء کے معانی کے عالم ہیں۔ قَالَتْ سَبَّحْتَ اَہِ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 اپنی تبلیث میں ہیں کہ مشابہ ہوئے اور وہ وہی ہیں۔ آپ ہی ہیں یعنی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

کہ اللہ تعالیٰ کو عبودہ ہر فردہ میں ہر تہمتیں ہیں اور ہر انسان میں ہے لیکن اُس ذات نے ہر شے میں
 شے کی استعداد کے مطابق عبودہ فرمایا ہے۔ اس اعتبار سے ہر شے اُس ذات کیلئے ایک مرتبہ ہے لیکن
 اس ذات کیلئے مظهر اتم اور مراتب تہمت ہر صفت اور ہر کار و دو عالم جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 ہیں **حَکَا لَقَالَ رَبُّهُ تَعَالَى فِي حَدِيثِهِ الْقُدْسِيِّ نَوَازِلٌ مَعَا ظِلْمَاتُ دُبُورٍ بَيْنِي اَسْتَجِيبُ لَكَ مِنْ**
اَللّٰهِ لِيَاكِبُ اَقَمَ اَكْرَامُكَ مَدْبُوتَ تَوْبِيْرِي رُبُوبِيَّتِ نَدْبِرْ نَدْوِي ۞

وَالْاَسْمَاءُ اور ہوا سے اس کے نہیں ہے کہ عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محبوب کی ہیں
 ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں عورتوں کی محبت ڈالی اور آپ
 نے ان کی طرف میلان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کی طرف میلان ایسے ہی ہے جیسے کسی
 کا میلان بچہ کی طرف ہوتا ہے۔ عورت چونکہ عروہ کی پہلی سے پیدا کی گئی ہے اس لئے عورت مرد کو کہے
 نیز ساری حق چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے پیدا کی گئی ہے اس لئے عورتیں حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کے لئے **وَالْمَخْلُوقَاتُ خُلُقْنَ لِقَوْلِي** اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنزد لگی ہیں اور ہر مرد
 آپ کی محبت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور نور ہیں اور جمیع موجودات اُس منہ کے نور
 ہیں۔ عروہ یہ ہے کہ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی ہی ذات کیساتھ ہے اور حقیقت
 میں اُس حدیث شریفہ **قَوْلُهُ لَا كَيْفَاةَ حُورٍ لِي** اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے نور کو کہا ہے جو
 شہر تہل کی عورت سے ہے اور اس کے قل **(وَلَا تَقْلَقُ فَيَوْمَئِذٍ)** اور اس نشانی انسانی قلوب
 کے متعلق ہے **يَوْمَئِذٍ** اور انجان میں میں سے اپنی شہر تہل
 سے پر شہر تہل ہے کہ یہ انسانی شہر تہل کی عروہ ہے یعنی انسان منہ انسانی کی عروہ ہے
 تہل کو انسان کے ساتھ محبت کی وجہ بھی یہی ہے کہ انسان منہ تہل کی عروہ ہے۔ یعنی حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم نے شہر تہل کو انسان کے تہل کا عروہ ہے جیسے کہ عورتیں ہمدردی اور محبت ہیں۔ پھر اللہ
 تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس طرح اس منہ میں کہا ہے کہ اس کو انسان کے منہ کا منہ شہر تہل ہے جیسا
 کہ منہ تہل نے شہر تہل کے بارہ میں فرمایا اسے **وَالْوَدَّاعِلِ** اپنے منہ تہل کے منہ شہر تہل نے
 یہ ہے کہ ہر شخص منہ تہل کا تہل ہے اللہ تعالیٰ اُس بندے پر عاشق ہے اور اس کے تہل کو منہ
 مشتاق ہوتا ہے **وَالْوَدَّاعِلِ** خاص ہے یعنی منہ تہل کا تہل خاص ہے انسان ہی کی محبت ہوتا ہے

ہے لیکن یہ صفت خاص بغیر موت کے عاشقوں کو عیب نہیں ہو سکتی یعنی جب تک عاشق زہی رہی ہو
 فردی سے نہ گذرے کہ وہ حاصل اللہ نہیں ہو سکتا اور عاشقوں کا شوق طاقات ہی سے تسکین پاتا ہے
 مراد یہ ہے کہ عاشق وصال یار کی خاطر ارادی موت کو قبول کرتا ہے بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اس پر
 مہربان ہوتا ہے اس کی ہستی مٹا دیتا ہے وہم غیریت کا حجاب اٹھا دیتا ہے اور اس کو اپنا چہرہ دکھا
 دیتا ہے۔ ظاہر میں عاشق محبوب نہ یزلی کی خاطر اگر یہ دوزخ کو تابے حقیقت میں اللہ تعالیٰ اس کے
 آئینہ قلب کو صفا کرتا ہے تاکہ عاشق آئینہ قلب میں چہرہ محبوب دیکھ سکے۔ پس عاشق ملاقات
 یار کی خاطر ارادی موت کو قبول کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں حکم ہے **مَوْتُ الشَّاعِرِ كَمَوْتِ الشَّهِيدِ**
 یہ حکم قرآن میں کیئے ہے۔ **وَمَنْ أَمْسَلَ كُتِبَ لَهُ مِثْرُ شَهِيدٍ** اور حدیث ترمذی میں ہے
مَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ كَمَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ اور وہ حدیث ترمذی میں ہے **مَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ كَمَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ**
 یعنی اس میں بھی امتحان کا اشتیاق کھرب ہے اور وہ حدیث ترمذی میں ہے **مَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ كَمَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ**
مَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ كَمَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ اور وہ حدیث ترمذی میں ہے **مَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ كَمَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ**
 ہر کلمہ لفظ و بقاء میں نے کسی شے میں جس کو میں فاعل ہوں ترمذی میں ہے **مَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ كَمَنْ مَاتَ مِنْ شَرَفٍ**
 ترمذی کے جو اپنے بندہ مومن کی جان قربان کرنے میں کرتا ہوں وہ موت کو کروہ ہوتا ہے جس
 اس کی نافرمانی کو کروہ جانتا ہوں حالانکہ اس کو میری طاقات ضروری ہے مراد یہ ہے کہ لایزال
 کامل تو دار دنیا میں ہی رہیتا ہے شرف ہو جاتا ہے لیکن ایک عام مومن موت کے بعد ہی
 رہیتا ہے شرف ہو مکتا ہے۔ پس موت میں یہ ہی جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن
 بندہ کا عشق ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومن بھی اس کو دیکھے۔ بندہ اللہ تعالیٰ سے حدیث
 ترمذی میں اپنے بقاء کی بشارت دی ہے اور مومن بندہ کیسے یہ نہیں کہا **وَكُلُّ شَيْءٍ كَانَتْ**
 اور اس کے لئے موت ضروری ہے تاکہ اس کو موت کا ذکر نہیں ملے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا بقاء
 بغیر موت کے عیب نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وَكُلُّ شَيْءٍ كَانَتْ** پس اللہ تعالیٰ کا
 اشتیاق اس نسبت کے وجود سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرادیا ہے کہ اگر ہمیں بندہ
 مومن کو دار دنیا میں دیکھتا ہوں لیکن چونکہ وہ مجھے نہیں دیکھتا اس لئے میں نے موت خدا کر

دی ہے تاکہ گناہات رنج ہو جائیں اور وہ مجھے دیکھے اور میں اُسے دیکھوں۔ مراد یہ ہے کہ اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہو تا ہے کہ وہ ذات اپنے بندہ مومن کی خود مشتاق ہے اور وہ ہدیٰ اپنا چہرہ مبارک دکھانے کی مشتاق ہے۔ پس موت ایک ہل ہے جس کو طالبِ ہوا بخود کر کے حاصلِ بالہ ہو جاتا ہے لِقَاؤِہِ عَلَیہِ السَّلَامُ اَلْمَوْتُ جَسَدٌ یُّؤَمِّنُ اَلْحَبِیْبَ اِلَى الْعَبِیْبِ۔ شر

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا دوست میری رُحیت کا مشتاق ہو تا ہے حالانکہ میں اُس کا اس سے زیادہ مشتاق ہوں۔

(۲) انفسِ میری ذات کو دوست رکھتے ہیں اور تمنا اس امر کو ملنے کوئی ہے جس میں گریہ نزاری کیسے تو شکایت کرتا ہوں۔ دوست میں گریہ نزاری کیسے تو شکایت کرتا ہے۔ میں اشد ہے کہ بعض طالبین خدا کو اللہ تعالیٰ کی رُحیت دہر دُنیا میں نصیب نہیں ہوتی بلکہ موت کے بعد نصیب ہوتی ہے اور وہ ماری غمزدہ کے دل کو دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔

عَاقِبَتِی اَکْرَبُ مِیْثَرِ شَدِّیْ رَحْمَتِیْ بِاَمْرِ عَالَمٍ بِتَقْدِیْرِ اَیْہِ کَرِیْمِ۔

اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو ظاہر کر دیا کہ تحقیق اُس نے اپنے بندے میں اپنی رُحیت چھوٹی لاثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رُحیت میں اپنی ذات پر ہی مشتاق ہوا دیکھا تو نہیں سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے اُس کو اپنی رُحیت پر پیدا کیا کیونکہ تحقیق بندہ اللہ تعالیٰ کی رُحیت سے ہے کَلَّا وَرَدَّ فِی الْعَبْدِ یَثِیْرُ اَنَّ مَلٰئِکَتَہُ خَلَقَ الْاَوَّلَ عَنِ حُضُوْرِہٖ۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی رُحیت پر مجبور نہایت یکن چرا انسان میں اللہ تعالیٰ کا ٹھکانہ اُس کی رُحیت اور ذات اور رُحیت جناب کے معانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے نبی اعظم اور مرتبہ قائم سرکار دو عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اُنہی کے نزدیک اللہ جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اہم ہے۔ لیکن ایک یہ وجود ہے جس کے دو نام ہیں۔ وہی اُس کو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اور موت اُس کو جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ لَقَدْ کَانَ اَوَّلُ الْاِنْسَانِ کِیْ فِیْ اَنْثٰی اَنْ اَنْ یُّوْلَدَ لَہٗ۔ ہوا تب اور خاک سے ہوئی اور جسم انسان میں ان کا نام اُفلاک ہے۔ اربعہ عناصر کے اتحاد سے جسم انسان میں رُحیت پیدا ہوئی جو رُحیتِ روح کے تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے جسم انسان میں اپنی رُحیت چھوٹی تو اس روح کے باعث ایک شعبہ پیدا ہوا گویا روح بدن کا چراغ ہے۔ پس

روح انسان اپنی ہی باتوں کے سبب اور بخود ہی روح انسان کی اصل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور
 عند العزیزین المؤمنین قلوبہم راضیۃ یعنی مشق ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حدیث قرینہ میں ہے
 ہوا المؤمنون نازا مشق ایک ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی نامست ہے نہ کہ روح انسان
 اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوئی ہے لہذا روح انسان بھی نامست ہے۔ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم اور ارواح ہیں اور جملہ ارواح آپ کے نور پاک سے پیدا ہوئی ہیں لکن اللہ تعالیٰ (وہ
 الشہیدون) یعنی جملہ ارواح شمس احدیت جناب نور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت میں
 شمس ہیں سوزش میں ہے اور راضی بھی ہے۔ سوزش روشنی سے مستقیم ہے کہ نور سوزش روشنی کی
 بہ نسبت شمس سے قریب تر ہے لہذا جہاں کو جہاں پر مستقیم ہو سکتا ہے۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ اور اسی نے
 اللہ تعالیٰ نے نورسلی کیسے تو کھوم ہر طرف کی سمت پر کیا یعنی جملہ ارواح انسان کی اس ایک
 اور اللہ تعالیٰ کی ذات بھی نامست ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نورسلی علیہ السلام کیسے کہ اس کی سمت پر بھی
 کیا۔ ہر ایک ہے کہ درخت سے جناب میں سے ہوا نور ہوئی تھی وہ نورسلی علیہ السلام کے دل کو پہنچا
 تھا۔ کہہ مار کہیں غارتوں سے نہیں آتی تھی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے نورسلی علیہ السلام کو عبادت میں بند کیا
 تاکہ نورسلی علیہ السلام اپنے صاحب کو پہنچ کر دل میلن کریں اور نصرت کی نگاہ سے اس کی عزت دیکھیں
 اور اگر انسان کی یہ نفس جیسی یعنی نورسلی غیر منصری ہوتی ایسا انسان کی روح نور جوتی رہتا
 کہ روح انسان کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے نفع کیا ہے کہ یہ کہ ہے یہ نورسلی علیہ السلام کے نورسلی علیہ السلام
 (روحانی) یہ اس طرف اشارہ ہے کہ تحقیق روح انسان روح القدس سے قائم ہے روح القدس
 سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہے۔ اور اس نفس میں سے ہر ایک نفع ہے نورسلی علیہ السلام
 خارج میں ظاہر ہوئی۔ مراد یہ ہے کہ انسان کی روح روح القدس ہی کی ایک شعاع ہے۔ شعاع
 آفتاب کا عین ہے نہ کہ غیر۔ آفتاب کے بغیر شعاع کا وجود نہیں ہو سکتا ایسے ہی انسانی روح کا
 وجود بغیر روح القدس کے نہیں ہو سکتا۔ اور منشور غیر یعنی جہد کی استعداد کے سبب نور کا شعاع
 پیدا ہوا نہ کہ نور کا یعنی جب اللہ تعالیٰ نے انسانی جہد میں اپنی روح پھونکی تو جہد میں ارہب
 امکان کے اخلاط کے باعث جو روشن پیدا ہوا تھا وہ بھی اٹھا اور ایک شعاع پیدا ہوئی اور اس شعاع کی
 نارفتی۔ جب نار روشن ہوئی تو آگ کا ایک شعاع نور دار ہوا۔ یعنی ہر نور دار روح بھی نار ہے

تین وجود ظاہر ہوتے ایک وجود حقانی کا اور دوسرا وجود غریب کا اور تیسرا وجود محبت کا۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور آدم علیہ السلام کی ذات سے قرآن مجید اتنا پیدا ہوا۔ پس مرد اپنے رب کی معرفت میں ہوا کیونکہ ذات تعالیٰ اس کی اصل ہے اور محبت مرد کی معرفت میں ہوئی کیونکہ مرد اس کی اصل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس معنی میں دیکھ کر سنا کہ محبت کرنا جیسے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس کی معرفت پر ہے یعنی انسان کو اس معنی میں دیکھ کر محبت ہے جس مرد کی محبت معرفت کیساتھ اس وجہ سے ہے کہ معرفت مرد کی ذات سے پیدا ہوئی ہے اور مرد کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا ہے۔ اور اسی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی ریح عورتیں جو ہی محبت محبوب رکھتی ہیں ان میں اللہ یہ نہیں فرمایا کہ میں نے ذات خود ان کو محبوب بنایا کیونکہ آپ کو محبت کو خلق فرمایا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چنانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کے خزان ہیں اسلئے آپ عورتوں میں بھال جہن کو مشاہدہ فرماتے تھے۔ ہذا اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب کر دیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ کو عورتوں کے نزدیک لباس میں دیکھ کر مسرور ہوں اور عورتیں ہم ہمیں کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی معرفت پر ہیں گویا اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس نمادک میں فرمایا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنا حسن عورتوں کے نزدیک لباس میں دیکھتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیساتھ محبت بھی اسی قبیل سے ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تمام محبت رکھتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو افلاک کبریٰ سے متعلق جانتے تھے یعنی صفات کبریٰ سے موصوف اور ذات کبریٰ سے مشرف جانتے تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لباس کے میں اللہ تعالیٰ کے حسن یعنی اپنے حسن پاک کا نظارہ فرماتے تھے۔

اور جب مرد نے معرفت کیساتھ محبت رکھی تو وہاں حب کیا کیونکہ محبت کی غایت غفلت ہے یعنی مرد اور عورت کی محبت حب غفلت کو پہنچتی ہے تو وہاں آپس میں اعمال پہنچتے ہیں اور پیدا نش غصروں کی محبت میں کوئی وہاں نکاح یعنی جماع سے انکار نہیں ہے اور اسی سے

کے بعد ابن کو ثبوت شامی بخاتی ہے یعنی جماع کے وقت انسان کے بعد اعضاء لذت حاصل کرتے ہیں۔ چونکہ انسان کے بعد اعضاء جماع سے لذت حاصل کرتے ہیں اسلئے جماع کے بعد انسان غفل کے ساتھ امور بنیاد اور عبادت بھی بنیاد بن کر چلے نبرد ہی ہے جیسا کہ غفل ثبوت کے وقت بنیاد بن کر عبادت میں فنا ہو جاتے ہیں۔ جماع کے وقت انسان عبادت کے خیال میں فنا ہو جاتا ہے یعنی اپنے آپ سے گزر جائے کیونکہ انسان کا کرم کرم لذت حاصل کرتا ہے اور چونکہ حق تعالیٰ اپنے بند پر فیض ہے میں اس بات کی غیرت کرتے کہ وہ بندہ یہ اعتقاد کرے کہ اس نے تحقیق کے غیر لذت حاصل کی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس کو غفل کے ساتھ پاک کیا یعنی وعظمت میں چھوڑ کر اس لذت سے آگاہ نہیں ہیں کہ عبادت کی عبادت پر ذات حق کا نور ہے اور لذت جماع کو عبادت کی طرف منسوب کرتے ہیں اس لئے وہ غفل کرتے ہیں۔ اس خط سے انکو پاک کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے لن پہ غفل فرمائی ظہر اذیاء اب موال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبادت میں جماع اس لذت سے آگاہ ہیں جماع کے بعد غفل کیوں فرمائی ہے؟ کو میں پہ جماع کے بعد غفل اسلئے فرمائی ہے کہ وہ لذت کے مقتدا ہیں، اگر وہ شرعی مرد کو آڑا ہیں تو عوام الناس کیلئے شرعی کی رہنمائی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ مرد عبادت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے اور اس کی عبادت جماع کسے یعنی ہر وقت غفل ثبوت کی خاطر عبادت میں فنا ہوتا ہے اس وقت عبادت میں ہم ذات حق کو مشاہدہ کرے کیونکہ عبادت کامل کو جماع کی عبادت ہوتے مشاہدہ لذت حق کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

اور جو وقت مرد عبادت میں حق تعالیٰ کو مشاہدہ کرے اس کو شہرہ نفس میں ہوگا اور ہر وقت مرد حق تعالیٰ کو مشاہدہ اپنی ذات میں کرے اس اعتبار سے کہ عبادت کا نور اس سے جس اس وقت مرد حق تعالیٰ کو لامل میں مشاہدہ کرے گا یعنی بہت عبادت کو نور اپنی ہی ذات دیکھے اس وقت مرد حق تعالیٰ کو لامل میں اپنی ہی ذات میں مشاہدہ کرے گا۔ پس مرد عبادت میں ہر وقت مشاہدہ بغور نامی و انشعاب دونوں اعتبار سے کرتا ہے چنی عبادت میں حق تعالیٰ کا نام ہی ہے اور غفل بھی ہے۔ غفل یعنی میں انسان کیونکہ عبادت فعل مرد کو قبول کرنا ہے۔ غفل اس اعتبار سے کہ عبادت میں مرد ہے۔ اور میں وقت مرد حق تعالیٰ کو اپنی ذات میں لامل اس وقت کے اعتبار سے

کے جو اُس سے پیدا ہوئی ہے یعنی بغیر عورت کے دیکھ تو اُس کا شہود مرد مُتَشَبِّہ میں ہوگا کیونکہ
 اعتبار سے مرد بلا واسطہ حقیقتی کیلئے مُبَدِّل افعال ہے۔ پس مرد کی عورت میں حقیقتی کا مشابہہ
 صرف بطور مُتَشَبِّہ ہوگا بطور قائل نہ ہوگا۔ یعنی جس عورت میں مرد کا واسطہ صرف حقیقتی سے ہے
 اور حقیقتی کے سوا کسی اور چیز سے واسطہ نہ ہو اُس عورت میں مرد محض مُتَشَبِّہ کی حیثیت رکھتا ہے
 پس مرد میں حقیقتی کا مشابہہ بطور مُتَشَبِّہ ہوگا۔ پس مرد کیلئے عورت میں اللہ تعالیٰ کا مشابہہ اتم
 اکل ہے کیونکہ عورت میں وہ اللہ تعالیٰ کو دونوں اعتبار سے یعنی بطور قائل و بطور مُتَشَبِّہ
 اعتبار سے مشابہہ کرتا ہے اور اپنی ذات میں وہ اللہ تعالیٰ کا مشابہہ محض بطور مُتَشَبِّہ کی ہے
 اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کیساتھ محبت کی کیونکہ اُن کی محبت میں شہوانی بدو
 کمال ہے۔ حقیقتی کا مشابہہ اُس حال میں جب کہ وہ عورت مجاز ہو، ہوا ہو، جس سے
 یعنی جب تک اللہ تعالیٰ اپنے مرتبہ ذات میں بعون و ربون ہے کہ عین کو خارج نہیں ہے
 لیکن اپنے ظہور اور شہود کی خاطر وہ عین کا متنازع ہے۔ جو اسے شکایت عالم کی مثال پر ظاہر
 ہونے کے حقیقتی کا شہود اور مشابہہ ناممکن ہے۔ مرتبہ عدیت ذاتیہ میں حقیقتی تمام امور سے
 لیکن اس مرتبہ میں مشابہہ متی مُتَشَبِّہ ہے۔ حقیقتی کا مشابہہ بغیر مادہ کے یعنی بغیر جسم کے ناممکن
 ہے اور نساء میں حقیقتی کا شہود اتم و اکل شہود ہے نیز وصالِ غلم جماع میں حاصل ہوتا ہے
 کیونکہ جماع کی حالت میں مرد عورت میں تھا ہوتا ہے اور عورت جو جاتا ہے مست ہوجاتا ہے اور
 محب محبوب کی ذات میں عوا و مستغرق ہوجاتا ہے اور ذاتی ذات ہی ذات رہ جاتی ہے۔ مرد
 عورت میں عوا و مستغرق ہوجاتا ہے عورت مرد میں عوا و مستغرق ہوجاتی ہے اور دونوں
 کے قلوب مستی اور ذوق کی شرب سے پیریز ہوجاتے ہیں۔ حالت کس اُس ذوق کو ذوق
 الہی سے تعبیر کرتا ہے اور اپنے محبوب کو عین ذاتی مشابہہ کرتا ہے۔ و قلوبنا اب حقیقتی
 اور حضرت انسان کا دل جناب غمور پاک سنی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی کیفیت بیان کی جاتی ہے
 اور ایسے ہی حق تعالیٰ اور حضرت انسان کا دل سنی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر
 کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کا دل سنی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر
 کی اپنی عورت پر پیدا کیا یعنی اپنے کراوات حق سے کشتی کب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فیض ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تعظیمی
 فطرت کا قائل ہوں اس لئے اپنے جہود کمالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کر دیتے تاکہ آپ سلامت
 آئندہ کا انتظام کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی میں اپنی
 مخلوقات کے اپنی ذات دیکھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام قدسی و اہم
 رخصتہ کو برابر درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی جو کہ اس کی ذات ہے۔ پس حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کا ظاہر نعت ہے اور آپ کا باطن حق ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق اور نعت کے
 درمیان برزخ جامع ہیں۔ فراد یہ ہے کہ آپ تمام کمالات حق و نعتی کے جامع ہیں۔ عالم ہیں ہوا
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی فرد اللہ تعالیٰ کیلئے مزارت تیار نہیں ہے۔ خدا اس کی انسانی یعنی
 جسے انسان کی تدبیر روح کوئی ہے اور انسانی روح کو روحِ حق صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شکل
 ہے اور اللہ تعالیٰ اس امر کو جود کی تدبیر روحِ حق صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہے۔ وہ روح کو
 اپنے عوالم اور جمیع مراتب کو شامل ہے۔ زمین سے فراد عالم اعلیٰ سے اور زمین سے فراد عالم اسفل
 سے۔ زمین ہے اور جمیع عوالم کی روح سرکار و عالم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح فطرت
 ہے۔ پس جمیع عوالم کا انتظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہے۔ زمین اس لئے خلق انسان
 ہے کہ یہ تمامی درکان سے اسفل ہے۔ درکان فرجہ میں سے چلی نکلتی رہے چہ بجا چاہے۔ ہر ملک
 اور اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو نام عربی زبان میں لکھا کہ اور تمام جمیع کو پیدا ہے۔ ان کے
 کیلئے قواعد کا معیار اس لئے سے نشتر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بیٹ شریف شہید راہی
 میں دنیا کو ثلاثت الیکلہ میں خدا نے کہا کہ اس لئے کہ ان میں فراد روحانی جمع
 رہتا ہے۔ کہیں جمیع کے حرف اور ہوتے ہیں اور واحد کے اور اس کو اصطلاح میں جمیع بن فراد
 کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع کو اس لئے استعمال فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کو کئی مرتبہ مرغوب تھیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز با عموم محبوب نہیں فراد ہے کہ
 آپ ہر قول کی جہت میں نطق تھے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
 رضی اللہ عنہا کی جہت میں سیدہ بھی تھے۔ اہل بیت و ائمہ میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبت
 ان ہی کی تھی۔ یہ اس لئے تھا کہ آپ نطق میں ہیں اور عقیدہ بھی ہیں۔ جہت حق سے آپ

مطلق ہیں اور جہت شعلی سے آپ یقیناً ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ نساء کا استعمال
 کے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ عورت کو دُجو و غار جی میں مرد سے تاخیر حاصل ہے کہیں
 نساء کے معنی تاخیر کے ہیں طحا قال اللہ تعالیٰ (إِنَّمَا الْمَرْءُ رِيَاءٌ فِي نَفْسِهِ) اور اس کے
 نہیں کہ عینوں میں تاخیر کو تاخیر میں زیادتی ہے۔ ایسے ہی عرب و گریک کے بے تاخیر کے معنی
 کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ نساء کو ذکر فرما کر اشارہ فرمایا ہے کہ عورت
 دُجو و غار جی میں مرد سے تاخیر حاصل ہے۔ نیز اس میں یہ بھی نکتہ ہے کہ لفظ انسان کا لقب رسماً
 ہے۔ اس میں ایک رزق دہی ہے عورت مرد کے رزق دہی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور مرد سے زیادہ انسان
 کا لقب ہے۔ اس لئے عورت مرد کی طرف سے محبوب ہے۔ اور بنا کی اصل یہ کہ عورت ہے اس لئے
 عورت بہت کم ہوتی ہے۔ یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی وجہ سے کہتے تھے
 کہ کوئی نہ کل اختیار ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت عہد کی خواہش مردانہ سے لڑائی اور قاتل
 تعالیٰ کا آخری واسطہ بنا کر عورت کو کمال میں رکھا۔ اور عورت کمال تک پہنچ کر کمال
 بڑھتی ہے۔ نساء میں عہد پر عہد میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنام میں عورت کی کمال اور عظمت
 بلکہ نساء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد کو نظر فرماتے تھے۔ لفظ نساء کا وہاں ہے جو حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کیسے ایسے ہی ہیں جیسے عورت واسطے اللہ تعالیٰ کے ہے۔ یہی تو وہ واسطہ واسطہ
 جی کے واسطے حضور عالم متوجہ ہوتی ہیں اور توجہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کو کون عالم
 اجماع میں ہے۔ طبیعت سے مراد حقیقت عورتی ہے جس سے علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے عروج سے
 شراد اللہ تعالیٰ کو عالم اجماع کی عورتوں پر نمودار ہے۔ یعنی اس طرح اللہ تعالیٰ حقیقت عورتی میں ملایا
 حضور واسطہ کے واسطے عالم اجماع کی عورتوں پر نمودار ہے۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 بنا کے واسطے عورت اور عورت ذاتی ملک عروج فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں عورت کے ہے
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت میں عورت کے ہے اور عالم اجماع میں عورت کے ہے۔ اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنا کیوں اس سے عالم میں بلکہ عالم اجماع جو عالم واسطہ کے ہے کہ اللہ
 بنا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم عروج سے ترقی کے واسطے واسطہ واسطہ واسطہ واسطہ
 تک پہنچ جاتے ہیں۔ عورت اور عورت میں عورتی واسطہ واسطہ واسطہ واسطہ واسطہ

آئیے کا فہم بھی اجمالی ہے اور مرتبہ و ادرت میں اس کا فہم بھی تعجبی ہے اور ان معانی میں
 اس کا فہم بھی اجمالی ہے اور مرتبہ و ادرت میں اس کا فہم بھی تعجبی ہے اور ان معانی میں
 علیہ وسلم کو ان ذہن میں سے ہر ایک وجہ میں ان کو ہے جن ان تمام مراتب کا ذکر میں حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم ہی کا فہم ہے۔ فرادہ یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے واسطے عالم مثال عالم
 ارواح عالم وادریہ عالم وحدت اور عالم ذات میں خروج فرماتے ہیں تو حقیقت میں حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم ان سب مراتب میں اپنی ہی جہ و کرمانی اور اپنی ہی فہم و پائے ہیں۔ یہاں اسی شخص
 نے کیا کیا وہ فہم کا کہہ رہا ہے کہ یہ فہم و پائے ایسی فہم و پائے ہیں جو ہیں جس نے آقا
 کو منکر ذات و کرمانی کے ساتھ فہم و پائے کی وہ ذات کا ہے اور اس کی وہ فہم و پائے
 فہم و پائے ہے۔ اور اس نے معنی شہوت کی خاطر ان کے ساتھ فہم و پائے کی اس سے اس شہوت
 کو سرا اور علم ذات نہا جس میں اس شخص کے کہہ کہ فہم و پائے کے ساتھ اس کے کہہ کہ
 احوال میں نہ فہم و پائے کے ساتھ اس شخص کے کہہ کہ فہم و پائے کے ساتھ اس کے کہہ کہ
 کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی صورت میں
 کوں نہ کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی صورت میں
 کے مشہور نہیں ہے۔ فرادہ یہ ہے کہ وہ ذات کا ہے جو فنا ہے کہ ذات حاصل کرنا والا ہی وہ ذات
 تعالیٰ ہے اور مثال ہی سے مقبولی ذات حاصل کر رہا ہے۔ یعنی غافل ہی خود ہی ہے اور
 حق تعالیٰ ہی خود ہی ہے۔ پس جو شخص اس میں فہم و پائے سے اس وقت ہے کہ وہ اپنی حقیقت
 اور اس سے جانی ہے جیسا کہ غیر لوگ اس کے حال سے جاہل ہیں۔ اگر وہ اپنی حقیقت کو جان
 کر فہم و پائے کو پائی زبان سے اپنے حال کے مشفق کہہ کر کہ تو وہ بھی جان بیٹے جیسا کہ وہ فہم
 میں سے کسی کا قول ہے شعر

۱۰) لوگوں کے نزدیک ثابت ہوا کہ تحقیق میں باطن ہوں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ مشفق کیسے
 کیلئے ہے۔ یعنی میں اپنے مشفق کو نہیں دانتے تو سمجھتا ہوں۔

ایسا ہی حال اس شخص کا ہے جس نے ذات کو دوست رکھا ہے اور ذات ہی کی خاطر
 اس کو دوست رکھا ہے۔ اور وہ حق دوست ہے۔ اس سے اس کو

کی روح فوت ہو گئی۔ مگر وہ اس مشرقت و جماع کو ہاتھ تو ابٹھا ہاں لیتا کہ اس نے کسے ساتھ
نہت پائی اور کس نے نہت پائی اور وہ عدوت کو مل ہو گا۔

اور بیجا کہ عدوت باوجود اپنی اصل یعنی عروہ کی محبت پر نفرت ہونے کے فساد کے درجہ سے
اگر آئی ہے بقولہ تَقَال (وَسَيُجَازِي عَمَلُهُمْ) ایت ہی مرد باوجود اپنی اصل یعنی حق تعالیٰ
کی محبت پر نفرت ہونے کے جتنی ہی کے درجہ سے آرا ہے۔ اور مقتدی کا کہ درجہ ایسا ہے جس کے
باعث جتنی ہی اپنے فیض جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تمیز ہے۔ وہ درجہ عداوت ذاتی کہ
وہ ہے جس میں حق تعالیٰ غنی من العالین ہے۔ حق تعالیٰ بغیر موجود ہے لہذا واجب اور مجاہد ہے۔
مصر علیٰ اللہ علیہ وسلم وجود محمد پاک کیلئے حق تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اور اس سے خود محمد صلی اللہ علیہ
وسلم اس طرح پہنچا ہوا جس طرح بیچ سے انور پیدا ہوا۔ جس طرح بیچ کو انور پر تقدم حاصل ہو
ایک ہی اور اس کو خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تقدم حاصل ہے۔ لیکن اس سے کہ اور اس کو خود
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تقدم حاصل ہے کہ تقدم ذاتی جیسے شریح کو شریح کی مدد شریح پر تقدم
ہاں ہے لیکن یہ تقدم مطلق ہے۔ ذاتی نہیں ہے۔ بہر حال ذات حق کے مرتبہ عدوت سے ایک
درجہ تنزلی فرما کر مرتبہ وحدت یعنی خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مجاہد ذاتی کی سب سے اعلیٰ درجہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں پیدا کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عین الہ ہے اور سب سے پہلے
پیشہ و خارج ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک ہے تَقَالِ تَقَالِ
وَقَالِ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ دُونِیْ (میں اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہے) حق تعالیٰ سے
ایک درجہ کم ہیں۔ نیز اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحدت ہیں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا معنی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحدت کبریا میں تابع حقیقی اور تابع اولی اللہ تعالیٰ
ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تابع ثانی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کیسے کہ اولیت نہیں ہر حق
تعالیٰ کو حاصل ہے اسی سے جنگ ہو رہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کشت خاک اللہ کی
طرف پھینکی تو اللہ تعالیٰ نے اس نعم کی آپ سے نفی کی اور اس نعم کو اپنی طرف منسوب کیا
بِقَوْلِهِ تَقَالِ (وَلَا تَكْذِبْ) (وَلَا تَكْذِبْ) (وَلَا تَكْذِبْ) (وَلَا تَكْذِبْ) (وَلَا تَكْذِبْ) (وَلَا تَكْذِبْ) (وَلَا تَكْذِبْ) (وَلَا تَكْذِبْ)
صلى الله عليه وسلم آپ کے لئے وہ من والہ و تحیر میں اولی اللہ تعالیٰ سے نفی میں ہوں کہ

خاص نامی کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ظاہر کے لحاظ سے تو سفوف مطلق و عظیم و عظیم نامی ہیں
 حقیقت کے لحاظ سے آپ کے وجود اقدس میں اللہ تعالیٰ ہی نازل ہے۔ تشریف لائے آپس ایمان
 مراتب کیساتھ تیز ہوئے، ایمان خارجی یعنی کمالات عالم قبل از نمود مرتبہ علم میں ایمان ثابت ہے
 اور مرتبہ ذات میں ان کا نام شہادت الہیہ ہے۔ اگرچہ ذات حق میں مرتبہ اعلیٰ سے تشریف فرما مرتبہ
 وصال سے مرتبہ وصالیت، مرتبہ عالم اور راجح مرتبہ عالم مثال اور مرتبہ عالم شہادت میں جہاں آیت بیان
 ہر مرتبہ ایک اور مرتبہ سے تیز ہے۔ مراتب میں یہ تقدم و تاخر متعلق ہے ذیل نہیں ہے۔ عین غریب
 کا نمود ایمان ثابت کے احکام کے مطابق ہے۔ لیکن اقدس سے شدتوں نے کمالات عالم کو مستحالی
 مطلق میں ان کا نام ایمان ثابت ہے۔ یہ نہیں اندیش سے ایمان ثابت کو ایمان ظاہریہ کہ جاس پہنچا
 صحیح ہر شے کا غرضی نمود ان کی ذیل استوار کے تحت ہے اس لئے ہر عبادت کامل ہر شے کو
 اس کا ذیل حق صاف کرتا ہے۔ ایمان ثابت میں یہ امر مندرج ہے کہ بناء محبوب رحمت میں
 میں ان کی استعداد نے، اللہ تعالیٰ کو یہ علم مل گیا کہ بناء محبوب، ہاں میں ہاں، اللہ تعالیٰ نے ان کے
 ایمان ثابت میں یہ امر ثبت کر دیا، ہر عبادت بیکہ ہر عبادت کو اس کا نفس حق میں ثابت کے مطابق موا
 کرتا ہے، حق بجانب نور پاک علیہ السلام نے ہی نہ اس کا حق اور ان سے ثابت نہیں آتی کے مطابق دیکھی ہیں سب سے
 اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان سے بناء کیا ہے کہ اس کی عبادت اللہ تعالیٰ کی بناء کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بناء کردی کہ اس کی بناء کردی
 بہتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی استعداد اس کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اس کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اس کی استعداد
 یعنی استعداد ہے اور اللہ تعالیٰ میں اس ذیل استعداد کے مطابق ہر اس کو ہر ایت کی بناء ہے
 کہ ہر شے کا نمود خارج میں اس کی استعداد میں ایمان ثابت کے مطابق ہے۔ و لکن اللہ اور اس کی
 کو ہر عبادت کو ہر استعداد میں اس کا حق ہے۔ یعنی مرتبہ علم میں ہر شے نے اپنی استعداد کے مطابق ہر شے
 اللہ تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ نے ہر عبادت کو ہر شے نے ہر شے کی بناء کردی کہ اس کی بناء کردی کہ اس کی بناء کردی
 کو ہر عبادت کو ہر استعداد میں اس کا حق ہے کہ اس کی بناء کردی کہ اس کی بناء کردی کہ اس کی بناء کردی
 یہ علم نہیں کہ حقا قان تعالیٰ نے اس کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اس کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اس کی استعداد
 نے ہر شے استعداد کے کوئی شے نہیں کہ اس کی بناء کردی کہ اس کی بناء کردی کہ اس کی بناء کردی
 کو ہر عبادت کو ہر استعداد میں اس کا حق ہے کہ اس کی بناء کردی کہ اس کی بناء کردی کہ اس کی بناء کردی

علم میں حضور مکی اللہ علیہ وسلم کے عین شہادت نے انشاء کی غیب اللہ تعالیٰ سے طلب کی اور اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو کتب انشاء عطا کر دی اسی سے سبب حضور مکی اللہ علیہ وسلم کا عالم شہادت میں نمودار ہوا
 شہادت انشاء کا بھی نمودار ہوا

دانش کا اٹھ اور ہوا سے اس کے نہیں ہے کہ حضور مکی اللہ علیہ وسلم نے سریت شریف حقیقت کی
 میں دنیا اسطر ثلث انیت کو تو میں انشاء کو مقدم رکھتا ہے کیونکہ وہ عقل انفصال میں جیسے کہ طبیعت
 اور اس سے جو اس سے باطن سے بہاؤ ہوئی مقدم ہوئی یعنی انشاء کو ایک طرف پر مردہ پر مقدم
 حاصل ہے کیونکہ وہ مردہ کا اثر قبول کرتی ہیں جیسے کہ ذات حق کو عالم پر مقدم حاصل ہے کیونکہ وہ
 صورت میں نمودار ہے اور ذات حق عالم کا اثر قبول کرنے والی ہے۔ ذات حق کا اثر ہر شے میں
 اس شے کی استعداد کے مطابق ہے پس ذات حق میں ہر اس شے کا اثر ہے جس میں اس کا تجربہ
 بنانا کے لئے یہ سیاق ہی کہ حروف کی صورتوں پر نمودار ہے۔ سیاق ہی ہر حرف کی صورت کا نہیں کرنا ہے
 گویا ہر حرف کا سیاق ہی میں اثر ہے پس سیاق ہی میں انفصال ہے۔ اس کے صیغہ کی شرح کی گئی ہے طبیعت
 تحت ہیں نفس و محالی ہے کیونکہ اسی نفس و محالی میں علم نمودار کی گئی ہیں۔ نفس و محالی اور
 و محالی ہر قسم ہے ایک تو اس میں بننا اور نموداری نفس و محالی ہے۔ وہ یہ ہے کہ طبیعت سے نمودار
 اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور نمودار عالم کی صورتوں پر ذات الہی کا تجربہ ہے۔ ایک قہر سے ذات الہی
 کا تجربہ عالموں پر نمودار ہے۔ عالم ذات عالم ارواح اور عالم اجسام۔ ذات الہی کو نفس و محالی اس کے
 کب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اپنا وجود اپنی رحمت و رحمتی سے عطا کیا۔ رحمت و رحمتی کی
 رحمت ہے۔ جب اس رحمت و رحمتی یا اللہ تعالیٰ کی ذات نے نمودار کیا وہ کہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات
 میں ایک کرب و اندوم پیدا کیا۔ اس کے سامنے اپنے سے فرادہ نمودار قہر کا نمودار کرنا اور ان کا کرب اور
 کرنا ہے۔ ہر وہ رحمت و رحمت کی وجہ سے اپنی ذات میں اپنے ذات حق اپنی ذات ہی والی رحمت
 اس وجود و رحمتی تعالیٰ کا تجربہ نہیں ہاں کی صورتوں پر نمودار اگرچہ علم و رحمت ہی نہیں کہ سبب
 تین کے تحت ہیں۔ رحمت و رحمت کیلئے دائرہ نمودار رحمتی کیا جاتا ہے۔

وسلم نے تائیت کو تذکیر پر غالب کیا ہے کیونکہ آپ نے نساء کی فضیلت کا قصہ فرمایا ہے اسی سے منہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ثَلَاثٌ کا استعمال فرمایا ہے۔ آپ نے لفظ ثَلَاثٌ تاکیساتہ جو موقوف ہو کر
 بارہ جاتا ہے نہیں فرمایا حالانکہ مذکور کیلئے وہ ہی لفظ ہوتا ہے اور حدیث شریف میں لفظ یثیب کا ہی
 ذکر ہے جو مذکور ہے۔ اور عربی لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب ایک عبارت میں مذکور اور مؤنث کا کلمہ
 ہوں تو وہ تذکیر کو تائیت پر غالب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ کہتے ہیں (قَوَائِمُ وَذَوَاتُ خُجْرٍ)
 بہت عورتیں اور زید شکر۔ وہ یہ نہیں کہتے (قَوَائِمُ وَذَوَاتُ خُجْرٍ) بہت عورتیں اور زید شکر۔
 انہوں نے تذکیر کو تائیت پر غالب کیا اگرچہ مذکور واحد ہے اور مؤنث کی جماعت ہے۔ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم حالانکہ عربی ہیں لیکن آپ نے عربوں کے خلاف یہ پیر خاص طور پر فرمائی ہے۔ اس کی وجہ
 یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نساء کے حقوق کی رہنمائی ہے اور ایک خاص حقیقت کی طرف
 اشارہ فرمایا ہے جس کی وجہ سے قرآن آپ کی محبوب رکھائی گئی تھی۔ آپ نے خود بخود دوست کو محبوب
 نہیں رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کیا کہ اس سے بہت زکات تھے کہ نساء میں شہواتی امور
 ہے۔ پس آپ نے نساء کو محبوب پر نصیب دیتے ہوئے تائیت کو تذکیر پر غالب کیا ہے اور فرمایا ہے
 ثَلَاثٌ جو مؤنث کا صیغہ ہے۔ ثَلَاثٌ بنیہ تاکہ جو موقوف ہو کر بارہ جاتا ہے
 استعمال فرمایا ہے۔ ذکر کیلئے لفظ ثَلَاثٌ ہے۔ حدیث شریف جو کہ بنزلہ قرآن ہے یَقُولُ تَعَالَى
 یَقُولُ تَعَالَى (قَوَائِمُ وَذَوَاتُ خُجْرٍ) اسے حدیث شریف ہی وہی آئی ہے۔ پس آپ نے
 تائیت کو تذکیر پر غالب کیا ہے وہی آئی ہے۔ نیز یہ علم معارف و تحقیق ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے یَقُولُ تَعَالَى (قَوَائِمُ وَذَوَاتُ خُجْرٍ) اَللّٰهُ تَعَالٰی وَ اَللّٰهُ تَعَالٰی
 کہ تَعَالٰی تَعَالٰی وَ اَللّٰهُ تَعَالٰی (قَوَائِمُ وَذَوَاتُ خُجْرٍ) پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق و معارف میں
 والا ہیں اور حقوق کی خاطر آپ کی کیا اشارہ تائیت ہے جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تقدیر کو اس کو
 مولا فرماتے ہیں۔ یہ حقوق نساء کی خاطر تھا کہ آپ نے تائیت کو تذکیر پر غالب کیا ہے۔ اسی سے فرمایا
 تَعَالٰی تَعَالٰی وَ اَللّٰهُ تَعَالٰی (قَوَائِمُ وَذَوَاتُ خُجْرٍ) اس کی تائید ہی میں کہ آپ نے
 تھے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بشارت کے حقوق ہے۔ وہ بہت زکات تھے کہ تائیت کے
 کہ یہ حق ہے۔

شَرَّاهُ اَوْ پھر حدیث شریف مذکور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف کا نام لیا ہے
 چیز کی مثال تائید میں کیا ہے اور ذکر کو ان دونوں کے درمیان میں وسیع کیا ہے میں حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حدیث شریف کو حفظِ خدا سے شروع کیا ہے اور حفظِ صلوٰۃ پر ختم کیا ہے اور یہ دونوں احادیث
 اس تائید کے ہیں۔ ان کے درمیان میں اختلافِ طیب اور کما ہے۔ اور ذکر ہے۔ حدیث شریف شریف
 حَبِيبُ الرَّحْمٰنِ ذِي الْقُوَّةِ الْعَظِيْمَةِ وَجَبَلَتْ لِقَائِهِ قِيَمَاتُ الْعَالَمِينَ وَوُضِعَتْ لَهُ
 درمیان طیب اپنے وجود میں ایسے بے بیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام
 میں اس لئے آپ کی طیب کیسے کہ نسبت نام ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خدا کی
 ذات سے ظاہر ہوا ہے اور خود حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جوہر برحقیت کی طرف
 تنصیب کے لئے ہوا ہے۔ پیرا ہوئی ہے کہ کَانَ وَلِيًّا سَلَامًا كَاوْنُ الْوَلِيِّ سَلَامًا وَتَلَقَّى كَلِمَةً
 میں توبہ میں اس حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو مثالوں کے درمیان ہیں۔ ایک تائید ذات ہے۔ دوسری
 تائید اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے۔ یہ تائید حقیقی تائید ہے اور دوسری تائید تائید
 ہے۔ اور تائید حقیقی ہے۔ اور ایسے ہی اختلافِ طیب حدیث شریف میں درج ہے۔ درمیان ہے
 ایک مثال نسبت میں کی تائید حقیقی ہے اور دوسری تائید نسبت میں کی تائید حقیقی
 غیر حقیقی ہے۔ آگے طیب کی مثال نام ہے۔ اس میں طیب کیسے کہ دی گئی ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے خیرِ آدمی آدم علیہ السلام میں ان دونوں مثالوں کے درمیان طیب نام کی مثال نام کے ہے
 کیونکہ آدم ذات حق میں سے آدم کو پیدا ہوا اور حق کو آدم سے پیدا ہوا ہے۔ درمیان ہے۔ ذات
 حق کی تائید حقیقی تائید ہے اور طیب اس میں کی تائید حقیقی ہے۔ اور اگر ذکر کے کہ آدم علیہ السلام
 ذات حق سے پیدا ہوا ہے۔ نہیں بلکہ حقیقی کی صفت سے پیدا ہوا ہے۔ تو یہی صفت تائید ہے۔ اس
 میں بھی تائید آدم ہے۔ تائید تائید کو حاصل ہے۔ اور اگر ذکر کے کہ آدم علیہ السلام ذات حق سے پیدا
 ہے تو یہ بھی صفت تائید ہے۔ اس میں بھی تائید آدم ہے۔ تائید تائید کو حاصل ہے۔ اس میں بھی
 تائید ہے۔ چاہے کہ آدم پر تائید غیر حقیقی کو تائید ہائے کو حق کی صواب صفت کے نزدیک
 بھی اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کیسے جنت ثابت کرتے ہیں اور عالم کو غیر حق تائید ہے۔ تائید غیر حقیقی
 کو آدم علیہ السلام ہے۔ تائید تائید ہے۔ کیونکہ جنت بھی تائید حقیقی ہے۔ اور ایسے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

و حکم سے حدیث شریف میں شام فرمادیا ہے کہ آدم خلیقی یا آدم خود ہی کا وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے
 ہے اور تو ایسی عالم کا وجود آدم ہی کا تجزہ ہے یعنی حضرت انسان کا الیٰہی وجود عالم سے ہے
 و حق تعالیٰ اور لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الٰہیت یعنی خوشبو کے ساتھ الٰہیت کی ملکیت الٰہی الٰہیت
 کو تمام کے بعد ذکر کرنے کی محنت یہ ہے کہ تمام میں روح کو جو پانی جاتی ہے اور سب سے پہلے
 خوشبو سے نکلنا محبوب ہے جیسا کہ مثل مشہور ہے۔ خوشبو کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الٰہیت کی
 وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو میں روح کو جو پانی جاتی ہے اور سب سے پہلے
 یعنی بعض اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کی طاقت بہت رکھتے ہیں۔ تاہم یہی نہیں کہ ان
 نے اپنی کتاب مشہور بتقریب حقوق العباد صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جنس
 کی نفی ہے اور خوشبو کے عشق ایک باب باندھا ہے۔ کتاب کو شعر کہنے کیلئے چاندی بیٹ شریف
 حق کی جاتی ہیں ۱۱ حضرت انیس رضی اللہ عنہ سے ہوا سلام مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ہم جنس ہونے کی خوشبو سے براہ کمال کسی غیر استوری اور کسی چیز کی خوشبو کہ نہ پائی اور جوہر بن مراد
 رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہونے کو پھر آجی نے حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کے دست تقدیر میں ایسی خوشبو کہ خوشبو پانی کہ گویا ابھی آپ نے سلام کے بعد سے
 اپنے اہل کو باہر نکال دیا۔ حضرت مہروردی نے اس کے بعد مہروردی سے کہ فرمایا آپ نے خوشبو
 کوئی پانی یا نہیں لیکن آپ سے بھی سے خوشبو فرماتے تو ان شخص سے سے ہی اس کی خوشبو سے کھڑے
 رہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ سر پہ اپنے دست تقدیر کو پھرتے تو ان سے خوشبو سے بھی
 جاتا کہ اس پر حضرت دست تقدیر پہنچا ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی
 اللہ عنہ کے گھر آرام فرمایا آپ کو پسینہ آگیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک شیشی لائی اور حضور کے پسینہ کو
 کو جیسے کہنے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے
 رکھوں گی۔ یہ سب سے پہلے اور غیب خوشبو ہے۔ حق بن مہروردی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے
 با خوشبو لگاتے ہوئے حق صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جنس و جنس کی ذاتی خوشبو ہوتی تھی جس سے وہ عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے شقائق و جنس میں جنس مرثیہ نے بیان کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 کا ارادہ فرماتے تو زمین شق ہو کر آپ کو بارشیں پڑھتی ہوتی۔ حضرت بن مہروردی خوشبو صوم ہوتی

[illegible]

لیکن اگر وہ عہد یثیقین کے آپ ہیں تو ہمیشہ نبوتیت کا اعلان کرتے تھے اور ہمیشہ ساجد رہتے تھے۔ مگر ایسا ہے کہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے درجات کا پاس رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرتبہ احدیت سے تہذیب و تہذیب
 و حدیث پر جلوہ نما ہو کر مرتبہ وحدت سے مبرا ہو کر نمودار ہوئی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ مرتبہ احدیت نسبت میں کا
 تہذیب مرتبہ است و مرتبہ وحدت اللہ تعالیٰ کا تہذیب اولیٰ ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر نہ کہ مرتبہ تہذیب
 میں تھے اسلئے آپ مرتبہ تہذیب کا تہذیب کا ادب بظاہر رکھتے تھے۔ نیز آپ اُمت کے کس و مریدین کو تہذیب کے
 ہیں کہ باوجود کمال نبوتیت کے عادت کو ہمیشہ مقیم نبوتیت اور ایمان میں رہنا چاہیے یعنی اگر یہ رات
 ات ہی تنزل فرما کر عہد کی صورت پر جلوہ نما ہے لیکن لادت کا دل وہ ہے جو حضور مراتب و احوال کے
 نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نالی شان ہے کہ لیلہ عالم آپ کے ذہن پاک سے پیدا کئے گئے ہیں
 حَقًّا قَدْ عَلِمْنَا سَلَامًا لِّمَا هُوَ نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اَلْاٰخِرُوْنَ كَلْفُوْرُوْنَ نُوْرٌ هُوَ ذَاتُ اَلْهٰی كِیْ شَالِیْ كِیْ
 یہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت شمس انور کے ہے جو عہد عالم شمس وحدت کے ہیں۔ آپ
 وحدت عالم کا سارا انکسار پیدا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوالکلام ہیں اور لیلہ عالم
 آپ سے پیدا ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب حقیقت ہیں اور غیر ازواج اس آفتاب کی
 شاخیں ہیں۔ اب عالم انسانی یعنی عالم ازدواج میں آپ ہی فاعل ہیں اور عالم جسم عالم ازدواج کا
 ظاہری لباس ہے۔ پھر نہ کہ ازدواج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لہجہ اقدس کی خوشبو سے آج کا
 ہم اعراف فیہ ہیں۔ وہ لہجہ خیر کہ پھر نہ کہ ازدواج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیہ ہے اس سے
 آپ فیہ کو دوست رکھتے تھے یعنی ازدواج کو دوست رکھتے تھے۔ نیز پھر نہ کہ ازدواج کا مرتبہ حضرت
 محمد غیر و ملک کے بعد اسلئے فیہ کا ذکر ہند کے بعد فرمایا اِنَّمَا اَنَا اِنْسَانٌ كَمَا تَخْتَفِیْ بَعْدَ اِنْسَانِ
 مَرْدٌ اِنْسَانٌ ہے۔ پھر نہ کہ انبیاء کون صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہیں مرتبہ وحدت کے بعد مرتبہ علم ازدواج
 کہ ہے اس سے فیہ کا ذکر انسانی کے بعد فرمایا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درجات میں کی ہدایت
 فرمائی۔ درجات حق اللہ تعالیٰ کے قابل (مَرْتَبَاتُ رَبَّانِیَّتِ اَوَّلُهَا حَقٌّ) صاحب غرض ہند و ہند
 ہے اسے ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے درجات یعنی مراتب پر ہیں احدیت وحدت و احدیت و ازدواج
 عالم مثال اور عالم جسم۔ ساقی مرتبہ حضرت انسان کو صلی اللہ علیہ وسلم ہے بران تمام مراتب
 کو شامل ہے۔

یہ ہے کہ پاک لوگوں کے کام میں خوشی ہوتی ہے جیسا کہ ان کی کام میں بھی نہایت بڑی ہے
 پاک لوگوں کے کام میں بڑی ہوتی ہے جیسا کہ ان کی کام میں شہرت و شہرہ ہوتی ہے۔ پس
 سانس کام کی صحت میں ظاہر ہوتی ہے۔ عیب آدمی سے کام عیب ظاہر ہوگی اور عیب آدمی
 سے کام عیب ظاہر ہوگی۔ اور اگر حقیقت پر غور رکھی جائے اور انسان کو مرآت رحمان تصور کیا جائے
 تو اس کی سانس سانس نہیں ہے اور کام کام بھی ہے۔ انسان سانس کا سدا یعنی عیب ہے
 اور اس کی سانس اور کام بھی عیب ہے۔ اور اگر اس کو بند سے کی طرف منسوب کیا جائے تو کام
 بند کے شرح شریف ہے کہ عیب ہے اور کام بند کے شرح شریف دوم ہے کہ عیب ہے۔ مراد یہ
 کہ انسان کی حقیقت ہر حال میں عیب ہے اور عیب ہے۔ البتہ جو چیزیں ہیں کام و ان اس سے عیب
 ہے کہ وہ دوم اور عیب ہو سکتا ہے۔ کہ عیب فرد ہر ذات حق میں خواہ مستحق میں اختلاف ہے
 بالاتر ہیں۔ ان کی شان شان آتی ہے اور وہ کہ یہ (لا یستحق منّا یفقد اھلہ فیستحق) کے
 مصداق ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے پردے کی ہر جو کے متعلق فرمایا کہ وہ ایک ہر
 میں اس کی جو کو پسند کرتا ہوں اور جو نہیں فرمایا کہ میں اس پردے کو پسند کرتا ہوں۔ پس میں
 یہ اشد ہے کہ کسی شے کی ذات پسند نہیں کی جاتی اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ چیز پسند کی جاتی
 ہے جو اس شے سے ظاہر ہوتی ہے اور اس چیز سے کہ بہت کے کئی امور ہیں اور انسانی ذات ہم
 کے ہے۔ عیب ہم منہ بہت علی کے یا عیب کسی غرض کے یا عیب شرح شریف کے یا عیب
 کو اس سے ہیں۔ عیب ہے اس میں نقص ہے۔ کسی چیز کی کہ بہت کچھ دیکھنے دیکھنا اور کام کے ہمارے
 کوئی ہر وہ ہیں۔ عیب ہر شے کی حقیقت اگرچہ ذات حق ہے لیکن ہر شے ظہور ذات کے عیب
 و عیب سے یا عیب ہے عیب کو اگرچہ ذکر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب و عیب کی عیب و عیب
 عیب نکالی گئی ہیں کہ پاک اور بے عیب ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں کہ میں عیب ہوں اور میں عیب ہوں کہ میں عیب ہوں
 میں ہر عیب سے اپنے آپ کو نکالتا ہوں اور میں عیب ہوں کہ میں عیب ہوں کہ میں عیب ہوں کہ میں عیب ہوں
 اپنے ہیں۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عیب کی عیب دیکھنے کی عیب دیکھنے کا اس سے عیب
 کیلئے اور دیکھنے کی عیب سے عیب کہ عیب دیکھنے کا عیب دیکھنے کا عیب دیکھنے کا عیب دیکھنے کا عیب دیکھنے کا

بدستِ مخلوق رہو گے اور دوسری وجہ یہ کہ اگر وہ مانی لوگ دلائل کو توہم ہی بدست لیا کرتے ہیں یہی سبب
 غصہ کی میں مغفرت کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی پیداوار میں اس نے اپنے والی خشک مٹی سے ہے جو مٹی
 ہونی کیچڑ سے بنی مٹی بقولہ تعالیٰ (وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ رَّغْوٍ حَسَنٍ) ملاکر
 انسان سے اسوہ سے کراہت کرتے ہیں کہ انسان ہر مغفرت اور انصاف کے مستحق اور حق ہے اور
 فرشتے نوری ہیں یا غصہ کی ہیں سب کے سب مغفرت اور انصاف سے پاک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 دستم میں مغفرت سے مشتے ہیں ہر عالم انسانوں میں پائی جاتی ہے۔ اسات میں اس حدیث شریفہ میں
 کی گئی ہے کہ اس امر کی صراحت پائی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انصاف نہ ہوگا
 خوشبودار تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک خوشبودار تھا اور وہاں آپ رفع حاجت کے لئے
 بیٹھتے وہاں رفع حاجت کا کوئی نشان نہ پاتے۔ بول و براہ زمین گل ماتی اور وہاں صرف خوشبودار
 خوشبودار معلوم ہوتی۔ ایسے ہی عالی سرکار جناب حضرت فاطمہ پاک شیخہ عہدہ قادریہ رضی
 اللہ عنہا کی شان اقدس ہے۔ مجملہ اکابر محدثین و محدثین نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ حضرت فاطمہ
 رضی اللہ عنہا کا پسینہ مبارک خوشبودار تھا اور حضور کا بول و براہ بھی نہ جی بھلی جاتی وہاں
 صرف خوشبودار معلوم ہوتی (تحقیق الاولیاء فی شان سلطان الاولیاء) سبحان اللہ انہی
 کی خوشبودار جیب خوشبودار ہے اس کی بدست انقباض عارفین رضی اللہ عنہم کے ثواب میں حقیقت
 محمدی علی صاحب الزمرۃ والسلام کا ظہر ہوتا ہے اور نوری ملاکر اس سر تاج حضرت جہاں نیاں علیہ السلام
 ان کا خادم ہوتا ہے۔ ہیں فرشتے اپنی ذات سے انسان کی بدست کراہت کرتے ہیں۔ انسان کی ذات
 سے کراہت لیا کرتے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ عام فرشتے عام انسانوں کے خادم ہیں اور خاص فرشتے
 خاص انسانوں کے خادم ہیں۔ حکم ان کے جیسا کہ گور کے کیڑے کو جزیج گلاب کے پھول کی خوشبودار
 سے متعلق ہوتا ہے اور اس کے نزدیک گلاب کا پھول خوشبودار نہیں ہے ایسے ہی اس شخص کا حال
 ہے جس کا مزاج ظاہر و باطن گور کے کیڑے کی طرح ہے کیونکہ حق بات سب اس کو وہ نہیں ہے
 اس کو ضرر کرتی ہے اور باطل بات کو اس کو خوش ہوتا ہے حکم ان تعالیٰ (وَالَّذِينَ آمَنُوا
 بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ أُنْفُسَهُمْ) اور وہ لوگ جو
 باطل پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی بات کو فریب یہ وہ لوگ ہیں جو خود کو نہیں دیکھتے۔

نے ان کی توصیف خیران کیساتھ کی۔ جو شخص پاک اور ناپاک ہیں انہیں شہداء اور بدو میں تیز کر کے
اس کے ساتھ اور ک نہیں ہے یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ نعم عطا کرے وہ ہی حق اور باطل میں نہیں
اور باطل میں تیز کر دیتا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرف پاک و نیک کی
ساتھ جناب کو ہر طرف پاک اور خوشبودار چھوڑا اور حق بالکل کیساتھ نہایت ہے۔

اور کہ یہ بات متفقہ ہے کہ عالم میں کوئی ایسا مزاج بھی جو جو ہر شے میں ہواستہ پاک اور نیک
کے لئے کوئی شے نہ دے اور ناپاک و بدو کو نہ پہچانے یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا مزاج نہیں پایا جاتا
کیونکہ یہ کلمہ و رسم نے اس میں بھی نہیں پایا اس سے عالم تمام ہواستہ اور نیک و باطل میں
اور ہم نے یہ چیز پائی ہے کہ حق و باطل میں سے کچھ ہوتا ہے اور باطل سے نیک و نیک ہے اور نیک
نہیں ہے اس سے کہ بہت کی باتیں الگ ہیں وہی ہے جس سے نیک و نیک ہوتے۔ عالم نیک و نیک
پر ہے اور انسان و دراصل مخلوقوں پر ہے یعنی انسان کا نام ہر عالم کو شافی ہے اور ان میں متعین کی گئی
ہے۔ پس عالم میں کوئی ایسا مزاج نہیں ہے جو ہر شے میں سے ہر طرف نیک و نیک کہ اور پاک نہ کرتا جو
ہر مزاج کے نزدیک عالم کی کوئی شے یا نیک ہے یا نیک ہے۔ بن ٹکڑاؤ کہ عالم میں ایسا
مزاج پایا جاتا ہے جو پاک کو ناپاک سے اور ناپاک کو پاک سے لیکن اس کو اس امر کا علم ہے کہ نیک و نیک
ناپاک چیز ایک ذوق یعنی تمیزی تیز کیساتھ نہیں ہے بلکہ بغیر ذوق تیز کے وہ نیک ہے۔ پس
عالم مزاج کو اس شے کے نیک و نیک ہونے کا اس میں اس امر سے اس کو باز رکھتا ہے کہ وہ اس
ناپاک شے کو پاک اور پاک کو ناپاک نہ کرے۔ یہ عادت کمال کی شان ہے جو مقبول و مستحسن
یا جمیع میں ہر شے کو نیک و نیک ہے لیکن مرتبہ فرق ہے۔ ناپاک میں پاک کو ناپاک سے تیز کرتا ہے
اور لیکن عالم یعنی موجودات سے ناپاک کو ناپاک و نیک نہیں ہے۔ غرض یہ ہے کہ عالم میں ایسا کوئی
مزاج نہیں پایا جاتا جو ہر شے کو پاک تصور کرے۔ ہر شے کے لئے ہر شے ایک ذوق ہے جو
ہے اور وہی شے دوسرے ذوق میں ناپاک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شے کو نیک و نیک
نیک سب میں پائی جاتی ہے۔ ﴿وَرَحْمَتُ اللَّهِ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے
ہر شے کو اپنا وجود عطا کر دیا ہے جیسے کہ میاں نے خود عطا کر دیا ہے۔ پس اس
مقدار سے نیک و نیک شے اپنی ذات اور حقیقت کے لئے نیک و نیک ہے کیونکہ نیک و نیک کی نیک و نیک

بھی احتمال ہے۔ اور نجیث شے کے نزدیک قیثہ ہی نجیث ہے۔ نیز کہ گوہر کے کیسے کے نزدیک
گوہر کہ پھول نجیث ہے کیونکہ پھول کی خوشبو سے وہ مر جا آتا ہے۔ نیز کہ تیرہ یہ زکو کہ عام میں کوئی
قیثہ شے ایسی نہیں جو کسی وجہ سے کسی دوسرے سے مزاج کیلئے نجیث نہ ہو اور ایسا ہی ہر گھاس ہی
کے معنی عام میں کوئی نجیث شے ایسی نہیں جو کسی وجہ سے کسی دوسرے سے مزاج کیلئے قیثہ نہ ہو بل
کی وجہ سے کہ لوگوں کے عروج و غفلت میں اور متعدد ہیں۔ ایک مزاج کے نزدیک خنزیر کا گوشت
قیثہ ہے اور دوسرے کے نزدیک نجیث ہے۔ مزاج یہ ہے کہ مرتبہ اعدیت ذاتیہ میں ہر شے قیثہ
ہے اور مرتبہ کثرت اور تفصیل میں افراد کو نجیث ہے۔ البتہ کہ اختلاف ہے اسے ہر شے قیثہ ہی
ہے اور نجیث ہی ہے۔ قیثہ کے نزدیک نجیث نجیث ہے اور نجیث کے نزدیک قیثہ قیثہ
ہے۔

وَمَا كُنَّا أَوْ تَمْبِرِي بِيَزَاجِی کے جب فرشتہ اُولی کامل ہوئے تو وہ غالباً اسی سے فرمایا
جَعَلْتُ لَكَ نَجَیْنِی اِن اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ ہے۔ اور تمبری بیزاجی جس کے معنی سدا
کائنات میں شہید و سلم کی محبت رکھتی گئی وہ ناز ہے اسی سے معنی معنی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ میری آنکھوں کی محض ناز میں ہے۔ ناز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمبری
سے نشت ہوتے تھے۔ وہ یہ کہ ناز سے آپ کی آنکھیں نہالک شہری ہوتی تھیں
ناز میں احتمال کا مشاہدہ ہوتا ہے نازی ہے کہ تھیں ناز اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کھٹ
یعنی سرگوشی کرنا ہے۔ اِن اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
کہ تو میرا ذکر کر میں تیرا ذکر کرنا کہ عیث شریعت میں ہوتا ہے اِن اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ ہے
تعالیٰ کی ہدایت سے کہ گویا تو اسے ایک راہ ہے۔ ناز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ
اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ کی معراج ہے۔ معراج میں پھر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اُن اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ
ہوا تھا اسے آپ نے بار بار فرمایا کہ میں نے اسے دیا اُن اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ ہے۔ ہاں وہ کاروں
اپنے مرتبہ قیثہ سے صاحب ہے۔ پھر تہا اُن اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ کی ذلت سے تہا ہے یعنی خود ہی
سید ہے اور خود ہی میرا خود ہی ہوتا ہے اور خود ہی اللہ تعالیٰ اُن اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ ہے
یا کہ معنی اللہ علیہ وسلم آپ کو خود ہی اللہ تعالیٰ اُن اِسْمِ لَوْ كُنْ تَحْتِی نَازِیْہ ہے۔ ناز میں ناز میں ناز میں

میں جو ان اسی نصیب ہوتا ہے۔ نماز میں عبد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ عبد کا ذکر کرتا ہے
 نماز ایک عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ اور عبد کے درمیان دو حصوں پر تقسیم کی گئی ہے اس کا ایک حصہ
 تعالیٰ کیلئے ہے اور اس کا دوسرا حصہ عبد کیلئے ہے جیسے کہ حدیث قدسی میں وارد ہوا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا نماز میرے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے ایک ایک حصہ میرے لئے ہے اور ایک حصہ
 میرے بندے کیلئے ہے اور میرے بندے کیلئے وہ چیز ہے جو اس نے مجھ سے سوائے کیا؟ بندہ نماز میں کہتا ہے
 اے اللہ! اللہ! اللہ! اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے عبد! اے عبد! میرے بندے نے مجھ کو یاد کیا ہے
 مجھ سے اے عبد! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے عبد! اے عبد! میرے بندے نے مجھ سے میری
 تعریف کی۔ بندہ کہتا ہے (اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے عبد! اے عبد! میرے بندے
 نے میری شان کی۔ بندہ کہتا ہے (سَلِّ عَلَیْهِ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے عبد! اے عبد! میرے بندے نے
 عباد میرے بندے سے میری یاد کی اور اپنے سوا میری عزت سونپے۔ پس یہ تمام چیزیں
 اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں یعنی نفل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان ان الفاظ میں آپ کی اور آپ کے
 کی زبان پر اپنی شان آپ ہی کرتا ہے پھر بندہ کہتا ہے (اِنَّكَ فَتَّيْنِ) اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے یہ میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کیلئے وہ چیز ہے جو اس نے
 مجھ سے سوال کیا۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اشتراک ثابت کر دیا یعنی اس آیت میں ہر
 طالب کو جیسے اس نے اس سے ثابت ہوا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اس سے کلام کرے
 ہے۔ اس آیت سے نماز میں بندہ کیلئے رویت بھی ثابت ہے۔ بندہ کہتا ہے (اَعِدْنَا الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ
 عَزَّ وَجَلَّ الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ عَزَّ وَجَلَّ عَزَّ وَجَلَّ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تمام
 میرے بندے کیلئے ہے اور میرے بندے کیلئے وہ چیز ہے جو اس نے سوال کیا۔ پس یہ خاص
 میرے بندے کیلئے ہے جیسا کہ اول بعد خاص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ لہذا اس حدیث شریف سے نماز
 میں سورہ فاتحہ کی قرأت کا وجوب معلوم ہوا اور جس نے نماز میں سورہ فاتحہ کو نہ پڑھا اس سے
 حقیقتاً نماز نہ پڑھی ہو اللہ اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے۔ مراد یہ ہے کہ نماز کا مقصد و زیادہ
 الہی ہے اور دیکھنا الہی ہوا سے سورہ فاتحہ کی قرأت کے نصیب نہیں ہو سکتا اور جو شخص سورہ فاتحہ
 میں نہ پڑھے اس نے نماز کا مقصد نہ کر دیا۔ سید الکونین اہم ما یقام حضرت اہم شیخ ہاک مولانا

یعنی یہ ذکر اللہ تعالیٰ کو بخشین تو اس سے پہلے مشاہدہ حق سے وہ ہی شہرت ہوتا ہے جس کا دل فر
 وغان سے منور ہو رہا ہے ہر نمازی نماز میں اپنا کہتے مظلوم کو یقین ہے کہ آیا وہ نماز میں اس دُوریت ہی
 سے شہرت ہوتا ہے یا نہیں۔ اور اگر نمازی نماز میں شہرت کو نہ دیکھے تو اس بیان کیسے متبادلات
 کرے کہ گویا وہ شہرتی کو دیکھ رہا ہے۔ یہی اگر نمازی شہرت کو ہی ہے اور اس نماز کو جو اللہ کے
 خود ہی سے اور خود ہی محبوب سے تو وہ دُوریت اتنی سے شہرت ہے اور اگر اس نماز شہرت سے
 واقف نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی کوشش کرے اور دیکھ کر نماز پڑھے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ وہ
 اپنے قلب میں مناجات کے وقت حق تعالیٰ کا تصور کرے اور اس چیز کی خاطر کان لگائے جو شہرتی
 کی طرف نمازی پر دُور ہوتی ہے۔ وہ سب دُور اپنے شیخ کو اس کہیں اللہ تعالیٰ کی ذات جانتا
 ہے۔ شہرتی پاک نمازی شیخ کو اس کا تصور اپنے سامنے رکھ کر نماز پڑھتا ہے۔ شیخ کو اس کے
 پاؤں میں سجے کرتا ہے لیکن شہرتی ہمت شیخ کو اس کی صورت پاک کا بڑی اللہ تعالیٰ ہے اور
 تصور کرتا ہے کہ سے
 مَن نِیم یار است از مَر تا قدم۔

یہی اللہ تعالیٰ خود ہی صاحبِ عباد ہے اور خود ہی محبوب ہوتا ہے۔ ہر نمازی اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر اور
 اس کی طرف کان لگا کر غم و غم سے نماز پڑھتا ہے تو اسے ہر دور و ہمت نصیب ہوتا ہے اور
 وہ دُور سے عرفان سے شہرت ہو رہا ہے۔ اور اگر نمازی غم و غم سے لکھے نہ ہی طویل و درشن ہو رہا
 کیسے جو اس کے بعد نماز پڑھتے ہیں کیونکہ ہر نمازی ہر شک و گمان سے بے خبر کہ مریت لیت ہیں اور
 تو کہ نمازی حبیب تھا نماز پڑھتا ہے تو اس کے جیسے جانکے ہیں نماز پڑھتے ہیں امام ہو تو اسکو نماز
 میں نہ سولی کا تہہ حاصل ہوتا ہے اور یہ مرتبہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیابت ہے۔ اور وہ
 کہ نمازی اگر انصاف کو اہم ہے تو بھی نماز میں فرشتے اس کے جیسے نماز پڑھتے ہیں اور اگر نماز
 پڑھتا ہے تو بھی فرشتے اس کے جیسے نماز پڑھتے ہیں تو اس سے یہ سعادت انسان کو نماز میں ہی حاصل
 ہوتی ہے۔ نیز جب نمازی انصاف کو اور فرشتوں کو نماز میں امام ہو کر اسے تو اس کو دُور کا مرتبہ
 حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو دُور کی طرح مقدر ہوتا ہے اور لوگ اس کی امانت کرتے ہیں نیز
 وہ بڑے مقدریوں کے بعد سعادت ہو نماز میں کئے جاتے ہیں انکو ہی جناب انہی میں ہوشی کرنا
 ہے اور لوگ آئین کتے ہیں اسوقت وہ حق اور حق کے درمیان ایک رُشول کی طرح اسید ہے نیز

ہرگز وہ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کو تائبہ اسے قرآن مجید کے بعد انکسار نہ مقتدرین کو پہنچاتا
 ہے اور یہ ایک رسول کی شان ہے کہ نہ ہر شخصوں کے سامنے نہ غل تک پہنچاتا ہے۔ اور یہ حقیقت
 میں اللہ تعالیٰ کی نیابت ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان کو ان کی باطنی بہت جو کہ خفا میں ہے اسے ہر
 رسول حقیقت کے لئے اسے میں حق ہے لیکن مستثنیٰ کیے عزت تائید ہوا ہے بنام قرآن پاک علی
 اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی رسول نہیں رہتا کہ کہہ سکتا ہو: **اللَّهُ أَذِي وَحِيْبٌ مُّبِيْنٌ**۔
كَلِمَاتٍ عَلَيَّوْا سَلَامٌ اَكْلَمْ وَ سَنِيْ يَوْمَ لَا تُخْذِلُكَ اِيْمَانُ وَلَا تَقْهَرُ اور ہوا کہ امام نماز میں کہتا
 اللہ یسین حیدر کہتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی حمد سنی جس نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی تو
 کیا وہ اپنی ذات کو اور اپنے مقتدرین کو اس امر کی خبر دیتا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کی حمد
 سن لی ہے۔ اس پر جو کہ اور دیگر عاملین کہتے ہیں: **رَبِّكَ اَلْحَمْدُ** یعنی اسے ہر وقت سب
 تعریف خاص خود پر تیرے ہی سے ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے بندے
 یعنی امام کی زبان پر فرمایا: **سَيَمُوْا اللّٰهَ يَسُوْا حَيْدَرًا**۔ اس سے طالب نماز کے عالی مرتبہ پر غور
 اور دیکھ کہ نمازی کو نماز کہاں تک پہنچاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب امام کہتا ہے: **سَيَمُوْا اللّٰهَ يَسُوْا**
حَيْدَرًا اس وقت جو اللہ تعالیٰ کیسے رام کرتا ہے وہ خود ہی اس حمد کو سنتا ہے۔ اس کے بعد
 سے پھر کوئی اللہ تعالیٰ کو خود انہیں جو اس کی حمد کو سنتا ہے۔ اس حال میں وہ عام بھی خود
 ہے اور نہ کہنے والا یعنی خود بھی خود ہے۔ بہت بشارت سے وہ عباد ہے اللہ بہت بخت و بہت
 کی اس سے وہ خود ہی خود ہے اور اپنی حمد کو خود ہی سنتا ہے۔ نیز حاضرین جو اس کے پیچھے نماز پڑھتے
 ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں ان کو مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ: **سَيَمُوْا اللّٰهَ يَسُوْا حَيْدَرًا** یعنی آپ
 لوگ جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اس حمد کو اللہ تعالیٰ میرے کانوں سے سن رہا ہے اور اس پر
 مقتدرین مہر ثبت کر دیتے ہیں کہ: **رَبِّكَ اَلْحَمْدُ** یعنی اسے ہر وقت سب حمد خاص خود
 تیرے ہی لئے ہے یعنی وہ بھی امام کو نہیں حق مانتے ہیں اور کہتے ہیں: **رَبِّكَ اَلْحَمْدُ**۔ پس ہم
 نماز میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب ہے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب ہے نہیں بلکہ ان ذات ہے۔ اسے طالب
 دیکھ نماز میں امام کی کیا عایشان ہے۔ پس جس شخص کو نماز میں رویت اتنی کار جو حاصل نہیں کہ
 نماز کی غرض و غایت کو نہ پہنچا اور اس کو نماز میں آنکھ کی ٹٹا کہ حاصل نہ ہوئی کیونکہ اسے یقین

اُس ذات کو نہ دیکھا جس کے ساتھ وہ سرگوشی کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ عارف کامل جب نماز میں پہنچتا ہے
 محسوس کرتا ہے کہ وہ خود ہی عاجز ہے اور خود ہی کمزور ہے خود ہی عاجز ہے اور خود ہی کمزور ہے تو اس
 پر ایک وجہ کی حالت جاری ہو جاتی ہے اُس کا دل ذوق سے چر ہو جاتا ہے اور اُس کا روم روم ہوتا ہے
 مہل کرتا ہے حتیٰ کہ وہاں بار کی محض اُس کی آنکھ کو ٹنڈک پہنچاتی ہے۔ اور جس انداز میں
 نماز میں وہ چیز نہ مٹتی ہو محتالی کی طرف سے نمازی پر وارد ہوتی ہے وہ اُن لوگوں میں نہیں ہے
 جنہوں نے کان لگا کر اُس چیز کو نہ مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کے ہر حکام نماز میں تلاوت کے لئے
 کہ تلاوت نماز میں اُن حکام کو فوراً نہ مٹے تو وہ اُن لوگوں میں شامل نہیں جو نماز میں قرآن مجید کی
 تلاوت میں فوراً گرتے ہیں اور ہر نمازی نماز میں اپنے رب تعالیٰ کے حضور میں نہ ہو اور اُس سے نہ کام
 لے نہ اس کو دیکھے وہ ہرگز نمازی نہیں ہے اور وہ اُن لوگوں میں نہیں ہے جن کے متعلق وارد
 ہوا ہے (وَلَا تَرْفَعِ يَدَيْكَ لِتَسْبِّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَلَا تَمْسُكَهُنَّ مَتَاعًا بَيْنَكَ وَبَيْنَ رَبِّكَ) یعنی قرآن مجید میں
 اُن لوگوں کیلئے نصیحت ہے جس کا قلب آگاہ ہے یا کم از کم وہ کان لگا کر سنتا ہے اور وہ عاجز ہے۔
 یعنی نمازی وہ ہے جو عارف کامل ہے اور اس راز کو جانتا ہے کہ وہ خود ہی عاجز ہے اور خود ہی کمزور
 ہے اور اگر اُس کا یہ مرتبہ نہیں تو کم از کم نماز میں اپنے مسجود کو قبضہ میں تصور کرے اور اُس کے پاؤں
 میں سہمے کرے اور قرآن مجید اُس کی کام مسجود کر پڑے اور اُس سے لے لے۔ یہ تبتی حکم کی حالت
 ہے جو نماز میں اپنے شیخ کامل کو تصور اپنے سامنے کرتا ہے اور شیخ کو یمن مسجود ہوتا ہے اور اُس
 کے پاؤں میں سہمے کرتا ہے۔ لیکن منتہی عارف شیخ کامل کی صورت کا بڑی آواز کر نماز چھوڑ
 اور اپنے آپ کو نیست کہ دیتا ہے اور تصور کرتا ہے کہ اب شیخ ہی عاجز ہے اور شیخ ہی کمزور ہے۔
 آیت کریمہ میں (يَسْتَنْبِطُ لَكَ قَلْبُكَ) عارف کامل کی طرف اشارہ ہے جس کا قلب دولت عرفان سے ممتلئ ہوا
 وہ نماز میں خود ہی عاجز اور خود ہی مسجود ہوتا ہے (وَلَا تَمْسُكَهُنَّ مَتَاعًا بَيْنَكَ وَبَيْنَ رَبِّكَ) اُس نمازی کی طرف
 اشارہ ہے جو ابھی حقیقت میں مبتدی ہے اور رب تعالیٰ کو خود سے جدا سمجھتا ہے اور شیخ کامل کو یمن
 ذات حق سمجھ کر شیخ کامل کو تصور اپنے سامنے قبضہ میں کرتا ہے اور اُس کے پاؤں میں سہمے کرنا
 ہے اور اُس کی کو دیکھتا ہے اور اُس کی قرآن سمجھ کر اُس سے سنتا ہے۔ یہ وہ بھی ذوق حاصل کرتا ہے
 اگرچہ عرفان میں ناقص ہے۔ ان دونوں حالتوں کے علاوہ جتنے نمازی ہیں سب کے سب جاہل ہیں۔

ان کو نماز میں کچھ ذوق حاصل نہیں ہوتا۔ ان کی نماز حقیقی نماز نہیں ہے البتہ غریبہ اور سہولت ہے۔
 دیکھو اللہ تعالیٰ اور جہات نماز کے کوئی ایسی عبادت نہیں بلکہ وہ اس عبادت کے دوران میں
 اُمور سے منع کرتے ہیں یعنی نماز میں ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کے اندر اور کوئی کام نمازی نہیں کر سکتا
 دوسری عبادت کا یہ حال نہیں کیونکہ غرض زکوٰۃ اور حج میں انسان دیکھتا ہے کہ وہ بھی تعزیر کر سکتا
 ہے۔ اور نماز میں نمازی کیسے مجتہد ارکان نماز سے ہیں پر نماز مختل ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا
 ہے۔ خواہ وہ ارکان اقوال سے ہیں یا افعال سے ہیں۔ اور تحقیق ہم نے اپنی کتاب نوحات کتب میں
 مرد کاہل کو نماز میں وصف بیان کیا ہے یعنی نماز میں اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ ہر وقت کان کو نماز
 میں کدو حافی معراج حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ ذوق سے بھر جاتا ہے کیونکہ کدو اپنی حمد آپ ہی کرتا ہے
 اور اپنے آپ کو آپ ہی سجدے کرتا ہے۔ درود شریف بھی اپنے آپ پر ہی پڑھتا ہے کیونکہ اس کے
 قلب میں حقیقت قریہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نمود ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول اِنْ اَنْصَرَفَ
 تَخَلَّى عَنْ اَلْفَقْدَانِ (والتَّحَكُّمِ) کو نماز ہے حیاتی اور برائی بات سے روکتا ہے۔ ہر آدمی جتنا اللہ
 تعالیٰ نے نماز کیلئے یہ امر مشروع کیا ہے کہ جب تک نماز نماز میں ہے اور اس کو نماز کہہ رہا ہے
 وہ اس عبادت کے ہوا کسی اور چیز میں تعزیر نہ کرے یعنی نماز نمازی کو صبر نماز کے دوران میں
 بڑے کاموں سے روکتی ہے کیونکہ نماز کے دوران وہ شرعاً کوئی ناجائز حرکت نہیں کر سکتا نیز مرد کاہل
 کو نماز میں استغفر اور مستغفر ہوتا ہے کہ اس کو نماز میں خیر کا خیال آتا ہی نہیں۔ (وَلَا يَنْكُثُ) اللہ
 اکبر اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا
 ہے۔ نماز چھ لکھ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان عبادت مقصود ہے اس لئے نماز میں بندہ اللہ تعالیٰ کا
 ذکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کا ذکر کرتا ہے یعنی اس کے سوالوں کا جواب دیتا ہے اور اس پر
 برکت سے راجع فرماتا ہے۔ آیت کی یہ ہیں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ نماز ایسی بڑی عبادت
 ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا ذکر کرتا ہی نہیں اپنے بندے کے سوال اور جواب دیتا ہی اور اللہ تعالیٰ کا بندے کو
 یاد کرنا بندے کا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے افضل اور بڑا ہے کیونکہ کبرائی اللہ بندگی تحقیق خاص اللہ
 تعالیٰ کیلئے ہے۔ مراد یہ ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا تو کوئی اچھا بات نہیں۔ بندے کا تو کلمہ ہی
 یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے مگر نماز ایک ایسی بڑی چیز ہے کہ اس میں رب کریم باوجود اپنی

کبریا کی اپنے ہو ذیل کا ذکر کرتا ہے یعنی اپنے بندے کے سوالات کا جواب دیتا ہے اور اپنے بندے کی طرف نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کا ذکر کرنا ایک توغلی ہے بیجا ہے ذکر ہوا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا عَمَّا كَانَتْ تَدْعُوهُ لَوْلَا فَضْلُكَ كُنَّا فِي الضَّالِّينَ یعنی جب بندہ نماز میں خشوع خضوع سے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور اُس سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توجہ فرماتا ہے اور سوالوں کو قبول فرماتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت و عنایت سے رجوع فرماتا ہے اور اُس رحمت و عنایت الہی کا بندے کا دل پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اُس کو نماز میں لذت و سرور نصیب ہوتا ہے۔ یہ نماز کی جناب الہی میں قبولیت کی علامت ہے اور حقیقت میں یہ لذت و ذوق ہی اللہ تعالیٰ کی لبتیک ہے۔ اسی سے ارشاد ہوا (وَاللَّهُ يَخْتَرُ مَا يَشَاءُ لِقَوْمٍ يُغْتَابُ) اور ارشاد ہوا (وَأَلْقَى الْقَسَمَ بِالْحُوتِ عَنِ نَجْوَى مُوسَى إِلَى أَبِي هَارُونَ إِخْوَتِهِ أَنْ خَلِّفْهُ فِي الْوَعْدِ فَإِنِّي أَخَافُ الْكَافِرِينَ) یعنی اللہ تعالیٰ بندے کو تم نماز میں کرتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ بندے کے خشوع خضوع کو نماز میں دیکھتا ہے۔ یہ تو اشارہ ہے اُس ذکر کا جو بندہ اللہ تعالیٰ کا کرتا ہے۔ (وَأَلْقَى الْقَسَمَ بِالْحُوتِ عَنِ نَجْوَى مُوسَى إِلَى أَبِي هَارُونَ إِخْوَتِهِ أَنْ خَلِّفْهُ فِي الْوَعْدِ فَإِنِّي أَخَافُ الْكَافِرِينَ) یا نمازی نے کان لگایا ہوا اور وہ حاضر ہو یعنی نمازی اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوا وہ اُس ذکر کو سن رہا ہو جو اللہ تعالیٰ اس نمازی کا کرتا ہے۔ اس آیت میں اُس ذکر کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ بندے کا کرتا ہے۔ بندے کے دل میں ذوق و سرور پیدا ہو جانا ہی اللہ تعالیٰ کا بندے کو یاد کرتا ہے۔

اور نماز کے اہم اوقات میں سے ایک یہ ہے کہ چھوٹے وجود عالم ایک حرکت مستورد سے عاجز تھا جو عالم کو وجود الہی سے وجود خارجی کی طرف مائل اسے نماز عالم کی جمیع حرکات کو شامل ہوئی یعنی عالم کا مرتبہ علم سے مرتبہ خارج میں ظاہر ہوا ایک حرکت حقیقی ہے جس میں نہیں۔ فیض متقدس سے اللہ تعالیٰ عالم کو مرتبہ عدم انافی سے مرتبہ وجود خارجی میں لایا۔ نیز عالم کی جمیع حرکات نماز میں رکنے کا مقصد یہ ہے کہ نمازی کو پتہ چل جائے کہ انسان مجبور عالم ہے۔ عالم کی حرکات تین قسم پر ہیں ایک حرکت مستقیم ہے اور وہ نمازی کے قیام کا حال ہے۔ دوسری حرکت انفی ہے اور وہ نمازی کے رکوع کا حال ہے۔ تیسری حرکت منکوسہ ہے اور یہ نمازی کے سجود کا حال ہے یعنی علم میں تین قسم کی حرکات ہیں ایک تہ کہ کوئی چیز اسفل سے اعلیٰ یعنی زمین سے آسمان کی طرف حرکت کرے۔ قیام میں یہ نماز پر کھڑا ہو جاتا ہے پس یہ حرکت مستقیم ہے۔ دوسری یہ کہ کوئی چیز اعلیٰ سے اسفل یعنی آسمان سے زمین کی طرف حرکت کرے۔ سجود میں نماز

اپنا سر اپنے پاؤں میں رکھ دیتا ہے پس یہ حرکت منکوسہ ہے۔ تیسری یہ کہ کوئی چیز اُفق یعنی آسمان کے کناروں کے درمیان حرکت کرے۔ رُکوع میں نمازی کا سر آسمان کے کنارہ کی طرف ہوتا ہے پس یہ حرکت اُفق ہے۔ نماز کی حالت میں نمازی میں عالم کی جمیع حرکات پائی جاتی ہیں یعنی نماز نمازی کو اشارہ کر رہی ہے کہ تو مجھ پر عالم ہے۔ اسی لئے انسان کامل کی نماز مجہد عالم کی نماز ہے اور خدا کا استغفار پڑھنا مجہد عالم کہنے ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز شتر و فہ اور ایک بھی روایت میں خود فہ استغفار پڑھتے تھے یعنی آپ کا استغفار پڑھنا اُمتِ حنیفہ کے گناہوں کیلئے تھا۔ عالم کو وجود حرکت پہلی آہی سے حاصل ہوا اس لئے عالم کی ہر شے حرکت میں ہے یعنی کسی نہ کسی مبادی میں ہے ﴿مَا كَانَ لَكَ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَاءُ﴾ ﴿إِلَّا بِإِذْنِ رَبِّكَ﴾ ﴿وَلَا تَقْفُوا﴾ ﴿تَسْبِيحَهُ﴾۔ انسان کی حرکت مستقیم ہے یعنی انسان جب پاتا پھرتا ہے ہو تو اس کی حرکت مستقیم ہوتی ہے یعنی وہ حالتِ قیام میں ہے۔ اور حیوان کی حرکت اُفق ہے یعنی مجہد عیدانات حالتِ رُکوع میں ہیں اور نبات کی حرکت منکوسہ ہے یعنی نبات کی ہڈیں یعنی سر زمین ہوتے ہیں اور شاخیں اور پتوں کی طرف ہوتی ہیں تو گویا نباتات حالتِ سجود میں ہیں۔ اور مباد کے لئے اپنی ذاتی کوئی حرکت نہیں۔ مثال کے طور پر پتھر اور حرکت نہیں کرتا بلکہ کوئی اور شخص اس کو حرکت دیتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ عبادات سب مجہد ہوتے ہیں یعنی مجہد عبادات حالتِ تشہد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ نماز میں مجہد عالم کی انواع عبادات کی جامعیت کا شرف حاصل ہے :

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنذَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ بِمَا عَمِلُوا قَدِيرٌ
میری آنکھ کی ٹھڈک نماز میں گردانی گئی ہے۔ آپ نے جُعِلَتْ سَاعِدٌ مِثْرَةٌ مَوْنَتْ جہول کے فرمایا اور نفل جُعِلَتْ کی نسبت اپنی ذات کی طرف نہیں کی بلکہ حق تعالیٰ کی طرف کی ہے۔ اس میں حرکت یہ ہے کہ نماز میں آنکھ کی ٹھڈک دینا اُپنی کے ساتھ ہوتی ہے اور نمازی کے لئے تجلی الہی اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے نہ کہ نمازی کی طرف یعنی نمازی کو نماز میں مشاہدہ حق ہونا اللہ تعالیٰ کے فیض پر نور و نور ہے نمازی کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہا ہے تو نمازی کو نماز میں دینا اُپنی حاصل ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ ہر نمازی در نسبت دینا اُپنی سے مشرف نہیں۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کیلئے اس صفت یعنی قُسُوَّةٌ عَيْنٌ کا ذکر نہ فرماتے تو لبتہ اللہ تعالیٰ آپ کو بغیر پہلی آہی

کے نماز پڑھنے کو حکم فرماتا ہے یعنی چھ نماز میں نماز کو حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر نماز پڑھے
 وَذَكَرَ فِي الْغَيْبِ الْإِحْسَانُ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ اے اللہ تعالیٰ سحر و جادو سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ سے
 کیے نماز میں غیبی فرماتا تھا اور آپ دیوار الہی سے مشرتاب ہوتے تھے اور دیوار الہی ہی حبیب کی آنکھ
 کی غنڈک کا باعث تھا لہذا آپ نے اپنی آنکھ کی غنڈک کا ذکر فرمایا۔ چھ نکویں الہی حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کیے تھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے متقی اور آپ کو یہ مشاہدہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و برکت
 تم اگلے فرمایا کہ جیسا کہ قسرتاً فیہ فی الشکوۃ اور آنکھ کو غنڈک ہوا اسے مشاہدہ محبوب کے حبیب
 ہیں، انکی مشاہدہ کیساتھ قلب کی آنکھ کو قرار دے غنڈک حبیب ہوتی ہے کیونکہ بنو دین ہر ایک کے
 ہر لمحہ کی آنکھ ہر لمحہ غرق فی حق ہے غرق کی حالت میں عاشق کے دل میں سوا حق الہی سے
 نہ اس سوا حق کے باعث عاشق کے آنسو گہر ہوتے ہیں اور آنسو میں بھی ہیں، ہوتی ہے جب عاشق
 کو قدرت محبوب حبیب حق ہے تو اس کو دل بھی غنڈک ہو جاتا ہے اور آنکھ بھی غنڈک ہو جاتی ہے
 قرآن یہ ہے کہ اے لوگو! میں تم کو حبیب ہو جاتا ہے۔ میں آنکھ مشاہدہ محبوب کی وقت محبوب کے ہوا
 کسی درخت کی صورت نظر نہیں کرتی غم و غمش وہ کسی شے میں ہوا غم و غمش میں ہوا شے سے مراد
 موت ہے۔ درخت شے سے مراد ہیرویت ہے۔ تیل و آبی درخت پر ہے۔ ایک تیلی خودی ہے یعنی اللہ
 تعالیٰ کسی صورت پر متغی ہوتا ہے اور عاشق اس صورت کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ جاتا ہے۔ حال
 ساق کھیلے اللہ تعالیٰ شیخ کاں کی صورت پر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک پر متغی ہوتا ہے
 کثرت قلوب و خلقت الہی یہ ہادی ہے کہ صاحب کو جس شے کیساتھ محبت ہو اسی صورت پر اللہ تعالیٰ
 متغی ہوتا ہے۔ دوسرا تیلی ہے صورتی کہ ہے جیسے عاشق نور کے دل سے جس وقت نور کی شے میں
 بجھتی ہیں اور وہ اس نور کو دیکھتا ہے یا بیٹری کو بلبل دہنے سے چری سبب شنی کی شے میں جھکتی ہیں۔ یہ
 شے میں صورت ہیں جن ان کی کوئی خاص صورت نہیں۔ ہر حال عاشق ہر مشاہدہ محبوب میں کہ
 ہوتا ہے نور وہ اللہ وہ کسی صورت خاص میں ہوا یا بیوقوف میں اور وہ محبوب کے بغیر کسی صورت خاص میں
 محض نور اس سے نماز ہی نماز میں غیر حق کی صورت۔ سخت کر نیے منع کیا گیا ہے کیونکہ نماز کی یہ حق
 کی طرف استقامت ایک ایسی شے ہے جس کو شیطان بندے کی نماز میں سے اپنا حق بنا لیتا ہے جیسا کہ
 بندہ غیر حق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو حقیقتاً وہ شیطان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ پس شیطان اس وقت

میں نمازی کو مشاہدہ محبوب سے محروم کر دیتا ہے جبکہ اس غیر حق کی حرمت و نفرت کرنے والے نمازی کو محبوب محتالی ہوتا اور وہ اس کے مشاہدہ میں کو ہوتا تو ہرگز اپنی نماز میں اپنے قبیلہ کے غیر کی طرف کو دیر سے بھی واقف نہ کرتا یعنی نمازی کا اپنے قبیلہ سے تو جڑ ہٹا کر اور ہر آدمی کو ہر آدمی کو کہتا ہے کہ نمازی کو نماز میں مشاہدہ حق نصیب نہیں۔ اور ہر انسان اپنا حال اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ کیا وہ اس عبادت خاصہ میں اس مرتبہ شہود پہ فائز ہے یا کہ نہیں جَنَّ قَالَ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْلُوا بِبُيُوتِكُمْ خَالًا ذُوًا فَالْمُؤْمِنُونَ يَأْتِيهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ فَهُمْ فِيهَا لَا يُخْلَوْنَ) بلکہ انسان اپنے بالوں پر خوب گواہ ہے اگرچہ وہ خود میں کو پیش کرتے ہیں اپنے حال کو غیروں سے چھپانے کی خاطر بیگموت ہوتے ہیں انسان اپنی ذات میں اپنے کذاب کو اپنے حق سے پہچانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شے اپنے حال سے جا مل نہیں جاتی کیونکہ اس کا حال اس کیلئے ذاتی و دہانی ہوتا ہے جنی حال کا تعلق ہرگز دوسرے ہوتا ہے اس لئے ہر شے اپنے حال سے خوب آگاہ ہوتی ہے۔

تَحْتَ رِثَتِهِ کہ غصہ کی ایک دوسری تقسیم بھی ہے۔ پہلی تقسیم میں مذکور تھا کہ یہ عبادت اللہ اور بندے کے درمیان مقصور ہے۔ یہ تقسیم امتحان کے اعتبار سے ہے۔ دوسری تقسیم نفرت کے اعتبار سے ہے۔ دہائی تقسیم و نماز کے اندر ہے کہ نماز کا کچھ بندے کیلئے ہے اور کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ دوسری تقسیم عند صلوة کے معنی کے اعتبار سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو حکم کیا ہے کہ ہم اس کی نماز پڑھیں اور اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ بھی ہم پر غصہ بھیجتا ہے پس غصہ ہم سے بھی ہے اور محتالی سے بھی ہے۔ بندے پر غصہ کو حکم تو خدا پر ہے لیکن محتالی کا بندے کیلئے مُصَلًّى ہوا آیت ذیل سے ثابت ہے (هُوَ الَّذِي يُصَيِّرُكُمْ فِي الْغَيْبِ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ مِنْ غَيْبِكُمْ إِلَى الشُّعُورِ وَالْأَنبَاءِ) یا رسول اللہ! عند صلوة کے کوئی معافی ہیں۔ ہم محتالی کیلئے مُصَلًّى ہیں اور محتالی ہمارے اوپر مُصَلًّى ہے۔ ہم اس کی خبر پکارتے ہیں اس کے آگے نیا کرتے ہیں اور اس سے حاجات طلب کرتے ہیں یہ خبر کی صلوة اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ محتالی ہمارے اوپر غصہ بھیجتا ہے یعنی رحمت بھیجتا ہے۔ ہماری حاجات پوری کرتا ہے۔ ہم کو ایسا کرنا ہے بلکہ اپنی رحمت رحمتی سے ہماری غور و نظر پر متقی ہے۔ اور جب محتالی مُصَلًّى ہوتا ہے تو اپنے اسم آخر کیا تا مُصَلًّى ہوتا ہے۔ (هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ) میں ایک اسم آخر بھی ہے جس

محتال جو مُسَلِّ کے دُجود سے مُتَاخِر ہوتا ہے یعنی پہلے جو مُسَلِّ کو دُجود ہوگا اور بعد میں مُسَلِّ نے
 اُس پر اپنی رحمت نازل کرے گا اُس کی عبادت بَدْری ہوگی اور اُس کو مُکَلَّت عبادت سے اُن
 عرفان کی طرف دئے گا۔ نیز یہ حق مُتَاخِر اُس حق کا دین ہوگا جس کو نمازی بندہ اپنے قلب میں اپنی
 نظر بخوری کیا تو یہ تقدیر کے ساتھ پھیرا کرتا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ ہر نمازی کا اللہ تعالیٰ کے مُستحق ایک خاص
 عقیدہ ہے لہٰذا وہ عقیدہ اُس کا اپنا مُراد ہوتا ہے یا کہی کی تعلیم سے حاصل کیا ہے۔ جب وہ نماز شروع
 کرتا ہے تو وہ اپنے اُس مُتقدہ معبود کا دل میں خیال کرتا ہے۔ پس وہ اپنے معبود کو نماز میں خود ہی
 تراش لیتا ہے اور اُس کا وہ معبود اُس کا اعتقاد ہی معبود ہوتا ہے۔ نیز یہ اعتقاد اُس معبود فعل استعداد کے
 مطابق نوح نوح ہوتا ہے یعنی ہر نمازی کا معبود اُس کی استعداد یعنی اُس کے فہم کے مطابق ہوتا ہے
 جیسا کہ جب بُنیہ کو معرفت با اللہ در معرفت کے مُستحق سون کیا گیا تو اُس نے جواب میں کہا کوئی
 انسان کوئی رفاقت پانی کا رنگ برتن کا رنگ ہوتا ہے یعنی بیس برتن کی رنگت ہوگی ویسی ہی پانی
 کی رنگت ہوگی اور یہ جواب بہت درمت ہے کیونکہ اُس نے حقیقت حال سے خبر دی ہے۔ پس یہ
 ذاتی ہے جو ہمارے اُدھر مُسَلِّ اور مُتقی ہوتا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ نمازی جس صورت میں اللہ تعالیٰ کو
 معبود مانتا ہے اللہ تعالیٰ اُسی صورت میں ہو کر اُس پر رحمت بھیجتا ہے اُس کی مُراویں بَدْری کتاب
 اور اُسی صورت میں اُس کیلئے مُتقی ہوتا ہے۔ میدان حیات میں اداں گھوڑے کہتے ہیں اور وہ
 گھوڑا متبیل ہو سکتا ہے کہتے ہیں پس جب اللہ عید کے اُدھر مُسَلِّ ہوتا ہے تو عید بھی ہوتا ہے اور محتال مُسَلِّ
 و اذاتہ اور جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہمارے سے اسم آفر کا ہوگا کیونکہ پہلے اللہ تعالیٰ کا دُجود ہوگا
 اور بعد میں ہم اُس کیلئے نماز پڑھیں گے جس جوارِ مان جیسا کہ آگے مذکور ہوا محتال کی ہش ہوگا
 اور ہم محتالی کے نزدیک اپنے حال کے موافق ہوں گے پس محتالی ہماری طرف اُس صورت سے
 استعداد کے مطابق نظر فرمائے گا ہم محتالی کے نزدیک لائے ہیں یعنی ہمارے خُروج اور خُروج کے
 مطابق محتالی ہم پُستو تہ ہوگا۔ اور میدان حیات میں مُسَلِّ معنی میں مُتَاخِر کے ہے اور مطابق کو بھی کہتے ہیں
 پس اس صورت میں محتالی بھی ہے اور عبد مُسَلِّ۔ اگر من ہر مُسَلِّی خواہ حق ہو خواہ عبد ہو تا فرما کلیم کن
 ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا قول (مَنْ قَدْ عَلِمَ عِلْمًا وَ تَسْبِيحًا) تحقیق ہر ایک نے اپنی صلوٰۃ اور
 تسبیح جان رکھی ہے۔ آئیہ کریم سے یہ مُراد ہے کہ ہر ایک نے اپنی عبادت میں اپنا رُتبہ جان

کیا ہے اور وہ یہ کہ وہ اپنے ذات سے مُتَاثر ہے۔ نیز ہر ایک نے اپنی تسبیح جان لی ہے۔ ہر شخص کی
 تسبیح اُس کی استعداد کے مطابق ہے اور وہ حق تعالیٰ کی تنزیہ ہے۔ ہوا کے عارف کو اُس کے ہر شخص میں
 تنزیہ حق کا قائل ہے یعنی ذات حق کو تعالیٰ کا نیا سے منزہ جانتا ہے۔ عارف کو اُس حق تعالیٰ کی
 تنزیہ در تشبیہ اور تشبیہ در تنزیہ کا قائل ہے۔ عارف ذات حق کے اعتبار سے ذات حق میں منزہ ہے
 اور ظہور اور تجلیات صفات کے اعتبار سے وہ ذات مُشبہ ہے۔ اور عالم میں کوئی ایسی شے نہیں ہے کہ اپنے
 ذات جو عظیم اور غنی ہے اُس کی تسبیح نہیں کرتی مگر اُس کی تسبیح چاکرتی ہے۔ ہر شے کی تسبیح
 اُس شے کی استعداد کے مطابق ہے اور استعدادات مختلف ہیں اس لئے ہر شے کی تسبیح مختلف ہے نیز ہر شے
 ایک شے کی استعداد کو دوسری شے نہیں جان سکتی اس لئے ایک شے کی تسبیح کو دوسری شے نہیں جانتی
 اور یہ ہی وجہ ہے کہ ہم عالم کی ہر ایک شے کی فرداً فرداً تفصیل دے نہیں سکتے۔ یہ نظم و نظام
 کیسے ہے۔ حضور علی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت مُبارکہ کے کُل افراد رضی اللہ عنہم ہم اُسی سے کُشت
 ہونے کے باعث ہر شے کی تسبیح کو جانتے ہیں۔ وَتَشْكُرُونَ عَدَّتْ کُلَّ شَيْءٍ بِمَا هُوَ مِنْ دُونِهَا
 حق مرتبہ غیبِ انبیا سے تنزیل فرما کر عالم کی صورت پر جلوہ غیبی ایسے مرتبہ میں ہے کہ اُس کے نزدیک
 اللہ تعالیٰ کے قول (وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ) میں پختہ کی غیر مُبدی کی طرف توجہ کرتی
 ہے یعنی پختہ سے مُراد اُسی شے کی حمد ہے یعنی اپنی حمد۔ مُراد یہ ہے کہ ہر شے اپنی ہی حمد کی تسبیح کو
 رہی ہے کیونکہ ہر شے کی حقیقت حق تعالیٰ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے قول پختہ میں پختہ کی غیر اُسی شے
 کی طرف راجع ہے یعنی ہر شے اپنی ذات کی حمد کی تسبیح کو رہی ہے۔ مُراد یہ ہے کہ ہر شے اپنی وہ شاکر کی
 ہے جس شاکر کے وہ اُن ہے جیسا کہ ہم نے ہر مقصد کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ صرف اُس معبود پر شاکر
 کہ اُس کے اقتدار میں ہے اور جس کے ساتھ اُس نے دل لگایا ہے۔ اور جو عمل وہ مقصد کرتا ہو
 وہ اُسی مقصد کی طرف راجع ہے جس اُس مقصد نے ہمارے اپنی ذات کے کسی چیز کی شاکر کی کیوں کہ
 مصنوع کی طرف پختہ مانع کی طرح ہے اور مصنوع کو حُسن اور قبح مانع کی طرف راجع ہے۔ ظاہر میں
 ہر شے کا مانع اللہ تعالیٰ ہے اور حقیقت میں وہ ہر شے کا نہیں ہے یعنی مانع مصنوع کی حقیقت ہے۔ اور
 اعتقادی معبود اُس شخص کا مصنوع ہے جو اُس معبود میں تاثر ہے یعنی اُس شخص نے اُس معبود کو اپنے

پایہ تکمیل کو پہنچی :

وَعَا : اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ
 أَهْلُ بَيْتِكَ لَا تَقْصِرْ عَنْهُمْ حَقِّكَ وَفَا بَقِيَّةَ مَنْ سَلَّمَ مِنْ شَيْءٍ مَسْلُوكٍ تَسْتَوْفِي الْقَدْرَ
 وَتُجِيزُ بِالْخَيْرِ مَسْلُوكًا وَغَايَةَ نَهْءٍ لَا انْتِهَاءَ وَلَا أَمَدَ لَهُ وَلَا انْقِصَاءَ حِلَالِكَ الْبَرَكَاتِ
 عَلَيْهِمْ مَسْلُوكًا تَعْبُودُهُ عَلَيْهِمْ مَقْبُولَةٌ سَدِيدُ صَلَواتِكَ دَائِمَةٌ بِرَحْمَتِكَ يَا قَيُّمُ يَا مُنْتَقِ
 بَقَاؤُنْ عَلَيْكَ صَلَواتِكَ تَرْضِيكَ وَتَرْضِيهِمْ وَتَرْضِي بَقَاؤَنَا صَلَواتِكَ تَهْلَاءُ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ
 صَلَواتِكَ تَحِلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتُخَوِّجُ بِهَا الْمُسْكَرُوتُ وَتُجَبِّرُ بِهَا الْعُلُوكَ مِنْ الْأَمْزِلِ الْأَمْزِلِ
 السَّيْلِينَ وَبَارِكْ كَمَا مِنْ الدَّوَامِ وَالْخَيْرِ كَمَا وَفَارِفَا وَاجْعَلْ آمِنِينَ وَتَسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ
 مَعَ السَّامِعِينَ يَقْضُونَ وَأَبْدَانَنَا وَاشْلَامَنَا وَالْقَارِيَةَ بِخَارِئِنَا وَدُنْيَانَا وَآخِرَتِنَا وَتَوَلَّنا
 عَلَى الْحَسَنِ وَالْحَقِّ وَاجْمَعْنَا مَعَهُ فِي الْجَنَّةِ مِنْ شَيْءٍ عَذَابِ ابْنِ أَبِي لَيْسَى وَآلِهِ
 وَلَا تَنْظُرْ لَنَا وَآخِرَتِنَا مِنْ شَيْءٍ يَخْشَى وَغَارِفِيَّةً بِمَا وَجَدْنَا الْجَنَّةَ حَتَّى يَكُونَ اللَّهُ بِكَ
 عَمَّا مَوْلَانَا نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ حُبُّكَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ مَوْلَى يَسْطُرُ لَكُمْ
 عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ه

تجدید

میرے حالی سے کورجیب حضرت غوث اعظم پاک پیران چہرہ عظیم میراں کی زبان ہا
 اٹھ چڑھ چڑھ نہالی رخ سید میرا ہوا چہرہ فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شمع حضرت شیخ نورانی
 فوت ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کو فقیہ و عابد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرکار دو عالم شیعہ المذہب
 رحمۃ اللعالمین ختم المرسلین بنائب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد درویشانہ چہرہ حضرت غوث اعظم
 پاک رضی اللہ عنہ کہ ہے در حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں آپ ذریعہ علم ہیں اور حضرت
 غوث اعظم پاک رضی اللہ عنہ جمع سہ ہوا انبیا و رسل و اولیاء و عابدین کے علم و ہدایت میں چہرہ فرشتہ ہیں
 آپ کی زبان گدازوں کو حوالہ پیش کیا جاتا ہے ۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَنَحْنُ بِهِ قَائِمُونَ عَلَى الْمُسْكُورِينَ يَا مُنْتَقِ لَقَدْ

حَقِّ وَجَدِ تَعُودِي عَلَيْنَا أَوْ لَا يَبْتَ طَعْنًا أَدَّ رَجَاتِ عَلَيْنَا يَا مُشْتَرِي الثَّوْبَةِ بِسِرِّهِ لَقَدْ تَمَنَّا
 مُشْتَرِي الْأَخْلَافِ بِسِرِّهِ لَقَدْ تَمَنَّا مُشْتَرِي الْكُلِّ اسْبُوحًا مَرَّةً أَوْ فِي حَقِّ شَيْءٍ أَوْ فِي كَيْفِ عَمَلٍ أَوْ فِي
 دَافِعٍ كَرَامَةٍ وَحَدَّثَ أَلْفَ أَلْفٍ شَيْءًا يَا عَلَامَ سَائِفِ أَلْفِ قَائِدٍ يَقْتَسِمُ مِثْقَالَ كَرَمَةٍ وَاسْمُهُ رَاوِدُ
 وَخَدَّتْ عَلَيْنَا قَائِمُ حَذَقِ دُؤْيَةِ صَدِيقِ وَذَوِي رَجَلِ وَآخُو أَلْفِ قَائِدٍ مَا جُنْدِي فَكَيْفَ خَضَرِ
 قَحْبِي بِبَعَارِ الْبَلَدِ وَخَوَاصِّهِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالْغَيْبِيِّونَ يَتَعَلَّقُونَ بِبَنِي شَوَاطِمَ وَبِحَبَابِ السَّيْفِ
 وَبَعْدَ بَنِي خَلْقَةِ اللَّهِ وَلَا وَفِي إِلَّا وَقَدْ تَصَرَّ قَحْبِي الْأَحْيَاءُ بِأَجْنَادِهِ وَالْأَمْوَالُ بِأَذْوَالِهِمْ
 يَعْنِ آنحضرت رضی اللہ عنہ کرسی و عظمیہ بیٹھے ہوئے فرماتے تھے کہ اسے لڑکے! جب بیل کو ہم کرتے
 ہیں تو اگر بیٹھے سے قریب کر۔ ولایت یہاں ہے درجات یہاں ہیں۔ اسے توبہ کے غریب و بھم اللہ آگے بڑھا
 انعام کے غریب و بھم اللہ آگے بڑھو۔ تو میرے پاس ہر ہفتہ میں ایک دفعہ یا سہراہ ہیں ایک دفعہ یا بزم ہال میں
 ایک دفعہ یا قاصم ٹٹل ایک دفعہ آدھ لاکھل چیزیں مجھ سے ملے۔ اسے لڑکے! ہزار سال سفر کرنا کہ مجھ سے
 ایک کر سنے جب تو یہاں داخل ہو تو اپنے عمل 'زہد' پر تیز گامی اور احوال کی باتیں اپنے سے نکال
 دے اور اپنا حصہ مجھ سے لے جا۔ میری مجلس میں بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ کے رازدار دوست اس کے خاں
 بندے اور بیاد اور رجال الغیب حاضر ہوتے ہیں اور مجھ سے رب تعالیٰ کی بارگاہ کا ادب سیکھتے ہیں۔ اللہ
 تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی یا ولی پیدا نہیں کیا جو میری مجلس میں حاضری نہ دے زندہ اپنے بھوں کے ساتھ
 وصال شدہ اپنی ارواح کے ساتھ

زُيْرَةُ الْأَثَارِ بِرَحْمَتِهِ زُيْرَةُ الْأَسْرَارِ صَفْحَةُ ۱۴ - دیم : دی رضی اللہ عنہ میگنت برکات اس کی تمام سب
 نشستن تو از زمین نزد نشستن من اینجا ولایت اینجا است درجات اینجا است ای غریب و بھم اللہ
 آ۔ ای غریب و بھم اللہ پیش آ۔ ای غریب و بھم اللہ پیش آبیہ مراد ہفتہ یکبار یا نہ ہر ماہ یا نہ ہر سال یا
 در ہفتہ تو یکبار و بگیر ہزار ہزار چیز ای غلام مسافرت کن ہزار سال تا بشوی از من کہ کہ دیکھ دانی تو این
 پس کہش از خود در میان من خود را و زہد خود را و دیر خود را و احوال خود را و بگیر چیز را کہ تو از من سب
 تو حاضر می شود مجلس مرا بطین ملک و خواص او را و بیاد و غیبیان و می آموزند از من تو این را باری جناب
 خضر و نیست زنی و غیرہ کہ پیدا کردہ است اورا حق تعالیٰ و زدی مگر آنکہ حاضر شود مجلس مرا و حیا با جہود خود
 را و است بار و اس خود و ولایت کردہ اند مشایخ از شیخ قدوہ الی سید قیودی کہ میگنت دیم۔ سول خدای

۲۲۲	فَقْرُ حِكْمَةٍ جَلَالِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ يَحْيَوِيَّةٍ	۲۲
۲۳۰	فَقْرُ حِكْمَةٍ مَائِكِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ زَكَاوِيَّةٍ	۲۳
۲۴۹	فَقْرُ حِكْمَةٍ اِيْتِاسِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ اِلْيَاسِيَّةٍ	۲۴
۲۸۴	فَقْرُ حِكْمَةٍ اِحْسَانِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ لُقْمَانِيَّةٍ	۲۵
۵۰۰	فَقْرُ حِكْمَةٍ اِمَامِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ هَارُونِيَّةٍ	۲۶
۵۲۰	فَقْرُ حِكْمَةٍ عَلَوِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ مُوسَوِيَّةٍ	۲۷
۵۴۸	فَقْرُ حِكْمَةٍ صَمَدِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ خَالِدِيَّةٍ	۲۸
۵۸۲	فَقْرُ حِكْمَةٍ فَزْدِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ مُحَمَّدِيَّةٍ	۲۹
۶۳۳	دُعَا	۳۰
۶۳۳	تَجْدِيد	۳۱

تجدید

سُلطان العارفین حضرت سُلطان باہو رضی اللہ عنہ کا میرے عالی سرکار جناب حضرت غوث اعظم پاک پیران پیر دستگیر میراں محی الدین بانہ اشہب محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی المحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ختم المرسلین حضور نبی کریم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نمبر جناب حضرت غوث اعظم پاک رضی اللہ عنہ کا ہے، جمیع سابقہ انبیاء و جمیع اولیاء علیہم السلام حضرت غوث اعظم پاک رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں، آپ کا قدم مبارک جمیع اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ چونکہ ہر نبی ولی بھی ہوتا ہے اسلئے آپ کا قدم مبارک جمیع سابقہ انبیاء و جمیع اولیاء علیہم السلام کی گردنوں پر ہے، سب سے پہلے آپ کا قدم مبارک مولا مشککش حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن مبارک پر رکھا۔ حضرت سلطان باہو صاحب رضی اللہ عنہ اپنی کتاب محکم الفقرا کلام کے صفحہ ۹۸ پر فرماتے ہیں:

ہر کہ دولت و نعمت و سعادت مراتب غوثی و قطبی و درویشی و فقری و اولیائی و ولایت و ہدایت یافتہ از حضرت ایشاں یافت کہ مفتاح الکونین بدست ایشاں است ہر کہ منکر از ایشاں در ہر دو جہان مردود الحق و پریشان مثل ابلیس خبیث پریشان ہر کہ بندہ الہ چنانچہ مومن مسلم پیغمبر صاحب است و ہر کہ اُمت پیغمبر بود مثل غوث و قطب و اولیاء اللہ ہمہ کس مرید حضرت

پیراست پہنچ کس از مریدی ایشان بیرون نیست و ہر کہ از ایشان بیرون شود ہرگز بمعرفت مولیٰ راہ نبرد و سلب شود کہ خطب
ایشان را غوث الثقلین و غوث الانس و الجن و الملائکہ شدہ عاقلان را بس است اشارت بشارت از برای آنکہ قدم مبارک
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برگردن ایشان نہادہ بود و قدم ایشان مبارک بر ہر اسطراح نقیرہ

پیر من نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاہ محی الدین قال محی الدین رحمۃ اللہ علیہ لا یتوکل علی المرید الا علی الایمان قال محی الدین
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مریدی لا یخف اللہ دینی۔ چون حشر پیغامبران نفسی نفسی گویند و پیغامبر صاحب امتی امتی میفرماید و حضرت پیر
شاہ محی الدین علیہ الرحمۃ مریدی مریدی میفرماید آنوقت کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ قدم من برگردن تست و قدم تو
یا محی الدین برگردن ہر دلی اللہ دریں احوال ہمہ دلی اللہ مدئی پیش حضرت علی دلی اللہ آوردند پیغامبر صاحب جنس فرمودہ است
توجہ میفرمائی حضرت علی التماس با پیغامبر آوردہ حضرت فرمود یا علی شاہ محی الدین از آل من و اولاد تست کسی کہ لائق فرزند را قدم برگردن نہاد
فرزند را قدم برگردن بدوشتن بدوشتن عیب نیست اول حضرت علی عزت داد بعد از ان تمام حضرت پیر برگردن ہمہ دلی اللہ نہاد و ہر دلی اللہ
سعادت مند شد و با ہر یک مرتبہ ولایت و ہدایت یافت

یعنی جس کسی نے دولت نعمت و سعادت و غوثی قلبی درویشی فقیری و اولیائی کے مراتب ولایت ہدایت پائی آپکی بارگاہ سی پائی
کیونکہ دونوں جہان کی گنجی آپکے ہاتھ مبارک میں ہے۔ جو کوئی آپ کا منکر ہے وہ ہر دو جہان میں مردود و ناحق ہے اور مثل بدطیس
خبیث پریشان ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے خواہ مومن ہے خواہ مسلم ہے خواہ پیغمبر صاحب ہے اور جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحت
میں داخل ہے خواہ غوث ہے خواہ قطب ہے خواہ ولی ہے سب کے سب حضرت پیر کے مرید ہیں۔ کوئی شخص آپکی مریدی سے بہر
نہیں ہے۔ اور جو کوئی آپکی مریدی سے باہر ہو جاتا ہے ہرگز اسے معرفت الہی نصیب نہیں ہوتی بلکہ سلب ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کا خطب
غوث الثقلین و غوث الانس و الجن و الملائکہ ہے۔ عاقلان کیلئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اور وہ اشارہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک آپکی گردن پر رکھا ہے اس لئے آپ کا قدم مبارک ہر اسطراح پر ہے

میرے پیر شاہ محی الدین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں حضرت محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے مرید ضرورہ بالضروریات
پہرہ رنگا اور فرمایا اے میرے مرید! خوف نہ کر اللہ میرا پروردگار ہو۔ جب مشرک کے مدد و غیر قسسی قسسی کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی فرمائیگی اور حضرت پیر
شاہ محی الدین علیہ الرحمۃ مریدی مریدی فرمائیگی جبوقت حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یا محی الدین میرا قدم تیری گردن پر ہوا ہے تیرا
قدم ہر دلی اللہ کی گردن پر ہو تو مجھ اور لیاء اللہ حضرت علی دلی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرماں اتنا س پہنچا یا حضرت علی نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یا علی! شاہ محی الدین میری آل ہیں اور آپکی اولاد میں فرزند گرامی ہو تو اسکا قدم گردن پر رکھنے اور
اسکو اسکا رکھنوں پر رکھنے میں کوئی عیب نہیں۔ سب پہلے حضرت علی نے آپکی عزت دی اور بعد میں حضرت پیر نے اپنا قدم مبارک ہر دلی کی گردن پر رکھا
اور ہر دلی اللہ نے سعادت حاصل کی اور مرتبہ ولایت و ہدایت پایا

